مَن یُرِدِ اللہُ بِہٖ خَیراً یُفَقِّہہُ فِی الدِّین ۰

جامع الفتاوٰی

جلیل القدر مشائخ عظام
ومفتیان کرام کے فتاوی کا مجموعہ

مرتبہ: مولانا محمد اسلم علوی
قادری، رضوی

خانقاہ عالیہ رضویہ
بریلی شریف

ناشر - سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ ڈجکوٹ روڈ لائلپور (مغربی پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

(ہزاروں مسائل کی معلومات کا خزینہ)

جامع الفتاویٰ

حصہ اول — تا — ہشتم

از

- افادات مجدد اسلام شاہ احمد رضا خانصاحب بریلوی قدس سرہٗ
- حجۃ الاسلام حضرت شاہ حامد رضا خانصاحب بریلوی قدس سرہٗ
- صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین صاحب مراد آبادی قدس سرہٗ
- مناظر اسلام حضرت مولانا نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

مولانا محمد اسلم علوی قادری رضوی

الناشر

سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ ڈجکوٹ روڈ لائلپور

باراوّل ________ سنہ ۱۹۷۰ء سنہ ۱۳۹۰ھ
تعداد ________ ایک ہزار
ناشر ________ سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ ڈجکوٹ روڈ لائلپور
مطبوعہ ________ دین محمدی پریس لاہور
کتابت ________ غلام سرور قادری رضوی
قیمت ________ سفید کاغذ ۱۲ روپے، نیوز پیپر ۱۰ روپے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حرفِ آغاز

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الامین وعلیٰ آلہٖ واصحابہ اجمعین ✤

امّا بعد:- یہ کتاب مستطاب جامع الفتاویٰ جیسا کہ نام ہی سے واضح ہے چند کتب فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ جس میں گرانقدر مسائل فقہ کو نہایت مدلل طریق سے بیان کرنے کے علاوہ مذہب برحق اہلسنت وجماعت کی صحیح ترجمانی کی گئی ہے۔ جامع الفتاویٰ کا انتخاب اہلسنت وجماعت کے جن نامی گرامی علمائے کرام کی کتبِ افتاء سے کیا گیا ہے ان میں اعلٰحضرت امام اہلسنت مجدّد دین وملت حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ کا اسمِ مبارک سرفہرست ہے۔ آپ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔ عرب وعجم کے اہل علم کو آپ کے علمی تبحر کا نہ صرف اعتراف ہے بلکہ اکثر مقتدر ہستیوں نے آپ کو اس صدی کا مجدد برحق تسلیم کیا ہے۔ نبی اکرم سرورِ انبیاء علیہ السلام کی محبت میں سرشار ہوکر لکھنا آپ کا واحد نصب العین ہے۔ اور آپ تمام اہل اسلام کا رشتہ عشق رسول سے وابستہ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ تقاضاتِ حبِ رسول کو کیفیات جذب و شوق اور عالم فریفتگی ووارفتگی سے ہم آغوش دیکھنا چاہتے ہیں۔ اسی لئے کسی بزرگ نے آپ کے متعلق فرمایا ہے ؎

گم رضائش در رضائے مصطفٰےؐ ۔۔۔ زاں سبب شد نام او احمد رضا

ایک ہزار کے قریب ضخیم کتابیں اور رسائل آپ کی درخشاں تصنیفات ہیں جو کہ تقریباً پچاس قسم کے علوم وفنون پر حاوی ہیں۔ جن میں فتاویٰ رضویہ بھی ایک قابل قدر شہکار ہے۔ آپ چودہ برس کی عمر میں مسند افتاء پر رونق افروز ہوئے اور تقریباً چون سال تک فتویٰ نویسی کی قابل قدر خدمات انجام دیتے رہے۔ اور آپ کا مقام فقہ اسقدر بلند ہے جسکا اندازہ مندرجہ ذیل سطور کو پڑھنے کے بعد بخوبی لگایا جاسکتا ہے جو کہ حضرت مولانا مفتی اعجاز ولی رضوی نے اپنے مقالہ (”رضا کا مقام فقہ“) میں رقم فرمائیں ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ اعلٰحضرت کے ایک معاصر صاحبِ فتویٰ سے پوچھا گیا ”مسجد کی دیوار سے تیمم جائز ہے یا نہیں“؟ انہوں نے غیر مدلل وغیر مفصل جواب تحریر کیا کہ ”تیمم دیوار مسجد سے کرنے کو بعض کتب فقہ میں مکروہ لکھا ہے“ فقط۔ یہی سوال حضرت فقیہ اعظم بریلوی سے ہوا اور مجیب اول کا جواب بھی سامنے آیا۔ یہ جواب اسکے فتاوے میں چھپ چکا تھا۔ جواب کے لئے قلم اٹھا اور بطور تمہید ارشاد فرمایا۔

”تحریر مذکور صواب سے بیگانہ .... مذہب حنفی میں اس کی کچھ اصل نہیں۔ نہ کسی کتاب معتمد سے اسکی کراہت متبین۔ نہ ایسی نقل مجہول کسی طرح قابل قبول ...... بلکہ کتب معتمدہ سے اسکا بطلان روشن جس سے گرنہ بیند بروز پرہ دہ برافگن“

اس مختصر تمہید کے بعد جواب تحریر فرمایا ــــــ تیرہ معتمد کتب وفتاویٰ سے مسئلہ کو واضح فرماتے ہوئے مجیب کے لفظ ”بعض کتب فقہ میں مکروہ لکھا ہے“ اس کے متعلق تحریر فرمایا کہ مجیب کو شاید یہ شبہ ہوا کہ دیوار مسجد وقف ہے اور وقف پر تصرف ناجائز کہ مسجد کی دیوار جس غرض کے لئے بنائی گئی اس میں تیمم داخل نہیں۔ لہذا دیوار مسجد سے تیمم مکروہ ــــــ ارشاد فرمایا ــــــ یہ دیوار میں کوئی تصرف نہ کہلائیگا ورنہ مکروہ نہیں حرام ہوتا نہ صرف دیوار مسجد بلکہ دیوار ہر وقف بلکہ دیوار تیمم بلکہ ہر نابالغ بلکہ بے اذن مالک ہر دیوار مملوک سے تیمم کرنا بلکہ اس پر ہاتھ لگانا یا انگلی سے چھونا یا دیوار مسجد سے پیٹھ لگانا سب حرام ہوتا اور اسکا قائل نہ ہوگا مگر سخت جاہل“۔ اعلٰحضرت قدس سرہٗ کی سند حدیث گیارہ واسطوں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تک اور سند فقہ تینتیس واسطوں سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتی ہے

فہرست جامع الفتاویٰ حصہ اول تا ہشتم

حصہ اول از فتاویٰ شیخ الاسلام شاہ احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ عنہ

حصہ دوم از فتاویٰ حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

حصہ سوم از فتاویٰ صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

حصہ چہارم از فتاویٰ مناظر اسلام علامہ مولانا نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

حصۂ پنجم از فتاویٰ مناظر اسلام علامہ مولانا حضرت نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

حصہ ششم از فتاوٰی مناظر اسلام مولانا علامہ حضرت نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

حصہ ہفتم از فتاویٰ مناظر اسلام علامہ مولانا حضرت نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

حصہ ہشتم از فتاویٰ مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

تمام شد

تصحیح کنندہ فقیر ابو المشہور محمد صادق قادری چشتی رضوی چک نمبر ۴۶۹ تحصیل سمندری ضلع لائلپور

جامع الفتاویٰ میں حضرت حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ بھی شامل ہیں۔ یہ بزرگ ہستی اعلیٰحضرت کے جگر گوشہ ہیں جنہوں نے آپکی علمی آغوش میں پرورش پائی ہے۔ جامع الفتاویٰ میں آپ کے فتاوے شامل ہونا علمی سعادت ہے۔

خلیفہ مجاز صدر الافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا فتاویٰ بھی اپنی تمام خوبیوں کے ساتھ جامع الفتاویٰ کی زینت ہے آپ اعلیٰحضرت قدس سرہ کے معروف تلامذہ میں سے دُرِ یکتا اور خلیفہ مجاز ہیں۔ جامعہ نعیمیہ کی بنیاد بھی آپ ہی نے رکھی تھی۔ آپ نے قرآن پاک کی نہایت جامع اور مختصر تفسیر بھی تحریر فرمائی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی کئی دوسری کتابیں اور چھوٹے چھوٹے رسالے مثلاً "الکلمۃ العلیاء" "اطیب البیان" "سوانح کربلا" اور "کتاب العقائد" وغیرہ کئی بار شائع ہو چکے ہیں۔

جامع الفتاویٰ کی آئندہ نمایاں خوبی یہ بھی ہو گی کہ اس میں نائب اعلیٰحضرت قبلہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ بھی اپنی علمی جولانیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوں گے۔ آپ کی ذات گرامی اور نام نامی سے پاک و ہند عرب و افریقہ کا ہر ذی علم واقف ہے۔ خالق و مالک نے آپ کو ظاہری حسن و کمال کے ساتھ ساتھ باطنی و روحانی مدارج میں وہ بلند مقام عطا فرمایا کہ اہل اسلام اس سے ناابد فیض پاتے رہیں گے۔ آپ نے جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائلپور کی بنیاد رکھی جو آج بھی اپنی علمی ضیا پاشیوں میں معروف ہے۔

حضرت مولانا نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں ان کے فتاویٰ جو کہ اس دور میں تقریباً نایاب ہیں کو بھی جامع الفتاویٰ میں شائع کیا گیا ہے تاکہ یہ قیمتی فقہی سرمایہ بھی قدر دانوں کے ہاتھوں میں پہنچ جائے۔ اہل علم اس گم گشتہ گنج علم کو پا کر یقیناً روحانی طور پر مسرور و بہرہ مند ہوں گے۔

اس صد تحسین دینی خدمت کا سہرا مجاہد اہلسنت حضرت مولانا محمد اسلم صاحب علوی کے سر ہے۔ جنہوں نے ہمارے مسلک کی بہت سی نایاب کتب کو دور افتادہ ذخائر علوم سے حاصل کر کے ہم تک پہنچایا ہے۔ آپ کسی نہ کسی علمی شہکار کو منظر عام پر لاتے ہی رہتے ہیں۔ بہت سے مشائخ کرام کی تصانیف کے تراجم شائع فرماتے ہیں۔ اب جامع الفتاویٰ کی اشاعت کا اہم کام سرانجام دے رہے ہیں جس میں دیوبندیوں اور وہابیوں کے ساتھ اہلسنت وجماعت کے اختلافی مسائل پر سیر حاصل بحث و مدلل جوابات کے علاوہ مرزائیوں اور رافضیوں کے رد میں بھی مدلل فتوے شامل ہیں۔ اگر کوئی مرزائی یا اہل تشیع تعصب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ان کا مطالعہ کرے تو وہ یقیناً تائب ہو کر صراط مستقیم پر گامزن ہو سکتا ہے۔ حضرت مولانا محمد اسلم صاحب علوی جامع الفتاویٰ کی مکمل تیس ۳۰ حصے شائع فرمانے کا عزم کئے ہوئے ہیں۔ ۸ حصے اشاعت پذیر ہو کر آپ تک پہنچ چکے ہیں باقی بائیس ۲۲ جلدیں بھی انشاء اللہ تکمیل اشاعت سے ہمکنار ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ استفادہ و عمل کی توفیق دے۔ آمین

خادم اہلسنت

حکیم محمد سلیم چشتی بی۔ اے

حصّہ اوّل از فتاویٰ شیخ الاسلام شاہ احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ؛ از امرتسر کٹرہ گرباسنگھ کوچہ ٹنڈا شاہ مرسلہ جناب مولانا مولوی عبد الغنی صاحب واعظ ۱۲ ربیع الاول شریف سنہ ۱۳۲۰ھ
باسمہٖ سبحانہٗ ؛ مستفتی نے ظاہر کیا کہ ایک شخص نے درانحالیکہ مسلمان تھا ایک مسلمہ سے نکاح کیا زوجین عرصہ تک باہم معاشرت کرتے رہے اولاد بھی ہوئی اب کسی قدر عرصہ سے شخص مذکور مرزا قادیانی کے مریدوں میں منسلک ہو کر صبغ عقاید کفریہ مرزائیہ سے مصطبغ ہو کر علی رؤس الاشہاد ضروریات دین سے انکار کرتا رہتا ہے سو مطلوب عن الاظہار یہ ہے کہ شخص مذکور شرعاً مرتد ہو چکا اور اوسکی منکوحہ اوسکی زوجیت سے علیحدہ ہو چکی اور منکوحۂ مذکورہ کا کل مہر معجل و موجل مرتد مذکور کے ذمہ ہے اولاد صغار اپنے والد مرتد کی ولایت سے نکل چکی یا نہ ۔ بینوا توجروا۔

خلاصۂ جوابات امرتسر

۱ ؛ شخص مذکور بباعث آنکہ ہم عقیدہ مرزا کا ہے جو باتفاق علمائے دین کافر ہے ۔ مرتد ہو چکا منکوحہ زوجیت سے علیحدہ ہو چکی کل مہر بذمہ مرتد واجب الادا ہو چکا مرتد کو اپنی اولاد صغار پر ولایت نہیں ۔ ابو محمد زبیر غلام رسول الحنفی القاسمی عفی عنہ

۲ ؛ شک نہیں کہ مرزا قادیانی اپنے آپ کو رسول اللہ نبی اللہ کہتا ہے اور اسکے مرید اسکو نبی مرسل جانتے ہیں اور دعویٰ نبوت کا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالاجماع کفر ہے جب اس طائفے کا ارتداد ثابت ہوا پس مسلمہ ایسے شخص کے نکاح سے خارج ہوتی ہے عورت کو مہر ملنا ضروری ہے اور اولاد کی ولایت بھی ماں کا حق ہے ؛ عبد الجبار بن عبد اللہ الغزنوی۔

۳ ؛ لاریب فی ارتداد من نسب المسمو یزعم الذی ھو من اقسام السحر الی الانبیاء علیہم السلام۔ وادعی النبوۃ وغیرھا من الکفریات کالمرزا فنکاح المسلمۃ لاشک فی فسخہ لکن لھا المھر والاولاد الصغار ؛ ابو الحسن غلام مصطفیٰ عفی عنہ ؛

۴ ؛ شک نہیں کہ مرزا کے معتقدات کا معتقد مرتد ہے ۔ نکاح منفسخ ہوا اولاد عورت کو دی جائے گی عورت کامل مہر لے سکتی ہے ۔ ابو محمد یوسف غلام محی الدین عفی عنہ ۔

۵ ؛ انچہ علمائے کرام از عرب و ہند و پنجاب در تکفیر مرزا قادیانی و معتقدان وے فتوے دادہ اند ثابت و صحیح ست

ورا ھاں ردم اللہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

کادیانی خود را نبی ورسول یزدانی قرار میدہد و توہین و تحقیر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام وانکار معجزات شیوۂ اوست کہ از تحریراتش پر ظاہر ست دنقل عبارات ازالہ کہ از رسالہ مرزا ست ،:. احقر عباد اللہ العلی واعظ محمد عبد الغنی۔

۶ : احقر العباد خدا بخش امام مسجد شیخ خیر الدین :.

۷ : شک نہیں کہ مرزا قادیانی مدعی نبوت ورسالت ہے۔ دنقل عبارات کثیرۂ ازالہ وغیرہا تحریرات مرزا) پس ایسا شخص کافر تو کیا میرا وجدان تو یہی کہتا ہے کہ اسکو خدا پر بھی ایمان نہیں :. ابو الوفا ثناء اللہ اللہ مصنف تفسیر ثنائی امرتسری۔

۸ : قادیانی کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکو ضروریات دین سے انکار ہے نیز دعوے رسالت کا بھی چنانچہ (ایک غلطی کا ازالہ) میں اوسنے صراحۃً لکھا ہے کہ میں رسول ہوں لہذا غلام احمد اور اوسکے معتقدین بھی کافر بلکہ اکفر ہوئے۔ مرتد کا نکاح فسخ ہوجاتا ہے اولاد صغار والدکے حق سے نکل جاتی ہے۔ پس مرزائی مرتد سے اولاد لے لینی چاہیئے اور مہر معجل ومؤجل لے کر عورت کو اوس سے علیحدہ کرنا چاہیئے :. ابو تراب محمد عبد الحق امرتسری بازار صابونیاں۔

۹ : مرزائی مرتد ہیں اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے منکر۔ معجزات کو مسمریزم تحریر کیا ہے۔ مرزا کافر ہے۔ مرزا سے جو دوست ہو یا اسکے دوست سے دوست وہ بھی کافر و مرتد ہے :. صاحبزادہ صاحب سید ظہور الحسن قادری فاضلی سجادہ نشین حضرات سادات جیلانی بٹالہ شریف۔

۱۰ : آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نبوت ورسالت کا دعویٰ اور ضروریات دین کا انکار بیشک موجب کفر و ارتداد ہے۔ ایسے شخص پر کادیانی ہو یا غیر مرتدوں کے احکام جاری ہونگے :. نور احمد عفی عنہ

مراسلت حامی سنت جناب مولانا مولوی محمد عبد الغنی صاحب امرتسری باسم سامی حضرت عالم اہلسنت دام ظلہم العالی

بخدمت شریف جناب فیض مآب قامع فساد و بدعات دافع جہالت وضلالات مفخر العلماء الحنفیہ قالع اصول الفرقۃ الضالۃ النجدیہ مولانا مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب متعنا اللہ بعلمہ۔ تحفہ تحیات وتسلیمات مسنونہ رسانیدہ مکشوف ضمیر مہر انجلا آنکہ چوں دریں بلاد از مدت مدیدہ بہ ظہور دجال کذاب قادیانی فتور و فساد برخاست است بموجب حکم آزاد کی بے صورتے درجنگ علماء آں دہری راہزن دین اسلام نمی آید اکنوں ایں واقعہ درخانۂ یک شخص حنفی شد کہ زنے مسلمہ درعقد شخصے بودہ اں مردمرزائی گردید زن مذکورہ از وے ایں کفریات شنیدہ گریز نمودہ بخانۂ پدر رسید لہذا برائے آں و برائے سد آئندہ وتنبیہ مرزائیاں فتویٰ ہذا طبع کردہ آید امید کہ آنحضرت ہم بمہر دستخط شریف خود مزین فرمائید کہ باعث افتخار

باشد سفیر از ندوہ کدام مولوی غلام محمد ہوشیار پوری وارد امرتسر از مدت دو ماہ شدہ است فتوے ہذا نزد وے فرستادم مشار الیہ دستخط نمود و گفت اگر دریں فتوے دستخط کنم ندوہ از من بیزار شود خاکش بدہن ازیں جہت مردمان ایں بلدہ را بسیار بدظنی در حق ندوہ میشود زیادہ چہ نوشتہ آید جزاکم اللہ عن الاسلام والمسلمین الملتمس بندہ کثیر المعاصی واعظ محمد عبد الغنی از امرتسر کڑہ گربا سنگھ کوچہ ٹنڈا شاہ۔

فتوائے حضرت مجدد المائۃ الحاضرہ عالم اہلسنت وجماعت مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہٗ وعلیٰ آلہٖ وصحبہ المکرمین عندہٗ رب انی اعوذ بک من ھمزات الشیٰطین واعوذ بک رب ان یحضرون۔ اللہ عزوجل دین حق پر استقامت عطا فرمائے اور ہر ضلال و وبال و نکال سے بچائے۔ قادیانی مرزا کا اپنے آپ کو مسیح و مثل مسیح کہنا تو شہرہ آفاق ہے اور بحکم آنکہ ؎ غیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

فقیر کو بھی اس دعوے سے اتفاق ہے مرزا کے مسیح و مثل مسیح ہونے میں اصلاً شک نہیں مگر لا واللہ نہ مسیح کلمۃ اللہ علیہ صلوات اللہ بلکہ مسیح دجال علیہ اللعن والنکال۔ پہلے اس ادعائے کاذب کی نسبت سہارنپور سے سوال آیا تھا جسکا ایک مبسوط جواب ولد اعز فاضل نوجوان مولوی حامد رضا خان محمد حفظہ اللہ تعالےٰ نے لکھا اور بنام تاریخی الصارم الربانی علی اسراف القادیانی مسمی کیا یہ رسالہ حامی سنن ماحی فتن ندوہ شکن ندوی فگن مکرمنا قاضی عبد الوحید صاحب حنفی فردوسی صین عن الفتن نے اپنے رسالہ مبارکہ تحفہ حنفیہ میں کہ عظیم آباد سے ماہوار شائع ہوتا ہے طبع فرما دیا بحمد اللہ تعالےٰ اس شہر میں مرزا کا فتنہ نہ آیا اور اللہ عزوجل قادر ہے کہ کبھی نہ لائے اوسکی تحریرات یہاں نہیں ملتیں مجیب ہفتم جو اقوال ملعونہ اوسکی کتابوں سے بہ نشان صفحات نقل کئے مثیل مسیح ہونے کے ادعا کو شناعت و نجاست میں ان سے کچھ نسبت نہیں ان میں صاف صاف انکار ضروریات دین اور بوجوہ کثیرہ کفر و ارتداد مبین ہے۔ فقیر ان میں سے بعض کی اجمالی تفصیل کرے گا۔

کفر اوّل: مرزا کا ایک رسالہ ہے جسکا نام ایک غلطی کا ازالہ ہے اسکے صفحہ ۳ ۶۷ پر لکھتا ہے۔ میں احمد ہوں جو آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں مراد ہے آیہ کریمہ کا مطلب یہ ہے۔ آیہ کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا مسیح ربانی عیسیٰ بن مریم روح اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ مجھے اللہ عزوجل نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے توریت کی تصدیق کرتا اور اس رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد تشریف لانے والا ہے جسکا نام

پاک احمد ہے صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم ازالہ کے قول ملعون مذکور میں صراحۃً ادعا ہوا کہ وہ رسول پاک جن کی جلوہ افروزی کا مژدہ حضرت مسیح لائے معاذ اللہ مرزا قادیانی ہے۔

کُفر دوم:۔ توضیح مرام طبع ثانی صـ۹ پر لکھتا ہے کہ میں محدث[1] ہوں اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔

کُفر سوم:۔ دافع البلا مطبوعہ ریاض ہند صفحہ ۹ پر لکھا ہے۔ سچا خدا وہی ہے جس نے قادیاں میں اپنا رسول بھیجا۔

کُفر چہارم:۔ مجیب پنجم نے نقل کیا ونیز میگوید کہ خدائے تعالٰے نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے اور نبی بھی۔ ان اقوال خبیثہ میں اولاً کلام الٰہی کے معنی میں صریح تحریف کی کہ معاذ اللہ آیۂ کریمہ میں یہ شخص مراد ہے نہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ثانیاً نبی اللہ ورسول اللہ وکلمۃ اللہ عیسٰی روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر افترا کیا کہ وہ اسکی بشارت دینے کو اپنا تشریف لانا بیان فرماتے تھے ثالثاً اللہ عزوجل پر افترا کیا کہ اوس نے عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس شخص کی بشارت دینے کے لئے بھیجا اور اللہ عزوجل فرماتا ہے ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ٥ بیشک جو لوگ اللہ عزوجل پر جھوٹ بہتان اٹھاتے ہیں فلاح نہ پائیں گے اور فرماتا ہے انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون ١٥ ایسے افترا وہی باندھتے ہیں جو بے ایمان کافر ہیں۔ رابعاً اپنی گھڑی ہوئی کتاب براہین غلامیہ کو اللہ عزوجل کا کلام ٹھہرایا کہ خدائے تعالٰے نے براہین احمدیہ میں یوں فرمایا ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے فویل للذین یکتبون الکتٰب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون ٥ خرابی ہے ان کے لئے جو اپنے ہاتھوں کتاب لکھیں پھر کہدیں یہ اللہ کے پاس سے ہے تاکہ اوسکے بدلے کچھ ذلیل قیمت حاصل کریں سو خرابی ہے ان کے لئے ان کے ہاتھوں کے لکھے سے اور خرابی ہے ان کے لئے اس کمائی سے۔ ان سب سے قطع نظر ان کلمات ملعونہ میں صراحۃً اپنے لئے نبوت ورسالت کا ادعائے قبیح ہے اور وہ بالاجماع قطعی کفر صریح ہے۔ فقیر نے رسالہ

---

[1] لا الٰہ الا اللہ لقد کذب عدو اللہ ایھا المسلمون سید المحدثین امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰے عنہ ہیں کہ انہیں کے واسطے حدیث محدثین آئی انہیں کے صدقے میں ہم نے اسپر اطلاع پائی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا قد کان فیما مضی قبلکم من الامم اناس محدثون فان یکن فی امتی منھم احد فانہ عمر بن الخطاب اگلی امتوں میں کچھ لوگ محدث ہوتے تھے یعنی فراست صادقہ والہام حق والے اگر میری امت میں ان میں سے کوئی ہوگا تو وہ ضرور عمر ہے رضی اللہ تعالٰے عنہ رواہ احمد والبخاری عن ابی ھریرۃ والترمذی والنسائی عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰے عنھما فاروق اعظم نے نبوت کے کوئی معنی نہ پائے صرف ارشاد آیا لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو عمر ہوتا رواہ احمد والترمذی والحاکم عن عقبۃ بن عامر والطبرانی فی الکبیر عن عصمۃ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنھما مگر پنجاب کا محدث حادث کہ حقیقۃً نہ محدث ہے نہ محدث یہ ضرور ایک معنی پر نبی ہوگیا۔ الا لعنۃ اللہ علی الکذبین والعیاذ باللہ رب العلمین ۱۲ ؂ ؂ ؂

"جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم النبوۃ" خاص اسی مسئلے میں لکھا اور اسمیں آیت قرآن عظیم[۱۶] ایک سو دس حدیثوں[۱۱۰] اور تیس نصوص[۱۳] کو جلوہ دیا۔ اور ثابت کیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننا اور ان کے زمانہ میں خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً قطعاً محال وباطل جاننا فرض اجل وجزو ایقان ہے۔ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین نص قطعی قرآن ہے۔ اسکا منکر نہ منکر بلکہ شک کرنے والا نہ شاک کہ ادنیٰ ضعیف احتمال خفیف سے توہم خلاف رکھنے والا قطعاً اجماعاً کافر ملعون مخلد فی النیران ہے۔ نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اسکے عقیدۂ ملعونہ پر مطلع ہوکر اُسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر جو اسکے کافر ہونے میں شک وتردد کو راہ دے وہ بھی کافر بیّن الکفر جلی الکفران ہے۔ قول دوم وسوم میں شاید وہ یا اسکے اذناب آجکل کے بعض شیاطین سے سیکھ کر تاویل کی آڑ لیں کہ یہاں نبی ورسول سے معنی لغوی مراد ہیں یعنی خبردار یا خبر دہندہ اور فرستادہ مگر یہ محض ہوس ہے اولاً صریح لفظ میں تاویل نہیں سنی جاتی فتاوی خلاصہ وفصول عمادیہ وجامع الفصولین و فتاویٰ ہندیہ وغیرہا میں ہے والفظ للعمادی قال قال انا رسول اللہ اوقال بالفارسیۃ من پیغمبرم یرید بہ من پیغام می برم یکفر یعنی اگر کوئی اپنے آپ کو اللہ کا رسول کہے یا کہے میں پیغمبر ہوں اور مراد یہ لے کہ میں کسی کا پیغام پہنچانے والا ایلچی ہوں کافر ہوجائے گا۔ امام قاضی عیاض کتاب الشفا فی تعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں قال احمد بن ابی سلیمٰن صاحب سحنون رحمہما اللہ تعالےٰ فی رجل قیل لہ لا وحق رسول اللہ قال فعل اللہ برسول کذا وکذا وذکر کلاماً قبیحا فقیل لہ ماتقول یاعدو اللہ فی حق رسول اللہ فقال اشد من کلامہ الاول ثم قال انما اردت برسول اللہ العقرب فقال ابن ابی سلیمٰن للذی سألہ اشھد علیہ وانا شریکک یرید فی قتلہ وثواب ذٰلک قال حبیب بن الربیع لان ادعاء التاویل فی لفظ صراح لایقبل یعنی امام احمد بن ابی سلیمن تلمیذ ورفیق امام سحنون رحمہما اللہ تعالےٰ سے ایک مرد کی نسبت کسی نے پوچھا کہ اس سے کہا گیا تھا رسول اللہ کے حق کی قسم اس نے کہا اللہ رسول اللہ کے ساتھ ایسا ایسا کرے اور ایک بد کلام کا ذکر کیا۔ کہا گیا اے دشمن خدا تو رسول اللہ کے بارے میں کیا بکتا ہے تو اس سے بھی سخت تر لفظ بکا پھر بولا میں نے تو رسول اللہ سے بچھو مراد لیا تھا۔ امام ابن ابی سلیمن نے مستفتی سے فرمایا تم اس پر گواہ ہوجاؤ اور اسے سزائے موت دلانے اور اس پر جو ثواب ملے گا اس میں تمہارا شریک ہوں یعنی تم حاکم شرع کے حضور اس پر شہادت دو اور میں بھی سعی کروں گا کہ ہم تم دونوں بحکم حاکم اسے سزائے موت دلانے کا اجر عظیم پائیں۔ امام حبیب بن ربیع نے فرمایا یہ اس لئے کہ کھلے لفظ میں تاویل کا دعویٰ مسموع نہیں ہوتا۔ مُلّا علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں ثم قال انما اردت برسول اللہ العقرب) فانہ ارسل من عند الحق وسلط علی الخلق تاویلاً للرسالۃ العرفیۃ بالارادۃ اللغویۃ وھی مردود عند القواعد الشرعیۃ یعنی وہ

جو اس مردک نے کہا کہ میں نے بچھو مراد لیا اس میں اس نے رسالت عرفی کو معنی لغوی کیطرف ڈھالا کہ بچھو کو بھی خدا ہی نے بھیجا اور خلق پر مسلط کیا ہے اور ایسی تاویل قواعد شرع کے نزدیک مردود ہے۔) علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں هذا الحقیقة معنی الارسال وهذا مما لا شك فی معناه وانكاره مكابرة لكنه لا يقبل من قائله ادعاؤه انه مراده لبعده لغاية البعد وصرف اللفظ عن ظاهره لا يقبل كما لو قال انت طالق و قال اردت محلولة غير مربوطة لا يلتفت لمثله ويعد هذيانا اھ ملتقطا یعنی یہ لغوی معنی جن کی طرف اس نے ڈھالا ضرور بلاشک حقیقی معنی ہیں اسکا انکار ہٹ دھرمی ہے باایں ہمہ قائل کا یہ ادعا مقبول نہیں کہ اس نے یہ معنی لغوی مراد لیے تھے اس لئے کہ یہ تاویل نہایت دور از کار ہے اور لفظ کا اسکے معنی ظاہر سے پھرنا مسموع نہیں ہوتا جیسے کوئی اپنی عورت کو کہے تو طالق ہے اور کہے میں نے تو یہ مراد لیا تھا کہ تو کھلی ہوئی ہے بندھی نہیں (کہ لغت میں طالق کشادہ کو کہتے ہیں)، تو ایسی تاویل کی طرف التفات نہ ہوگا۔ اور اسے ہذیان سمجھا جائے گا) ثانیاً وہ بالیقین ان الفاظ کو اپنے لئے مدح و فضل جانتا ہے نہ ایک ایسی عام بات کہ ؎

دندان تو جملہ در دہانند　،　چشمان تو زیر ابروانند

کوئی عاقل بلکہ نیم پاگل بھی ایسی بات کو جو ہر انسان ہر بھنگی چمار بلکہ ہر جانور بلکہ ہر کافر و مرتد میں موجود ہو محل مدح میں ذکر نہ کرے گا نہ اس میں اپنے لئے فضل و شرف جانیگا بھلا کہیں براہین غلامیہ میں یہ بھی لکھا کہ سچا خدا وہی ہے جس نے مرزا کی ناک میں دو نتھنے رکھے مرزا کے کان میں دو گھونگے بنائے یا خدا نے براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ اس عاجز کی ناک ہونٹھوں سے اوپر اور بھوؤں کے نیچے ہے کیا ایسی بات لکھنے والا پورا مجنون پکا پاگل نہ کہلایا جائے گا اور شک نہیں کہ وہ معنی لغوی یعنی کسی چیز کی خبر رکھنا یا دینا یا بھیجا ہوا ہونا ان مثالوں سے بھی زیادہ عام ہیں بہت جانوروں کے ناک کان بھویں اصلاً نہیں ہوتیں مگر خدا کے بھیجے ہوئے وہ بھی ہیں اللہ تعالےٰ نے انہیں عدم سے وجود نر کی پیٹھ سے مادہ کے پیٹ سے دنیا کے میدان میں بھیجا جس طرح اس مردک خبیث نے بچھو کو رسول بمعنے لغوی بنایا مولوی معنوی قدس سرہ القوی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں

کل یوم هو فی شان بخواں　　مرو را بیکار و بے فعلے مداں!

کمتریں کارش کہ آں رب احد　　روز سہ لشکر روانہ میکند

لشکرے زاصلاب سوئے امہات　　تا بروید در رحمہا شان نبات

لشکرے ز ارحام سوئے خاکدان　　تا ز نر و مادہ پر گردد جہان

لشکرے از خاکداں سوئے اجل　　تا بہ بیند ہر کسے حسن عمل!

حق عزوجل فرماتا ہے فارسلنا علیھم الطوفان والجراد والقمل والضفادع والدم ہم نے فرعونیوں پر بھیجے طوفان اور ٹیریاں اور جوئیں اور مینڈکیں اور خون) کیا مرزا ایسی نبی رسالت پر فخر رکھتا ہے جیسے ٹیری اور مینڈک اور جوں اور کتے اور سوئر سب کو شامل مانے گا، ہر جانور بلکہ ہر حجر و شجر بہت علوم سے خبردار ہے اور ایک دوسرے کو خبر دینا بھی صحاح احادیث سے ثابت ہے۔ حضرت مولوی قدس المعنوی ان کی طرف سے فرماتے ہیں۔ ؎

ہمیعیم و بصیریم و خوشیم　　با شمانا محرماں ما خامشیم

اللہ عزوجل فرماتا ہے وان من شیئ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کی حمد کے ساتھ اسکی تسبیح نہ کرتی ہو مگر ان کی تسبیح تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔) حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما من شئ الا یعلم انی رسول اللہ الا کفرۃ الجن والانس کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے اللہ کا رسول نہ جانتی ہو سوا کافر جن اور آدمیوں کے رواہ الطبرانی فی الکبیر عن یعلی بن مرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وصححہ خاتم الحفاظ حق سبحانہ وتعالے فرماتا ہے فمکث غیر بعید فقال احطت بما لم تحط بہ وجئتک من سبأ بنبأ یقین ٥ کچھ دیر ٹھہر کر ہدہد بارگاہ سلیمانی میں حاضر ہوا اور عرض کی مجھے ایک وہ بات معلوم ہوئی ہے جس پر حضور کو اطلاع نہیں اور میں خدمت عالی میں ملک سبا سے ایک یقینی خبر لے کر حاضر ہوا ہوں) حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں ما من صباح ولا رواح الا وبقاع الارض ینادی بعضھا بعضا یا جارۃ ھل مر بک الیوم عبد صالح صلی علیک او ذکر اللہ فان قالت نعم رأت ان لھا بذلک فضلا کوئی صبح اور کوئی شام ایسی نہیں ہوتی کہ زمین کے ٹکڑے ایک دوسرے کو پکار کر نہ کہتے ہوں کہ اے ہمسائے آج تیری طرف کوئی نیک بندہ ہو کر نکلا۔ جس نے تجھ پر نماز پڑھی یا ذکر الٰہی کیا اگر وہ ٹکڑا جواب دیتا ہے کہ ہاں تو وہ پوچھنے والا ٹکڑا اعتقاد کرتا ہے کہ اسے مجھ پر فضیلت ہے رواہ الطبرانی فی الاوسط وابو نعیم فی الحلیۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ تو خبر رکھنا خبر دینا سب کچھ ثابت ہے کیا مرزا ہر اینٹ پتھر ہر بُت پرست کافر ہر ریچھ بندر ہر کُتے سوئر کو بھی اپنی طرح نبی و رسول کہیگا ہرگز نہیں تو صاف روشن ہوا کہ معنی لغوی ہرگز مراد نہیں بلکہ یقیناً وہی شرعی و عرفی رسالت و نبوت مقصود اور کفر وارتداد یقینی قطعی موجود و بعبارۃ آخرے معنی چار ہی قسم ہیں۔ لغوی۔ شرعی۔ عرفی۔ عام یا خاص۔ یہاں عرف عام تو بعینہٖ وہی معنی شرعی ہے جسپر کفر قطعًا حاصل اور ارادۂ لغوی کا ادعا یقینًا باطل اب یہی رہا کہ فریب دہی عوام کو یوں کہدے کہ میں نے اپنی خاص اصطلاح میں نبی و رسول کے معنی اور رکھے ہیں جن میں مجھے سگ و خوک سے امتیاز بھی ہے اور حضرت انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے وصف نبوت میں اشتراک بھی نہیں مگر حاش للہ ایسا باطل ادعا اصلاً شرعًا عقلاً عرفًا کسی طرح باد شتر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا ایسی جگہ لُغت و شرع

وعرف عام سب سے الگ اپنی نئی اصطلاح کا مدعی ہونا قابل قبول ہو تو کبھی کسی کافر کی کسی سخت سے سخت بات پر گرفت نہ ہو سکے کوئی مجرم کسی معظم کی کیسی ہی شدید سے شدید توہین کر کے مجرم نہ ٹھہر سکے کہ ایک کو تو اختیار ہے اپنی کسی اصطلاح خاص کا دعویٰ کر دے جس میں کفر و توہین کچھ نہ ہو۔ کیا زید کہہ سکتا ہے خدا دو ہیں جب اس پر اعتراض ہو کہہ دے میری اصطلاح میں ایک کو دو کہتے ہیں۔ کیا عمرو جنگل میں سوئر کو بھاگتا دیکھ کر کہہ سکتا ہے وہ قادیانی بھاگا جاتا ہے جب کوئی مرزائی گرفت چاہے کہہ دے میری مراد وہ نہیں جو آپ سمجھے میری اصطلاح میں ہر بھگوڑے یا جنگلی کو قادیانی کہتے ہیں اگر کہیے کوئی مناسبت بھی تو جواب دے کہ اصطلاح میں مناسبت شرط نہیں لا مشاحة فی الاصطلاح آخر سب جگہ منقول ہی ہونا کیا ضرور لفظ مرتجل بھی ہوتا ہے جس میں معنی اول سے مناسبت اصلاً منظور نہیں معہذا قادی بمعنی جلدی کنندہ ہے یا جنگل سے آنیوالا قاموس میں ہے قدت قادیة جاء قوم قد اقحموا من البادیة والفرس تقدیافا اسرع قادیان اسکی جمع اور قادیانی اس کی طرف منسوب یعنی جلدی کرنے والوں یا جنگل سے آنیوالوں کا ایک، اس مناسبت سے میری اصطلاح میں ہر بھگوڑے جنگلی کا نام قادیانی ہوا کیا زید کی وہ تقریر کسی مسلمان یا عمرو کی یہ توجیہ کسی مرزائی کو مقبول ہو سکتی ہے حاشا وکلا کوئی عاقل ایسی بناوٹوں کو نہ مانے گا بلکہ اسی پر کیا موقوف یوں اصطلاح خاص کا ادعا مسموع ہو جائے تو دین و دنیا کے تمام کارخانے درہم و برہم ہوں عورتیں شوہروں کے پاس سے نکل کر جس سے چاہیں نکاح کر لیں کہ ہم نے تو ایجاب و قبول نہ کیا تھا اجازت لیتے وقت ہاں کہا تھا ہماری اصطلاح میں دہاں، بمعنی (ہوں) یعنی کلمۂ زجر و انکار ہے۔ لوگ بیعنامے لکھ کر رجسٹری کرا کر جائدادیں چھین لیں کہ ہم نے تو بیع نہ کی تھی بیچنا لکھا تھا ہماری اصطلاح میں عاریت یا اجارے کو بیچنا کہتے ہیں الی غیر ذلک من فسادات لا تخفی تو ایسی جھوٹی تاویل والا خود اپنے معاملات میں اوسے شانیگا کیا مسلمانوں کو زن و مال اللہ و رسول سے زیادہ پیاری ہیں کہ جورو اور جائداد کے باب میں تاویل نہ سنیں اور اللہ و رسول کے معاملے میں ایسی ناپاک بناوٹیں قبول کر لیں لا الٰہ الا اللہ مسلمان ہرگز ایسے مردود بہانوں پر التفات بھی نہ کریں گے انہیں اللہ و رسول اپنی جان اور تمام جہان سے زیادہ عزیز ہیں۔ وَلِلّٰہِ الحمد جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود ان کا رب جل وعلی قرآن عظیم میں ایسے بیہودہ عذروں کا ورد با جلا چکا ہے فرماتا ہے قل لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم ان سے کہدو بہانے نہ بناؤ بیشک تم کافر ہو چکے ایمان کے بعد والعیاذ باللہ رب العلمین ثالثاً کفر چہارم میں امتی و نبی کا مقابلہ صاف اسی معنی شرعی و عرفی کا تعین کر رہا ہے رابعاً کفر اول میں تو کسی جھوٹے ادعائے تاویل کی بھی گنجائش نہیں آیت میں قطعاً معنی شرعی ہی مراد ہیں نہ لغوی نہ اس شخص کی کوئی اصطلاح خاص اور اسی کو اس نے اپنے نفس کے لئے مانا تو قطعاً یقیناً بمعنی شرعی ہی اپنے نبی اللہ و رسول اللہ

جل جلالہ وصلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔ ۱۲ منہ

ہونے کا مدعی اور ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین کا منکر ہو بیا جماع قطعی جمیع امت مرحومہ مرتد و کافر ہوا سچ فرمایا سچے خدا کے سچے رسول سچے خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عنقریب میرے بعد آئیں گے ثلثون دجالون کذابون کلھم یزعم انہ نبی تیس دجال کذاب کہ ہر ایک اپنے کو نبی کہیگا وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں اٰمنت اٰمنت اٰمنت صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم اسی لئے فقیر نے عرض کیا تھا کہ مرزا ضرور مثیل مسیح ہے مگر نہ مسیح صدق بلکہ مسیح دجّال کا کہ ایسے مدعیوں کو یہ لقب خود بارگاہِ رسالت سے عطا ہوا والعیاذ باللہ رب العالمین

کُفر پنجم:۔ دافع البلا صفحہ ۰ اپر حضرت مسیح علیہ الصلاۃ والسلام سے اپنی برتری کا اظہار کیا ہے۔

کُفر ششم:۔ اسی رسالہ کے صفحہ ۷ا پر لکھا ہے۔ ؎

ابن مریم کے ذِکر کو چھوڑو | اوس سے بہتر غلام احمد ہے

کفر ھفتم:۔ اشتہار معیار الاخیار میں لکھا ہے میں بعض نبیوں سے بھی افضل ہوں یہ ادعا بھی باجماع قطعی کفر وارتداد و یقینی ہیں۔ فقیر نے اپنے فتویٰ المسمی بہ ردّ الرفضۃ ۱۳۲۰ھ میں شفا شریف امام قاضی عیاض وروضہ امام نووی و ارشاد الساری امام قسطلانی وشرح عقاید نسفی وشرح مقاصد امام تفتازانی و اعلام ابن حجر مکی و منح الروض علامہ قاری وطریقہ محمدیہ علامہ برکوی وحدیقہ ندیہ مولانا بلسے وغیرہا کتب کثیرہ کے نصوص سے ثابت کیا ہے کہ باجماع مسلمین کوئی ولی کوئی غوث کوئی صدیق بھی کسی نبی سے افضل نہیں ہوسکتا جو ایسا کہے قطعاً اجماعاً کافر ملحد ہے از انجملہ شرح صحیح بخاری شریف میں ہے النبی افضل من الولی وھو امر مقطوع بہ والقائل بخلافہ کافر لانہ معلوم من الشرع بالضرورۃ یعنی ہر نبی ہر ولی سے افضل ہے اور یہ امر یقینی ہے اور اسکے خلاف کہنے والا کافر ہے کہ ضروریات دین سے ہے) کفر ہفتم میں اسے ایک لطیف تاویل کی گنجائش تھی کہ یہ لفظ (نبیوں) بتقدیم نون نہیں بلکہ (بنیوں) بتقدیم باہے۔ یعنی بھنگی در کنار کہ خود ان کے تو لال گرو کا بھائی ہوں ان سے تو افضل ہوا ہی چاہوں میں تو بعض بنیوں سے بھی افضل ہوں کہ انہوں نے صرف آٹے دال میں ڈنڈی ماری اور یہاں وہ ہتھ پھیری کی کہ بلیسوں کا دین ہی اڑ گیا مگر افسوس کہ دیگر تصریحات نے اس تاویل کی گنجائش نہ رکھی۔

کُفر ھشتم:۔ ازالہ صفحہ ۳۰۹ پر حضرت مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کے معجزات جن کا ذکر خداوند تعالیٰ بطور احسان فرماتا ہے مسمریزم لکھ کر کہتا ہے اگر میں اس قسم کے معجزات کو مکروہ نہ جانتا تو ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ یہ کفر متعدد کفروں کا خمیرہ ہے معجزات کو مسمریزم کہنا ایک کفر کہ اس تقدیر پر وہ معجزہ نہ ہوئے بلکہ معاذ اللہ ایک کسبی کرشمے ٹھہرے اگلے کافروں نے بھی ایسا ہی کہا تھا حق عزوجل فرماتا ہے اذ قال اللہ یعیسیٰ بن مریم اذ کروا نعمتی علیک وعلی والدتک اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المھد وکھلا واذ علمتک الکتب والحکمۃ والتورٰیۃ والانجیل واذ

تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیرا باذنی و تبرئ الاکمہ والابرص باذنی واذ تخرج الموتی باذنی واذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتھم بالبینٰت فقال الذین کفروا منھم ان ھذا الا سحر مبین ٥ جب فرمایا اللہ سبحانہٗ نے اے مریم کے بیٹے یاد کر میری نعمتیں اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب میں نے پاک روح سے تجھے قوت بخشی لوگوں سے باتیں کرتا پالنے میں اور پکی عمر کا ہوکر اور جب میں نے تجھے سکھایا لکھنا اور علم کی تحقیق باتیں اور توراۃ و انجیل اور جب تو بناتا مٹی سے پرند کی سی شکل میری پروانگی سے پھر تو اس میں پھونکتا تو وہ پرند ہو جاتی میرے حکم سے اور تو چنگا کرتا مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو میری اجازت سے اور جب تو قبروں سے جیتا نکالتا مُردوں کو میرے اذن سے اور جب میں نے یہود کو تجھ سے روکا جب تو ان کے پاس یہ روشن معجزے لیکر آیا ان میں سے کافر بولے یہ تو نہیں مگر کھلا جادو مسمریزم بتایا یا جادو کہا بات ایک ہی ہوئی یعنی الہٰی معجزے نہیں کسبی ڈھکوسلے ہیں ایسے ہی منکروں کے خیال ضلال کو حضرت مسیح کلمۃ اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیٰ سیدہ وعلیہ وسلم نے باربار بتاکید رد فرمادیا تھا اپنے معجزات مذکورہ ارشاد کرنے سے پہلے فرمایا انی قد جئتکم بایۃ من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر الآیہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے معجزے لایا کہ میں مٹی سے پرندہ بناتا اور پھونک مار کر اسے جلاتا اور اندھے اور بدن بگڑے کو شفا دیتا اور خدا کے حکم سے مُردے جلاتا اور جو کچھ گھر سے کھاکر آؤ اور جو کچھ گھر میں اٹھا رکھو وہ سب تمہیں بتاتا ہوں اور اسکے بعد فرمایا اِنَّ فی ذٰلِکَ لاٰیۃ لکم ان کنتم مومنین ٥ بیشک ان میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان لاؤ پھر مکرر فرمایا وجئتکم بایۃ من ربکم فاتقوا اللہ واطیعون ٥ میں تمہارے رب کے پاس سے معجزہ لا ہوں تو خدا سے ڈرو اور میرا حکم مانو مگر جو عیسیٰ کے رب کی نہ مانے وہ عیسیٰ کی کیوں ماننے لگا یہاں تو اسے صاف گنجائش ہے کہ اپنی بڑائی سمجھی کرتے ہیں۔ ع کس نہ گوید کہ دوغ من ترش است

پھر ان معجزات کو مکروہ جاننا دوسرا کفر یہ کراہت اگر اس بناء پر ہے کہ وہ فی نفسہ مذموم کام تھے جب تو کفر ظاہر ہے قال اللہ تعالےٰ: تِلْکَ الرُّسُلُ فضلنا بعضھم علیٰ بعض یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اسی فضیلت کے بیان میں ارشاد ہوا وَاٰتَیْنَا عِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَاَیَّدْنٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو معجزے دیے اور جبریل سے اسکی تائید فرمائی۔ اور اگر اس بناء پر ہے کہ وہ کام اگرچہ فضیلت کے تھے مگر میرے منصب اعلیٰ کے لائق نہیں تو یہ دوسری نبی پر اپنی تفضیل ہے ہر طرح کے کفر و ارتداد قطعی سے مفر نہیں پھر ان کلمات شیطانیہ میں مسیح کلمۃ اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیٰ سیدہ وعلیہ وسلم کی تحقیر تیسرا کفر ہے اور ایسی ہی تحقیر اس کلام ملعون کفر ششم میں تھی اور سب سے بڑھ کر اس کفر فہم میں ہے کہ ازالہ صفحہ ۱۶۱ پر حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت لکھا بوجہ مسمریزم کے عمل کرنے

سے کے تنویر باطن اور توحید اور دینی استقامت میں کم درجے پر بلکہ قریب ناکام رہے انا للہ وانا الیہ راجعون الا لعنۃ اللہ علی اعداء انبیاء اللہ وصلی اللہ تعالیٰ علی انبیاءہ وبارک وسلم ہر نبی کی تحقیر مطلقاً کفر قطعی ہے جس کی تفصیل شفا شریف وشرح شفا وسیف مسلول امام تقی الملۃ والدین سبکی وروضۂ امام نووی ووجیز امام کردری واعلام امام ابن حجر مکی وغیرہا تصانیف ائمۂ کرام کے دفتر گونج رہے ہیں نہ کہ نبی بھی کون نبی مرسل نہ کہ مرسل بھی کیسا مرسل اولوا العزم نہ کہ تحقیر بھی کتنی کہ مسمریزم کے سبب نور باطن نہ نور باطن بلکہ دینی استقامت نہ دینی استقامت بلکہ نفس توحید میں نہ کم درجہ بلکہ قریب ناکام رہے اس ملعون قول لعن اللہ قائلہ وقابلہ نے اولوا العزمی ورسالت ونبوت درکنار اس عبد اللہ وکلمۃ اللہ وروح اللہ علیہ صلوات اللہ وسلام اللہ وتحیات اللہ کے نفس ایمان میں کلام کر دیا اسکا جواب ہمارے ہاتھ میں کیا ہے سوا اسکے کہ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لھم عذابا مھینا o بیشک جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ نے لعنت کی دنیا وآخرت میں اور ان کے لئے تیار کر رکھا ہے ذلت کا عذاب۔

کفر دھم:۔ ازالہ صفحہ ۶۲۹ پر لکھتا ہے۔ ایک زمانے میں چار سو نبیوں کی پیشن گوئی غلط ہوئی اور وہ جھوٹے یہ صراحۃً انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی تکذیب ہے عام اقوام کفار لعنہم اللہ کا کفر عزت عز جلالہ نے یوں ہی تو بیان فرمایا کذبت قوم نوح ن المرسلین o کذبت عاد ن المرسلین o کذبت ثمود المرسلین o کذبت قوم لوط ن المرسلین o کذب اصحب الئیکۃ المرسلین o ائمۂ کرام فرماتے ہیں جو نبی پر اسکی لائی ہوئی بات میں کذب جائز ہی مانے اگر چہ وقوع نہ جانے باجماع کافر ہے نہ کہ معاذ اللہ چار سو انبیاء کا اپنے اخبار بالغیب میں کہ وہ ضرور اللہ ہی کیطرف سے ہوتا ہے واقع میں جھوٹا ہو جانا شفا شریف میں ہے من دان بالوحدانیۃ وصحۃ النبوۃ ونبوۃ نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولکن یجوز علی الانبیاء الکذب فیما اتوبہ ادعی فی ذلک المصلحۃ بزعمہ اولم یدعھا فھو کافر باجماع یعنی جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت نبوت کی حقانیت ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کا اعتقاد رکھتا ہو باایں ہمہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر ان کی باتوں میں کذب جائز مانے خواہ بزعم خود اس میں کسی مصلحت کا دعویٰ کرے یا نہ کرے ہر طرح بالاتفاق کافر ہے۔ ظالم نے چار سو کہہ کر گمان کیا کہ اس نے باقی انبیاء کو تکذیب سے بچا لیا حالانکہ یہی آیتیں جو ابھی تلاوت کی گئی ہیں شہادت دے رہی ہیں کہ اس نے آدم نبی اللہ سے محمد رسول اللہ تک تمام انبیائے کرام علیہم افضل الصلاۃ والسلام کو کاذب کہدیا کہ ایک رسول کی تکذیب تمام مرسلین کی تکذیب ہے دیکھو قوم نوح وہود وصالح ولوط وشعیب علیہم الصلاۃ والسلام نے اپنے ایک ہی نبی کی تکذیب کی تھی مگر قرآن نے فرمایا قوم نوح۔

نے سب رسولوں کی تکذیب کی عاد نے کل پیغمبروں کو جھٹلایا ثمود نے جمیع انبیاء کو کاذب کہا قوم لوط نے تمام رسل کو جھوٹا بتایا ایکہ والوں نے سارے نبیوں کو دروغ گو کہا یونہی واللہ اس قائل نے نہ صرف چار سو بلکہ جملہ انبیاء و مرسلین کو کذاب مانا فلعن اللہ من کذب احدا من انبیائہ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ انبیاءہ ورسلہ والمومنین بھم اجمعین وجعلنا منھم وحشرنا فیھم وادخلنا معھم دار النعیم بجاھھم عندہ وبرحمتہ بھم ورحمتھم بنا انہ ارحم الراحمین والحمد للہ رب العالمین. طبرانی معجم کبیر میں وبرہ حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انی اشھد عدد تراب الدنیا ان مسیلمۃ کذاب بیشک میں ذرہائے خاک تمام دنیا کے برابر گواہیاں دیتا ہوں کہ مسیلمہ (جس نے زمانہ اقدس میں ادعائے نبوت کیا تھا) کذاب ہے وانا اشھد معک یارسول اللہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ عالم پناہ کا یہ ادنیٰ کتا بعدد وانہائے ریگ وستارہائے آسماں گواہی دیتا ہے اور میرے ساتھ تمام ملائکہ سموات وارض وحاملان عرش گواہ ہیں اور خود عرش عظیم کا مالک گواہ ہے وکفیٰ باللہ شھیدا کہ ان اقوال مذکورہ کا قائل بیباک کافر مرتد کذاب ناپاک ہے۔

اگر یہ اقوال[1] مرزا کی تحریروں میں اسی طرح ہیں تو واللہ واللہ وہ یقیناً کافر اور جو اس کے ان اقوال یا ان کے امثال پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ کہے وہ بھی کافر ندوۂ مخذولہ اور اسکے ارکین کہ صرف طوطے کی طرح کلمہ گوئی پر مدار اسلام رکھتے اور تمام بد دینوں گمراہوں کو حق پر جانتے خدا کو سب سے یکساں راضی مانتے سب مسلمانوں پر مذہب سے لادعوے دینا لازم کرتے ہیں جیسا کہ ندوہ کی روداد اول و دوم و رسالہ اتفاق وغیرہا میں مصرح ہے ان اقوال پر بھی اپنا وہی قاعدہ ملعونہ مجرد کلمہ گوئی نیچریت کا اعلیٰ نمونہ جاری رکھیں اس کی تکفیر میں چون وچرا کریں تو وہ بھی کافر وہ ارکین بھی کفار مرزا کے پیرو اگرچہ خود ان اقوال انجس الابوال کے معتقد نہ بھی ہوں مگر جب کہ وہ صریح کفر وہ کھلے ارتداد دیکھتے سنتے پھر مرزا کو امام و پیشوا و مقبول خدا کہتے قطعاً یقیناً سب مرتد ہیں، سب مستحق نار، شفا شریف میں ہے نکفر من لم یکفر من دان بغیر ملۃ المسلمین من الملل او وقف فیھم اوشک یعنی ہم ہر اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو کافر کو کافر نہ کہے یا اسکی تکفیر میں توقف کرے یا شک رکھے شفا شریف۔ نیز فتاویٰ بزازیہ و درر و غرر و فتاویٰ خیریہ و در مختار و مجمع الانہر وغیرہا میں ہے من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر جو اسکے کفر و عذاب میں شک کرے یقیناً وہ خود کافر ہے اور جو شخص باوصف کلمہ گوئی و ادعائے اسلام کفر کرے وہ کافروں کی سب سے بدتر قسم مرتد کے حکم میں ہے۔ ہدایہ و در مختار و عالمگیری و غرر و ملتقی الابحر و مجمع الانہر وغیرہا میں ہے صاحب الھویٰ ان کان یکفر فھو بمنزلۃ المرتد فتاویٰ ظہیریہ و طریقہ محمدیہ و حدیقہ ندیہ و برجندی شرح نقایہ و فتاویٰ ہندیہ میں ہے ھٰؤلاء القوم خارجون عن ملۃ

---

[1] یہ اقوال دوسرے کے منقول تھے اس فتویٰ کے بعد مرزا کی بعض نئی تحریر خود نظر سے گزریں جن میں قطعاً کفر بھرے ہیں بلاشبہ وہ یقیناً کافر و مرتد ہے۔ ۱۲

الاسلام واحکامهم احکام المرتدین یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں اور ان کے احکام بعینہٖ مرتدین کے احکام ہیں اور شوہر کے کفر کرتے ہی عورت نکاح سے فوراً نکل جاتی ہے۔ اب اگر یہ اسلام لائے اپنے اس قول و مذہب سے بغیر توبہ کئے یا بعد اسلام و توبہ عورت سے بغیر نکاح جدید کئے اس سے قربت کرے زنائے محض ہو جو اولاد ہو یقیناً ولد الزنا ہو یہ احکام سب ظاہر اور تمام کتب میں دائر و سائر ہیں فی الدر المختار عن غنیۃ ذوی الاحکام مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا اور عورت کا کل مہر اسکے ذمے عائد ہونے میں بھی شک نہیں جبکہ خلوت صحیحہ ہو چکی ہو کہ ارتداد کسی دَین کو ساقط نہیں کرتا فی التنویر وارث کسب اسلامه وارثه المسلم بعد قضاء دین اسلامه وکسب ردته فی بعد قضاء دین ردته اور معجل تو فی الحال آپ ہی واجب الادا ہے رہا مؤجل وہ ہنوز اپنی اجل پر رہے گا مگر یہ کہ مرتد بحال ارتداد ہی مرجائے یا دار الحرب کو چلا جائے اور حاکم شرع حکم فرما دے کہ وہ دار الحرب سے ملتحق ہو گیا اس وقت مؤجل بھی فی الحال واجب الادا ہو جائیگا۔ اگرچہ اجل موعود میں دس بیس برس باقی ہوں فی الدر ان حکم القاضی بلحاقه حل دینه فی رد المحتار لانه باللحاق صار من اهل الحرب وهم اموات فی حق احکام الاسلام فصار کالموت الا انه لایستقر لحاقه الا بالقضاء لاحتمال العود واذا تقرر موته تثبت الاحکام المتعلقة به کما ذکرنا اور اولاد صغار ضرور اس کے قبضے سے نکال لی جائے گی حذرا علی دینهم الا تری انهم صرحوا بنزع الولد من الام الشفیقة المسلمة ان کانت فاسقة والولد یعقل یخشی علیه التخلق بسیرها الذمیمة فما ظنک بالاب المرتد والعیاذ باللّٰہ تعالیٰ قال فی رد المحتار الفاجرة بمنزلة الکتابیة فان الولد یبقی عندها الی ان یعقل الادیان کما سیأتی خوفا علیه من تعلمه منها ماتفعله فتکن الفاجرة الخ وانت تعلم ان الولد لایحضنه الاب الابعد ما بلغ سبعا او تسعا او ذلک عمر العقل قطعا فیحرم الدفع الیه ویجب النزع منه وانما احوجنا الی هذا ان الملک لیس بید الاسلام والا فالسلطان[1] این یبقی المرتد حتی یبحث عن حضانته الا تری الی قولهم لاحضانة المرتدة لانها تضرب وتحبس کلیوم فانی تتفرغ للحضانة فاذا کان هذا فی المحبوس فما ظنک بالمقتول و لکن انا للّٰہ وانا الیه راجعون ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم مگر ان کے نفس یا مال میں بدعویٰ ولایت اسکے تصرفات موقوف رہیں گے اگر پھر اسلام لے آیا اور اس مذہب ملعون سے توبہ کی تو وہ تصرف سب صحیح ہو جائیں گے اور اگر مرتد ہی مرگیا یا دار الحرب کو چلا گیا اور حکم لحوق ہو گیا تو باطل ہو جائیں گے فی الدر المختار یبطل منه اتفاقا مایعتمد الملة وهی خمس النکاح والذبیحة والصید والشهادة والارث ویتوقف منه اتفاقا مایعتمد المساواة وهو

[1] فان سلطان الاسلام مامور بقتله لایجوز له ابقاؤه بعد ثلاثة ایام :۔ ۱۲ منه

المفاوضۃ او ولایۃ متعدیۃ وھو التصرف علی ولدہ الصغیران اسلم نفذ ان ھلک اولحق بدار الحرب وحکم بلحاقہ بطل اھ مختصرا نسأل اللہ الثبات علی الایمان وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وعلیہ التکلان ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا محمد والہ وصحبہ اجمعین امین واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی

عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وصی احمد محمد ناصر دین

محمدی سنی حنفی قادری عبد المصطفیٰ احمد رضا خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امابعد :۔ الحمد لاھلہ والصلوۃ علی اھلہا لعمری لقد اجاد فیما اجاب۔ واطاب۔ واصاب۔ فاوضح الصواب ومیز القشر عن اللباب۔ وازاح الارتیاب۔ فدمدم علی المسیح الکذاب۔ وصب علیہ سوط عذاب۔ فبہت الذی کفر وارتاب۔ فانھزم الاحزاب۔ وفرت الاذناب۔ وحقت علیھم کلمۃ العقاب۔ خالدین فی النار وبئس الماٰب الامن تاب واٰب۔ ورجع واناب۔ فان المولی الوھاب۔ تواب علی من تاب۔ فعل ھذ اوید الا تحت الثیاب۔ وسیفہ فی الجراب۔ فماکان عاقبۃ الذین ظلموا الا فی تباب۔ فللہ در المجیب رزقہ اللہ الزیادۃ وجمیل الثواب۔ والزلفی عندہ وحسن ماٰب۔ وھاذاک حبر الشامخ۔ فی الدین بحر بازخ۔ مجدد المائۃ الحاضرۃ۔ ذوالحجۃ القاھرۃ صاحب القوۃ القدسیۃ۔ عالم اھل السنۃ السنیۃ۔ والجماعۃ السنیۃ۔ السمیدع العریف الغطمطم الغطریف والدی واستاذی وملجائی وملاذی مولانا ومولی الکل حضرۃ **احمد رضا خان** البریلوی مدظلھم العالی۔ مدی الایام واللیالی وانا عبد الضعیف الاواہ **محمد** ن المعروف **بحامد رضا** کان لہ اللہ بجاہ حبیبہ الحامد المصطفیٰ علیہ افضل التحیۃ والثنا ؁ ؁ ؁

محمد حامد رضا خاں سنی حنفی قادری

سلطان محمد خان احمد

نصیر الدین حسن خان

محمد رضا خان قادری عرف محمد عبد الرحمٰن

حصّہ دوم از فتاویٰ حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ:۔ از سرسادہ ضلع سہارنپور مرسلہ یعقوب علی خان کلارک پولیس ۱۵ رمضان مبارک ۱۳۱۵ھ

قبلہ وکعبہ ام مدظلہ۔ بعد آداب فدویانہ کے معروض خدمت۔ کہ اس قصبہ سرسادہ میں ایک شخص جو اپنے آپ کو نائب مسیح یعنی مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود کا خلیفہ بتلاتا رہتا ہے۔ پرسوں اس نے ایک عبارت پیش کی جسکا مضمون ذیل میں تحریر کرتا ہوں ایک دوسرے صاحب نے وہی عبارت مولوی رشید احمد گنگوہی کو بھیجی ہے مگر میں خدمت والا میں پیش کرتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ بہت جلد جواب سے مشرف ہونگا اور درصورت تاخیر کے کئی مسلمانوں کا ایمان جاتا رہے گا۔ اور وہ اپنی راہ پرے آویگا۔ زیادہ ادب، تحریر یہ ہے۔

ایک مدت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات وحیات میں ہر جگہ گفتگو ہوتی ہے اور اس میں دو گروہ ہیں ایک وہ گروہ ہے جو مدعی حیات ہے اور ایک وہ گروہ ہے جو منکر حیات ہے اور ان دونوں فریق کی طرف سے کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ اب میں آپ کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ ان دونوں فریق میں سے کون حق پر ہے۔ بس اس بارے میں ایک آیت قطعیۃ الدلالۃ اور صریحۃ الدلالۃ یا کوئی حدیث مرفوع متصل اس مضمون کی عنایت فرمائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسدہ العنصری وبحیات جسمانی آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور کسی وقت ہیں بعد حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان سے رجوع کریں گے اور اس دوبارہ رجوع میں وہ نبی نہ رہیں گے اور وہ نبوت یا رسالت سے خود مستعفی ہوں گے یا ان کو خدا تعالےٰ نے اس عہدۂ جلیلہ سے معزول کر کے امتی بناویگا تو پہلے تو کوئی آیت بشروط متذکرۂ بالا ہونی چاہیئے اور بعد اسکے کوئی حدیث تاکہ ہم اس حالت تذبذب سے بچیں اور جو آیت ہو اس میں لفظ حیات ہو خواہ کسی صیغے سے ہو۔ یہاں کئی صاحب ایسے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر گفتگو کرتے ہیں اور متوفیک و فلما توفیتنی دو آیت پیش کرتے ہیں اور ان دونوں آیتوں کا ترجمہ حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم و ابن عباسؓ سے پیش کرتے ہیں اور سند میں صحیح بخاری اور اجتہاد بخاری موجود کرتے ہیں۔ اب آپ ان آیتوں کے ترجمے جو کسی صحابی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے منقول ہوں اور صحیح بخاری میں موجود ہوں عنایت فرمائیے اور دونوں طرف روایتیں ہر قسم کی موجود ہیں ہمکو صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہیئے جس کے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں ہے۔ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ حضرت امام مہدی اور دجال کا ہونا قرآن شریف میں ہے

یا نہیں اگر ہے تو اسکی آیت اور نہیں ہے تو وجہ فقط بینوا توجروا۔

فتویٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان الذین کذبوا بآیٰتنا واستکبروا عنھا لا تفتح لھم ابواب السماء الحمد للہ الذی خلق عبدہ وابن امتہ عیسیٰ بن مریم رسول اللہ بکلمۃ منہ وجعلہ فی البدء مبشرا برسول یاتی من بعدہ اسمہ احمد وفی الختم ناصراً الملتہ اماما من امتہ نائبا عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہ وعلی سائر انبیاءہ وکل محبوب لدیہ وعلینا بھم الیٰ یوم الدین اٰمین اٰمین یارب العلمین۔ قال الفقیر محمد ن المدعوا بحامد رضا القادری البریلوی غفر اللہ تعالیٰ لہ واوردہ من مناھل المنیٰ کل مورد روی ؛

الجواب، اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب

برادران مسلمین حفظکم اللہ تعالےٰ عن شرور المفسدین حفظ ناموس وحفظ جان وحفظ جسم وحفظ مال میں سب مومن وکافر ہمیشہ ساعی وسرگرم رہتے ہیں۔ اللہ عزوجل کو یاد کر کے اپنے وقت عزیز کا ایک حصہ اپنے حفظ دین میں بھی صرف کیجئے کہ یہ سب سے اہم ہے یعنی بگوش ہوش یہ چند کلمے سن لیجئے اور انہیں میزان عقل وانصاف میں تول کر حق وناحق کی تمیز کیجئے فضل الٰہی عزوجل سے امید واثق ہے کہ دم کے دم میں صبح حق تجلی فرمائے گی اور شب ضلالت کی ظلمت دھواں ہو کر اڑ جائے گی۔ مخالفین اگر بر سر انصاف آئے فہو المراد ورنہ آپ تو بعنایت الٰہی راہ حق پر ثابت قدم ہو جائیں گے۔ وباللہ التوفیق۔ میں پیش از جواب چند مقدمات نافعہ ذکر کرتا ہوں جن سے بعونہ تعالےٰ حق واضح ہو اور صواب لائح واللہ المعین وبہ نستعین ؛

مقدمہ اولیٰ

مسلمانو! میں پہلے تمہیں ایک سہل پہچان گمراہوں کی بتاتا ہوں جو خود قرآن مجید وحدیث حمید میں ارشاد ہوئی۔ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم اتارا تبیانا لکل شئی جس میں ہر چیز کا روشن بیان تو کوئی ایسی بات نہیں جو قرآن میں نہ ہو مگر ساتھ ہی فرما دیا وما یعقلھا الا العٰلمون ۵ اسکی سمجھ میں نہیں مگر عالموں کو، اسی لئے فرماتا ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۵ علم والوں سے پوچھو اگر تم نہ جانتے ہو۔ اور پھر یہی نہیں کہ علم والے آپ سے آپ کتاب اللہ کے سمجھ لینے پر قادر ہوں نہیں بلکہ اس کے متصل ہی فرما دیا وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم۔ اے نبی ہم نے یہ قرآن تیری طرف اس لئے اتارا کہ تو لوگوں سے شرح بیان فرما دے اس چیز کی جو ان کی طرف اتاری گئی۔ اللہ اللہ قرآن عظیم کے لطائف ونکات منتہی نہ ہونگے ان دو آیتوں کے اتصال سے رب العالمین نے ترتیب وار سلسلہ فہم کلام الٰہی کا منتظم فرما دیا کہ اے جاہلو تم کلام علماء کی طرف رجوع

کرو اور اے حالموتم ہمارے رسول کا کلام دیکھو تو ہمارا کلام سمجھ میں آئے۔ عرض ہم پر تقلید آئمہ واجب فرمائی اور آئمہ پر تقلید رسول اور رسول پر تقلید قرآن وللہ الحجۃ البالغۃ والحمد للہ رب العلمین امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی نے کتاب مستطاب میزان الشریعۃ الکبریٰ میں اس معنی کو جابجا بتفصیل تام بیان فرمایا ازانجملہ فرماتے ہیں لولا ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصل بشریعتہ ما اجمل فی القرآن بقی القرآن علی اجمالہ کما ان الائمۃ المجتہدین لولم یفصلوا ما اجمل فی السنۃ لبقیت السنۃ علی اجمالھا وھکذا الیٰ عصرنا ھذا یعنی اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی شریعت سے مجملات قرآن عظیم کی تفصیل نہ فرماتے تو قرآن یونہیں مجمل رہتا اور اگر مجتہدین مجملات حدیث کی تفصیل نہ کرتے تو حدیث یونہی مجمل رہتی اور اسی طرح ہمارے اس زمانے تک کہ اگر کلام آئمہ کی علمائے مابعد شرح نہ فرماتے تو ہم اسے سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتے۔ تو یہ سلسلہ ہدایت رب العزۃ کا قائم فرمایا ہوا ہے۔ جو اسے توڑنا چاہے وہ ہدایت نہیں چاہتا بلکہ صریح ضلالت کی راہ پر چل رہا ہے اس لئے قرآن عظیم کی نسبت ارشاد ہوا یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا اللہ تعالیٰ اسی قرآن سے بہتیروں کو گمراہ کرتا اور بہتیروں کو سیدھی راہ عطا فرماتا ہے۔ جو سلسلے سے چلتے ہیں بفضلہ تعالیٰ ہدایت پاتے ہیں۔ اور جو سلسلہ توڑ کر اپنی ناقص اوندھی سمجھ کے بھروسے قرآن عظیم سے بذات خود مطلب نکالنا چاہتے ہیں چاہ ضلالت میں گرتے ہیں اسی لئے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں سیاتی ناس یجادلونکم بشبھات القرآن فخذوھم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ قریب ہے کہ کچھ لوگ آئیں گے جو تم سے قرآن عظیم کے مشتبہ کلمات سے جھگڑیں گے تم انہیں حدیثوں سے پکڑو کہ حدیث والے قرآن کو خوب جانتے ہیں۔ رواہ الدارمی ونصر المقدسی فی الحجۃ واللالکائی فی السنۃ وابن عبد البر فی العلم وابن ابی زمنین فی اصول السنۃ والدارقطنی والاصبہانی فی الحجۃ وابن النجار اسی لئے امام سفین بن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں الحدیث مضلۃ الا للفقہاء حدیث گمراہ کر دینے والی ہے مگر آئمہ مجتہدین کو۔ تو وجہ وہی ہے کہ قرآن مجمل ہے جسکی توضیح حدیث نے فرمائی اور حدیث مجمل ہے جس کی تشریح آئمہ مجتہدین نے کر دکھائی تو جو آئمہ کا دامن چھوڑ کر خود قرآن وحدیث سے اخذ کرنا چاہے گا بہکے گا گرے گا اور جو حدیث کو چھوڑ کر قرآن مجید سے لینا چاہے وادی ضلالت میں پیاسا مرے گا تو خوب کان کھول کر سن لو اور لوح دل پر نقش کر رکھو کہ جسے کہتا سنو ہم اماموں کا قول نہیں جانتے ہمیں تو قرآن وحدیث چاہیئے جان لو یہ گمراہ ہے اور جسے کہتا سنو کہ ہم حدیث نہیں جانتے ہمیں صرف قرآن درکار ہے سمجھ لو کہ یہ بددین دین خدا کا بدخواہ ہے۔ پہلا فرقہ قرآن عظیم کی پہلی آیت فاسئلوا اھل الذکر کا مخالف مستکبر ہے اور دوسرا طائفہ قرآن عظیم کی پہلی آیت لتبین للناس ما نزل الیھم کا منکر ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے پہلے فرقۂ مخذولہ کا رد اس حدیث میں فرمایا کہ ارشاد فرماتے ہیں الا سألوا اذ لم یعلموا فانما شفا العی السؤال
کیوں نہ پوچھا جب نہ جانتے تھے کہ تھکنے کی دوا تو پوچھنا ہے رواہ ابو داود عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہما اور دوسرے طائفۂ ملعونہ کا رد اُس حدیث میں فرمایا کہ ارشاد فرماتے ہیں الا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ
الا یوشک رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ
وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ وان ما حرم رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کما حرم
اللہ: سن لو مجھے قرآن عطا ہوا اور قرآن کے ساتھ اوس کا مثل۔ خبردار نزدیک ہے کہ کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر پڑا کہے یہی قرآن
لئے رہو اس میں حلال پاؤ اسے حلال جانو اور جو حرام پاؤ اسے حرام مانو حالانکہ جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کی
وہ اسی کے مثل ہے جو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائی رواہ الائمۃ احمد والدارمی وابوداود والترمذی وابن ماجۃ عن
المقدام بن معدیکرب ونحوہ عندھم ملخصا الدارمی وعند البیھقی فی الدلائل عن ابی رافع وعند
ابی داود عن العرباض بن ساریۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق
اس زمانۂ فساد میں ایک تو پیٹ بھرے بےفکرے نیچری حضرات تھے جنہوں نے حدیثوں کو یکسر رد کر دیا اور بزور زبان صرف
قرآن عظیم پر دارومدار رکھا حالانکہ واللہ وہ قرآن کے دشمن اور قرآن ان کا دشمن وہ قرآن کو بدلنا چاہتے ہیں اور مراد الٰہی کے
خلاف اپنی ہوائے نفس کے موافق اسکے معنی گھڑنا۔ اب دوسرے یہ حضرات نئے فیشن کے مسیحی اس انوکھی آن والے
پیدا ہوئے کہ ہمکو صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہیئے جس کے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں ہے تو بات کیا ہے۔ کہ یہ دونوں
گمراہ طائفے دل میں خوب جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں ان کا ٹھکانا نہیں حضور کی روشن حدیثیں
ان کے مردود خیالات کے صاف پرزے پارچے بکھیر رہی ہیں اسی لئے اپنی بگڑتی بنانے کو پہلے ہی دروازہ بند کرتے ہیں کہ
ہمیں صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہیئے جس میں عوام بیچاروں کے سامنے اپنے سے لگتے لگانے کی گنجائش ہو۔ مسلمانو تم
ان گمراہوں کی ایک نہ سنو اور جب تمہیں قرآن میں شبہ ڈالیں تم حدیث کی پناہ لو اگر اس میں این وآں نکالیں تم ائمہ کا دامن
پکڑو اس تیسرے درجے پر آکر حق وباطل صاف کھل جائیگا اور ان گمراہوں کا اوڑایا ہوا سارا غبار حق کے برستے ہوئے بادلوں
سے دھل جائے گا اس وقت یہ ضال مضل طائفے بھاگتے نظر آئیں گے کانھم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ
اول تو حدیثوں ہی کے آگے انہیں کچھ نہ بنے گی صاف منکر ہو بیٹھیں گے اور وہاں کچھ چون وچرا کی تو ارشادات آئمہ معانی حدیث
کو ایسا روشن کر دیں گے کہ پھر انہیں یہی کہتے بن آئیگی کہ ہم حدیث کو نہیں جانتے یا ہم اماموں کو نہیں مانتے اسوقت معلوم ہو جائیگا
کہ ان کا امام ابلیس لعین ہے جو انہیں لئے پھرتا ہے اور قرآن وحدیث وآئمہ کے ارشادات پر نہیں جمنے دیتا ولا حول ولا قوۃ الا

باللہ العلی العظیم یہ نفیس وجلیل فائدہ ہمیشہ کے لئے محفوظ رکھو کہ ہر جگہ کام آئے گا۔ اور باذن اللہ تعالٰی ہزاروں گمراہیوں سے بچائیگا۔ کیف لا وانہ من زواھر جواھر افادات سیدنا الوالد العلام مقدام المحققین الاعلام مد ظلہ العالی الی یوم القیام فی کتابہ المستطاب البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ والحمد للہ رب العلمین۔

مُقدمہ ثانیہ

مانی ہوئی باتیں چار قسم کی ہوتی ہیں۔

اوّل[۱]:۔ ضروریات دین جن کا منکر کافر آن کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی قطعیات الدلالات واضح الافادات سے ہوتا ہے جن میں نہ شبہے کو گنجائش نہ تاویل کو راہ۔

دوم[۲]:۔ ضروریات مذہب اہل سنت وجماعت جن کا منکر گمراہ بد مذہب ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے اگرچہ باحتمال تاویل باب تکفیر مسدود ہو۔

سوم[۳]:۔ ثابتات محکمہ جن کا منکر بعد وضوح امر خاطی وآثم قرار پاتا ہے ان کے ثبوت دلیل ظنی کافی جب کہ اسکا مفاد اکبر رائے ہو کہ جانب خلاف کو مطروح ومضمحل کر دے یہاں حدیث آحاد صحیح یا حسن کافی اور قول سواد اعظم وجمہور علماء سند وافی فان ید اللہ علی الجماعۃ۔

چہارم[۴]:۔ ظنیات محتملہ جن کے منکر کو صرف مخطی کہا جائے ان کے لئے ایسی دلیل ظنی بھی کافی جس نے جانب خلاف کے لئے بھی گنجائش رکھی ہو۔ ہر بات اپنے ہی مرتبے کی دلیل چاہتی ہے جو فرق مراتب نہ کرے اور ایک مرتبے کی بات کو اس سے اعلیٰ درجے کی دلیل مانگے جاہل بے وقوف ہے یا مکار فیلسوف۔

ع　ہر سخن وقتے وہر نکتہ مقامے دارد　،　گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

اور بالخصوص قرآن عظیم بلکہ حدیث ہی میں تصریح صریح ہونے کی تو اصلاً ضرورت نہیں حتی کہ مرتبۂ اعلیٰ اعنی ضروریات دین میں بھی بہت باتیں ضروریات دین سے ہیں جن کا منکر یقیناً کافر مگر بالتصریح ان کا ذکر آیات واحادیث میں نہیں۔ مثلاً باری عزوجل کا جہل محال ہونا قرآن وحدیث میں اللہ عزوجل کے علم واحاطۂ علم کا لاکھ جگہ ذکر ہے مگر امکان وامتناع کی بحث کہیں نہیں پھر کیا جو شخص کہے کہ واقع میں تو بیشک اللہ تعالٰی سب کچھ جانتا ہے عالم الغیب والشہادہ ہے کوئی ذرہ اس کے علم سے چھپا نہیں مگر ممکن ہے کہ جاہل ہو جائے تو کیا وہ کافر نہ ہوگا کہ اس امکان کا سلب صریح قرآن میں مذکور نہیں حاش للہ ضرور کافر ہے اور جو اسے کافر نہ کہے خود کافر تو جب ضروریات دین ہی کے ہر جزئیہ کی تصریح قرآن وحدیث میں ضرور نہیں تو ان سے اوتر کر اور کسی درجے کی بات پر یہ مرچڑاپن کہ ہمیں تو قرآن ہی میں دکھاؤ ورنہ ہم نہ مانیں گے۔ نری جہالت ہے یا صریح ضلالت۔ اسکی نظیر یوں سمجھنا چاہیئے کہ کوئی کہے کہ فلاں شخص

کا باپ قوم کا مرزا تھا زید کہے اسکا ثبوت کیا ہے ہمیں قرآن میں لکھا دکھا دو کہ مرزا تھا ورنہ ہم نہ مانیں گے کہ قرآن کے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں ہے۔ ایسے سفیہ کو مجنوں سے بہتر اور کیا لقب دیا جا سکتا ہے شرع میں نسب شہرت و تسامع سے ثابت ہو جاتا ہے بالخصوص قرآن مجید ہی میں تصریح کیا ضرور یا کہا جائے کہ حضرت سیدنا یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتقال فرمایا زید کہے میں نہیں مانتا ہمیں خاص قرآن میں دکھا دو کہ ان کی رحلت ہو چکی سلم علیہ یوم ولد ویوم یموت فرمایا ہے مات یحییٰ کہیں نہیں آیا تو اس احمق سے یہی کہا جائیگا کہ قرآن مجید میں بالتصریح کتنے انبیاء علیہما الصلوٰۃ والسلام کی موت وحیات کا ذکر فرمایا ہے جو خاص یحییٰ وعیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے انتقال و زندگی کا ذکر ضرور ہوتا بلکہ قرآن مجید نے تو انبیاء ہی گنتی کے گنائے اور باقی کو فرما دیا ومنھم من لم نقصص علیك بہت انبیاء وہ ہیں جن کا ذکر ہی ہم نے تمہارے سامنے نہ کیا تو عاقل کے نزدیک جس طرح ہزاروں انبیاء کا اصلا تذکرہ نہ ہونے سے ان کی نبوت معاذ اللہ باطل نہیں ٹھہر سکتی یونہیں موت یحییٰ یا حیات عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کا ذکر نہ فرمانے سے ان کی موت اور ان کی حیات بے ثبوت نہیں ہو سکتی۔ عقل و انصاف ہو تو بات تو اتنے ہی فقرے میں تمام ہو گئی اور جنون و تعصب کا علاج میرے پاس نہیں

مقدمہ ثالثہ

جو شخص کسی بات کا مدعی ہو اسکا بار ثبوت اسی کے ذمے ہوتا ہے آپ اپنے دعوے کا ثبوت نہ دے اور دوسروں سے الٹا ثبوت مانگتا پھرے وہ پاگل مجنون کہلاتا ہے یا مکار پرفنون۔ وھذا ظاھر جدا۔

مقدمہ رابعہ

جو جس بات کا مدعی ہو اس سے اس دعوے کے متعلق بحث کی جائے گی خارج از مبحث بات کہ ثابت ہو تو اسے مفید نہیں نہ ثابت ہو تو اسکے خصم کو مضر نہیں ایسی بات میں اسکا بحث چھیڑنا وہی جان بچانا اور مکر کی چال کھیلنا اور عوام ناواقفوں کے آگے اپنے فریب کا ٹھیلنا ہوتا ہے۔ مثلاً زید مدعی ہو کہ میں قطب وقت ہوں اپنی قطبیت کا تو کچھ ثبوت نہ دے اور بحث اس میں چھیڑ دے کہ اس زمانے کے جو قطب تھے ان کا انتقال ہو گیا اس عیار سے یہی کہا جائے گا کہ اگر ان کا انتقال ثابت بھی ہو جائے تو تیرے دعویٰ کا کیا ثبوت اور تجھے کیا نافع تیرے خصم کو کیا مضر ہوا کیا ان کے انتقال سے یہ ضرور ہے کہ تو ہی قطب ہو جائے تو اپنے دعوے کا ثبوت دے ورنہ گریبان ذلت میں منہ ڈال کر الگ بیٹھ۔

مقدمہ خامسہ

کسی نبی کا انتقال دوبارہ دنیا میں اوس کی تشریف آوری کو محال نہیں کر سکتا اللہ عزوجل قرآن عظیم میں فرماتا ہے اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ ۚ وَ انْظُرْ

اِلٰی حِمَارِكَ قف وَلِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ط فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ٥ یا اس کی طرح جو گزرا ایک بستی پر اور وہ گری ہوئی تھی اپنی چھتوں پر بولا کہاں جلائیگا اسے اللہ بعد اسکی موت کے سواد سے موت دی اللہ نے سو برس پھر اسے زندہ کیا اور فرمایا یہاں کتنا ٹھہرا بولا میں ٹھہرا ایک دن یا دن کا کچھ حصہ فرمایا بلکہ تو یہاں ٹھہرا سو برس اب دیکھ اپنے کھانے اور پینے کو دجو دور وز میں بگڑ جانے کی چیز تھے وہ اب تک نہ بگڑے اور دیکھ اپنے گدھے کو (جس کی ہڈیاں تک گل گئیں) اور تاکہ ہم تجھے نشانی بنائیں لوگوں کے لئے (کہ اللہ تعالیٰ یوں مُردوں کو جلاتا ہے) اور دیکھ ان ہڈیوں کو کہ ہم کیونکر انہیں اٹھاتے پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں (جب یہ سب اسکے لئے ظاہر ہوگیا۔ (اور اسکی آنکھوں کے سامنے ہم نے اس کے گدھے کی گلی ہوئی ہڈیوں کو درست فرما کر گوشت پہنا کر زندہ کر دیا) بولا میں جانتا ہوں کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اس کے بعد رب جل وعلا نے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا قصہ ذکر فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنے رب سے عرض کی مجھے دکھا دے تو کیونکر مُردے جلائیگا۔ حکم ہوا چار پرندے اپنے اوپر ہلالے پھر انہیں ذبح کر کے متفرق پہاڑوں پر ان کے اجزا رکھدے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایسا ہی کیا ان کے پر اور خون اور گوشت قیمہ کر کے سب خلط ملط کئے اور اس مجموع مخلوط کے حصے کر کے متفرق پہاڑوں پر رکھے۔ حکم ہوا اب انہیں بلا تیرے پاس دوڑے چلے آئیں گے۔ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بیچ میں کھڑے ہو کر آواز دی۔ ملاحظہ فرمایا کہ ہر جانور کے گوشت پوست پروں کا ریزہ ریزہ ہر پہاڑ سے اڑ کر ہوا میں باہم ملتا اور پورا پرند بن کر زندہ ہو کر ان کے پاس دوڑتا آرہا ہے۔ تو جب پرندے مر کر دنیا میں پھر جیئے اور عزیر یا ارمیا علیہما الصلوٰۃ والسلام سو برس موت کے بعد دنیا میں پھر تشریف لا کر ہادی خلق ہوئے تو اگر سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بالفرض انتقال بھی فرمایا ہو تو یہ ان کے دوبارہ تشریف لانے اور ہدایت فرمانے کا کیا مانع ہو سکتا ہے۔ یہاں مسلمانوں سے کلام ہے جو اپنے رب کو قادر مطلق مانتے اور اسکے کلام کو حق یقینی جانتے ہیں نیچری ملحدوں کا ذکر نہیں جن کا معبود ان کے زعم نیچر کی زنجیروں میں جکڑا ہے کہ ان کے ساختہ نیچر کے خلاف دم نہیں مار سکتا جو باتیں ان کی ناقص عقل معمولی قیاس سے باہر ہے کیا مجال کہ ان کا خدا کر سکے ان کے نزدیک قرآن مجید کے ایسے ارشادات معاذ اللہ سب بناوٹ کی کہانیاں ہیں کہ گڑھ گڑھ من سمجھوتے کو بنائی گئی ہیں۔ تَعٰلَی اللّٰهُ عَمَّا یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ عُلُوًّا كَبِیْرًا ٥ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ ٥ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِیْلًا مَّا یُؤْمِنُوْنَ ٥ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ٥ اب فقیر غفرلہ المولی القدیر ان مقدمات خمس سے منکرین شمس کے حواس خمسہ درست کر کے بتوفیق اللہ تعالیٰ جانب جواب عطف عنان اور چند تنبیہوں میں حق واضح کو ظاہر و بیان کرتا ہے۔

تنبیہ اول: سیدنا عیسیٰ بن مریم رسول اللہ و کلمۃ اللہ و روح اللہ صلی اللہ تعالیٰ علی نبینا الکریم وعلیہ وعلی سائر الانبیا

وبارک وسلم کے بارے میں یہاں تین مسئلے ہیں۔

مسئلہ اولیٰ:۔ یہ کہ نہ وہ قتل کئے گئے نہ سولی دیے گئے بلکہ ان کے رب جل وعلیٰ نے انہیں مکر یہود عنود سے صاف سلامت بچاکر آسمان پر اٹھا لیا اور ان کی صورت دوسرے پر ڈال دی کہ یہود ملاعنہ نے ان کے دھوکے میں اسے سولی دی یہ ہم مسلمانوں کا عقیدۂ قطعیۂ یقینیۂ ایمانیہ پہلی قسم کے مسائل یعنی ضروریات دین سے ہے جس کا منکر یقیناً کافر اسکی دلیل قطعی رب العزۃ جل جلالہ کا ارشاد ہے وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا ۝ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۝ بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ۝ اور ہم نے یہود پر لعنت کی بسبب ان کے کفر کرنے اور مریم پر بہتان اٹھانے اور ان کے اس کہنے کے کہ ہم نے قتل کیا مسیح عیسیٰ بن مریم خدا کے رسول کو اور انہوں نے نہ اسے قتل کیا نہ اسے سولی دی بلکہ اس کی صورت کا دوسرا بنا دیا گیا ان کے لئے اور بیشک وہ جو اسکے بارے میں مختلف ہوئے (کہ کسی نے کہا اسکا چہرہ تو عیسیٰ کا سا ہے مگر بدن عیسیٰ کا سا نہیں یہ وہ نہیں کسی نے کہا نہیں بلکہ وہی ہیں) البتہ اس سے شک میں ہیں انہیں خود بھی اسکے قتل کا یقین نہیں مگر یہی گمان کے پیچھے ہو لینا اور بالیقین انہوں نے اسے قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے اور نہیں اہل کتاب سے کوئی مگر یہ کہ ضرور ایمان لانے والا ہے عیسیٰ پر اسکی موت سے پہلے اور قیامت کے دن عیسیٰ ان پر گواہی دے گا۔ اس مسئلے میں مخالف یہود و نصاریٰ ہیں اور مذہب نیچری کا قیاس ہوتا ہے کہ وہ بھی مخالف ہوں یہود تو خلاف کیا ہی چاہیں اور یہ ساختہ نیچر کی سمجھ سے دور ہے کہ آدمی سلامت آسمان پر اٹھا لیا جائے اور اسکی صورت کا دوسرا بن جائے اس کے دھوکے میں سولی پائے مگر ختم الٰہی کا ثمرہ کہ نصاریٰ بھی اس عبد اللہ و رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معاذ اللہ معاذ اللہ وہ ابن اللہ مان کر پھر باتباع یہود اسی کے قائل ہوئے کہ دشمنوں نے انہیں سولی دے دی۔ قتل کیا نہ ان کی خدائی چلی نہ بیٹے ہونے نے کام دیا طرفہ خدا جسے آدمی سولی دیں۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ؀

مسئلہ ثانیہ:۔ اس جناب رفعت قباب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرب قیامت آسمان سے اتر کر دنیا میں دوبارہ تشریف فرما ہو کر اس عہد کے مطابق جو اللہ عز وجل نے تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے لیا دین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی مدد کرنا یہ مسئلہ قسم ثانی یعنی ضروریات مذہب اہلسنت وجماعت سے ہے جس کا منکر گمراہ خاسر بدمذہب فاجر اس کی دلیل احادیث متواترہ و اجماع اہل حق ہے۔ ہم یہاں بعض احادیث ذکر کرتے ہیں۔

حدیث اوّل:- صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم کیسا حال ہوگا تمہارا جب تم میں ابن مریم نزول کریں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔ یعنی اسوقت کی تمہاری خوشی اور تمہارا فخر بیان سے باہر ہے کہ روح اللہ تم میں اتریں تم میں رہیں تمہارے معین و یاور بنیں اور تمہارے امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں۔

حدیث دوم:- نیز صحیحین و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ میں انہیں سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی یکون السجدۃ الواحدۃ خیرا من الدنیا وما فیھا ثم یقول ابوھریرۃ فاقرؤا ان شئتم وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ قسم اسکی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک ضرور نزدیک آتا ہے کہ ابن مریم تم میں حاکم عادل ہو کر اتریں پس صلیب کو توڑ دیں اور خنزیر کو قتل کریں اور جزیہ کو موقوف کر دیں گے (یعنی کافر سے سوا اسلام کے کچھ قبول نہ فرمائیں گے) اور مال کی کثرت ہوگی یہاں تک کہ کوئی لینے والا نہ ملے گا یہاں تک کہ ایک سجدہ تمام دنیا اور اسکی سب چیزوں سے بہتر ہوگا۔ یہ حدیث بیان کر کے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے تم چاہو تو اس کی تصدیق قرآن مجید میں دیکھ لو کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے عیسٰی کی موت سے پہلے سب اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے۔

حدیث سوم:- صحیح مسلم میں انہیں سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت قائم نہ ہوگی یہانتک کہ رومی نصارٰی اعماق یا وابق میں اتریں (کہ ملک شام کے دو موضع ہیں) ان کی طرف مدینہ طیبہ سے ایک لشکر جائیگا جو اس دن بہترین اہل زمین سے ہونگے۔ جب دونوں لشکر مقابل ہونگے رومی کہیں گے ہمیں ہمارے ہم قوموں سے لڑ لینے دو جو ہم میں سے قید ہو کر تمہاری طرف گئے (اور مسلمان ہو گئے) ہیں مسلمان کہیں گے نہیں واللہ ہم اپنے بھائیوں کو تمہارے مقابلے میں تنہا نہ چھوڑیں گے پھر ان سے لڑائی ہوگی لشکر اسلام سے ایک تہائی بھاگ جائیں گے اللہ تعالٰی انہیں توبہ نصیب نہ کرے گا اور ایک تہائی مارے جائیں گے وہ اللہ کے نزدیک بہترین شہدا ہونگے اور ایک تہائی کو فتح ملے گی یہ کبھی فتنے میں نہ پڑیں گے پھر یہ مسلمان قسطنطنیہ کو (کہ اس سے پہلے نصارٰی کے قبضے میں آچکی ہوگی) فتح کریں گے وہ غنیمتیں تقسیم ہی کرتے ہوں گے اپنی تلواریں درختان زیتون پر لٹکا دی ہونگی کہ ناگاہ شیطان پکارے گا کہ تمہارے گھروں میں دجال آگیا مسلمان پلٹیں گے اور یہ خبر جھوٹی ہوگی جب شام میں آئیں گے دجال نکل آئیگا فبینما ھم یعدون للقتال یسوون الصفوف اذا اقیمت الصلوۃ فینزل عیسٰی بن مریم فامھم فاذا راٰہ عدو اللہ ذاب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکہ لانذاب حتی

یھلك ولٰكن یقتله اللّٰه بیده فیریھم دمه فی حربته اسی اثنا میں کہ مسلمان دجال سے قتال کی تیاریاں کرتے صفیں سنوارتے ہونگے کہ نماز کی تکبیر ہوگی عیسٰی بن مریم نزول فرمائیں گے ان کی امامت کریں گے۔ وہ خدا کا دشمن دجال جب انہیں دیکھے گا ایسا گلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گل جاتا ہے اگر عیسٰی رسول اللہ اسے نہ ماریں جب بھی گل گل کر ہلاک ہو جائے مگر اللہ تعالٰے ان کے ہاتھ سے اسے قتل کرے گا مسیح مسلمانوں کو اسکا خون اپنے نیزے میں دکھائیں گے۔

حدیث چہارم:۔ نیز صحیح مسلم وسنن ابی داود وجامع ترمذی وسنن نسائی وسنن ابن ماجہ میں حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ تعالٰے عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا انھا لن تقوم حتی تروا قبلھا عشر اٰیات فذكر الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربھا ونزول عیسی بن مریم ویاجوج و ماجوج الحدیث:۔ بیشک قیامت نہ آئیگی جب تک تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو ازانجملہ ایک دھواں اور دجال اور دابۃ الارض اور آفتاب کا مغرب سے طلوع کرنا اور عیسٰی بن مریم کا اترنا اور یاجوج وماجوج کا نکلنا:

حدیث پنجم:۔ مسند امام احمد وصحیح مسلم میں حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰے عنہا سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے دجال کے ذکر میں فرمایا یأتی بالشام مدینة بفلسطین بباب لُد فینزل عیسٰی علیه الصلٰوة والسلام فیقتله ویمكث عیسٰی فی الارض اربعین سنة امامًا عدلا وحكمًا مقسطًا وہ ملک شام میں شہر فلسطین دروازۂ شہر لد کو جائیگا عیسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام اتر کر اسے قتل کریں گے۔ عیسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام زمین میں چالیس برس رہیں گے امام عادل حاکم منصف ہو کر:

حدیث ششم:۔ نیز مسند وصحیح مذکورین میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰے عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاھرین الٰی یوم القیامة فینزل عیسی بن مریم فیقول امیرھم تعالٰی صل لنا فیقول لا ان بعضكم علٰی بعض امیر تكرمة اللّٰه بھذہ الامة ہمیشہ میری امت کا ایک گروہ حق پر قتال کرتا قیامت تک غالب رہے گا پس عیسٰی بن مریم علیہما الصلٰوۃ والسلام اتریں گے امیر المومنین ان سے کہے گا آئیے ہمیں نماز پڑھائیے وہ فرمائیں گے۔ نہ تم میں بعض بعض پر سردار ہیں بسبب اس امت کی بزرگی کے اللہ تعالٰے کی طرف سے۔

حدیث ہفتم:۔ نیز مسند احمد وصحیح مسلم وجامع ترمذی وسنن ابن ماجہ مطولا اور سنن ابی داؤد میں مختصراً حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالٰے عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے دجال لعین کا ذکر فرمایا کہ وہ شام وعراق کے درمیان سے نکلے گا چالیس دن رہے گا پہلا دن ایک سال کا ہوگا اور دوسرا ایک مہینے کا تیسرا ایک ہفتہ کا باقی دن جیسے دن ہوتے ہیں

اسقدر جلد ایک شہر سے دوسرے میں پہنچے گا جیسے[1] بادل کو ہوا اڑائے لئے جاتی ہو جو اسے مانیں گے ان کے لئے بادل کو حکم دیگا برسنے لگے گا زمین کو حکم دے گا کھیتی جم اٹھے گی جو نہ مانیں گے ان کے پاس سے چلا جائیگا ان پر قحط ہو جائے گا تہیدست رہ جائیں گے ویرانے پر کھڑا ہو کر کہے گا اپنے خزانے نکال خزانے نکل کر شہد کی مکھیوں کی طرح اس کے پیچھے ہولیں گے پھر ایک جوان گٹھے ہوئے جسم کو بلا کر تلوار سے دو ٹکڑے کرے گا دونوں ٹکڑے ایک نشانۂ تیر کے فاصلے سے رکھ کر مقتول کو آواز دے گا وہ زندہ ہو کر چلا آئے گا دجال لعین اس پر بہت خوش ہوگا ہنسے گا فبینما ھو کذلک اذ ابعث اللّٰہ المسیح عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق بین مھروذتین واضعا کفیہ علیٰ اجنحۃ ملکین اذا طأطأ راسہ قطروا ذا رفعہ تحدر منہ جمان کاللؤلؤ فلا یحل الکافر یجد ریح نفسہ الامات ونفسہ ینتھی حیث ینتھی طرفہ فیطلبہ حتی یدرکہ بباب لُدّ فیقتلہ؛

دجال لعین اسی حال میں ہوگا کہ اللّٰہ عزوجل مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجے گا وہ دمشق کی شرقی جانب منارۂ سپید کے پاس نزول فرمائیں گے دو کپڑے ورس وزعفران سے رنگے ہوئے پہنے دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے جب اپنا سر جھکائیں گے بالوں سے پانی ٹپکنے لگے گا اور جب سر اٹھائیں گے موتی سے جھڑنے لگیں گے کسی کافر کو حلال نہیں کہ ان کی سانس کی خوشبو پائے اور مر نجائے اور انکا سانس وہاں تک پہنچے گا جہاں تک ان کی نگاہ پہنچے گی وہ دجال لعین کو تلاش کر کے بیت المقدس کے قریب جو شہر لُد ہے اس کے دروازے کے پاس اسے قتل فرمائیں گے۔ اس کے بعد سید عالم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے زمانے میں یاجوج وماجوج کا نکلنا پھر اسکا ہلاک ہونا بیان فرمایا پھر ان کے زمانے برکت کی افراط یہاں تک کہ انار اتنے بڑے پیدا ہوں گے کہ ایک انار سے ایک جماعت کا پیٹ بھرے گا چھلکے کے سایہ میں ایک جماعت آجائیگی ایک اونٹنی کا دودھ آدمیوں کے گروہوں کے لئے کافی ہوگا ایک گائے کے دودھ سے ایک قبیلے ایک بکری کے دودھ سے ایک قبیلے کی شاخ کا پیٹ بھر جائیگا؛

حدیث ہشتم :- نیز مسند احمد و صحیح مسلم میں حضرت عبداللّٰہ بن عمرو بن العاص رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں یخرج الدجال فی امتی فیمکث اربعین سنۃ فیبعث اللّٰہ عیسیٰ

---

[1] فائدہ :- یہ ہوائی جہاز اس رسالہ کی طبع ثانی کے زمانہ میں ایجاد ہوئے اسی کا پیش خیمہ ہیں صادق مصدوق صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے ارشادات سب یقیناً حق ہیں ظاہری اسباب پر سر منڈانے والے اپنے وقت تک کے خلاف اسباب بات سن کر بدکتے ہیں پھر اسباب ہی بتا دیتے ہیں کہ ان کا بدکنا محض جہل وحماقت تھا اللّٰہ عزوجل کی قدرت پر اعتقاد نہ تھا اسی قبیل سے ہے وہ حدیث کہ آدمی سے اسکا کوڑا بات کریگا بازار کو جائیگا کوڑا مکان میں لٹکا جائیگا اس کے پیچھے گھر میں جو باتیں ہوئیں کوڑا اسے بتا دیگا یہ احمقوں کے نزدیک کتنا خلاف نیچر تھا اب فوٹوگراف سے اس کا سامان پڑ چلا ۱۲ منہ

بن مریم فیطلبہ فیھلکہ الحدیث دجال میری امت میں نکلے گا ایک چلہ ٹھہرے گا پھر اللہ عزوجل عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا وہ اسے ڈھونڈھ کر قتل کریں گے۔

حدیث نہم: سنن ابوداود میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس بینی وبینہ نبی یعنی عیسیٰ علیہ السلام وانہ نازل فاذا رایتموہ فاعرفوہ رجل مربوع الی الحمرۃ والبیاض بین ممصرتین کأن راسہ یقطرون لم یصبہ بلل فیقاتل الناس علی الاسلام فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویھلک اللہ فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام و یھلک المسیح الدجال فیمکث فی الارض اربعین سنۃ ثم یتوفی فیصلی علیہ المسلمون میرے اور عیسیٰ کے بیچ میں کوئی نبی نہیں اور بیشک وہ اترنے والے ہیں جب تم انہیں دیکھنا پہچان لینا وہ میانہ قد ہیں رنگ سرخ وسپید دو کپڑے ہلکے زرد رنگ کے پہنے ہوئے گویا ان کے بالوں سے پانی ٹپک رہا ہے اگرچہ انہیں تری نہ پہنچی ہو وہ اسلام پر کافروں سے جہاد فرمائیں گے صلیب توڑیں گے خنزیر قتل کریں گے جزیہ اٹھا دیں گے ان کے زمانہ میں اللہ عزوجل اسلام کے سوا سب مذہبوں کو فنا کر دے گا وہ مسیح دجال کو ہلاک کریں گے دنیا میں چالیس برس رہ کر وفات پائیں گے مسلمان ان کے جنازے کی نماز پڑھیں گے۔

حدیث دہم: جامع ترمذی میں حضرت مُجَمِّع بن جاریہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں یقتل ابن مریم الدجال بباب لُدّ عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوۃ والسلام دجال کو دروازۂ شہر لد پر قتل فرمائیں گے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے اور اس باب میں حدیثیں وارد ہیں حضرت عمران بن حصین ونافع بن عتبہ وابو برزہ وحذیفہ وکیسان وعثمان بن ابی العاص وجابر وابو امامہ وابن مسعود وعبداللہ بن عمرو وسمرہ بن جندب ونواس بن سمعان وعمرو بن عوف وحذیفہ بن الیمان سے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حدیث یازدہم: سنن ابن ماجہ وصحیح ابن خزیمہ ومستدرک حاکم وصحیح مختارہ میں ہے حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث طویل جلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بالتفصیل عجائب احوال اعور دجال اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ بیان فرمائے پھر فرمایا اہل عرب اس زمانے میں سب کے سب بیت المقدس میں ہونگے اور ان کا امام ایک مرد صالح ہوگا (یعنی حضرت امام مہدی) فبینما امامھم قد تقدم یصلی بھم الصبح اذ نزل علیھم عیسیٰ بن مریم الصبح اس اثنا میں کہ ان کا امام نماز صبح پڑھانے کو بڑھے گا ناگاہ عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوۃ والسلام وقت صبح نزول فرمائیں گے مسلمانوں کا امام الٹے قدموں پھرے گا کہ عیسیٰ امامت کریں عیسیٰ اپنا ہاتھ اسکی پشت

پر رکھ کر کہیں گے آگے بڑھو نماز پڑھاؤ کہ تکبیر تمہارے ہی لئے ہوئی تھی ان کا امام نماز پڑھائے گا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سلام پھیر کر دروازہ کھلوائیں گے اس طرف دجال ہوگا جس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہتھیار بند ہونگے جب دجال کی نظر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پڑے گی پانی میں نمک کی طرح گلنے لگے گا بھاگے گا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے میرے پاس تجھ پر ایک وار ہے جس سے تو بچ کر نہیں جا سکتا پھر شہر لُد کے شرقی دروازے پر اوسے قتل فرمائیں گے اسکے بعد قتل وغیرہ کے احوال ارشاد ہوئے۔

حدیث دوازدھم:۔ نیز سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے شب اسریٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ملے باہم قیامت کا چرچا ہوا انبیاء نے پہلے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اسکا حال پوچھا انہیں خبر نہ تھی موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا انہیں بھی معلوم نہ تھا انہوں نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر رکھا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قیامت جس وقت آکر گرے گی اسے تو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہاں اس کے گرنے سے پہلے کے باب میں مجھے رب العزۃ نے ایک اطلاع دی ہے پھر خروج دجال ذکر کرکے فرمایا فانزل فاقتلہ میں اتر کر اسے قتل کروں گا پھر یاجوج وماجوج نکلیں گے میری دعا سے ہلاک ہونگے فعھد الی متی کان ذلک کانت الساعۃ من الناس کالحامل التی لا یدری اھلھا متی تفجؤھم بولادتھا یعنی مجھے رب العزۃ نے اطلاع دی ہے کہ جب یہ سب ہولے گا تو اس وقت قیامت کا حال لوگوں پر ایسا ہوگا جیسے کوئی عورت پورے دنوں پیٹ سے ہو گھر والے نہیں جانتے کہ کس وقت اس کے بچہ ہو پڑے۔

حدیث سیزدھم:۔ امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور رویانی مسند اور ضیاء صحیح مختارہ میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ذکر دجال بیان کرکے فرمایا ثم یجئ عیسی بن مریم من قبل المغرب مصدقا بمحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلی ملتہ فیقتل الدجال ثم انما ھو قیام الساعۃ اس کے بعد عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام جانب مغرب سے آئیں گے محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہوئے اور انہیں کی ملت پر۔ پس دجال کو قتل کریں گے پھر آگے قیامت ہی قائم ہونا ہے۔

حدیث چھاردھم:۔ معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد ذکر دجال فرمایا یلبث فیکم ماشاء اللہ ثم ینزل عیسی بن مریم مصدقا بمحمد علی ملتہ اماما مھدیا وحکما عدلا فیقتل الدجال وہ تم میں رہے گا جب تک اللہ چاہے پھر عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام اتریں گے محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے حضور کی ملت پر امام راہ پائے ہوئے اور حاکم عدل کرنے والے وہ دجال

کو قتل کریں گے۔

حدیث پانزدھم[۱۵]: مسند احمد و صحیح ابن حزیمہ و مسند ابی یعلی و مستدرک حاکم و مختارۂ مقدسی میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حدیث طویل ذکر دجال میں فرمایا مسلمان ملک شام میں ایک پہاڑ کی طرف بھاگ جائیں گے وہ وہاں جاکر ان کا حصار کرے گا اور سخت مشقت و بلائیں ڈالیگا ثم ینزل عیسیٰ فینادی من السحر فیقول یاایھا الناس ما یمنعکم ان تخرجوا الی الکذاب الخبیث فیقولون ھذا رجل حی فینطقون[ل] فاذا ھم بعیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام ا سکے بعد عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اتریں گے پچھلی رات مسلمانوں کو پکاریں گے لوگو اس کذاب خبیث کے مقابلے کو کیوں نہیں نکلتے مسلمان کہیں گے یہ کوئی مرد زندہ ہے (یعنی گمان میں یہ ہوگا کہ جتنے مسلمان یہاں محصور ہیں ان کے سوا کوئی باقی نہ بچا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز سن کر کہیں گے یہ مرد زندہ ہے) جواب دیں گے دیکھیں تو وہ عیسیٰ ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام اسکے بعد نماز صبح میں امام مسلمین کی امامت پھر دجال لعین کے قتل کا ذکر فرمایا۔

حدیث شانزدھم[۱۶]: نعیم بن حماد کتاب الفتن میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے راوی قلت یارسول اللہ الدجال قبل اوعیسی بن مریم قال الدجال ثم عیسی بن مریم الحدیث میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، پہلے دجال نکلے گا یا عیسیٰ بن مریم فرمایا عیسیٰ بن مریم۔

حدیث ھفدھم[۱۷]: طبرانی کبیر میں اوس بن اوس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ینزل عیسیٰ بن مریم عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق عیسیٰ بن مریم دمشق کی شرقی جانب منارۂ سپید کے پاس نزول فرمائیں گے۔

حدیث ھیجدھم[۱۸]: مستدرک حاکم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیھبطن عیسی بن مریم حکما واماما مقسطا ولیسلکن فجاحاجا او معتمرا ولیاتین قبری حتی یسلم علی ولاردن علیہ خدا کی قسم ضرور عیسیٰ بن مریم حاکم و امام عادل ہوکر اتریں گے اور ضرور شارع عام کے رستے حج یا عمرے کو جائیں گے اور ضرور میرے سلام کے لئے میرے مزار اقدس پر حاضر آئیں گے اور ضرور میں ان کے سلام کا جواب دوں گا صلی اللہ تعالیٰ علیک وعلیہ وعلی جمیع اخوانکما من الانبیاء والمرسلین وآلک وآلھم وبارک وسلم

حدیث نوزدھم[۱۹]: صحیح ابن حزیمہ و مستدرک حاکم میں حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے رسول اللہ

ل: ھکذا فی نسختی التی رایت ولعل ثوابہ ینطلقون ۱۲ منہ

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں سیدرک رجلان من امتی عیسٰی بن مریم ویشھد ان قتال الدجال عنقریب میری امت سے دو مرد عیسٰی بن مریم کا زمانہ پائیں گے اور دجال سے قتال میں حاضر ہونگے **اقول** ظاہر امت سے مراد امت موجودہ زمانۂ رسالت ہے علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ ورنہ امت حضور سے تو لاکھوں زمانۂ کلمۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پائیں گے اور قتال لعین دجال میں حاضر ہونگے اس تقدیر سے وہ دونوں مرد سیدنا الیاس و سیدنا خضر علیہما الصلوٰۃ والسلام ہیں کہ اب تک زندہ ہیں اور اسوقت تک زندہ رہیں گے کما ورد فی حدیث افادہ سیدنا الوالد المحقق دام ظلہ علی ھامش التیسیر شرح جامع الصغیر۔

حدیث بستم:۔ امام حکیم ترمذی نوادر الاصول اور حاکم مستدرک میں حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لن یخزی اللہ تعالٰی امۃ انا اولھا وعیسی بن مریم اٰخرھا اللہ عزوجل ہرگز رسوا نہ فرمائے گا اس امت کو جسکا اول میں ہوں اور آخر عیسٰی بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام۔

حدیث بست ویکم:۔ ابوداؤد طیالسی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لم یسلط علی الدجال الا عیسی بن مریم دجال لعین کے قتل پر کسی کو قدرت نہ دی گئی سوا عیسٰی بن مریم کے علیہما الصلوٰۃ والسلام کے۔

حدیث بست ودوم:۔ مسند احمد وسنن نسائی وصحیح مختارہ میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں عصابتان من امتی احرزھما اللہ تعالٰی من النار عصابۃ تغزو الھند وعصابۃ تکون مع عیسی بن مریم میری امت کے دو گروہوں کو اللہ عزوجل نے نار سے محفوظ رکھا ہے ایک گروہ وہ جو کفار ہند پر جہاد کرے گا اور دوسرا وہ جو عیسٰی بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہوگا۔

حدیث بست وسوم:۔ ابونعیم حلیہ اور ابوسعید نقاش فوائد العراقیین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں طوبی لعیش بعد المسیح یؤذن للسماء فی القطر ویؤذن للارض فی النبات حتی لو بذرت حبک علی الصفا لنبت وحتی یمر الرجل علی الاسد فلا یضرہ ویطأ علی الحیۃ فلا تضرہ ولا تشاحح ولا تحاسد ولا تباغض خوشی اور شادمانی ہے اس عیش کے لئے جو بعد نزول عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوگا آسمان کو اذن ہوگا کہ برسے اور زمین کو حکم ہوگا کہ اگائے یہاں تک کہ اگر تو اپنا دانہ پتھر کی چٹانی پر ڈالدے تو وہ بھی جم اٹھے گا اور یہاں تک کہ آدمی شیر پر گذرے گا اور وہ اسے نقصان نہ پہنچائے گا اور سانپ پر پاؤں رکھدیگا اور وہ اسے مضرت نہ دیگا نہ آپس میں مال کا لالچ رہے گا نہ حسد نہ کینہ فی التیسیر شرح الجامع الصغیر

طوبیٰ لعیش بعد المسیح ای بعد نزول عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام الی الارض فی اخر الزمان ؛

حدیث بست وچہارم [۲۴] :- مسند الفردوس میں انہیں سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ینزل عیسی بن مریم علی ثمانمائۃ رجل واربع مائۃ امرأۃ اخیار من علی الارض الحدیث۔ عیسیٰ بن مریم ایسے آٹھ سو مردوں اور چار سو عورتوں پر آسمان سے نزول فرمائیں گے جو تمام روئے زمین پر سب سے بہتر ہونگے ؛

حدیث بست وپنجم [۲۵] :- امام رازی وابن عساکر بطریق عبد الرحمٰن بن ایوب بن نافع بن کیسان عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ینزل عیسی بن مریم عند باب دمشق عند المنارۃ البیضاء لست ساعات من النہار ثوبین ممشوقین کانما ینحدر من راسہ اللؤلؤ عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام دروازۂ دمشق کے نزدیک سپید منارے کے پاس چھ گھڑی دن چڑھے دو سنگین کپڑے پہنے اتریں گے گویا ان کے بالوں سے موتی جھڑتے ہیں ؛

حدیث بست وششم [۲۶] :- صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انی لارجوان طال بی عمر ان القی عیسی بن مریم فان عجل بی موت فمن لقیہ منکم فلیقرأہ منی السلام میں امید کرتا ہوں کہ اگر میری عمر دراز ہوئی تو عیسیٰ بن مریم سے ملوں اور اگر میرا دنیا سے تشریف لے جانا جلد ہو جائے تو تم میں جو انہیں پائے ان کو میرا سلام پہنچائے ؛

حدیث بست وہفتم [۲۵] :- ابن الجوزی کتاب الوفا میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ینزل عیسیٰ بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ ویمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسی بن مریم من قبر واحد بین ابی بکر وعمر عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام زمین پر اتریں گے یہاں شادی کریں گے ان کے اولاد ہوگی پینتالیس برس رہیں گے اس کے بعد ان کی وفات ہوگی میرے ساتھ مقبرۂ پاک میں دفن ہونگے روز قیامت میں اور وہ ایک ہی مقبرے سے اس طرح اٹھیں گے کہ ابوبکر وعمر ہم دونوں کے داہنے بائیں ہونگے رضی اللہ تعالیٰ عنہما ؛

حدیث بست وہشتم :- بغوی شرح السنہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث طویل ابن صیاد میں راوی (جس پر دجال ہونے کا شبہ کیا جاتا تھا) امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجئے کہ اسے قتل کر دوں فرمایا ان یکن ھو فلست صاحبہ انما صاحبہ عیسیٰ بن مریم والا یکن ھو فلیس لک ان تقتل رجلا من اھل العھد اگر یہ دجال ہے تو اسکے قاتل تم نہیں دجال

کے قاتل تو عیسیٰ بن مریم ہونگے اور اگر یہ وہ نہیں تو تمہیں حق نہیں پہنچتا کہ کسی ذمی کو قتل کرو ٭

حدیث بست و نہم ۲۹ : ابن جریر حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اول الآیات الدجال ونزول عیسیٰ ویاجوج وماجوج یسیرون الی خراب الدنیا حتی یاتو بیت المقدس وعیسیٰ والمسلمون بجبل طور سینین فیوحی اللہ الی عیسیٰ ان احرز عبادی بالطور ومایلی ایلۃ ثم ان عیسیٰ یرفع یدیہ الی السماء ویؤمن المسلمون فیبعث اللہ علیہم دابۃ یقال لھا النغف تدخل فی مناخرھم فیصبحون موتی ھذا مختصر: قیامت کی بڑی نشانیوں میں پہلی نشانی دجال کا نکلنا اور عیسیٰ بن مریم کا اترنا اور یاجوج کا پھیلنا۔ وہ گروہ کے گروہ ہیں ہر گروہ میں چار لاکھ گروہ اُن میں کا مرد نہیں مرتا جب تک، خاص اپنے نطفے سے ہزار شخص نہ دیکھ لے ہیں بنی آدم سے) وہ دنیا ویران کرنے چلیں گے (دجلہ و فرات و بُحیرۂ طبریہ کو پی جائیں گے) یہاں تک کہ بیت المقدس تک پہنچیں گے اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام واہل اسلام اس دن کوہ طور سینا میں ہونگے اللہ عزوجل عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجے گا کہ میرے بندوں کو طور اور ایلہ کے قریب محفوظ جگہ میں رکھ پھر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہاتھ اٹھا کر دعا کریں گے اور مسلمان آمین کہیں گے اللہ عزوجل یاجوج وماجوج پر ایک کیڑا بھیجیگا نغف نام وہ انکے نتھنوں میں گھس جائیگا صبح سب مرے پڑے ہونگے ٭

حدیث سیم ۳۰ : حاکم وابن عساکر تاریخ اور ابو نعیم کتاب اخبار المہدی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کیف تھلک امۃ انا فی اولھا وعیسیٰ بن مریم فی آخرھا والمھدی من اھل بیتی فی وسطھا کیونکر ہلاک ہو وہ امت جس کی ابتدا میں مَیں ہوں اور انتہیٰ میں عیسیٰ بن مریم اور بیچ میں میرے اہل بیت سے مہدی ٭

حدیث سی ویکم : نیز اسی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں منا الذی یصلی عیسیٰ بن خلفہ میرے اہل بیت میں سے وہ شخص ہے جس کے پیچھے عیسیٰ بن مریم نماز پڑھیں گے ٭

حدیث سی ودوم : ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فرمایا یاعم النبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ان اللہ ابتدا الاسلام بی وسیختمہ بغلام من ولدک وھو الذی یتقدم عیسیٰ بن مریم: اے نبی کے چچا بیشک اللہ تعالےٰ نے اسلام کی ابتداء مجھ سے کی اور قریب ہے کہ اسے ختم تیری اولاد سے ایک لڑکے پر کرے گا وہی جس کے پیچھے عیسیٰ بن مریم نماز پڑھیں گے۔ حضرت امام مہدی کی نسبت متعدد احادیث سے ثابت کہ وہ عترت رسالت و بنی فاطمہ سے ہیں اور متعدد احادیث ٭

ہیں ان کا علاقۂ نسب حضرت عباس عم مکرم سید عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے بھی بتایا گیا اور اس میں کچھ بُعد نہیں وہ نسباً سید حسنی ہوں گے اور مادری رشتوں میں حضرت عباس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے بھی اتصال رکھیں گے جیسے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰے عنہ نے رافضیوں کے رد میں فرمایا کہ کوئی شخص اپنے باپ کو بھی برا کہتا ہے ابوبکر صدیق دوبار میرے باپ ہوئے یعنی دو طرح سے میرا نسب مادری حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰے تک پہنچتا ہے ؛

حدیث سی و سوم [۳۳] :- اسحٰق بن بشر و ابن عساکر حدیث طویل ذکر دجال میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا فعند ذلک ینزل اخی عیسیٰ بن مریم من السماء علی جبل افیق اماما هادیا وحکما عادلا علیه برنس له مربوع الخلق اصلت سبط الشعر بیده حربة یقتل الدجال تضع الحرب اوزارها وکان السلم فیلقی الرجل الاسد فلا یهیجه ویاخذ الحیة فلا تضره وتنبت الارض کنباتها علی عهد اٰدم ویومن به اهل الارض ویکون الناس اهل ملة واحدة یعنی جب دجال نکلے گا اور سب سے پہلے ستر ہزار یہودی طیلسان پوش اس کے ساتھ ہولیں گے اور لوگ اس کے سبب بلائے عظیم میں ہونگے مسلمان سمٹ کر بیت المقدس میں جمع ہونگے اسوقت میرے بھائی عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام آسمان سے کوہ افیق پر اتریں گے امام راہ نما و حاکم عادل ہوکر ایک اونچی ٹوپی پہنے میانہ قد کشادہ پیشانی موئے سر سیدھے ہاتھ میں نیزہ جس سے دجال کو قتل کریں گے اسوقت لڑائی اپنے ہتھیار رکھدیگی اور سب جہان میں امن و امان ہوجائے گی آدمی شیر سے ملے تو وہ جوش میں نہ آئے گا اور سانپ کو پکڑے تو وہ نقصان نہ پہنچائے گا کھیتیاں اس رنگ پر اگیں گی جیسے زمانہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں اُگا کرتی تھیں تمام اہل زمین ان پر ایمان لے آئیں گے اور سارے جہان میں صرف ایک دینِ اسلام ہوگا ؛

حدیث سی و چہارم [۳۴] :- ابن النجار انہیں سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اذا سکن بنوك السواد ولبسوا السواد وکان شیعتهم اهل خراسان لم یزل هذا الامر فیهم حتی یدفعوه الی عیسیٰ بن مریم جب تمہاری اولاد دیہات میں بسے اور سیاہ لباس پہنے اور ان کے گروہ اہل خراسان ہوں جب سے خلافت ہمیشہ ان میں رہے گی یہاں تک کہ وہ اسے عیسیٰ بن مریم کے سپرد کردیں گے ؛

حدیث سی و پنجم [۳۵] :- ابن عساکر ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰے عنہا سے راوی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں حضور کے پہلو میں دفن کی جاؤں فرمایا انی لی بذلك الموضع ما فیه الا موضع قبری وقبر ابی بکر وعمر وعیسیٰ بن مریم بھلا اسکی اجازت میں کیونکر دوں وہاں تو صرف میری قبر کی جگہ ہے اور ابوبکر و عمر و عیسیٰ بن مریم کی علیہ الصلوٰۃ والسلام :

حدیث سی و ششم :۔ ابونعیم کتاب الفتن میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں المحاصرون ببیت المقدس اذ ذاک مائۃ الف امرأۃ واثنان وعشرون الفاً مقاتلون اذ غشیتہم ضبابۃ من غمام اذ تنکشف عنہم مع الصبح فاذا عیسیٰ بین ظہرانیہم اسوقت بیت المقدس میں ایک لاکھ عورتیں اور بائیس ہزار مرد جنگی محصور ہوں گے ناگاہ ایک ابر کی گھٹا ان پر چھائے گی صبح ہوتے کھلے گی تو دیکھیں گے کہ عیسیٰ ان میں تشریف فرما ہیں:

حدیث سی و ہفتم :۔ مسند ابی یعلی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں والذی نفسی بیدہ لینزلن عیسی بن مریم ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد لاجیبنہ قسم اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے بیشک عیسیٰ بن مریم اتریں گے پھر اگر میری قبر پر کھڑے ہو کر مجھے پکاریں تو ضرور انہیں جواب دوں گا:

حدیث سی و ہشتم :۔ ابونعیم حلیہ میں عروہ بن رویم سے مرسلاً راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں خیر ھذہ الامۃ اولہا واٰخرھا اولہا فیہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واٰخرھا فیہم عیسی بن مریم الحدیث، اس امت کے بہتر اول وآخر کے لوگ ہیں اول کے لوگوں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم رونق افروز ہیں اور آخر کے لوگوں میں عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہونگے:

حدیث سی و نہم :۔ جامع ترمذی میں حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے ہے مکتوب فی التوراۃ صفۃ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعیسیٰ یدفن معہ رب العزۃ تبارک وتعالےٰ نے تورات مقدس میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی صفت میں ارشاد فرمایا ہے کہ عیسیٰ ان کے پاس دفن کئے جائیں گے علیہ الصلوٰۃ والسلام فی المرقاۃ ای ومکتوب فیہا ایضا ان عیسیٰ یدفن معہ قال الطیبی ھذا ھو المکتوب فی التوراۃ:

حدیث چہلم :۔ ابن عساکر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی یہبط عیسی بن مریم فیصلی الصلوٰۃ ویجمع الجمع ویزید فی الحلال کانی بہ تجد بہ رواحلہ ببطن الروحاء حاجاً او معتمراً، عیسیٰ بن مریم اتریں گے نمازیں پڑھیں گے جمعے قائم کریں گے مال حلال کی افراط کر دیں گے گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ ان کی سواریاں انہیں تیز لئے جاتی ہیں بطن وادی روحا میں حج یا عمرے کے لئے:

حدیث چہل ویکم :۔ وہی حضرت ترجمان القرآن رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی لاتقوم الساعۃ حتی ینزل عیسی بن مریم علی ذروۃ افیق بیدہ حربۃ یقتل الدجال قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام

کوہ افیق کی چوٹی پر نزول فرمائیں گے ہاتھ میں نیزہ ئے جس سے دجال کو قتل کریں گے ۔

حدیث چہل و دوم :۔ وہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ان المسیح بن مریم خارج قبل یوم القیمة ولیستغن به الناس عمن سواه بیشک مسیح بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام قیامت سے پہلے ظہور فرمائیں گے آدمیوں کو ان کے سبب اور سب سے بے نیازی چاہیئے یہ امر بمعنی اخبار ہے زمانہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں نہ کوئی قاضی ہوگا نہ کوئی مفتی نہ کوئی بادشاہ انہیں کی طرف سب باتوں میں رجوع ہوگی ۔

حدیث چہل و سوم :۔ وہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک حدیث طویل ذکر مغیبات آئندہ میں راوی کہ چنین و چناں ہوگا پھر مسلمان قسطنطنیہ و رومیہ کو فتح کریں گے پھر دجال نکلے گا اس کے زمانہ میں قحط شدید ہوگا فبینما هم کذالك اذ سمعوا صوتا من السماء البشر وأفقد اناکم الغوث فیقولون نزل عیسی بن مریم فیستبشرون ویستبشر بهم ویقولون سل روح الله فیقول ان الله اکرم هذه الامة فلا ینبغی لاحد ان یؤمهم الا منهم فیصلی امیر المومنین بالناس ویصلی عیسیٰ خلفه لوگ اسی ضیق و پریشانی میں ہونگے ناگاہ آسمان سے ایک آواز سنیں گے خوش ہو کہ فریاد رس تمہارے پاس آیا مسلمان کہیں گے کہ عیسیٰ بن مریم اترے خوشیاں کریں گے اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام انہیں دیکھ کر خوش ہونگے مسلمان عرض کریں گے یا روح اللہ نماز پڑھائیے فرمائیں گے اللہ عزوجل نے اس امت کو عزت دی ہے اسکا امام اسی میں سے چاہیئے امیر المومنین نماز پڑھائیں گے اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے ۔ سلام پھیر کر اپنا نیزہ لے کر دجال کے پاس جاکر فرمائیں گے ٹھہر اے دجال اے کذاب ۔ جب وہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھے گا اور ان کی آواز پہچانیگا ایسا گلنے لگے گا جیسے آگ میں رانگ یا دھوپ میں چربی اگر روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ٹھہر نہ فرمایا ہوتا تو گل کر فنا ہو جاتا پس عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اسکی چھاتی میں نیزہ مار کر واصل جہنم کریں گے پھر اسکے لشکر یہود و منافقین ہونگے قتل فرمائیں گے صلیب توڑیں گے خنزیر کو نیست و نابود کریں گے اب لڑائی موقوف اور امن و چین کے دن آئیں گے یہانتک کہ بھیڑیے کے پہلو میں بکری بیٹھے گی اور وہ آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے گا بچے سانپ سے کھیلیں گے وہ نہ کاٹے گا ساری دنیا عدل سے بھر جائیگی پھر خروج یاجوج و ماجوج اور ان کے فنا وغیرہ کا حال بیان کر کے فرمایا ویقبض عیسی بن مریم ووليه المسلمون وغسلوه وحنطوه وكفنوه وصلوا عليه وحفروا له ودفنوه الحديث : ان سب وقائع کے بعد عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام وفات پائیں گے مسلمان ان کی تجہیز کریں گے نہلائیں گے خوشبو لگائیں گے کفن دیں گے نماز پڑھیں گے قبر کھود کر دفن کریں گے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ سر دست بے قصد استیعاب تینتالیس حدیثیں ہیں جن میں ایک چہل حدیث پوری حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے ثمانية وثلثون نصا واثنتان او

ثلثة حكما اما عبد الله بن عمرو فكثيرا ما يا خذ عن الاوائل اور ایک حدیث میں تو کلام اللہ توریت مقدس کا ارشاد
ہے اور خود قرآن عظیم میں بھی اسکا اشعار موجود فقال اللہ عزوجل ولما ضرب ابن مریم مثلا الی قولہ تعالےٰ
وانه لعلم للساعة بیشک مریم کا بیٹا علم ہے قیامت کا یعنی ان کے نزول سے معلوم ہو جائیگا کہ قیامت اب آئی حضرت
ابوہریرہ وحضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی قرأت ہے وانه لَعَلَم الساعة بیشک ابن مریم نشانی ہیں قیامت
کے لئے معالم التنزیل میں ہے وانه یعنی عیسیٰ لعلم للساعة یعنی نزوله من اشراط الساعة یعلم به قربها
وقرأ ابن عباس وابوهريرة وقتادة وانه لَعَلَم للساعة بفتح اللام والعين اى امارة وعلامة
مدارک التنزیل میں ہے وانه لَعِلْم للساعة وان عیسیٰ علیه الصلوٰة والسلام مما یعلم به مجئ الساعة
وقرأ ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما العلم وهو العلامة ای وان نزوله علم الساعة امام جلال الدین محلی
تفسیر جلالین میں فرماتے ہیں وانه ای عیسیٰ لعلم للساعة تعلم بنزوله بالجملہ یہ مسئلہ قطعیہ یقینیہ عقائد اہلسنت
وجماعت سے ہے جس طرح اسکا راساً منکر گمراہ بالیقین یونہیں اسکا بدلنے والا اور نزول عیسیٰ بن مریم رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ
والسلام کو کسی زید وعمر کے خروج پر ڈھالنے والا بھی ضال مضل بددین کہ ارشادات حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی
دونوں نے تکذیب کی وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۵

مسئلہ ثالثہ: سیدنا روح اللہ صلوات اللہ تعالےٰ وسلامہ علیہ کی حیات **اقول** اس کے دو معنے ہیں ایک
یہ کہ وہ اب زندہ ہیں یہ بھی مسائل قسم ثانی سے ہے جس میں خلاف نکرے گا مگر گمراہ کہ اہلسنت کے نزدیک تمام انبیائے
علیہم الصلوٰۃ والسلام بحیات حقیقی زندہ ہیں ان کی موت صرف تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے لئے ایک آن کو ہوتی ہے پھر ہمیشہ
حیات حقیقی ابدی ہے آئمہ کرام نے اس مسئلہ کو محقق فرمادیا ہے وقد فصلها سیدنا الوالد المحقق دام ظله
فی کتابه سلطنة المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ دوسرے یہ کہ اب تک ان پر موت طاری نہ ہوئی زندہ
ہے آسمان پر اٹھالئے گئے اور بعد نزول دنیا میں سالہا سال تشریف رکھ کر بعد اتمام نصرت اسلام وفات پائیں گے یہ مسائل قسمین اخیرین
سے ہے اسکے ثبوت کو **اولاً** اسی قدر کافی ووافی کہ رب العزت جل وعلا نے فرمایا وان من اهل الکتب الا لیؤمنن به
قبل موته جس کی تفسیر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ صحابی حضور عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے گذری مخالف نے
اپنی جہالت سے صرف صحیح بخاری کی تخصیص کی تھی یہ تفسیر نہ صرف اس میں بلکہ صحیح بخاری ومسلم دونوں میں موجود شرح مشکوٰۃ شریف
للعلامة الطیبی میں ہے استدل بالاٰیة علی نزول عیسیٰ علیه الصلوٰة والسلام فی اٰخر الزمان مصدقا للحدیث
وتحریره ان الضمیرین فی به وقبل موته لعیسیٰ والمعنی وان من اهل الکتب الا لیؤمنن بعیسیٰ قبل موت عیسیٰ

وھم اھل الکتب الذین یکونون فی زمان نزولہ فتکون الملۃ واحدۃ وھی ملۃ الاسلام خلاصہ یہ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت سے تصدیق حدیث کے لئے نزول عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر استدلال فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہر کتابی عیسیٰ کی موت سے پہلے اس پر ضرور ایمان لانے والا ہے اور وہ یہود و نصاریٰ ہیں جو لبعد نزول عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے زمانے میں ہونگے تو تمام روئے زمین پر صرف ایک دین ہوگا دین اسلام ولیس نقلہ عنہ الملا علی القاری فی المرقاۃ ثانیاً یہی تفسیر بسند صحیح دوسرے صحابی جلیل الشان ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی جن سے صحیح بخاری میں قول موت منقول ہونے کا مخالف نے ادعا کیا تھا صحیح بخاری وارشاد الساری میں ہے ثم یقول ابوھریرۃ بالاسناد السابق مستدلا علی نزول عیسیٰ فی اٰخر الزمان تصدیقا للحدیث (واقرؤا ان شئتم) وان من اھل الکتب الا لیومنن بہ قبل موتہ ای وان من اھل الکتٰب احد الا لیؤمنن بعیسیٰ قبل موت عیسیٰ وھم اھل الکتب الذین یکونون فی زمانہ فتکون الملۃ واحدۃ و ھی ملۃ الاسلام و لھذا جزم ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما فیما رواہ ابن جریر من طریق سعید بن جبیر عنہ باسناد صحیح یعنی اس حدیث کو روایت کرکے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخر زمانے میں عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول پر دلیل لانے حدیث کی تصدیق قرآن مجید سے بتانے کے لئے فرماتے تم چاہو تو یہ آیت پڑھو وان من اھل الکتب الا لیومنن الآیہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہر کتابی ضرور ایمان لانے والا ہے عیسیٰ پر ان کی موت سے پہلے اور وہ وہ کتابی ہیں جو اس وقت ان کے زمانے میں ہونگے تو سارے جہان میں صرف ایک دین اسلام ہوگا اور اسی پر جزم کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس حدیث میں جو ان سے ابن جریر نے ان کے شاگرد رشید سعید بن جبیر کے واسطے سے بسند صحیح روایت کی انتہی۔ اور یہی تفسیر امام حسن بصری سے مروی ہوئی کما سیأتی انشاء اللہ تعالیٰ ثالثاً تصریحات کثیرہ ائمہ کرام و مفسرین عظام و علمائے اعلام امام جلال الملۃ والدین سیوطی تفسیر جلالین میں فرماتے ہیں انی متوفیک قابضک و رافعک الی من الدنیا من غیر موت یعنی اللہ عزوجل نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا میں تجھے اپنے پاس لے لوں گا اور دنیا سے بغیر موت دیے اٹھا لوں گا۔ تفسیر امام ابوالبقاء عکبری میں ہے انہ رفع الی السماء ثم یتوفی من فذلک عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان پر اٹھا لئے گئے ہیں اور اسکے بعد وفات دیے جائیں گے۔ تفسیر سمین و تفسیر فتوحات الٰہیہ میں ہے انہ رفع الی السماء ثم یتوفی بعد ذلک بعد نزولہ الی الارض وحکمہ بشریعۃ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ آسمان پر اٹھا لیے گئے اور اسکے بعد زمین پر اتر کر شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حکم کرکے وفات پائیں گے امام بغوی تفسیر معالم التنزیل میں فرماتے ہیں قال الحسن والکلبی وابن جریج انی قابضک ورافعک من الدنیا الی من

غیر موت بذالك یعنی امام حسن بصری نے کہ اجلۂ ائمۂ تابعین و تلامذۂ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ہیں اور محمد بن السائب کلبی اور امام عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج نے کہ اجلۂ و اکابر ائمۂ تبع تابعین سے اور حسب روایت ائمۂ تابعین سے ہیں آیۂ کریمہ کی تفسیر کی کہ اے عیسیٰ میں تجھے اپنی طرف اٹھا لوں گا بغیر اسکے کہ تیرے جسم کو موت لاحق ہو۔ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں قد ثبت الدلیل انه حی وورد الخبر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه سینزل ویقتل الدجال ثم انه تعالیٰ یتوفاه بعد ذٰلك دلیل سے ثابت ہو چکا ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث آئی ہے کہ وہ عنقریب اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے پھر اس کے بعد اللہ عزوجل انہیں وفات دیگا اسی میں ہے التوفی اخذ الشئی وافیا ولما علم اللہ تعالیٰ ان من الناس من یخطر بباله ان الذی رفعه اللہ هو روحه لاجسده ذکر هذا الکلام لیدل انه علیه الصلوٰۃ والسلام رفع بتمامه الی السماء بروحه وجسده توفی کہتے ہیں کسی چیز کے پورا لینے کو جبکہ اللہ عزوجل کے علم میں تھا کہ کچھ لوگوں کو یہ وہم گزرے گا کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح آسمان پر گئی نہ بدن لہذا یہ کلام فرمایا جس سے معلوم ہو کہ وہ تمام وکمال مع روح و بدن آسمان پر اٹھائے گئے۔ تفسیر عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی للعلامۃ شہاب الدین الخفاجی میں ہے سبق انه علیه الصلوٰۃ والسلام لم یصلب ولم یمت اوپر گذرا کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ سولی دیے گئے نہ انتقال فرمایا امام بدر الدین محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں کذا روی من طریق ابی رجاء عن الحسن قال قبل موت عیسیٰ واللہ انه لحی ولکن اذا نزل اٰمنوا به اجمعون وذهب الیه اکثر اهل العلم یعنی آیہ کریمہ وان من اهل الکتب الاٰیه کی تفسیر جو حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی امام حسن بصری سے بطریق ابی رجاء مروی ہوئی کہ انہوں نے فرمایا معنیٰ آیت یہ ہیں کہ تمام کتابی موت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے ان پر ایمان لانیوالے ہیں اور فرمایا خدا کی قسم عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں اور اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے امام شمس الدین ابو عبداللہ محمد ذہبی نے تجرید الصحابہ اور امام تاج الدین سبکی نے کتاب القواعد اور امام ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمارے نبی اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابیوں میں شمار کیا کہ وہ شب معراج حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار سے بہرہ اندوز ہوئے ظاہر ہے کہ ان کی تخصیص اسی بناء پر ہے کہ انہیں یہ دولت قبل طریان موت نصیب ہوئی ورنہ شب معراج حضور کی زیارت کس نبی نے نہ کی۔ امام سبکی نے اس مضمون کو ایک چیستان میں ادا فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت سے وہ کونسا جوان ہے جو باتفاق تمام جہان کے حضرت افضل الصحابہ صدیق اکبر و فاروق اعظم و عثمٰن غنی و علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سب سے افضل ہے یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

اصابہ فی تمیز الصحابہ میں ہے عیسی المسیح بن مریم الصدیقۃ رسول اللہ و کلمتہ القاھا الیٰ مریم ذکرہ الذھبی فی التجرید مستدرکا علی من قبلہ فقال عیسی بن مریم رسول اللہ رأی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلۃ الاسراء فھو نبی و صحابی وھو اٰخر من یموت من الصحابۃ والغزہ القاضی تاج الدین السبکی فی قصیدتہ التی فی اواخر القواعد لہ فقال: ؎

من باتفاق جمیع الخلق افضل من ، خیر الصحاب ابی بکر ومن عمر
ومن علی ومن عثمان وھو فتی ، من امۃ المصطفیٰ المختار من مضر

امام ذہبی کی اس عبارت میں یہ بھی تصریح ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے صحابی ہیں جن کا انتقال سب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد ہوگا۔ یہاں کلمات آئمہ دین وعلمائے معتمدین کی کثرت اُس حد پر نہیں کہ ان کے احاطہ واستیعاب کی طمع ہو سکے اور اہل حق کے لئے اسقدر بھی کافی اور مخالف متعسف کہ اپنی ناقص عقل کے آگے آئمہ کو کچھ نہیں گنتے ان کے لئے ہزار دفتر ناوافی لہذا اسی قدر پر بس کریں :۔ **رابعاً** یہی قول جمہور ہے اور قول جمہور ہی معتمد و منصور ابھی شرح صحیح بخاری سے گذرا ذھب الیہ اکثر اھل العلم :۔ **خامساً** یہی قول مصحح و مرجح ہے اور قول صحیح کا مقابل ساقط و نامعتبر امام قرطبی صاحب مفہم شرح صحیح مسلم پھر علامۃ الوجود امام ابوالسعود تفسیر ارشاد العقل السلیم میں فرماتے ہیں الصحیح ان اللہ رفعہ من غیر وفاۃ ولا نوم کما قال الحسن وابن زید وھو اختیار الطبری وھو الصحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ بیدار اٹھا لیا نہ ان کا انتقال ہوا نہ اسوقت سوتے تھے جیساکہ امام حسن بصری وابن زید نے تصریح فرمائی اور اسی کو طبرانی نے اختیار کیا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی صحیح روایت یہی ہے۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے القول الصحیح انہ رفع وھو حی صحیح روایت یہ ہے کہ وہ زندہ اٹھائے گئے **اقول** یہ تو بالیقین ثابت کہ وہ دنیا میں عنقریب نزول فرمانے والے ہیں اور اسکے بعد وفات پانا قطعاً ضرور تو اگر آسمان پر اٹھائے جانے سے پہلے بھی وفات ہوئی ہوتی تو دوبار ان کی موت لازم آئے گی کیونکر امید کی جائے کہ اللہ عزوجل اپنے ایسے محبوب جمیل ایسے رسول عظیم وجلیل پر کہ ان پانچ مرسلین اولوالعزم صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم سے ہیں جو باقی تمام انبیاء و مرسلین وخلق اللہ اجمعین سے افضل اور زیادہ محبوب رب عزوجل ہیں، دوبار مصیبت مرگ بھیجے گا۔ جب حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال شریف ہوا اور امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سخت صدمے کی دہشت میں تلوار کھینچ کر کہنے لگے خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انتقال نہ فرمایا اور انتقال نہ فرمائیں گے یہاں تک کہ منافقوں کی زبانیں اور ہاتھ پاؤں کاٹیں

اوران کے قتل کا حکم دیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نعش اقدس پر حاضر ہوئے جھک کر روئے انور پر بوسہ دیا پھر رو ئے اور عرض کی بابی انت وامی واللہ لایجمع اللہ علیک موتتین اما الموتۃ التی کتبت علیک فقد متہا میری ماں باپ حضور پر قربان خدا کی قسم اللہ تعالےٰ حضور پر دو موتیں جمع نہ فرمائیگا وہ جو مقدار تھی ہو چکی بابی وانت امی طبت حیاً ومیتاً والذی نفسی بیدہ لایذیقک اللہ الموتتین ابداً میرے ماں باپ حضور پر قربان حضور زندگی میں بھی پاکیزہ اور بعد انتقال بھی پاکیزہ قسم اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالےٰ کبھی حضور کو دو موتیں نہ چکھائے گا۔ رواہ البخاری والنسائی وابن ماجۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو ایسی بات جب تک نص صریح سے ثابت نہ ہو انبیاء واللہ خصوصاً ایسے رسول جلیل کے حق میں ہرگز نہ مانی جائیگی خصوصاً روح اللہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کی دعا یہ تھی کہ الٰہی اگر تو یہ پیالہ یعنی جام مرگ کسی سے پھیرنے والا ہے تو مجھ سے پھیر دے۔ بارگاہِ ربُّ العزت میں رسول اللہ کی جو عزت ہے اس پر ایمان لا نیوالا بیدلیل صریح واضح التصریح کی کیونکر مان سکتا ہے کہ وہ یہ دعا کریں اور رب عزوجل اسکے بدلے ان پر موت پر موت نازل فرمائے یہ ہرگز قابل قبول نہیں انصاف کیجئے تو ایک ہی دلیل ان کے زندہ اٹھائے جانے پر کافی ووافی ہے وباللہ التوفیق ۔

تنبیہ دوم: اقول قرآن مجید سے اتنا ثابت اور مسلمانوں کا ایمان کہ سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام یہود عنود کے مکر و کیود سے بچکر آسمان پر تشریف لے گئے۔ رہا یہ کہ تشریف لے جانے سے پہلے زمین پر ان کی روح قبض کی گئی اور جسم یہیں چھوڑ کر صرف روح آسمان پر اٹھائی گئی اسکا آیت میں کہیں ذکر نہیں یہ دعویٰ زائد ہے جو مدعی ہو ثبوت پیش کرے ورنہ قول بے ثبوت محض مردود ہے مخالف نے جو کچھ ثبوت میں پیش کیا سب بیہودہ ہے وہ یا تو نرا افترا اسکے اپنے دل کا اختراع ہے یا مطلب سے محض بیگانہ جس میں مقصود کی بو بھی نہیں یا مراد میں غیر نص جو مدعی کے لئے ہرگز بکار آمد کافی نہیں سب کا بیان سنیئے **ایک افتراء** تو اسکا وہ کہنا ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان آیات کی تفسیر میں ثابت فرما دیا کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد قبض روح آسمان پر اٹھائے گئے۔ **دوسرا افتراء** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما پر کہ انہوں نے ایسا فرمایا حالانکہ ہم ابھی ثابت کر آئے کہ ان سے بسند صحیح اسکا خلاف ثابت ہے وہ اسی کے قائل ہیں کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابھی وفات نہ پائی ان کی موت سے پہلے یہود و نصاریٰ ان پر ایمان لائیں گے۔ امام قرطبی سے گذرا کہ یہی روایت ابن عباس سے صحیح ہے رضی اللہ تعالےٰ عنہما۔ **تیسرا افتراء** صحیح بخاری شریف پر کہ اس میں یہ تفسیر سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وابن عباس سے مروی ہے حالانکہ اس میں بروایت حضرت ابن عباس صرف اسقدر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا انکم محشورون وان ناسا یؤخذ بہم ذات الشمال فاقول کما قال العبد الصالح

وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم الیٰ قولہ العزیز الحکیم یعنی تمہارا حشر ہوگا اور کچھ لوگ بائیں طرف یعنی معاذ اللہ جانب جہنم لے جائے جائیں گے۔ میں وہ عرض کروں گا جو بندۂ صالح عیسیٰ بن مریم نے عرض کیا کہ میں ان پر گواہ تھا جب تک ان میں موجود رہا جب تو نے مجھے وفات دی تو ہی ان پر مطلع رہا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخشدے تو تو ہی ہے غالب حکمت والا۔ اس حدیث میں مدعی کے اس دعوے کا کہاں پتا ہے کہ آسمان پر جانے سے پہلے وفات ہوئی اور صرف روح اٹھائی گئی اور بیگانہ و بیعلاقہ اس آیۂ کریمہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ کا ذکر ہے۔ یہاں اگر وفات بمعنی موت ہو بھی تو یہ تو روز قیامت کا مکالمہ ہے۔ رب العزۃ جل جلالہ فرماتا ہے يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَآ أُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ الیٰ قولہ تعالیٰ وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِي وَأُمِّيَ إِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْ أَنْ أَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ؕ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَا أَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِيْ بِهٖ أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَأَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ جس دن جمع فرمائے گا اللہ تعالیٰ رسولوں کو پھر فرمائیگا تمہیں کیا جواب ملا بولے ہمیں کچھ خبر نہیں بیشک تو ہی خوب جانتا ہے سب چھپی باتیں جب فرمایا اللہ نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے یاد کر میرے احسان اپنے اوپر (پھر احسانات گنا کر فرمایا) اور جب فرمایا اللہ نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تو نے کہدیا تھا لوگوں سے کہ بنالو مجھے اور میری ماں کو دو خدا اللہ کے سوا۔ بولا پاکی ہے تجھے مجھے روا نہیں کہ وہ کہوں جو مجھے نہیں پہنچتا اگر میں نے کہا تو تجھے خوب معلوم ہوگا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے بیشک تو ہی خوب جانتا ہے سب چھپی باتیں میں نے نہ کہا ان سے مگر وہی جسکا تو نے مجھے حکم دیا کہ پوجو اللہ کو جو مالک ہے میرا اور تمہارا اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں تھا جب تو نے مجھے وفات دی تو ہی ان پر مطلع رہا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخشدے تو بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔ فرمایا اللہ نے یہ دن ہے جس میں نفع دے گا سچوں کو ان کا سچ۔ اوّل سے آخر تک یہ ساری گفتگو روز قیامت کی ہے کس نے کہا کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی وفات پائیں گے ہی نہیں کہ روزِ قیامت بھی اپنی وفات کا ذکر نہ کر سکیں شاید جاہل یہاں قال اللّٰہ اور قال سبحٰنک

میں ماضی کے صیغے دیکھ کر سمجھا کہ یہ تو گذری ہوئی باتیں ہیں اور قیامت کا دن ابھی نہ گذرا حالانکہ وہ نہیں جانتا کہ کلام فصیح میں آئندہ بات کو جو یقینی ہونے والی ہے ہزار جگہ ماضی کے صیغے سے تعبیر کرتے ہیں یعنی وہ ایسی یقین الوقوع ہے کہ گویا واقع ہولی قرآن مجید میں بکثرت ایسے محاورات ہیں سورۂ اعراف میں دیکھئے ونادیٰ اصحٰب الجنۃ اصحٰب النار جنتیوں نے دوزخیوں کو پکارا کہ ہم نے تو پالیا جو وعدہ دیا ہمیں ہمارے رب نے سچا کیا تم نے بھی پایا جو تمہیں وعدہ دیا تھا سچا قالوا نعم وہ بولے ہاں فاذن مؤذن بینھم تو ندا کی ان میں ایک ندا دینے والے نے کہ خدا کی پھٹکار ستمگاروں پر ونادوا اصحٰب الجنۃ ان سلٰم علیکم اعراف والے پکارے جنت والوں کو کہ سلام تجھ پر ونادیٰ اصحاب الاعراف رجالا یعرفونھم بسیماھم اور اعراف والے پکارے دوزخیوں کو ان کے چہرے کی علامت سے پہچان کر ونادیٰ اصحٰب النار اصحٰب الجنۃ اور دوزخی پکارے جنتیوں کو کہ ہمیں اپنے پانی وغیرہ سے کچھ دو قالوا ان اللہ حرمھما علی الکٰفرین بولے اللہ نے یہ نعمتیں کافروں پر حرام کی ہیں۔ اسی طرح سورہ صافات میں واقبل بعضھم علیٰ بعض یتساءلون ۞ الآیات اور سورۂ صٓ میں قالوا بل انتم لا مرحبا بکم سے ان ذٰلک لحق تخاصم اھل النار ۞ تک دوزخ میں دوزخیوں کا باہم جھگڑا اور سورۂ زمر میں نفخ فی الصور فصعق من فی السمٰوات ومن فی الارض الا من شاء اللہ سے وقالوا الحمد للہ الذی صدقنا الآیۃ تک تمام وقائع روز قیامت صیغہائے ماضی میں ارشاد ہوئے ہیں اور خود اسی آیت میں دیکھئے جس دن جمع کریگا اللہ رسولوں کو پھر فرمائیگا تم نے کیا جواب پایا بولے ہمیں کچھ علم نہیں۔ یہاں بھی ان کا جواب بصیغہ ماضی ارشاد فرمایا اور ”نا کافی و نا مثبت“ آیۂ کریمہ اذ قال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ ومطھرک من الذین کفروا سے استدلال جس میں ارشاد ہوتا ہے کہ جب فرمایا اللہ نے اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا اور اپنی طرف اٹھانے والا اور کافروں سے دور کرنے والا ہوں۔ اولاً حرف واؤ ترتیب کے لئے نہیں کہ اس میں جو پہلے مذکور ہوا اسکا پہلے ہی واقع ہونا ضرور ہو تو آیت سے صرف اتنا سمجھا گیا کہ وفات ورفع وتطہیر سب کچھ ہونے والے ہیں اور یہ بلاشبہ حق ہے یہ کہاں سے مفہوم ہوا کہ رفع سے پہلے وفات ہولے گی۔ تفسیر امام عکبری میں ہے مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ کلاھما للمستقبل والتقدیر رافعک الیّ ومتوفیک لانہ رفع الی السماء ثم یتوفی بعد ذٰلک تفسیر سمین وتفسیر جمل وتفسیر مدارک وتفسیر کشاف تفسیر بیضاوی وتفسیر ارشاد العقل میں ہے واللفظ للنسفی او ممیتک فی وقتک بعد النزول من السماء ورافعک الاٰن اذ الواو لا یوجب الترتیب تفسیر کبیر میں ہے الاٰیۃ تدل علیٰ انہ تعالیٰ یفعل بہ ھذہ الافعال فاما کیف یفعل ومتیٰ یفعل فالامر فیہ موقوف علی الدلیل انہ حیٌّ ثانیاً توفی خواہ مخواہ معنی موت میں نص نہیں توفی تسلّم وقبض اور پورا لے لینے کو۔ کبیر کی عبارت

اوپر گذری کہ معنی یہ ہیں کہ مع جسم و روح تمام و کمال اٹھالوں گا۔ تفسیر جلالین سے گذرا متوفیک قابضک ورافعک من غیر موت معالم التنزیل سے گذرا کہ حسن و کلبی و ابن جریج نے کہا انی قابضک ورافعک من غیر موت بدانک ای میں ہے علی ھذا فی التوفی تاویلان احدھما انی رافعک الیّ وافیا لم ینالوا منک شیئا من قولھم توفیت منہ کذا وکذا واستوفیتہ اذا اخذتہ تامّا والاٰخر انی متسلمک من قولھم توفیت منہ کذا ای تسلمتہ کشاف وانوار التنزیل وتفسیر ابی السعود وتفسیر نسفی میں ہے او قابضک من الارض من توفیت مالی خفاجی علی البیضاوی میں ہے ولذا فسر التوفی بدفعہ واخذہ من الارض کما یقال توفیت المال اذا قبضتہ: ثالثاً توفی بمعنی استیفای اجل ہے یعنی تمہیں تمہاری عمر کامل تک پہنچاؤں گا اور ان کافروں کے قتل سے بچاؤں گا ان کا ارادہ پورا نہ ہوگا تم اپنی عمر مقدر تک پہنچ کر اپنی موت انتقال کرو گے۔ تفسیر سمین وتفسیر جمل وتفسیر مدارک وتفسیر کشاف وتفسیر بیضاوی وتفسیر ارشاد میں ہے انی مستوفی اجلک ومؤخرک وعاصمک من ان یقتلک الکفار الی ان تموت حتف انفک تفسیر کبیر میں ہے ای ممتم عمرک فحینئذ اتوفاک فلا اترکھم حتی یقتلوک وھذا تاویل حسن: رابعاً وفات بمعنی خواب خود قرآن عظیم میں موجود قال اللہ تعالٰی وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ اللہ ہے جو تمہیں وفات دیتا ہے رات میں یعنی سلاتا ہے اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا اللہ تعالٰی وفات دیتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت اور جو نہ مرے انہیں ان کے سوتے میں۔ تو معنی یہ ہوئے کہ تمہیں سلاؤں گا اور سوتے میں آسمان پر اٹھالوں گا کہ اٹھائے جانے میں دہشت نہ لاحق ہو یہی قول امام ربیع بن انس کا ہے۔ معالم التنزیل میں ہے قال الربیع بن انس المراد بالتوفی النوم وکان عیسٰی قد نام فرفعہ اللہ تعالٰی الی السماء ومعناہ انی منیمک ورافعک الیّ مدارک میں ہے او متوفی نفسک بالنوم ورافعک وانت نائم حتی لا یلحقک خوف وتستیقظ وانت فی السماء آمن مقرب کشاف وانوار وارشاد میں ہے او متوفیک نائما اذ روی انہ رفع نائما اور ان کے سوا آیت میں اور بھی بعض وجوہ کلمات علماء میں مذکور۔ تو وفات کو بمعنی موت لینا اور اسے قبل از رفع ٹھہرا دینا محض بے دلیل ہے جبکہ آیت میں اصلاً پتہ نہیں: **اقول** بلکہ اگر خدا انصاف دے تو آیت تو اس مزعوم مخالف کا رد فرما رہی ہے ان کلمات کریمہ میں اپنے بندے عیسٰی روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تین بشارتیں تھیں۔ مُتَوَفِّيْكَ۔ رَافِعُكَ۔ مُطَهِّرُكَ۔ اگر معنی آیت یہی ہوں کہ میں تمہیں موت دوں گا اور بعد موت تمہاری روح کو آسمان پر اٹھالوں گا تو اس میں سوا اس کے کہ انہیں موت کا پیغام دیا گیا اور کونسی بشارت تازہ ہے مرنے کے بعد ہر مسلمان کی روح آسمان پر بلند ہوتی اور کافروں سے نجات پاتی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ بیشک جن لوگوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان سے تکبر کیا ان کے لئے نہ کھولے جائیں گے دروازے آسمان کے۔ تو کافر کی روح آسمان پر نہیں جاتی ملٰئکۂ عذاب جب لے کر جاتے ہیں در ہائے آسمان بند کر لئے جاتے ہیں کہ یہاں اس ناپاک روح کی جگہ نہیں بخلاف مومن کہ اسکی روح بلند ہوتی اور زیر عرش اپنے رب جل وعلا کو سجدہ کرتی ہے تو دو پچھلی باتیں ہر مسلمان کی روح کو حاصل آیت میں صرف خبر موت رہ گئی اور ہمارے طور پر ہر ایک بشارت عظیمہ مستقلہ ہے کہ میں تمہیں عمر کامل تک پہنچاؤں گا یہ کافر قتل نہ کر سکیں گے اور جیتے جی آسمان پر اٹھا لوں گا اور کافروں سے ایسا دور و پاک کر دوں گا کہ عمر بھر کسی کافر کو تم پر اصلاً دسترس نہ ہوگی جب دوبارہ دنیا پر آؤ گے یہ جو تمہیں قتل کرنا چاہتے ہیں تم خود انہیں قتل کرو گے اور انہیں کو نہیں بلکہ تمام کافروں سے سارے جہان کو پاک کرو گے کہ ایک دین حق تمہارے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہوگا اور تم تمام عالم میں اسکے مرجع و ماوی معہذا شروع کلام میں فرمایا وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ o اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ الآیہ: یہاں یہ ارشاد ہوتا ہے کہ کافروں نے حضرت عیسیٰ کے ساتھ مکر کیا انہیں قتل کرنا چاہا اور اللہ عزوجل نے انہیں ان کے مکر کا بدلہ دیا کہ ان کا مکر الٹا انہیں پر پڑا جب فرمایا اللہ نے اے عیسیٰ میں تیرے ساتھ یہ باتیں کرنے والا ہوں انصاف کیجئے اگر کچھ دشمن کسی بادشاہ ذوالاقتدار کے محبوب کو قتل کرنا چاہتے ہوں اور وہ اسے بچائے تو بچانے کے معنی یہ ہونگے کہ اسے سلامت نکال لے جائے اور ان کا چاہا نہ ہونے پائے یا یہ کہ ان کے قتل سے یوں محفوظ رکھے کہ خود موت دے دے ان کی مراد تو یوں بھی بر آئی آخر جو کسی کا قتل چاہے اسکی غرض یہی ہوتی ہے کہ یہ جان سے جائے وہ حاصل ہو گیا ان کے ہاتھوں سے نہ سہی اللہ کے ہاتھ سے سہی بخلاف اس کے کہ انہیں ان کے مالک قادر ذوالجلال والاکرام نے زندہ اپنے پاس اٹھا لیا کہ انہیں پھر بھیج کر ان خبیثوں کی شرارتیں انہیں کے دست مبارک سے نیست و نابود کرائے تو یہ سچا بدلہ ان ملعونوں کے مکر کا ہے وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ o ھٰکذا ینبغی التحقیق واللّٰہ ولی التوفیق:۔

مسلمانو ان منکروں کا ظلم قابل غور ہے ہم سے تو محض بے ضابطہ وہ جبروتی تقاضے تھے کہ ثبوت حیات صرف قرآن سے دو آیت بھی قطعۃ الدلالۃ ہو حدیث ہو بھی تو خاص صحیح بخاری کی ہو حالانکہ از روئے قواعد علمیہ ہمارے ذمے ثبوت دینا ہی نہ تھا ہماری تقریرات سے روشن ہو چکا کہ مسئلے میں مخالفین مدعی ہیں اور بار ثبوت ذمہ مدعی ہوتا ہے تو ایک تو الٹا مطالبہ اور وہ بھی ایسی تنگ قیدوں سے جو عقلاً و نقلاً کسی طرح لازم نہیں اور جب خود ان مدعی صاحبوں کو ثبوت دینے کی نوبت آئی تو وہ گل کترے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا ۶ حضرت عبد اللہ بن عباس

پرافتراء صحیح بخاری شریف پر افتراء محض بیگانہ واجنبی سے استناد نہ قرآن پر بس نہ قطعیت کی ہوس اور کیانا انصافی کے سر پر سینگ ہوتے ہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تنبیہ سوم:۔ ان نئے فیشن کے مسیحوں کا سچے مسیح رسول اللہ وکلمۃ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سوال کہ اس دوبارہ رجوع میں وہ نبی نہ رہیں گے اور وہ نبوت یا رسالت سے خود مستعفی ہوں گے یا ان کو اللہ تعالیٰ اس عہدۂ جلیلہ سے معزول کر کے امتی بنادیگا اگر از راہ نادانی ہے تو محض سفاہت وجہالت ورنہ صریح شرارت وضلالت حاش للہ نہ وہ خود مستعفی ہونگے نہ کوئی نبی نبوت سے استعفا دیتا ہے نہ اللہ عزوجل انہیں معزول فرمائیگا نہ کوئی نبی معزول کیا جاتا ہے وہ ضرور اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور ہمیشہ نبی رہیں گے اور ضرور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی ہیں اور ہمیشہ امتی رہیں گے یہ سفیہ اپنی حماقت سے نبی ہونے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی ہونے میں باہم منافات سمجھا یہ اس کی جہالت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قدر رفیع سے غفلت ہے وہ نہیں جانتا کہ ایک عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر موقوف نہیں ابراہیم خلیل اللہ وموسیٰ کلیم اللہ ونوح نجی اللہ و آدم صفی اللہ تمام انبیاء اللہ علیہم وسلم سب کے سب ہمارے نبی اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی ہیں حضور کا نام پاک نبی الانبیاء ہے۔ حدیث میں ہے حضور نبی الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لو کان موسیٰ حیا ما وسعہ الا اتباعی اگر موسیٰ زندہ ہوتے انہیں میری پیروی کے سوا کچھ گنجائش نہ ہوتی رواہ احمد والبیھقی فی الشعب عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والذی نفس محمد بیدہ لو بدالکم موسیٰ فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان حیا وادرک نبوتی لاتبعنی قسم اسکی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان پاک ہے اگر موسیٰ تمہارے لئے ظاہر ہوں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرو تو سیدھے راہ سے بہک جاؤ گے اور اگر وہ زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو ضرور میری اتباع کرتے۔ اسوقت توراۃ شریف کا ذکر تھا لہذا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام لیا ورنہ انہیں کی تخصیص نہیں سب انبیاء کے لئے یہی حکم ہے۔ یہ سفہا قرآن مجید کا تو نام لیتے اور حدیثوں سے منکر ہو کر فریب دہی عوام کے لئے صرف اسی سے استناد کا پیام دیتے ہیں مگر استغفر اللہ قرآن کی انہیں ہوا بھی نہ لگی یہ منہ اور قرآن کا نام اگر قرآن عظیم کبھی سنا بھی ہوتا تو ایسے بیہودہ سوال کا مونھ نہ پڑتا اللہ عزوجل قرآن عظیم میں فرماتا ہے وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝

فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ اور یاد کرو جب اللہ نے عہد لیا سب پیغمبروں سے جب میں تمہیں کتاب و حکمت عطا کروں پھر آئے تمہارے پاس ایک رسول تصدیق فرماتا ہوا اس کتاب کی جو تمہارے ساتھ ہے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اسکی مدد کرنا اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے پیغمبرو کیا تم نے اس بات کا اقرار کیا اور اس عہد پر میرا ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو آپس میں ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں خود تمہارے ساتھ اس عہد کا گواہ ہوں تو جو اسکے بعد پھر جائے تو وہی لوگ بے حکم ہیں۔ کیوں قرآن کا نام لینے والو کیا یہ آیتیں قرآن میں نہ تھیں۔ کیا اللہ تعالےٰ نے اس سخت تاکید شدید کے ساتھ سب انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا عہد نہ لیا۔ کیا اس عہد سے ان سب کو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا امتی نہ بنا دیا۔ کیا اس عہد لیتے وقت انہوں نے نبوت سے استعفا کیا یا اللہ عزوجل نے انہیں معزول کر کے امتی کر دیا۔ اے سفیہو اس عہد عظیم پر حضرت روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اتریں گے اور باوصف نبوت و رسالت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے امتی و ناصر دین ہو کر رہیں گے ؎

آسمان نسبت بعرش آمد فرود　۔　گرچہ بس عالیست پیش خاک تود

اس آیت کریمہ کا نفیس جانفزا بیان اگر دیکھنا چاہو تو سیدنا الوالد المحقق دام ظلہ کی کتاب مستطاب **تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین** ۱۳۰۵ کا مطالعہ کرو اور ہمارے نبی اکرم سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نبی الانبیاء ہونے پر ایمان لاؤ ؎

گرچہ شیرین دہنان بادشہانند ولے　　او سلیمان جہان ست کہ خاتم باوست

صلی اللہ تعالےٰ علیہم و بارک وسلم رہا اسکا سوال کہ کسوقت آسمان سے رجوع کریں گے اسکا جواب وہی ہے کہ ما المسئول عنہا باعلم من السائل اتنا یقینی ہے کہ وہ مبارک وقت بہت قریب آپہنچا ہے کہ وہ آفتاب ہدایت و کمال افق رحمت و جمال و قہر و جلال سے طلوع فرما کر اس زمین تیرہ و تار پر تجلی فرمائے اور ایک جھلک میں تمام کفر و بدعت نصرانیت یہودیت شرک مجوسیت نیچریت قادیانیت رفض خروج وغیرہا اقسام ضلالت سب کا سویرا کر دے تمام جہان میں ایک دین اسلام ہو اور دین اسلام میں صرف ایک مذہب اہلسنت باقی سب نہ تیغ و للہ الحجۃ السامیہ مگر تعیین وقت کہ آج سے کے سال کے ماہ باقی ہیں نہ ہمیں بتائی گئی نہ ہم جان سکتے ہیں جس طرح قیامت کے آنے پر ہمارا ایمان ہے اور اس کا وقت معلوم نہیں ؛

تنبیہ چہارم :۔ مسلمانو اللہ عزوجل نے انسان کو جامع صفات ملکی و بہیمی و شیطانی بنایا ہے جسے وہ ہدایت فرمائے

صفات ملکی ظہور کرتے ہیں اور اسے بعض یا کل ملٰئکہ سے افضل کر دیتے ہیں کہ عبدی المؤمن احب الی من بعض ملٰئکتی شریعت ان کی شعار ہوتی ہے اور تقویٰ ان کا آثار کہ لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون ٥ تواضع وفروتنی ان کی شان جبلی اور تکبر وتعلی سے تنفر کلی کہ ان الملٰئکۃ لتضع اجنحتھا لطالب العلم اور جس نے صفات بہیمی کیطرف رجوع کی بہائم واردلیل ونہار بطن وفرج کا خادم خوار اور فکر شہوات کا اسیر وگرفتار کہ اولٰئک کالانعام بل ھم اضلّ اور جس پر صفات شیطانیہ غالب آئیں تکبر وترفع اسکا دین وآئین کہ ابیٰ وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ یہ ہر وقت طلب جاہ وشہرت میں مبتلا رہتے ہیں کہ کسی طرح وہ بات نکالیے جس سے آسمان تعلی پر ٹوپی اچھلیے دور دور نام مشہور ہو خاص وعام میں ذکر مذکور ہو اپنا گروہ الگ بنائیں وہ ہمارا غلام ہم اسکے امام کہلائیں ان میں جن کی ہمت پوری ترقی کرتی ہے وہ انا ربکم الاعلٰی بولتے اور دعوے خدائی کی دکان کھولتے ہیں جیسے گذرے ہوؤں میں فرعون ونمرود وغیرہما مردود اور آنے والوں میں مسیح قادیانی کے سوا ایک اور مسیح خرنشین یعنی دجال لعین اور جو ان سے کم درجہ ہمت رکھتے ہیں کذاب یمامہ وکذاب ثقیف وغیرہما خبیثوں کی طرح ادعای رسالت ونبوت پر جھکتے ہیں اور گھٹ کی ہمت والے کوئی مہدی موعود بنتا ہے کوئی غوث زماں کوئی مجتہد وقت کوئی چنین وچنان ہندوستان جس میں مدتوں سے اسلام بے سردار ہے اور دین بے یار ومددگار نفس امارہ کی آزادیاں کھلے بندوں رہنے کی شادیاں یہاں زنگ نہ لائیں تو کہاں ہزاروں مجتہد سیکڑوں ریفارمر مقنّنان تہذیب مشرّعان نیچر کتنے ہی مہدی کتنے مذہب گر حشرات الارض کی طرح نکل پڑے اور خدا کی شان یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَیُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ جو کوئی کیسے ہی کھلے باطل مریح جھوٹ کا نشان باندھکر آگے بڑھا کچھ عقل کے اندھے قسمت کے اوندھے اسکے پیچھے ہوئے آخر یہی آدمی تھے جو فرعون کو سجدہ کرتے یہی آدمی ہونگے جو دجال کا ساتھ دینگے۔ ان صدیوں کی دوری میں مہدی تو کتنے ہی نکلے اور زمین کا پیوند ہوئے سنا جاتا ہے ایک صاحب کو پانچ پانیوں کے زور میں نئی اوپج کی سوجھی کہ مہدی بننا پرانا ہو گیا اور نرا امتی بننے میں لطف ہی کیا لاؤ عیسیٰ موعود بنیں اور ادعای الہام کی بنیاد پر نبوت کی دیوار چنیں اور ادھر عیسائیوں کا زمانہ بنا ہوا ہے اگر کہیں صلیب کے صدقے میں نصیب جاگا اور ان کی سمجھ میں آگیا جب تو جنگل میں منگل ہے سولی کے دن گئے برّے کی شادی[1] کا ڈنگل ہے یورپ وامریکہ وبرہما وانڈیا سب

---

[1]: ہاں ہاں برّے کی شادی تو ہوئی اور ہوئی بھی کس زور سے کہ آسمان ابالسہ پر ہوئی اور ہوئی بھی گھر کی گھر میں یعنی خود مرزا ماموں جی کی ان کی بھانجی محمدی سے ہوئی اور اسکی ابلیسی وحی بھی مرزا جی پر اتری کہ زوجنا کھا مگر افسوس کہ راس نہ آئی آسمانی جورو پاس نہ آئی مرزا جی کی بہن نے مرزا جی کی ایک نہ سنی اور انکی منکوحہ جورو سلطان محمد خان کو بیاہ دی مرزا جی چیخے چلائے وحیوں کا آسمان مرزا جی پر پھٹ پڑا کہ وہ ان کا رقیب تین برس کے اندر مرجائے گا۔ اور اسکی نیم جھوٹن پھر مرزا جی کو پہنچے گی مگر وہ پٹھان ایسا کڑا کہ آجتک قادیانی جی کی آسمانی جورو کو بغل میں دبے

(باقی اگلے صفحہ پر دیکھیں)

تخت اپنے ہی ہیں آپنے ہی بندے خداوند تاج وشہی ہیں پاؤں میں چاند تارے کا جوتا سر پر سورج کا تاج ہو گا باپ کو جیتے جی معزول کر کے بیٹے کا راج ہو گا اور ایسا نہ بھی ہوا تو چند گانٹھ کے پورے ہی کے اندھے تو کہیں گئے ہی نہیں یوں بھی اپنا ایک گروہ الگ طیار شہرت حاصل سرداری برقرار اس خیال کے جمانیکو جہاں ہزاروں گل کھلاتے صدہا جل کھیلے وہاں ایک ہلکا سا پیچ یہ بھی چلے کہ سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم تو مر بھی گئے اب وہ کیا خاک اتریں گے اور کیا کریں دھریں گے جو کچھ ہیں ہمیں ذات شریف ہیں ہمیں آخری امیدگاہ دین حنیف ہیں۔ ہمیں قاتل خنزیر ہمیں قاطع یہود ہمیں کاسر صلیب ہمیں مسیح موعود گویا انہیں کی ماں کو آری انہیں کا باپ معدوم احادیث متواترہ میں انہیں کے آنے کی دھوم مگر یہ ان کی نری خام ہوس ہے اور حیات وموت عیسوی میں ان کی گفتگو عبث ہم پوچھتے ہیں موت عیسوی منافی نزول ہے یا نہیں اگر نہیں اور بیشک نہیں جیسا کہ ہم مقدمۂ خامسہ میں روشن کر آئے جب تو اس دعوے سے تمہیں کیا نفع ملا اور احادیث نزول کو اپنے اوپر ڈھالنے سے کیا کام چلا اور بالفرض منافی جانیے تو یقیناً لازم کہ موت سے انکار کیجئے حیات ثابت مانیے کہ اگر موت ہوتی تو نزول نہ ہوتا مگر نزول یقینی کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ارشادات متواترہ اسکی دلیل قطعی مسلمان ہرگز کسی فریب دہندہ کی بناوٹ مان کر اپنے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ارشادات کو معاذ اللہ غلط وباطل جاننے والے نہیں جو کوئی ان کے خلاف کہے اگرچہ زمین سے آسمان تک اُڑے مسلمان اسکا ناپاک قول بد تر از بول اسی کے منہ پر مار کر الگ ہو جائیں گے اور مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے دامن پاک سے لپٹ جائیں گے اللہ تعالےٰ ان کا دامن نہ چھڑائے دنیا نہ آخرت میں آمین آمین آمین بجاہہ عندک یا ارحم الراحمین اور بفرض باطل یہ سب کچھ سہی پھر آخر تمہاری مسیحیت کیونکر ثابت ہوئی ثبوت دو اور اپنے دعوے کی غیرت کہنے کی آن ہے تو صرف قرآن سے دو وہ دیکھو قرآن کی بارگاہ سے محروم پھرتے ہو اچھا وہاں نہ ملا حدیث سے دو وہ دیکھو حدیث کی درگاہ سے خائب وخاسر پلٹے ہو خیر یہاں بھی ٹھکانا نہ لگا تو کسی صحابی ہی کا ارشاد کسی تابعی ہی کا اثر کسی امام ہی کا قول کچھ تو پیش کرو کہ احادیث متواترہ میں مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے جو نزول عیسیٰ کی بشارت دی ہے اس سے مراد کوئی ہندی پنجابی ہے جہاں جہاں ابن مریم ارشاد ہے وہاں کسی پنجابن کا بچہ مغل زادہ مراد ہے۔ اور جب ایسے بدیہی البطلان دعووں کا کہیں ثبوت نہ دے سکو ہر طرف سے ناامید ہر طرح سے باطل تو عوام کو چھلنے اور پینترے بدلنے اور ترچھے نکلنے اور الٹے لپچھلنے سے کیا حاصل۔ حضرت مسیح مع جسم وروح یا صرف روح سے بعد انتقال گئے یا جیتے جاگتے تمہیں کیا نفع اور تمہیں ذلت بے ثبوتی کیونکر دفع تمہارا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰ سے آگے:۔ بیٹھا ہے اسکا بال بھی بیکا نہ ہوا خود قادیانی ہائے جورو ہائے جورو کرتا چل بسا اور پھر ان کے مرید ہیں کہ اب تک ان کی پیشگوئیوں پر سر منڈائے بیٹھے اور ان کی نبوت ملعونہ پر ایمان لا رہے ہیں بھنگی کو بھی ایسی ذلت پہنچتی تو ڈوب مرتا مگر مرزا جی کی حیا کہ اتنے برس اپنی جائز جورو خانم کو پٹھان کی بغل میں دیکھ کے زندہ بھی رہے اور ان کی نبوت کے شیشہ کو بھی ٹھیس نہ لگی اگرچہ خون خرابا ہو گیا جس پر ایک ظریف نے کہا ہے ؎ وحی دیدش بود زوجنا کہا ☆ واقعہ نمود زوج فاکہا۔ ۱۲ منہ

مطلب ہر طرح مفقود تمہارا ادعا ہر طرح مردود پھر اس بے معنی بحث کو چھیڑ کر کیا سنبھالو گے اور عیسیٰ کی وفات سے مغل کو مرسل پنجابن کو مریم نطفے کو کلمہ اذل کو اکرم بیاہی کو کنواری ادخال کو دم کیونکر بنالو گے بالجملہ وہی دو حرف کہ مقدمہ ثالثہ ورابعہ میں گذرے ان تمام جہالات فاحشہ کے رد میں کافی ووافی ہیں وللہ الحمد ۞

تنبیہ پنجم :- بفرض باطل یہ بھی سہی کہ نزول عیسیٰ سے مراد کسی مماثل عیسیٰ کا ظہور ہے مگر مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف اتنا ہی تو ارشاد نہ فرمایا کہ نزول عیسیٰ ہوگا بلکہ اس سے پہلے بہت وقائع ارشاد ہوئے ہیں کہ یہ واقع ہو لیں گے اس کے بعد نزول ہوگا اسکے مقارن بہت احوال واوصاف بتائے گئے ہیں کہ اس طور پر اتریں گے یہ کیفیت ہوگی اسکے لاحق بہت حوادث وکوائن فرمائے گئے کہ ان کے زمانے میں یہ یہ ہوگا آخر ان سب کا صادق آنا تو ضرور ہے مثلاً **سابقات** میں روم وشام وتمام بلاد اسلام باستثنائے حرمین شریفین سب مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جانا سلطان اسلام کا شہادت پانا تمام زمین کا فتنہ وفساد سے بھر جانے کے باعث اولیائے عالم کا مکہ معظمہ کو ہجرت کر جانا وہاں حضرت امام آخر الزمان کا طواف کعبہ کرتے ہوئے ظہور فرمانا اولیائے کرام وسائر اہل اسلام کا ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا نصاریٰ کا دابق یا اعماق ملک شام میں لام باندھنا ان کی طرف مدینہ طیبہ سے لشکر اسلام کا نہضت فرمانا نصاریٰ کا اپنے ہم قوم نو مسلموں سے لڑائی مانگنا مسلمانوں کا انہیں اپنی پناہ میں لینا لشکر مسلمین کا تین حصے ہو جانا نصاریٰ پر فتح عظیم پانا فتحیاب حصے کا قسطنطنیہ کو نصاریٰ سے چھیننا ملحمۂ کبریٰ کا واقع ہونا ہزارہا مسلمانوں کا تین روز اپنے خیموں سے قسم کھا کر نکلنا کہ فتح کر لیں گے یا شہید ہو جائیں گے اور شام تک سب کا شہید ہو جانا آخر میں نصرت الٰہی کا نزول فرمانا مسلمانوں کا فتح اجل واعظم پانا اتنے کافروں کا کھیت ہونا کہ پرندہ اگر ان کی لاشوں کے ایک کنارے سے اڑے تو دوسرے کنارے تک پہنچے سے پہلے مر کر گر جائے مسلمانوں کا اموال غنیمت تقسیم کرتے میں ابلیس لعین کی زبان سے خروج دجال کی غلط خبر سن کر پلٹنا وہاں اسکا نشان نہ پانا پھر اس خبیث اعاذنا اللہ منہ کا ظہور کرنا بیشمار عجائب دکھانا مینھ برسانا کھیتی اگانا زمین کو حکم دے کر خزانے نکلوانا خزانوں کا اس کے پیچھے ہو لینا سب سے پہلے ستر ہزار یہود طیلسان پوش کا اس کافر پر ایمان لانا اس کا لشکر بننا دجال کا ایک جوان مسلمان کو تلوار سے دو ٹکڑے کر کے پھر زندہ کرنا اس مسلمان کا اس پر فرمانا کہ اب مجھے اور بھی یقین ہو گیا کہ تو وہی کانا کذاب ملعون ہے جس کے خروج کی ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی اگر کچھ کر سکتا ہے تو اب تو مجھے کچھ ضرر پہنچا پھر اس کا ان پر قدرت نہ پانا خائب خاسر ہو کر رہ جانا چالیس روز میں اس ملعون کا حرمین طیبین کے سوا تمام جہان میں گشت لگانا اہل عرب کا سمٹ کر ملک شام میں جمع ہونا اس خبیث کا انہیں محاصرہ کرنا بائیس ہزار مرد جنگی اور ایک لاکھ عورتوں کا محصور ہونا کیا تمہارے نکلنے سے پیشتر یہ سب وقائع واقع ہو لئے واللہ کہ صریح جھوٹے ہو اب جینے

مقارنات ناگاہ اسی حالت میں قلعہ بند مسلمانوں کو آواز آنا کہ گھبراؤ نہیں فریادرس آپہنچا عیسیٰ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باب دمشق کے پاس دمشق الشام کے شرقی جانب منارۂ سپید کے نزدیک دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے آسمان نزول فرمانا آتے نہائے بالوں سے پانی ٹپکنا جب سر جھکائیں یا اٹھائیں موئے مبارک سے موتیوں کا جھڑنا یہاں تکبیر ہو چکی نماز قائم ہے حضرت امام مہدی کا بامر عیسوی امامت فرمانا حضرت کا ان کے پیچھے نماز پڑھنا سلام پھیر کر دروازہ کھلوانا اسطرف ستر ہزار یہود مسلح کے ساتھ اس مسیح کذاب یک چشم کا ہونا مسیح صدیق صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی اسکا بدن گھلنا بھاگنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس کے تعاقب میں جانا باب لُد کے پاس اسے قتل فرمانا اسکا خون ناپاک اپنے نیزۂ پاک پر دکھانا کیا تم پر یہ صفات صادق ہیں کیا تم سے یہ دقائع واقع ہوئے لا واللہ صریح جھوٹے ہو۔ آگے سنیئے **واقعات عہد مبارک** سیدنا موعود مسیح محمود صلوات اللہ تعالےٰ وسلامہ علیہ کا صلیبیں توڑنا خنزیر کو قتل فرمانا جزیہ اٹھا دینا کافر سے اما الاسلام واما السیف پر عمل فرمانا یعنی اسلام لاؤ ورنہ تلوار تمام کفار روئے زمین کا مسلمان یا مقتول ہونا یہود کو گن گن کر قتل فرمانا پیڑوں پتھروں کا مسلمانوں سے کہنا اے مسلمان آیہ میرے پیچھے یہودی ہے سوا دین اسلام کے تمام مذاہب کا یکسر نیست ونابود ہو جانا روحا کے راستے سے حج یا عمرے کو جانا مزار اقدس سید اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر سلام کرنا قبر انور سے جواب آنا اور ان کے زمانے میں ہر طرح کا امن چین ہونا لالچ حسد بغض حسد کا دنیا سے اٹھ جانا شیر کے پہلو میں گائے کا چرنا بھیڑیئے کی بغل میں بکری کا بیٹھنا سانپ کو ہاتھوں میں لے کر بچوں کا کھیلنا کسی کا کسی کو ضرر نہ پہنچانا آسمان کا اپنی برکتیں اونڈیل دینا زمین کا اپنی برکات اگل دینا پتھر کی چٹان پر دانہ بکھیر دو تو کھیتی ہو جانا اونتنے اونتنے بڑے اناروں کا پیدا ہونا کہ چھلکے کے سایہ میں ایک جماعت کا آجانا ایک بکری کے دودھ سے ایک قوم کا پیٹ بھرنا روئے زمین پر کسی کا محتاج نہ رہنا دینے والا اشرفیوں کے توڑے لئے پھرے کوئی قبول نہ کرے وغیرہ وغیرہ کیا یہ تمہارے اس زمانہ پر شور وشین کے حالات ہیں کلا واللہ صریح جھوٹے ہو اسی طرح اور وقائع کثیرہ مثلاً یاجوج وماجوج کا عہد عیسوی میں نکلنا دجلہ وفرات وغیرہما دریا کے دریا پی کر بالکل سکھا دینا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بحکم الٰہی مسلمانوں کو کوہ طور کے پاس محفوظ جگہ رکھنا یاجوج وماجوج کا دنیا خالی دیکھ کر آسمان پر تیر پھینکنا کہ زمین تو ہم نے خالی کر لی اب آسمان والوں کو ماریں اللہ تعالےٰ کا ان خبیثوں کے استدراج کے لئے تیروں کو آسمان سے خون آلودہ واپس فرمانا ان کا دیکھ کر خوش ہونا کودنا پھر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے ان اشقیا پر بلائے نغف کا آنا سب کا ایک رات میں ہلاک ہو کر رہ جانا روئے زمین کا ان کی عفونت سے خراب ہونا دعائے عیسوی سے ایک سخت آندھی آکر ان کی لاشیں اڑا کر سمندر میں پھینک دینا عیسیٰ ومسلمین کا کوہ طور سے نکلنا شہروں میں از سر نو آباد ہونا چالیس سال زمین میں امامت دین وحکومت عدل آئین فرما

کر وفات پانا حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے پہلوئے مبارک میں دفن ہونا جب تم اپنی عمر جو لکھا کرآئے ہو پوری کر لو تو انشاء اللہ العظیم سب مسلمان علانیہ دیکھ لیں گے کہ حضرت عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمہیں تو گلا دبا کر تمہارے مقر اصلی کو پہنچا یا اور ان باقی واقعوں سے بھی کوئی تم پر صادق نہ آیا پھر تم کیونکر مماثل عیسیٰ و مراد احادیث ہو سکتے ہو اگر کہئے ہم حدیثوں کو نہیں مانتے ۔ جی یہ تو پہلے ہی معلوم تھا کہ آپ منکر کلام رسول اللہ ہیں صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم ۔ مگر یہ تو فرمائیے کہ پھر آپ مسیح موعود کس بناء پر بنتے ہیں کیا قرآن عظیم میں کوئی ایت صریحہ قطعیۃ الدلالۃ موجود ہے کہ عیسیٰ کا نزول موعود ہے تو بتاؤ اور نہیں تو آخر یہ موعود موعود کہاں سے گا رہے ہو انہیں حدیثوں سے جب حدیثیں نہ مانو گے موعودی کا پھندنا کس گھر سے لاؤ گے ۔

سہ شرم بادت از خدا و از رسول ؛ مگر بحمد اللہ مسلمان کبھی ایسی زٹلیات پر کان نہ دھریں گے کیا ممکن ہے ، معاذ اللہ معاذ اللہ وہ ارشادات مصطفیٰ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو جھوٹا جانیں اور ان کے مخالف کو سچا حاش للہ حاش للہ اور پھر مخالف بھی وہ جو خود انہیں ارشادات کے سہارے اپنے خیالی پلاؤ پکاتا ہو تمہارے موعود بننے کو تو حدیثیں سچی مگر تطبیق او صاف و وقائع کے وقت جھوٹی اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۚ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ **جواب سوال اخیر**: اب نہ رہا مگر سائل کا حضرت امام مہدی و اعور دجال کی نسبت سوال بتوفیق اللہ تعالٰے اسکے جواب لیجئے **قولہ** حضرت امام مہدی اور دجال کا ہونا قرآن شریف میں ہے یا نہیں **اقول** ہے اور بہت تفصیل سے **قولہ** ہے تو اسکی آیت **اقول** ایک نہیں متعدد ۔ دیکھو سورۂ والنجم شریف آیت تیسری اور چوتھی سورۂ فتح شریف آخر آیت کا صدر ۔ سورۂ قدب القرآن مبارک کی پہلی چار آیتیں ۔ وغیر ذلک مواقع کثیرہ **جواب دوم** دیکھو مقدمۂ اولیٰ **جواب سوم** قادیانی کا نکلنا اسکا عیسیٰ موعود ہونا قرآن شریف میں ہے یا نہیں اگر ہے تو اسکی آیت اور نہیں تو وجہ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۖ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ الحمد للہ کہ یہ مختصر جواب ۲۲ رمضان مبارک روز جان افروز دوشنبہ ۱۳۱۵ھ کو حلیہ پوش اختتام اور بلحاظ تاریخ **الصارم الربانی علی اسراف القادیانی** نام ہوا وصلی اللہ تعالٰے علیٰ سیدنا و مولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین واللہ سبحٰنہ وتعالٰے اعلم وعلمہ جل مجدہ احکم

کتبہ: محمد ن المعروف بحامد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمد ن المصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم

حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

حصہ سوم از فتاویٰ صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

مستورات اور پردہ

مسلم خواتین کی عزت و حرمت اور ان کا پردہ صدہا سال سے دنیا میں ضرب المثل ہے۔ لیکن اس زمانہ میں مغربی تعلیم مسلمانوں کو نصرانیت کی طرف کھینچ رہی ہے۔ اور وہ حکمراں قوم کے معائب کو بھی ہنر سمجھ کر فخریہ تقلید برتتے ہوئے ہیں۔ بیجا اصرار اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اپنے طریق عمل کو صحیح ثابت کرنے کے لئے شرعی احکام سے بھی انکار کر دیا جاتا ہے جو اصحاب بے پردگی کے حامی ہیں وہ پردہ کے خلاف تقریریں کرتے ہیں اور مسلمانوں کو مغالطہ میں ڈالتے ہیں کہ پردہ خود شریعت کے خلاف اس لئے ہم حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ کے محققانہ فتوے کو جس سے پردہ کی شرعی حیثیت صاف معلوم ہوتی ہے مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے پیش کرتے ہیں اللہ تعالےٰ نفع دے۔ آمین ؛

فتویٰ

غیر محرم عورت کو بے پردہ مرید کرنا کیسا ہے؟ زید کہتا ہے جائز ہے کسی طرح کا حرج نہیں۔ پردہ سے بے ایمان لوگ مرید کیا کرتے ہیں۔ اور بکر کہتا ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فتاویٰ رضویہ کتاب النکاح حصہ دوم صفحہ ۱۲ پر تحریر کیا ہے کہ مرید کو اپنے پیر کے سامنے بے پردہ آنا ناجائز ہے لہٰذا ناجائز ہے تو زید کا کہنا صحیح ہے یا بکر کا قول؟ ؛

الجواب بعون الوھاب:۔ عورتوں کے لئے شریعت طاہرہ نے غیر مردوں سے پردہ کا حکم دیا۔ قرآن پاک میں فرمایا یاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ۔ یعنی اے ایمان والو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکانوں میں نہ داخل ہو جب تک اذن نہ پاؤ۔ اس آیت سے صاف طور پر پردہ کا حکم ثابت ہے۔ اور اس سے بڑھ کر

---

[۱] حاشیہ صفحہ ۵۴:۔ الحمد للہ کہ حضرت مصنف کی پیشگوئی صادق ہوئی مرزا کادیانی ۱۳۲۶ھ میں اپنے مقر میں ڈھکیل دیا گیا اور اصلاً ایک واقعہ ایک حرف بھی اس پر صادق نہ آیا۔ مرزا جی نے جو اپنی عمر کی وحی ابلیسی بتائی تھی اس میں بھی اس کے وحی دہندہ نے غچا کھایا یا قصداً انہیں مسخرہ بنا کر غچا دیا کہ ۸۳ برس کی عمر پائیں گے حالانکہ کچھ اوپر ساٹھ ہی میں سانٹھ ماروں نے سیکڑے ڈال کر ان کو لوبھی میں جھونک دیا۔ وہی شیطانی وحی کا جملہ جو آسمانی جورو کے بارے میں مرزا جی پر برابر اترا تھا کہ زوجنا کھا شان الہٰی کہ اسی سے ایک ظریف نے مرزا قادیانی کی تاریخ موت نکالی یوں کہ اس میں تین لفظ ہیں زوج عدد عدد ۱۶ نا ک عدد ۱۱ ھا عدد ۱۶ تینوں بالترتیب تین مرتبہ احاد و عشرات و میں رکھئے ۱۶ ۱۱ ۱۳۲۶ ہوئے الہام اسے کہتے ہیں ۱۲

تصریح یوں فرمائی ہے وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مسلما فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ اور جب تم ان سے متاع مانگو تو پردہ کے باہر سے مانگو۔ تفسیر احمدی میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں هٰذِهِ الاٰية هي الاية التي يفهم منها ان يحتجب النسآء من الرجال یعنی یہی آیت ہے جس سے یہ حکم معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں مردوں سے پردہ کریں اس آیت کا نزول اگرچہ حضور انور علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیات کی ازواج کے حق میں ہے لیکن حکم عام ہے اور تمام مومنہ عورتوں کو شامل۔ تفسیر احمدی میں ہے لان موردها ان كان خاصًا في حق ازواج رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم لكن الحكم عام لكل من المؤمنات فيفهم منه ان يحتجب جميع النسآء من الرجال ولا يبدين انفسهن عليهم یعنی اس آیت کا مورد اگرچہ خاص ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے حق میں۔ لیکن ہر ایک ایماندار عورت کے لئے عام ہے۔ اس آیت سے سمجھا جاتا ہے کہ تمام عورتیں مردوں سے پردہ کریں۔ اور اپنے نفس کو ان پر ظاہر نہ کریں۔ دوسری آیت میں ارشاد ہوا يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا۔ مطلب یہ کہ اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ داخل ہو یہانتک کہ اجازت لو اور سلام کر وان کو گھر والوں پر تَسْتَاْنِسُوْا کے معنیٰ تَسْتَاْذِنُوْا کے ہیں۔ اور حضرت اُبی کی قرأت میں تَسْتَاْذِنُوْا ہی آیا ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے قلنا یا رسول اللّٰه ما الاستيناس قال يتكلم الرجل بالتسبيحة والتكبير والتحميد او يتنحنح ليوذن اهل البيت۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ استیناس سے کیا مراد ہے۔ فرمایا آدمی سبحان اللہ یا اللہ اکبر یا الحمد للہ پڑھے۔ یا کھکارے (گلے سے آواز کرکے) تاکہ گھر والے اجازت دیں۔ دوسری حدیث میں ہے التسليم ان يقول السلام عليكم ا ادخل، ثلٰث مرات فاذا اذن له دخل والا رجع۔ یعنی تسلیم سے مراد یہ ہے کہ آدمی یہ کہے السلام علیکم کیا میں داخل ہوں؟ اس پر اگر اسکو اجازت دی جائے تو مکان میں داخل ہو۔ ورنہ واپس ہو جائے۔

دوسری آیت میں ارشاد ہوا قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ط ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ٥ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ٥ مطلب یہ ہے کہ اے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ایمان لانے والوں سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں پست کریں اور اپنے اندام

خاص کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لئے پاکیزہ ہے۔ بیشک اللہ خبردار ہے اسکا جو وہ کرتے ہیں۔ اور ایماندار عورتوں سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں چھپائیں اور اپنے اندام مخصوص کی نگہبانی کریں۔ اور اپنی زینت مواضع یعنی ان اعضاء کو جن پر وہ سنگھار استعمال کرتی ہیں ظاہر نہ کریں مگر جو خود ہی ظاہر ہے۔ اور چاہیئے کہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالیں اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں کے لئے یا اپنے باپوں یا اپنے شوہروں کے باپوں یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہروں کے بیٹوں یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں یا اپنی عورتوں یا اپنی کنیزوں یا اپنے نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں۔ یا وہ بچہ جس کی عورتوں کی شرم کی چیزوں پر نگاہ نہیں ہے اور عورتیں اپنے پاؤں نہ ماریں جس سے ان کی چھپی ہوئی زینت جانی جائے۔ اور اے ایمان دارو! تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ ؞

اس آیت مبارکہ میں چند حکم ہیں۔ مردوں کا عورتوں کی طرف۔ عورتوں کا مردوں کی طرف نظر نہ کرنا۔ اندام خاص کی حفاظت کرنا عورتوں کا اپنے سنگھار کے مواقع یعنی ان اعضاء کا ظاہر کرنا جن پر وہ سنگھار استعمال کرتی ہیں۔ اس حکم سے شوہروں۔ باپوں۔ شوہروں کے باپوں بیٹوں۔ شوہروں کے بیٹوں۔ بھائیوں۔ بھتیجوں۔ بھانجوں۔ مسلمان عورتوں۔ مملوکوں۔ بے خواہش مردوں۔ بچوں کا مستثنیٰ ہونا پاؤں کا اسطرح نہ مارنا جس سے زیور کی آواز غیر مرد سنے ؞

پردہ کی انتہا ہے مردوں کو عورتوں سے۔ اور عورتوں کو مردوں کے دیکھنے کی ممانعت ہے۔ اور شریعت طاہرہ کو پردہ میں یہاں تک مبالغہ مقصود ہے کہ ان کے زیور کی آواز بھی غیر مرد نہ سننے پائے۔ البتہ ماظہر کے استثناء سے بعض روایات پر نظر کر کے ایک گروہ اسطرف گیا ہے کہ چہرہ اور ہاتھ اور قدم چھپانا ضروری نہیں ہے۔ جب کہ نظر بد سے امن ہو۔ چنانچہ تفسیر احمدی میں ہے والی الحرۃ الاجنبیۃ مطلقا ان لم یأمن من الشھوۃ وماسوی الوجہ والکف والقدم ان امن منھا یعنی حرہ اجنبی کی طرف نظر مطلقاً حرام ہے اگر شہوت سے امن نہ ہو۔ اور اگر امن ہو تو چہرہ اور گٹوں تک ہاتھ اور ٹخنوں تک پاؤں کے سوا باقی ہر حصہ بدن کیطرف نظر کرنا حرام ہے ؞

آج کون کہہ سکتا ہے کہ عورتیں چہرہ کھولے پھریں اور نگاہ بد سے امن ہو تو کوئی بری نظر سے انہیں دیکھے ہی نہیں۔ جب یہ بات نہیں ہے۔ تو ہاتھ پاؤں اور قدم کا کھولنا اور سکی طرف نظر کرنا بھی جائز نہیں۔ یہ حکم تو اس قول پر تھا کہ لایبدین زینتھن کو مسئلہ نظر میں وارد پایا جائے۔ لیکن بیضاوی کی تحقیق اسکے خلاف ہے۔ وہ فرماتے ہیں الاظھر ان ھذا فی الصلوۃ لا فی النظر فان کل بدن الحرۃ عورۃ ولا یحل لغیر الزوج والمحرم النظر الی شیٔ منھا الا ضرورۃ کالمعالجۃ وتحمل الشھادۃ یعنی اظہر یہ ہے کہ یہ حکم نماز میں ہے کہ عورت اپنا تمام بدن سوائے گٹوں تک ہاتھوں اور قدموں کے چھپائے یہ نظر کا حکم نہیں۔ اس لئے کہ تمام بدن حرہ کا عورت اور قابل پردہ ہے اور شوہروں اور محرموں کے سوا کسی کو اسکے بدن

کے کسی حصہ کی طرف نظر کرنا حلال نہیں۔ مگر بضرورت مثل معالجہ اور تحمل شہادت کے کہ جب شاہد کو ضرورت ہو تو وہ موضع شہادت کو دیکھ سکتا ہے۔ اس تحقیق کی بناء پر شہوت اور نظر بد سے امن ہونے کی صورت میں بھی تمام بدن کا مع چہرہ اور ہاتھوں اور پاؤں کے چھپانا اور پردہ کرنا لازم ہے اور کسی حصہ کی طرف نظر کرنا بھی حلال نہیں ⁂

احادیث

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لعن اللّٰہ الناظر والمنظور الیہ کہ اللہ تعالیٰ غیر کی عورت کو دیکھنے والے پر اور جسکو دیکھا گیا ہے اس پر لعنت کرے ⁂

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر عورت کو دیکھنا مرد کے لئے ناجائز اور سبب لعنت ہے۔ اسی طرح جو عورتیں بے پردہ رہیں اور ایسا موقع دیں کہ خواہ مخواہ لوگوں کی نگاہیں اُن پڑیں۔ و نیز حضور نے ان پر لعنت فرمائی۔ ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المرأۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفھا الشیطٰن عورت مستور اور قابل پردہ ہے۔ اور اسکا حق بھی ہے کہ وہ چھپے۔ جب باہر نکلتی ہے تو شیطان اسکی طرف نظر اٹھاتا ہے۔ اس حدیث میں پردہ کا بیان اور بے پردگی کی مضرت کا اظہار ہے کہ بے پردگی کی حالت میں شیطان اسکی طرف نظر اٹھاتا ہے اور اسکو اغوا کرنے اور اسکے ذریعہ سے دوسروں کو گمراہ کرنے کا موقع پاتا ہے ⁂

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ باہر نکلنے والی عورت کی طرف جو لوگ نظریں ڈالتے ہیں۔ ان کو شیطان فرمایا گیا ہو۔ بخاری اور مسلم میں حضرت شیبہ ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایاکم والدخول علی النسآء فقال رجل یارسول اللّٰہ ارأیت الحمو قال الحمو الموت۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا تم اپنے آپ کو عورتوں پر داخل ہونے سے بچاؤ۔ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! دیور۔ جیٹھ وغیرہ یعنی ان لوگوں کے لئے کیا حکم ہے جو عورت کے شوہر کے رشتہ دار ہوں؟ حمو عربی زبان میں شوہر کے رشتہ داروں کو کہتے ہیں سوائے اسکے آباء و ابناء کے حضور نے فرمایا حمو موت ہے۔ یعنی اس سے پردہ اور پرہیز بہت زیادہ ضروری ہے۔ حضور نے مخنثوں تک کو مکان میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی۔ بخاری و مسلم میں بروایت ام المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی ہے کہ حضور نے فرمایا لا یدخلن ھٰؤلآء علیکم یہ لوگ ہرگز تم پر داخل نہ ہوں ⁂

ترمذی و ابوداؤد میں ام المومنین اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ وہ اور اُمّ المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں کہ ابنِ اُمّ مکتوم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور

کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ نابینا تھے۔ باوجود اسکے حضور نے ان دونوں پاک بیبیوں کو حکم فرمایا کہ وہ پردہ کریں۔ حضرت اُمِ سلمہ نے عرض کیا یارسول اللہ وہ نابینا ہیں ہمیں دیکھ نہیں سکتے؟ حضور نے فرمایا افعمیاوان انتما السمتا تبصرانہ کیا تم بھی نابینا ہو۔ کیا تم انہیں نہیں دیکھ سکتیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شخص نابینا سے بھی پردہ چاہیئے۔ اور عورت بھی غیر مرد کو نہ دیکھے۔ شریعت طاہرہ میں پردہ کا کس قدر انتظام ہے۔ ابوداؤد میں حضرتِ عبداللہ ابن بشر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا اتی باب قوم لم یستقبل الباب من تلقاء وجھہ ولکن من رکنہ الایمن او الایسر (الحدیث) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب کسی قوم کے دروازہ پر تشریف فرما ہوتے تو دروازہ کے سامنے رخ کرکے قیام نہ فرماتے۔ داہنے یا بائیں بازو پر قیام فرما کر السلام علیکم فرماتے۔ حضور کو خود یہ احتیاط ہے کہ کسی کے دروازہ پر تشریف بھی لے جائیں تو دروازہ سے ہٹ کر قیام فرمائیں کہ کہیں سامنے کھڑے ہونے سے نظر مبارک گھر والوں پر نہ پڑ جائے۔ باوجودیکہ آں سرورِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نظرِ انور سراپا شفقت و رحمت و کرم ہے۔ اور اس امت کے لئے آپ مثل والد کے ہیں۔ بلکہ ہر ایک رسول کو اپنی امت سے یہی نسبت ہوتی ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ لمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں ثم انہٗ قد ثبت انہ صلی اللہ علیہ وسلم کالاٰبِ بالنسبۃ الی امتہ لیکن باوجود اسکے حیا کا بادشاہ اپنی نظرِ پاک کو اپنی کنیزوں پر واقع ہونے سے بچائے۔ اس میں امت کو حیا اور پردہ کی کیسی ابلغ تعلیم ہے۔ اور عقلاً بھی حفظ ناموس و آبرو و حیاء حمیت کے لئے پردہ نہایت ضروری ہے۔

درمختار میں ہے وتمنع المرأۃ الشابۃ من کشف الوجہ بین الرجال لا لانہٗ عورۃ بل لخوف الفتنۃ ملکسہ وان امن الشھوۃ جوان عورت کو مردوں میں چہرہ کھولنے سے منع کیا جائے اس لئے نہیں کہ چہرہ عورت ہے بلکہ فتنہ کے خوف سے۔

ردالمحتار میں ہے والمعنی تمنع من الکشف لخوف ان یری الرجال وجھھا فتقع الفتنۃ لانہ مع الکشف قد یقع النظر الیھا بشھوۃ مطلب یہ ہے کہ عورت کو چہرہ کھولنے سے بایں اندیشہ منع کیا جائے کہ مرد اس کا چہرہ دیکھیں گے تو فتنہ واقع ہوگا کیونکہ چہرہ کھلا ہونے کی حالت میں کبھی اسکی طرف شہوت سے نظر پڑتی ہے۔ ان لوگوں کی عورتوں پر افسوس جو نصاریٰ کی تقلید میں اپنی عورتوں کو بے پردہ لئے پھرتے ہیں۔ اور مجمعوں میں ہر قسم کے لوگ انکو دیکھتے اور بدنگاہیں ان پر پڑتی ہیں۔ وہ مردوں سے ہاتھ ملاتی ہیں۔ اور یہ شرع میں جوان عورتوں کے لئے کسی حال میں بھی جائز نہیں۔ خواہ شہوت سے امن بھی ہو۔ جدید تعلیم یافتہ عورتیں مردوں سے بے تکلف کلام کرتی ہیں۔ بلند آواز سے بولتی ہیں۔ مجمعوں میں تقریر

کرتی ہیں، شعر گاتی ہیں۔ انہیں خبر نہیں کہ عورتوں کو مردوں سے بلند آواز کے ساتھ کلام کرنا جائز نہیں۔ شریعت میں عورت کی آواز یہاں تک محفوظ رکھی گئی کہ آذان دینا بھی جائز نہیں۔ اگر امام سہو کرے تو عورت کو سبحان اللہ کہنے کی بھی اجازت نہیں۔ اسے چاہئے اپنے ہاتھ کی پشت پر ہاتھ مار کر آواز کرے تاکہ امام اپنے سہو پر متنبہ اور آگاہ ہو۔ رد المحتار میں نوازل سے منقول ہے نغمة المرأة عورة وتعلمها القرآن من المرأة احب۔ اسی میں امام ابو العباس قرطبی سے منقول ہے ولا یجوز لهن رفع اصواتهن تمطیطها وتلیینها وتقطیعها لما فی ذلک من استمالة الرجال الیهن وتحریک الشهوات منهم ومن هذا لم یجز ان تؤذن المرأة۔ در المختار میں سرنبلالیہ سے نقل کیا ہے ولا یکلم الاجنبیة الا عجوزاً عطست او سلمت فیشمتها ویرد السلام الیها والا لا یعنی غیر عورت سے کلام نہ کرے سوائے بوڑھی عورت کے جسکو چھینک آئے یا وہ سلام کرے تو اسکو یرحمک اللہ کہدے یا سلام کا جواب دیدے۔ اور اگر بوڑھی نہ ہو تو یہ بھی نہیں۔ رد المحتار میں ہے وان لم تکن عجوزاً بل شابة لا یشمتها ولا یرد السلام بلسانه یعنی اگر عورت بوڑھی نہ ہو جوان ہو تو اسکی چھینک پر تشمیت بھی نہ کرے اور زبان سے اسکے سلام کا جواب بھی نہ دے۔ قاضی خان میں ہے ان کانت عجوزاً رد الرجل سلاماً بلسانه بصوت تسمع وان کانت شابة رد علیها فی نفسه۔ عورت بوڑھی ہو تو مرد اسکے سلام کا زبان سے ایسی آواز کے ساتھ جواب دے جسکو وہ سن لے۔ اور اگر وہ جوان ہو اور سلام کرے تو اسکے سلام کا اپنے دل میں جواب دے۔ در مختار میں ہے فان خافت الشهوة او شک امتنع نظره الی وجهها فحل النظر مقید بعدم الشهوة والا فحرام وهذا فی زمانهم واما فی زماننا فمنع من الشابة (قهستانی وغیره) الا النظر والمس لحاجة۔ اگر غیر عورت کے دیکھنے میں شہوت کا اندیشہ ہو۔ یا شک ہو تو اسکے چہرہ کی طرف دیکھنا ممنوع ہے۔ پس نظر کی حلت۔ عدم شہوت کی قید کے ساتھ مقید ہے۔ یہ نہ ہو تو غیر عورت کے چہرہ کی طرف نظر کرنا حرام۔ یہ حکم تو زمانہ سلف کا ہے (جو زمانہ تقویٰ اور پاکبازی کا تھا اور نفوس ذکی تھے)، لیکن ہمارے زمانہ میں جوان عورت کو منع کیا جائے۔ مگر بشرط ضرورت اسکے چہرہ کی طرف نظر جائز ہوگی۔ عدم شہوت سے مراد یہ ہے کہ شہوت نہ ہونے کا یقین ہو۔ چنانچہ علامہ شامی نے قہستانی سے نقل کیا وشرط لحل النظر الیها والیه الامن بطریق الیقین من الشهوة۔ یعنی غیر مرد کے عورت کی طرف۔ اور عورت کے مرد کی طرف دیکھنے کی حلت اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ شہوت سے امن کا یقین ہو۔ اور شک ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ شہوت کا ہونا اور نہ ہونا کوئی یقینی نہ ہو۔ چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں معناه استواء الامرین تاترخانیه رد المحتار میں ہے قال فی التاترخانیه وفی شرح الکرخی النظر الی وجه الاجنبیة الحرة لیس بحرام ولکنه یکره ویکره بغیر حاجة اه وظاهره الکراهة ولو بلا شهوة۔ یعنی تاتار خانیہ اور شرح کرخی نے کہا ہے کہ غیر عورت

کے چہرہ کی طرف نظر کرنا حرام نہیں لیکن بے ضرورت مکروہ ہے۔ ظاہر مطلب یہ ہے کہ غیر عورت کے چہرہ کو بے شہوت دیکھنا بھی مکروہ ہے۔ یعنی اگر شہوت نہ ہونے کا یقین ہو جب بھی بے ضرورت دیکھنا جائز نہیں اور شہوت سے دیکھنا تو حرام ہے۔ در مختار میں ہے والا فحرام۔ شامی میں ہے ان کان عن شھوۃ حرام یہ حکم کہ غیر عورت کے چہرہ کو بے ضرورت دیکھنا حرام نہیں مکروہ ہے۔ اس کی نسبت صاحب در مختار نے فرمایا کہ یہ حکم سلف صالحین کے زمانہ کا ہے جو عہد تقویٰ اور دینداری کا تھا اور ہمارے زمانہ میں جوان عورت کو بے ضرورت دیکھنا بغیر شہوت کے بھی حلال نہیں۔ اب مسئلہ بعون اللہ تعالےٰ واضح ہو چکا تو اب سمجھنا چاہیئے کہ پیر اگر عورت کا محرم نہیں ہے اجنبی اور غیر شخص ہے۔ تو اس سے بھی پردہ لازم ہے۔ اور اگر وہ پردہ نہیں کرتا تو گنہگار ہے۔ اور عورتوں کو اسکے سامنے آنا جائز نہیں۔ البتہ اگر پیر صاحب صلاح و تقویٰ اور شیخ فانی ہو جوانی کی امنگیں مرچکی ہوں اور قوائے شہوانیہ میں حرکت نہ رہی ہو تو عورتیں اسکے سامنے اعضاء کو چھپا کر محرم کی طرح سے آسکتی ہیں۔ جیسا کہ آیت کریمہ میں ارشاد ہوا غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اور ردالمحتار میں ہے ولهذا ان تصافح الشيوخ فى شفاء من الكرمينى العجوز شهوتها والشيخ الذى لا يجامع مثله بمنزلة المحارم

زید کا قول کہ پردہ سے بے ایمان لوگ مرید کیا کرتے ہیں۔ نہایت قبیح اور سخت شنیع ہے۔ اس سے اصحاب زہد و ورع پر بے ایمانی کا الزام دیا جاتا ہے۔ اور بے ایمان کافر ہوتا ہے۔ چاہیئے کہ زید اپنے اس نالائق کلمہ سے توبہ کرے۔

ہر ایک پیر جو جوان ہو، خواہ صالح متقی ہو، اسکو مریدہ سے پردہ لازم ہے۔ پیری کچھ شرع کے احکام سے مستثنیٰ نہیں کر دیتی۔ البتہ وہ بوڑھا جس میں شہوانی جذبات نہ رہے۔ اور نفسانی امنگوں سے خالی ہو گیا۔ اگر وہ صالح ہو تو عورتیں اس طرح اس کے سامنے آسکتی ہیں جسطرح اپنے محرم کے سامنے۔ خواہ پیر ہو یا نہ ہو۔

مسئلہ بعون اللہ تعالےٰ نہایت وضاحت کے ساتھ مدلل طریقہ پر عرض کیا گیا۔ اللہ تعالےٰ اسکو اپنے بندوں کے لئے ذریعہ ہدایت فرمائے۔ اور ہمیں سب کو اپنی راہ رضا پر چلائے۔ آمین یا رب العالمین وصلی اللہ تعالےٰ علی خیر خلقہ سید الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین محمد رحمۃ للعالمین وعلیٰ آلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین اجمعین۔

فتویٰ

سوال :- (۱) آیات ذیل کی مطابقت باہمی بدلائل قرآنی سورہ سبا کی آیت (۲۹) وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا سے فرما دیجئے کیونکہ قرآن شریف اور آنحضرت (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) تمام دنیا کے انسانوں اور قوموں کی ہدایت کے واسطے نازل ہوئے ہیں۔ تو آیات ذیل میں خصوصیت خاص قوم کی کیوں کی گئی ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ آپ کی رسالت انبیاء علیہم السلام کی قوم پر نہ تھی :- لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا أَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ

یَهْتَدُوْنَ ٥ (سورۃ سجدہ آیت ۳) لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ٥ (سورۃ یٰسٓ آیت ۶)؟

(۲) نماز میں جو درود شریف پڑھے جاتے ہیں ان میں کونسی ایسی برکت ورحمت ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل میں موجود تھی اور آنحضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور آپ کی آل کے واسطے ابتدائے اسلام سے اب تک برابر مانگ رہے ہیں اور وہ پوری ہونے کو نہیں آتی بظاہر اس سے افضلیت میں نقص پایا جاتا ہے؟

(۳) نبی۔ رسول کی جامع تعریف اور ان کا فرق بتائیے؟

(۴) دیگر انبیاء علیہما السلام کی امتوں پر بروئے قرآن شریف کیا کیا فضیلت و انعامات خاص امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔؟

الجواب بعون الکریم الوھاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

(۱) آیات مذکورہ میں اصلاً اختلاف نہیں۔ نہ آیت سورۂ سجدہ یا سورۂ یٰسٓ سے کسی قسم کا کوئی شبہ پیدا ہوتا ہے۔

اولاً اس لئے کہ ثبوت شے نفی ماعدا کی دلیل نہیں ہوتا۔ تو کسی قوم کے لئے آپ کا نذیر ہونا دوسری اقوام کے نذیر ہونے کا انکار نہیں۔ اگر کسی شخص کو کہا جائے کہ یہ حکیم ہیں۔ تو اسکے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ وہ رئیس نہیں ہیں۔ ورنہ خصوصیت کے ساتھ حکیم ہونے کا ذکر کیوں کیا جاتا۔ یا کسی شخص کو کہا جائے کہ آپ اس گاؤں کے زمیندار ہیں۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اور کسی گاؤں کے زمیندار نہیں۔ یا کسی استاد سے کہا جائے کہ یہ لڑکا آپ کی شاگردگی میں اس لئے دیا گیا کہ آپ اسکے اخلاق کی درستی کریں۔ اسکا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ آپ اسکے سوا اور کسی لڑکے کے استاد ہی نہیں۔ ایسا سمجھنا سراسر جہل و نادانی ہے۔

قرآن پاک کی آیات خود دلالت کرتی ہیں کہ بعض مقامات پر حسب موقع بعض افراد کا ذکر کرنا فی ومنافی عموم نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کا خالق ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ دونوں آیتوں میں مخالفت ہے۔ اور دوسری آیت سے شبہ ہوتا ہے کہ انسان اور اسکے عمل کے سوا کائنات میں سے اور کسی چیز کا اللہ تعالیٰ خالق نہیں ہے۔ معاذ اللہ۔ ایک آیت میں ارشاد ہوا یٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ اے لوگو اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمکو پیدا کیا۔ دوسری آیت میں ارشاد فرمایا یٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا اے لوگو تم اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تمکو ایک جان سے پیدا کیا۔ اور اس سے اسکی زوجہ کو پیدا کیا۔ کیا کوئی نادان کہہ سکتا ہے کہ ان آیتوں سے شبہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے صرف انسانوں ہی کا خالق ہے اور کسی

چیز کا نہیں۔ والعیاذ باللہ تعالےٰ۔ اگر صرف ایک قوم کے لئے نذیر ہونے کا ذکر کیا جاتا تو بھی وہ دوسری قوم کے حق میں نذیر نہ ہونے کی دلیل نہ ہو سکتا۔ چہ جائیکہ سورۂ سباء کی آیت میں ارسالِ عام کا صاف وصریح ذکر موجود ہے۔ پھر شبہ کا کیا محل۔ علاوہ بریں اور بہت سی آیات اس مدعا کی مثبت ہیں وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ، وَلِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا وغیرہا من الآیات۔

ثانیاً سائل کا یہ قول کہ آیات ذیل میں خصوصیت خاص قوم کی کیوں کی گئی۔ یہ سوال ایک غلط دعوے پر مشتمل ہے۔ ان آیات میں کسی قوم کی خصوصیت نہیں کی گئی کہ حضور صرف اسی قوم کے تھے۔ یا خاص اسی قوم کے لئے نذیر بنائے گئے۔ اس معنے پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ آیات میں نہیں۔ یہ قرآنِ پاک پر افتراء ہے۔ اس میں یہ نہیں فرمایا گیا لتنذر الا قومًا مآ اتٰهم جس سے خصوصیت سمجھی جائے۔ ذکرِ خاص، تخصیص عام نہیں ہوتا۔ اگر زید کو کہا جائے کہ وہ بکر کا باپ ہے تو اسکے یہ معنی نہیں کہ وہ　　ر کا باپ نہیں۔ خاص ایک بیٹے کا ذکر کرنا زید کے باپ ہونے کی اسی کے ساتھ تخصیص نہیں کرتا ہاں اگر یہ کہا جاتا کہ زید بکر ہی کا۔ یا صرف بکر کا باپ ہے۔ تو تخصیص ہوتی۔ آیت میں ایسا کہاں ہے۔

ثالثاً آیات سورۂ سجدہ وسورۂ یٰسین میں قوم خاص مراد ہونے پر معترض کے پاس کونسی دلیل قطعی ہے۔ حاشیہ تفسیر جلالین۔ جمل میں قومًا کی تفسیر میں فرمایا ای العرب وغیرھم۔ اس تفسیر پر سارے ہی عرب وعجم مراد ہیں۔ تو خصوص بھی ندارد۔ چہ جائیکہ تخصیصِ ارسال۔

ع۲: سوال نہایت بیہودہ ہے اور عقل وعلم سے بہت ہی دور ہے۔ اوّل تو مشتبہ یہ ہیں حقیقۃً وجہ شبہ کی کثرت وفوت ضرور نہیں۔ شہرت کافی ہے کما لا یخفی اھل العلم اعتراض تو بس ختم ہو گیا۔ لیکن اسکو سمجھے تو وہ جسکو علم سے کچھ واسطہ ہو۔ عام آدمی بھی اپنے محاورات میں اتنا سمجھتے ہیں کہ جب ایک کریم بادشاہ داد ودہش پر آئے اور اپنے غلاموں اور حاشیہ برداروں کو انعام دے۔ اسوقت اعیانِ دولت۔ اور وزرائے سلطنت عرض کریں۔ جیسا ان غلاموں پر کرم ہوا ہے ہم نیازمندوں پر بھی نظر توجہ ہو۔ تو اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ پانچ پانچ روپے کے ملازموں کو دس دس روپے انعام دیا گیا ہے۔ تو ان کی مثال پیش کر کے ہم بھی نظرِ عنایت کے امیدوار ہیں۔ ہمیں سات آٹھ روپے یا غایت یہ کہ ان کے برابر دس دس روپئے انعام دے دیا جائے۔ ایسا کوئی انتہا درجہ کا بدعقل سمجھے تو سمجھ سکتا ہے۔ ورنہ جسے اللہ تعالےٰ نے عقل دی ہے وہ تو یہی سمجھے گا جس طرح ان کے لئے جیسا انعام شایاں تھا وہ انہیں دیا۔ ایسے ہی ہمارے لئے تیرے کرم سے جو شایاں ہو وہ ہمیں عنایت فرما۔ تو اب فضیلت میں وہ حاشیہ بردار فائق ہونگے یا وزراء واعیان سلطنت۔ اتنی موٹی بات بھی سمجھ میں آجاتی تو معترض ایسا بھدا بھونڈا لایعنی اعتراض نہ کرتا۔ دوئم: یہ بات کسقدر بعید از عقل ہے جو وہ کہتا ہے کہ ابتدائے اسلام سے سارے مسلمان مانگ رہے

ہیں اور وہ پوری ہونے کو نہیں آتی۔ یہی ہے اسکو حضور پر نور سید الانبیاء صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وبارک وسلم کی عظمت شان معلوم ہو جاتی۔ اگر وہ عقل رکھتا۔ ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ درود شریف حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات اور آپکی آل کے حق میں دعائے رحمت وبرکت ہے۔ اور قرآن پاک میں پروردگار عالم نے اسکا حکم فرمایا۔ تو اگر پروردگار عالم کو اس دعا کا قبول کرنا منظور نہ ہوتا تو وہ مسلمانوں کو کیوں حکم فرماتا اور اسطرح رغبت دلاتا کہ ہم بھی اس محبوب اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات پر صلوٰۃ نازل فرماتے ہیں ہمارے ملائکہ بھی درود بھیجتے ہیں تم بھی درود وسلام بھیجو تو ظاہر ہے کہ یہ سب دعائیں مقبول اور شرع میں مطلوب اور ان سے اظہار شان سید کون ومکان صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا منظور اور مسلمانوں کو اس محبوب اکرم کی محبت اور درود ودعا گوئی کی برکتوں سے فیضیاب فرمانا مد نظر۔ تو اب جتنے مسلمان درود بھیجتے ہیں۔ اور حضور کے حق میں رحمت وبرکت کی دعائیں کرتے ہیں اور قیامت تک کرتے رہیں گے۔ وہ سب مقبول اور مرضی الٰہی کے مطابق۔ اور ہر مسلمان درود میں دعایوں کرتا ہے کہ اے پروردگار حضور پر نور سید الانبیاء محبوب کبریا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور ان کی آل پاک پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرما جیسی تو نے سیدنا حضرت ابراہیم اور انکی آل پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائیں۔ تو اگر کوتاہ نظر معترض کے طور پر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ ہر مسلمان حضور اور ان کی آل کے لئے اتنی ہی رحمت وبرکت مانگتا ہے جتنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کو ملی۔ اور ہر دعا مقبول ہے۔ تو حضور کو ہر ہر مسلمان کی ہر ہر دعا پر رحمتیں۔ اور برکتیں ملتی ہیں جتنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کو ملیں اور قیامت تک بیشمار مسلمان یہ دعائیں مانگتے رہیں گے۔ اور پھر ایک ایک ہی مرتبہ نہیں بلکہ ہر مسلمان عمر بھر اپنے تمام فرائض ونوافل وغیرہ میں یہ دعائیں مانگتا رہتا ہے۔ تو اب حضور کی رحمت وبرکت کی کیا نہایت ہوئی؟ کریم کارساز کا مقصود یہی ہے کہ حضرت ابراہیم اور ان کی آل کو جتنی رحمتیں اور برکتیں عطا فرمائی گئیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر غلام ان کا ذکر کرکے حضور کے لئے ان سے اعلیٰ نعمتیں اور برکتیں مانگا کرے۔ اور ان کی ہر دعا مقبول ہو۔ اور حضور کو ہر دعا کے ساتھ حضرت ابراہیم اور آل ابراہیم سے زیادہ نعمتیں اور برکتیں دیجائیں۔ اور ان کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے۔ اس فضیلت کی کچھ نہایت ہے کم عقلی پر افسوس! جو اسکو نقصان سمجھ گیا۔

(۳) نبی وہ آزاد مرد ہیں جن کے پاس اللہ تعالےٰ نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی ہو رسول بشر ہی میں منحصر نہیں۔ ملائکہ سے بھی ہوتے ہیں۔

(۴) حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی امت کو دوسری امتوں پر بیشمار فضیلتیں حاصل ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اس امت کو امت وسط فرمایا۔ دوسری امتوں کے حق میں ان کو شاہد کیا انکی قسمتوں کا فیصلہ ان کی شہادت پر رکھا۔ اور سب کا اجمال یہ خود اللہ تعالےٰ نے اس امت مبارک کی مدح کی اور اسکو خیر امت فرمایا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوا كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ

اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ دوسری آیت میں ارشاد ہوا كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مسجد میں جوتا پہن کر جانے اور نماز پڑھنے کا حکم

سوال:۔ ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی کا ایک مضمون رسالہ پیشوا جلد ۵ نمبر ہ میں چھپا ہے۔ رسالہ بھی ملاحظہ کے لئے حاضر ہے۔ اس مضمون میں صاحب موصوف نے مسجد میں جوتا پہن کر جانے اور جوتہ پہنے ہوئے ہی نماز پڑھنے پر بہت زور دیا ہے۔ اور اس امر کو جائز و مستحب ہی کے درجہ تک نہیں رکھا بلکہ واجب قرار دیا ہے۔ اور ایسا نہ کرنے والوں پر ترکِ واجب کا الزام لگایا ہے۔ اور انہیں ضعیف الایمان ٹھہرایا ہے۔ اپنی تائید میں کچھ احادیث بھی پیش کی ہیں۔ اس مسئلہ کے متعلق تفصیل کے ساتھ تحریر فرمائیں تاکہ مسلمانوں کو حکم شرع معلوم ہو۔ اور گمراہی سے بچیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دارین میں اجر عطا کرے۔ آمین والسلام خاکسار محمد ظہور اختر ٭

الجواب:۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ میں نے رسالہ پیشوا نیز حسن نظامی صاحب کا جوتیوں والا مسئلہ دیکھا۔ اس مسئلہ میں انہوں نے بہت حد سے تجاوز کیا ہے اور مسجد میں جوتیاں پہن کر نماز پڑھنے کو جائز ہی نہیں بلکہ واجب تک قرار دیا ہے اور جو شخص برہنہ پا نماز کو بہتر سمجھے اسکے ایمان میں شبہ کیا ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ عجب خود پسندی کی انتہا ہوگئی ٭

مسلمانوں میں تفرقہ اندازی:۔ تمام عالم کے مسلمان مساجد میں جوتہ اتار کر داخل ہونے کے پابند ہیں اور اسکو مسجد کا احترام سمجھتے ہیں۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ کسی تفصیل و تشریح کے جوتہ پہن کر مسجد میں داخل ہونا جائز یا افضل واولیٰ بھی ہو، تو اتنے امر کے لئے مسلمانان عالم کے ایک متحد طریق عمل میں تغیر کرنا اور ان میں ایک نئے تفرقہ کی بنیاد ڈالنا سخت ممنوع ہوگا۔ آج ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے انتشار کو دور کیا جائے۔ اور جس حد تک ممکن ہو سکے اور کوئی محذور شرعی لازم نہ آئے۔ ان میں ارتباط و اتحاد پیدا کرنے کے لئے کامل جدوجہد کی جائے۔ بجائے اسکے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسی باتیں نکالنا جس سے مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو اور ان کے صدیوں کے معمول اور ان کے اکابر علماء و مشائخ۔ اولیاء و ائمہ اور بزرگ انہوں نے دیکھے ہیں ان سب معمول کے خلاف انہیں مجبور کرنا یقیناً ایک فساد عظیم کی بنیاد ہے اور مسلمانوں میں ایک نئی جنگ چھڑ جانے اور تفرقہ پیدا ہونے کی تحریک ہے جو در حقیقت مسلمانوں کے ساتھ عداوت اور حکم اسلام کی مخالفت ہے۔ ابوداؤد میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے من فارق الجماعة شبراً فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه۔ حضور اقدس علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو جماعت سے بالشت بھر جدا ہوا اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال ڈالا۔ مگر حسن نظامی صاحب کو

اسکی مطلق پرواہ نہ ہوئی اور انہوں نے ذرا لحاظ نہ کیا کہ اس تحریک کا کیا اثر ہوگا۔ مسلمانوں میں کیسا فساد عظیم برپا ہوگا۔ اس نازک حالت میں ان کی قوت کو کیسا صدمہ پہنچے گا۔ اگر مطلقاً جوتے پہن کر مسجد میں جانا اور نماز پڑھنا جائز بھی ہوتا تاہم اس میں اختلاف پیدا ہونے کے اندیشہ سے اسکی تحریک سے باز رہنا شرعاً ضروری تھا۔ ایک ایسے امر میں جو زیادہ سے زیادہ مباح ہو سکتا ہو آپ کو یہ اہتمام ہے۔ اسقدر تاکید ہے۔ مسلمانوں میں تفرقہ پڑنے کی پرواہ نہیں ہے لیکن کتنے منہیات ممنوعات محرمات بلکہ ضلالات ہیں جن کی طرف آپ کو التفات نہیں۔ واللّٰہ یھدی من یشآء الی سوآء السبیل۔ اب میں مسئلہ کے متعلق ایک منقح گزارش کروں ٭

مساجد خیر بقاع ہیں۔ زمین کے تمام خطّوں اور بقعوں میں مساجد بہترین بقاع ہیں۔ ہر مسلمان انکو غایت احترام کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور دین اسلام نے یہی تعلیم دی ہے۔ مسلم شریف میں بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللّٰہ تعالےٰ عنہ حضور اکرم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ مروی ہے احب البلاد الی اللہ مساجدھا۔ اللّٰہ تعالےٰ کو بلاد میں سب سے پیاری مسجدیں ہیں۔ شریعت مطہرہ نے مسجدوں کے احترام کا حکم دیا ہے۔ اور ان کے آداب مقرر فرمائے ہیں۔ بدبودار چیز کھا کر مسجد میں آنے، مسجد میں بیٹھ کر دنیا کی باتیں کرنے تک سے روکا ہے۔ بخاری و مسلم میں حضرت جابر رضی اللّٰہ عنہ سے مروی ہے من اکل ھذہ الشجرۃ المنتنۃ فلا یقربن مسجدنا۔ جو اس بدبودار درخت (پیاز) کو کھائے ہرگز ہماری مسجد کے پاس نہ آئے۔ بیہقی کی حدیث میں ہے کہ حضور اقدس نبی کریم صلی اللّٰہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یأتی علی الناس زمان یکون حدیثھم فی مساجدھم فی امر دنیاھم فلا تجالسوھم فلیس للہ فیھم حاجۃ یعنی لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ ان کی مسجدوں میں انکی گفتگو امر دنیا میں ہوگی۔ ان کے ساتھ مجالست نہ کرو۔ اللّٰہ تعالےٰ کو ان کی پرواہ نہیں۔ امام ابن ہمام رحمۃ اللّٰہ علیہ نے فتح القدیر میں فرمایا الکلام المباح فی المسجد مکروہ تأکل الحسنات۔ یعنی جو کلام فی نفسہٖ مباح ہے وہ بھی مسجد میں مکروہ ہے نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔ کلام دنیا سے مسجدوں کو یہاں تک بچایا ہے کہ معاملات بیع وشراء کی بھی اجازت نہیں۔ ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللّٰہ تعالےٰ عنہ سے ایک حدیث روایت کی کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اذا رأیتم من یبیع او یبتاع فی المسجد فقولوا لا اربح اللہ تجارتک۔ یعنی جب تم دیکھو کہ کوئی شخص مسجد میں خرید و فروخت کرتا ہے تو کہدو کہ خدا تیری تجارت کو مفید نہ کرے۔ بلکہ گمشدہ چیز کو تلاش کرنے کے لئے بھی مسجد میں آواز بلند کرنے کی اجازت نہیں۔ چنانچہ حدیث مذکورہ بالا میں یہ بھی ارشاد ہوا اذا رأیتم من ینشد ضالۃ فقولوا لا ردّ اللہ علیک یعنی جب تم دیکھو کہ کوئی شخص مسجد میں گمشدہ چیز کو باواز بلند تلاش کرتا ہے تو کہدو خدا تجھے واپس نہ دلائے۔ بخاری شریف میں حضرت سائب بن یزید سے مروی ہے کہ طائف کے دو شخص مسجد میں بلند آواز سے بولتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللّٰہ تعالےٰ عنہ نے انہیں بلا کر فرمایا

لو کنتما من اھل المدینۃ لاوجعکما توفعان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اگر تم مدینہ شریف کے ساکن ہوتے تو میں تمہیں مارتا۔ مسجد رسول اللہ میں آوازیں بلند کرتے ہو۔ ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ شریعت طاہرہ نے مسجد کے احترام کی کسقدر تاکید فرمائی۔ بدبودار چیز کھاکر مسجد میں آنا۔ مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا۔ گمی ہوئی چیز کو باآواز بلند تلاش کرنا۔ بلند آواز سے بولنا۔ خرید و فروخت کا معاملہ کرنا سب ممنوع فرمادیا۔ مسجد کی صفائی۔ پاکیزگی و تطییب کا حکم دیا۔ ابوداؤد وترمذی۔ ابن ماجہ میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببناء المسجد فی الدور ان ینظف ویطیب۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے گھروں میں مسجد بنانے اور اسکو خوب پاک وصاف اور مطیب رکھنے کا حکم دیا۔ کیا یہی پاکی اور صفائی ہے کہ ہر کس وناکس کو مسجد میں جوتے پہنے پھرنے کا اذن عام دیدیا جائے؟ اور گرد و کوڑے سے فرش مسجد جو اہل اسلام کا سجدہ گاہ ہے آلودہ اور گندہ رہے سیکڑوں بے احتیاط چلنے والے بازاروں کی سنی سنائی نجاست آلودہ جوتیاں پہن کر چلیں۔ فرش مسجد اس سے ملوث ہو۔ اسی فرش پر پرستاران حق پیشانیاں رگڑیں۔ سجدے کریں۔ کیا یہی مسجد کی پاکیزگی وتنظیف ہے؟ خواجہ صاحب کے فرش و بستر پر اگر کوئی جوتہ پہن کر پاؤں رکھے تو شاید انہیں ناگوار ہو۔ مگر مسجد کے لئے گوارا ہے۔ حیف! اور اگر خواجہ صاحب نے انگریزوں کا سا مزاج پیدا کرلیا ہو اور انکو جوتے وٹوپی میں فرق وامتیاز باقی نہ رہا ہو۔ جسطرح وہ جوتے پر ٹوپ۔ اور ٹوپ پر جوتا بے تکلف رکھ لیا کرتے ہیں۔ آپ کو بھی گوارا ہو۔ تو آپ کے ذوق سلیم سے سوال کرنا بیکار ہ

صحابۂ کرام کی مثالیں دینا بیکار ہے۔ آج انکی طرح طہارت ونظافت کا لحاظ کس کو ہے۔ کون احتیاط رکھتا ہے کہ اسکا قدم ناپاک جگہ پر نہ رکھا جائے۔ اور اسکا جوتہ نجاست پر نہ پڑے۔ صحابۂ کرام کی دینداری اور ان کی طہارت سے دوسروں کو کیا نسبت ان کی پاپوش مبارک جیسی پاک وصاف رہتی تھیں۔ آج لوگوں کو اپنے لباس کے لئے وہ پاکیزگی میسر نہیں۔ خواجہ صاحب نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی جو حدیث نقل کی جس میں ذکر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نعلین شریفین کو نماز میں پائے اقدس سے اتارا۔ تو صحابہ نے اپنی پاپوشیں اتار لیں۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز سے فارغ ہو کر صحابہ سے پاپوش اتارنے کا سبب دریافت فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا کہ ہم نے حضور کو دیکھ کر ایسا کیا۔ ارشاد فرمایا کہ جبریل نے ہمیں آکر خبر دی کہ نعلین شریفین میں کچھ لگا ہے (اس لئے ہم نے نعلین مبارک کو اتارا) تم میں سے جب کوئی مسجد میں آئے۔ چاہیئے کہ اپنی پاپوشوں کو دیکھ لیا کرے۔ اگر ان میں کچھ لگا ہو تو ان کو رگڑ ڈالے ہ

اس حدیث پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نعل پاک میں جو چیز لگی تھی وہ نجاست تو نہ تھی جس سے نماز درست نہ ہوتی۔ کیونکہ نجاست ہوتی تو نماز کا اعادہ فرمایا جاتا۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ آدھی نماز نجس نعلین سے پڑھ لی جائے۔ علاوہ بریں

نجاست کی صورت میں چونکہ نماز ہی درست نہ تھی اس لئے حضرت جبریل علیہ السلام نماز سے قبل حاضر ہو کر اطلاع کرتے۔ اس سے صاف ظاہر ہے جو چیز لگی تھی وہ نجاست نہ تھی۔ لیکن گرد کوڑے کا رہنا بھی حبیب کی نعلِ شریف میں رحمتِ الٰہی نے گوارا نہ فرمایا۔ اور یہ بھی آپ کے منصبِ عالی کے لائق قرار نہ دیا گیا چنانچہ اسی حدیث کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں :۔ وقذر بفتح قاف وذال معجمہ آنچہ مکروہ پندارد و آنرا طبع وظاہرا نجاستی نبود کہ نماز باآں درست نباشد بلکہ چیزے بود مستقذر کہ طبع آنرا ناخوش دارد و الا نماز از سر میگرفت کہ بعضے از نماز باآں گزاردہ بود خبر دادن جبریل و برآوردن از پا بجہت کمالِ تنظیف و تطہیر بود کہ لائق بحالِ شریف وے بود۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نعل شریف کی طہارت کا تو یہ عالم ہے کہ اسکو اگر کوئی ایسی پاک چیز بھی لگ جائے جسکو طبع سلیم ناپسند رکھے تو نماز میں جبریل حاضر ہو کر عرض کریں ایسی نعلِ پاک سے کسی کے جبّہ و دستار کو بھی کچھ نسبت نہیں۔ اس پر آجکل کے بے احتیاط لوگوں کے جوتوں کو قیاس کرنا سراسر خطا ہے۔ پھر یہ ادعا بھی غلط و باطل ہے کہ حضور کی عادت کریمہ ہی یہ تھی کہ پاپوش مبارک پہن کر نماز پڑھیں اور ہمیشہ ایسا ہی کیا جاتا تھا اور صحابہ بھی سب اسکے عامل تھے :

ابوداؤد شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلّٰی احدکم فلا یضع نعلیہ عن یمینہ ولا عن یسارہ فتکون عن یمین غیرہ الا ان لا یکون علٰی یسارہ احد ولیضعھما بین رجلیہ۔ یعنی حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو جوتا اپنے داہنے طرف نہ رکھے اور نہ بائیں طرف رکھے کیونکہ وہ دوسرے شخص کے داہنے ہو جائیگا مگر جس حالت میں کہ اسکے بائیں طرف کوئی نہ ہو۔ بلکہ چاہیئے کہ جوتا اپنے پاؤں کے درمیان رکھے۔ اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ زمانہ اقدس میں جوتا پہن کر نماز پڑھنا امر عادی نہ تھا۔ جب تو جوتا رکھنے کی جگہ بتائی گئی۔ اسی ابوداؤد شریف میں دوسری روایت حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصلی حافیًا ومتنعلًا میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو پابرہنہ نماز پڑھتے بھی دیکھا اور پاپوش مبارک پہنے بھی۔ اس حدیث شریف سے بھی معلوم ہوا کہ پاپوش مبارک پہن کر نماز پڑھنا امر عادی نہ تھا۔ خود حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی بغیر پاپوش مبارک کے نماز پڑھتے اور صحابہ کرام بھی۔ خواجہ حسن نظامی صاحب نے جوتا پہن کر نماز پڑھنا واجب بتایا ہے۔ تو کیا ان کے نزدیک معاذ اللہ صحابہ اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واجب ترک کرتے تھے؟ اور خواجہ صاحب نے تو نماز میں جوتا نہ پہننے والے کے ایمان تک میں شبہ کیا ہے۔ کسقدر نابینائی اور جہالت ہے۔ اور یہ بات کہاں تک پہنچتی ہے۔ حق و انصاف کا کچھ بھی لحاظ ہو تو فوراً توبہ کریں اور توبہ کا اعلان شائع کریں کہ توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ :

مسجد کی صفائی اور تنظیف کے جو احکام اور احادیث سے بیان کئے گئے ان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف ناپاک چیز سے ہی مسجد کو بچایا جائے۔ مگر جو چیز پاک ہو مگر طبع سلیم اس سے گھن کرتی ہو۔ اور اسکو ناپسند رکھتی ہو اس سے بھی مسجد کو بچانا داخل تنظیف ہے۔ ورنہ تھوک اور رینٹھ سے خواجہ صاحب کی مسجد خوب گندہ ہوتی رہے۔ اور خواجہ صاحب کہتے ہیں کہ یہ چیزیں ناپاک نہیں ہیں۔ مگر خواجہ صاحب کے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ خود حدیث شریف میں اسکی تشریح فرما دی گئی۔ بخاری ومسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی البزاق فی المسجد خطیئۃ۔ یعنی تھوکنا مسجد میں گناہ ہے۔ باوجودیکہ تھوک نجس نہیں۔ طبیعت سلیمہ اس سے کراہت کرتی ہے۔ تو جوتا جب بازاروں۔ سڑکوں میں ہر طرح کے راستوں میں استعمال کیا جائے تو اسکی پاکی کا احتمال ضعیف ہے۔ اور غالب ہے کہ ضرور اس میں نجاستوں کا نفوذ ہوا۔ اور فرض کرو ایک شخص نے نہایت احتیاط کی۔ کبھی نجاست پر اسکا قدم نہ پڑا تب بھی ایسی چیزیں جوتے میں لگ جانا بہت غالب ہے۔ اور اس سے مسجد کی تلویث کا قوی اندیشہ ہے۔ اس لئے جوتے کو مسجد میں لے جانا درست نہ ہوا۔ جیسا کہ بچوں کا مسجد میں لے جانا اندیشہ تلویث وتنجیس درست نہیں۔ در مختار میں ہے ویحرم ادخال صبیان ومجانین حیث غلب تنجیسهم والا فیکرہ: اور حدیث میں وارد ہوا جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم۔ زمانہ اقدس پر قیاس نہیں ہو سکتا۔ صحابہ کی جیسی احتیاط کسی کا کیا منہ ہے کر سکے۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاپوش اقدس میں کوئی پاک چیز بھی لگ جائے جو طبع سلیم کو پسند نہ ہو تو وہ آئے۔ وہاں اطمینان ہے کہ وہ نعل اقدس ایسی پاک چیزوں سے بھی آلودہ نہیں۔ جن سے طبع سلیم متنفر ہو۔ تو اس نعلین پاک کا مسجد میں جانا یقیناً موجب تلویث مسجد نہیں۔ علاوہ بریں اس زمانہ میں مسجد شریف میں پختہ فرش نہ تھا جس کی تلویث کا اندیشہ ہوتا اسکے ماسوا جن احادیث میں جوتا پہن کر نماز پڑھنے کی نسبت ارشاد ہوا ان میں اس کی علت کفار (یہود) کی مخالفت بتائی گئی۔ اور آج کفار (نصاریٰ وغیرہ) کا عام دستور ہے کہ وہ جوتا نہیں اتارتے۔ جیسا کہ خود خواجہ صاحب کو بھی تسلیم ہے۔ تو ان کی مخالفت جوتا اتار کر مسجد میں جانے کی علت ہے۔ مقصود شارع علیہ السلام کی مخالفت کفار ہے۔ اور اب وہ جوتا اتارنے میں حاصل ہے۔ تو پہننے کا حکم اور اس پر تاکید خلاف منشائے شارع علیہ السلام ہے۔ یہ تمام باتیں کتابوں میں تھیں۔ اور خود خواجہ صاحب نے جس رد المختار کی عبارت نقل کی اس میں موجود تھیں۔ مگر ان پر نظر نہ ڈالنا اور اس عبارت کو چھوڑ نا حق وانصاف کا خون ہے۔ ملاحظہ فرمایئے رد المختار کی عبارت (وصلوٰتہ فیهما) ای فی النعل والخف الطاهرین افضل مخالفة للیهود وتاترخانیه وفی الحدیث صلوا فی نعالکم ولا تشبهوا بالیهود رواه الطبرانی کما فی الجامع الصغیر رامزا لصحته واخذ منه جمع من الحنابلة انه سنة ولو کان یمشی بها فی الشوارع لان النبی صلی اللہ علیه وسلم وصحبته کانوا یمشون بها فی طرق المدینة ثم یصلون بها قلت لکن اذا خشی

تلویث فرش المسجد بها ینبغی عدمه وان کانت طاهرة واما المسجد النبوی فقد کان مفروشا بالحصا فی زمنه صلی اللّٰه علیه وسلم بخلافه فی زماننا ولعل ذلک محمل ما فی عمدة المفتی من ان دخول المسجد متنعلا من سوء الادب تامل. یعنی بنظرِ مخالفتِ یہود پاک جوتوں اور موزوں کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ جوتوں سمیت نماز پڑھو اور یہود کے ساتھ تشبیہ نہ کرو۔ اس حدیث سے ایک جماعت حنابلہ نے اخذ کیا کہ یہ سنت ہے خواہ ان جوتوں کو پہن کر رستوں میں چلتا ہو۔ اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مدینہ طیبہ کے رستوں میں پاپوش مبارک پہن کر چلتے پھر ان کے ساتھ نماز پڑھ لیتے۔ علّامہ فرماتے ہیں لیکن جب مسجد کی تلویث کا اندیشہ ہو تو چاہیئے جوتا پہن کر مسجد میں نہ جائے۔ خواہ وہ جوتا پاک ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن مسجد نبوی میں زمانۂ اقدس میں سنگریزے بچھے تھے (پختہ فرش نہ تھا) بخلاف ہمارے زمانہ کے اور شاید یہی محل ہوا سکا جو "عمدة المفتی" میں ہے کہ مسجد میں جوتے پہن کر داخل ہونا بے ادبی ہے :۔

اس عبارت سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ جوتا پہن کر نماز پڑھنے کی فضیلت قصد مخالفت کفار کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور جب کفار جوتے کے پابند ہوگئے۔ تو اب مخالفت جوتا پہن کر نماز پڑھنے میں نہ رہی بلکہ جوتا اتارنے میں ہوئی لہذا اسی عِلّت سے اب جوتا اتارنا ثابت ہوا۔ دوّم یہ کہ مخالفت کفار کے قصد سے بھی وہ جوتا پہن کر نماز پڑھنے کی اجازت ہے جو پاک ہو۔ اور اس سے اندیشہ تلویثِ مسجد نہ ہو۔ اور یہ بات آج حاصل نہیں۔ ہمارے جوتوں سے مسجد کی تنجیس و تلویث کا کافی اندیشہ اور ظن غالب ہے۔ لہذا ان جوتوں کو پہن کر مسجد میں جانا ہرگز درست نہیں۔ رہا خواجہ صاحب کا یہ فرمانا کہ جوتا رگڑنے سے پاک ہوجاتا ہے۔ یہ مطلق صحیح نہیں۔ کیونکہ نجاست غیر ذی جرم سے بغیر دھوئے پاک نہیں ہوسکتا نہ کسی حدیث سے آپ ایسا ثابت کرسکتے ہیں۔ بلکہ جو حدیثیں آپ نے لکھی ہیں ان کی شرح دیکھئے۔ شرح مشکوٰۃ میں ہے اما النجاسة مثل البول ونحوه یصیب الثوب اوبعض الجسد فان ذلک لا یطهر الا الغسل اجماعًا کذا ذکرہ الطیبی یعنی پیشاب اور اسکی مثل نجاست کپڑے یا جسم کو لگ جائے تو وہ بالاجماع بغیر دھوئے پاک نہیں ہوسکتا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی

قدس سرہٗ اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں اما در غیر ذی جرم مثل بول و خمر غسل واجب است درمختار میں ہے وان لا جرم لها کبول فیغسل یعنی اگر پیشاب کی طرح نجاست غیر ذی جرم ہو تو دھونا لازم ہے۔ شامی میں ہے فیغسل ای الخلف قال فی الذخیرة والمختار ان یغسل ثلاث مرات ویترک فی کل مرة حتی ینقطع التقاطر ویذهب الندا وة ولا یشترط الیبس۔ یعنی ذخیرہ میں ہے کہ مختار یہ ہے کہ تین مرتبہ دھویا جائے اور ہر مرتبہ اتنا توقف کیا جائے کہ تقاطر موقوف ہو اور تری جاتی رہے۔ بالکل خشک ہونا شرط نہیں۔ خواجہ صاحب کا یہ خیال کہ نجاست غیر ذی جرم رگڑنے سے پاک

ہوجاتی ہے۔ بالکل غلط اور اجماع وکتب دینیہ کی تصریحات کے خلاف ہے۔ اور نجاستِ تجسدہ کو نجاست غیر ذی جرم سمجھ جانا علم کی کمی۔ اور باوجود اسقدر بے ادراکی مسائل دینیہ میں قلم اٹھانا کمال جرأت ولاحول ولاقوۃ۔ رہی یہ بات کہ حدیث شریف میں جوتے کا رگڑنے سے پاک ہونا جو بیان کیا ہے اس سے کونسی نجاست سے پاک ہونا مراد ہے؟ یہ حدیث کی شرح سے معلوم کیجئے۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے مراد نجاست خشک است کہ چیزے ازاں تعلق گرفتہ است بنعل یا خف پس دلک کرد آں را بارض۔ یعنی حدیث میں خشک نجاست مراد ہے کہ اگر وہ جوتے یا موزے کو لگ جائے تو زمین سے رگڑنے سے پاک ہوجائے گا۔ اور یہ بات قرین عقل بھی ہے کہ خشک نجاست اگر جوتے کو لگ گئی تو رگڑنے سے چھوٹ جائے گی جوتا پاک ہوجائیگا کیونکہ نجاست کے اجزاء جوتے کے جرم میں نفوذ تو کرہی نہیں گئے تھے۔ لیکن تر نجاست کے اجزاء تو جوتے کے جرم میں نفوذ کرجاتے ہیں، وہ صرف رگڑنے سے کیسے پاک ہوجائیگا۔ اور یہ بات عجب لطف کی ہے کہ مسجد کے دروازے پر لوہے کی جالیاں رکھی جائیں ہر آنے والا پہلے ان سے اپنے جوتے خوب رگڑ لیا کرے۔ جب خواجہ صاحب کے نزدیک جوتا اتنا پیارا ہوتا ہے کہ حالتِ نماز میں دل کے اندر گھسا چلا آتا ہے (یہ انہی کے الفاظ ہیں) تو اس جوتے کو روزانہ کم از کم پانچ مرتبہ رگڑ کر چار روز میں توڑ دینا کون گوارا کرے گا؟ یہ قید لگا دیجئے تو جوتے کی محبت والے مسجد میں آنا ہی چھوڑ دیں گے اور نماز کے لئے یہ نقصان گوارا نہ کریں گے کہ چھ ماہ چلنے والا جوتا ہفتہ بھر میں نکما ہوجائے۔ یا دِلّی کے جوتے والوں کی تجارت کی اعانت مقصود ہے۔

الحاصل جب معلوم ہے کہ عام طور پر جوتوں میں رات دن ہر طرح کی نجاست لگتی رہتی ہے اور صحابہ کی سی احتیاط آج میسر نہیں۔ تو مسجد کی تطہیر وتنظیف کے لئے ضروری ہے کہ فرش مسجد کو جوتوں سے بچایا جائے۔ اور جوتا پہن کر مسجد میں داخل ہونا ناجائز ہو جیسا کہ اوپر نقل کی ہوئی عبارتِ کتب معتبرہ سے ثابت ہوچکا۔

علامہ ابن عابدین نے اس کی بہت صاف تصریح فرمادی کہ اگر جوتا بالکل پاک ہو کسی قسم کی نجاست اسکو نہ لگی ہو کہ اس سے مسجد کی تلویث کا اندیشہ ہو جب بھی اسکو پہن کر مسجد میں نہ آنا چاہیئے، مگر خواجہ صاحب نے یہ عبارت نقل نہیں کی یہ بات دیانت کے خلاف ہے۔ زمانہ اقدس میں خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام جو کبھی کبھی مسجد میں جوتا پہن کر تشریف لاتے۔ اس کی تین وجہیں ہیں، دو تو ذکر ہوچکیں۔ ایک تو ان حضرات کی پاپوش کا پاک ہونا دوسرے مخالفتِ کفار کا قصد۔ اور تیسری وجہ علامہ ابن عابدین نے ردالمحتار میں یہ تحریر فرمائی کہ اس زمانہ میں مسجد نبوی میں سنگریزے بچھے تھے فرش پختہ نہ تھا لہٰذا پاک جوتوں سے اس کی تلویث کا اندیشہ نہ تھا۔ بخلاف ہمارے زمانہ کے کہ اب فرش پختہ ہیں۔ پاک جوتا بھی اب پہن کر نہ پہننا چاہیئے کہ اس سے تلویث مسجد ہوگی۔ اور حالات بدلنے سے ضرور حکم بدل جاتے ہیں۔ حضرت ابن عمر

رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے کانت الکلاب تقبل وتدبر فی المسجد فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضور کے زمانہ میں مسجد کے اندر کتے آتے جاتے تھے۔ اسکایہی تو باعث تھا کہ فرش خام تھا تلویث کا اندیشہ نہ تھا۔ کیا اب بھی خواجہ صاحب اجازت دیں گے کہ فیشن ایبل جنٹلمین بوٹ پہن کر کتا ساتھ لے کر مسجد کے اندر آیا کریں؟ کچھ تو عقل سے کام لو۔ اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کی شرح میں فرمایا۔ گفتہ اند کہ ایں در ابتدائے اسلام بود بر اباحت اصلیہ پس ازاں وارد شد امر تکریم مساجد وتطہیر آں ومحافظت آں از در آمدن کلاب وحیوانات وساختن در ہا ودر بند ہا تا آنکہ یک وقتے امر کردند بکشتن سگاں۔ یعنی یہ اباحت اصلیہ کی بناء پر ابتدائے اسلام میں تھا۔ اسکے بعد مساجد کی تکریم وتطہیر اور ان کی حفاظت ونگہداشت کا امر وارد ہوا۔ اور کتوں اور جانوروں کو مسجد شریف سے روکنے کے لئے دروازے اور کیواڑ بنائے گئے۔ یہاں تک کہ ایک وقت کتوں کے مار ڈالنے کا حکم دیاگیا۔

اب الحمدللہ خواجہ صاحب کے تمام واہی تباہی شبہوں کا قلع قمع ہوگیا اور مسئلہ خوب واضح ہوگیا۔ اگر خواجہ صاحب اب بھی نہ سمجھیں تو بعون اللہ تعالےٰ ایک مبسوط تحریر سے ان کے اطمینان کی کوشش کی جائیگی۔ مگر تعجب یہ ہے کہ اسقدر صاف مسئلہ میں انہیں الجھن کسطرح ہوئی؟ انہیں تو اتنا سمجھ لینا کافی تھا کہ تمام دنیا کے مسلمان صدیوں سے مسجد میں جوتا پہن کر آنا ناجائز سمجھتے ہیں۔ اسی پر تمام امت کے اخیار، ابرار، صالحین، علمائے آئمہ، اولیاء سب کا عمل رہا ہے۔ یہ مسئلہ اجتماعی ہوگیا۔ آج بھی تمام مسلمان اسکے عامل ہیں۔ اور کسی مسئلہ کی صحت کے لئے مسلمانوں میں اسکا بلا نکیر رائج ہونا بھی دلیل شرعی ہے۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوا مارأہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن جو مسلمانوں کے نزدیک بہتر ہے۔ اللہ کے نزدیک بہتر ہے۔ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ یعنی اور جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خلاف کرے بعد اسکے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اسکے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے۔ اور کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت امام علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی۔ تفسیر مدارک التنزیل میں فرماتے ہیں وھو دلیل علی ان الاجماع حجۃ لا تجوز مخالفتھا کما لا تجوز مخالفۃ الکتاب والسنۃ لان اللہ تعالیٰ جمع بین اتباع سبیل المومنین و بین مشاقۃ الرسول فی الشرط وجعل جزاءہ الوعید الشدید فکان اتباعھم واجبا کموالاۃ الرسول: یعنی یہ آیت دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے۔ اسکی مخالفت جائز نہیں۔ جیسے قرآن وحدیث کی مخالفت جائز نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے مومنین کی راہ کے سوا دوسری راہ کے اتباع کو مخالفت رسول کے ساتھ شرط میں جمع فرمادیا۔ اور اسکی جزاء وعید شدید ٹھہرائی تو مسلمانوں

کا اتباع رسول کی موالات کی طرح واجب ہوا۔ تفسیر خازن میں ہے وذٰلک لان اتباع غیر سبیل المؤمنین وھو مفارقۃ الجماعۃ حرام فوجب ان یکون اتباع سبیل المؤمنین ولزوم جماعتھم واجبًا۔ یعنی یہ اس لئے کہ مسلمانوں کی راہ کے سوا اور دوسری راہ کا اتباع اور وہ جماعت سے مفارقت کرنا ہی حرام ہے تو مؤمنین کی راہ کا اتباع اور ان کی جماعت کا لزوم واجب ہوا۔

اس مضمون پر بکثرت نصوص وارد ہیں۔ اور کوئی عاقل جو اسلام کا بدخواہ نہ ہو۔ یہ گوارا نہ کرے گا کہ ایسا امر جس میں تمام دنیا کے مسلمان متفق و متحد ہیں اور اس میں اصلاً اختلاف نہیں۔ اسکو مورد بحث بنائے اور مسلمانوں میں جھگڑے اور فساد پیدا کرے۔ مساجد کی بے حرمتی کے لئے عوام و خواص کو ہر طرح کے جوتے پہن کر مسجد میں آنے کی اجازت دے اور فساد کی ایک بنیاد قائم کرے یہ خیال خواجہ صاحب ہی کے دماغ عالی میں پیدا ہوا۔ اور اس پر آپ ستو شہیدوں کے ثواب کے بھی امیدوار ہیں اور جوتا پہن کر مسجد میں آنے کو سنت سمجھ رہے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ جوتا پہن کر مسجد میں آنا واجب قرار دیتے ہیں۔ اور جو اس میں ان کے ساتھ نہ ہو اس کے ایمان میں شک کرتے ہیں۔ کس قدر ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔ آمین۔

وہابیہ کے مقتدا ابن تیمیہ کا حال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس امر میں کہ ابن تیمیہ کون اور کیسا شخص ہے۔ مذہب کے اعتبار سے اسکا مرتبہ کیا ہے؟ ہندوستان کے اخبار نویس مثل ابوالکلام آزاد کے اکثر اسکے اقوال نقل کرتے ہیں۔ آجکل یزید پلید کی مدح و ثناء میں ابن تیمیہ کا کلام پیش کیا جاتا ہے۔ یہ شخص معتبر تھا یا نا معتبر؟ احقر محمد ظہور

الجواب بعون اللہ الوھاب

ابن تیمیہ کو وہابیہ نجدیہ اپنا پیشوا جانتے ہیں اور کبھی اس کے نام کی تصریح کرکے اور کبھی بلا تصریح اسکے اقوال فاسدہ سے تمسک کرتے ہیں۔ ابن سعود نے جو وہابیت کا میگزین کتاب "مجموعۃ التوحید" چھاپا ہے اس میں بھی ابن تیمیہ کے رسالے شامل ہیں۔ اس شخص کی نسبت خاتم المحدثین علامہ شیخ احمد شہاب الدین بن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ حدیثیہ صفحہ ۸۳ میں فرماتے ہیں:۔

ابن تیمیۃ عبد خذلہ اللہ واضلہ واعماہ واصمہ واذلہ وبذلک صرح الائمۃ الذین بینوا فساد احوالہ وکذب اقوالہ ومن اراد ذٰلک فعلیہ

ابن تیمیہ ایک بندہ ہے جس کو خدا نے رسوا کیا۔ گمراہ کیا اندھا کیا۔ بہرہ کیا۔ ذلیل کیا۔ ائمۂ دین نے اس کی تصریح کی جنہوں نے اس کے فساد احوال اور جھوٹے اقوال کا بیان فرمایا۔

بمطالعة كلام الامام المجتهد المتفق على امامته وجلالته وبلوغه مرتبة الاجتهاد ابي الحسن السبكي وولده التاج وشيخ الامام العز ابن جماعة واهل عصرهم وغيرهم من الشافعية والمالكية والحنفية ولم يقصرا عتراضه على متاخري الصوفية بل اعتراض على مثل عمر بن الخطاب وعلي بن ابي طالب رضي الله عنهما كما يأتي والحاصل ان لايقام لكلامه وزن بل يرمى في كل وعر وحزن ويعتقد فيه انه مبتدع ضال ومضل جاهل غال عامله الله بعدله واجارنا من مثل طريقته وعقيدته وفعله ۔ امين ٭

جو شخص چاہے وہ امام مجتہد جن کی امامت۔ جلالت۔ رتبہ اجتہاد کو پہنچنا مسلم ہے یعنی ابوالحسن سُبکی اور ان کے فرزند ارجمند علامہ تاج الدین سُبکی اور شیخ امام عزبن جماعہ اور ان کے اہل زمان اور ان کے سوا علماء شافعیہ۔ مالکیہ۔ حنفیہ کے کلام کا مطالعہ کرے۔ ابن تیمیہ نے متاخرین صوفیہ پر ہی اعتراض کرنے میں اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ اس نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عنہ جیسے اکابر صحابہ پر بھی اعتراض کیا ہے جیسا کہ آتا ہے خلاصہ یہ کہ اسکا کلام کچھ وزن نہیں رکھتا بلکہ ویرانہ میں پھینکنے کے قابل ہے اسکے حق میں یہ اعتقاد رکھنا چاہیئے کہ وہ بدعتی گمراہ گمراہ کن جاہل غالی ہے۔ اللہ تعالےٰ اسکے ساتھ اپنے عدل سے معاملہ کرے اور ہمیں اسکے جیسے عقیدے وطریقے سے بچائے آمین ٭

اسکے بعد علامہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن تیمیہ نے کن کن اکابر اسلام و اعلام دین پر اعتراضات کئے اور افتراء اٹھائے۔ ان میں سے اکابر صحابہ بھی ہیں حتیٰ کہ امیر المومنین امام المسلمین خلیفۂ راشد سیدنا و مولانا عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شان میں کہا ان عمر له غلطات وبليات واتى بليات ۔ اور امیر المومنین امام المتقین حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم کے حق میں کہا ان عليا اخطا في اكثر من ثلث مائة مكان ۔ یعنی معاذ اللہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی بہت سی غلطیاں اور بڑی بڑی بلائیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے تین سو جگہ زیادہ غلطیاں کیں۔ معاذ اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ٭

حضرت علامہ ابن حجر فرماتے ہیں :۔ من اين يحصل لك الصواب اذا الخطاء على بزعمك كرم الله وجهه وعمر بن الخطاب رضي الله عنه کہ تجھے کہاں سے ثواب حاصل ہو گیا جب امیر المومنین علی اور امیر المومنین عمر بن الخطاب تیرے گمان میں خطا کار ہیں۔ اس بے دین نے بہت سے مسائل ایسے گھڑ دیئے۔ اجماع کو توڑ ڈالا۔ شریعت کے نظام کو درہم برہم کیا۔ کہا جو شخص کہے "علی الطلاق" اس پر کفارۂ یمین لازم آئیگا اور طلاق نہ ہوگی۔ حالانکہ اس سے پہلے مسلمانوں میں سے کوئی بھی کفارہ کا قائل نہ ہوا۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حائض کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ایسے ہی جس طہر میں قربت ہو اس میں طلاق

واقع نہیں ہوتی ۔ ایسے ہی یہ مسئلہ کہ نماز عمداً چھوڑ دی جائے تو اس کی قضا واجب نہیں ۔ ایسے ہی یہ مسئلہ کہ حائض کے لئے بیت اللہ
کا طواف مباح ہے اور اس پر کفارہ نہیں ۔ ایسے ہی یہ مسئلہ کہ تین طلاقیں ایک کی طرف رد ہو جاتی ہیں ۔ اور اسکا دعویٰ کرنے
سے پہلے ابن تیمیہ خود اسکے خلاف پر مسلمانوں کا اجماع نقل کرتا تھا ۔ اسکے علاوہ بہت مسائل ہیں جن میں اس نے دین کی مخالفت
کی ۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ بہنے والی چیزوں میں چوہے وغیرہ کی طرح کوئی جاندار مر جائے تو وہ نجس نہیں ہوتے ۔ جب رات میں
نفل پڑھے اور قبل فجر غسل تک تاخیر نہ کرے اگرچہ شہر میں ہو ۔ اور مخالف اجماع نہ کافر ہے نہ فاسق ۔ اور رب تعالے محل
حوادث ہے ۔ تعالیٰ اللہ عن ذٰلک وتقدس اور یہ کہ باری تعالے مرکب ہے ۔ اور اسکی ذات ایسی ہی محتاج ہے جیسا
کل جزو کا اور قرآن ذات الٰہی میں محدث ہے تعالیٰ اللہ عن ذٰلک ۔ اور یہ کہ عالم قدیم بالنوع ہے ۔ اور ہمیشہ اللہ کے ساتھ
مخلوق دائم رہا ۔ تو اس نے واجب تعالے کو موجب بالذات قرار دیا ۔ نہ کہ فاعل بالاختیار ۔ جسمیت وجہت انتقال کا قائل
ہوا اور یہ کہا کہ خدا تعالے بقدر عرش کے ہے ۔ نہ چھوٹا نہ بڑا ۔ اور انبیاء غیر معصوم ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی مرتبہ
نہیں ۔ ان کے ساتھ توسل نہ کیا جائے ۔ ان کی زیارت کے لئے سفر کرنا گناہ ہے (وہابیہ نے بھی اس کی خوشہ چینی اور ریزہ
خواری کی ہے) ایسے ایسے اور اس سے بہت زیادہ ناپاک اور گندے مسائل اس کے ہیں جنکو حضرت شیخ علامہ نے
اپنے اسی فتاوے میں ذکر فرمایا ۔ دوسری جگہ اسی فتاوے کے صفحہ ۱۴۴ پر یہی علامہ فرماتے ہیں :

وایاک ان تصغی الیٰ ما فی کتب ابن تیمیۃ وتلمیذہ
ابن القیم الجوزیۃ وغیرہما ممن اتخذ الٰہہ ہواہ
واضلہ اللہ علیٰ علم وختم علیٰ سمعہ وقلبہ و
جعل علیٰ بصرہ غشاوۃ فمن یہدیہ من بعد
اللہ وکیف تجاوز ہٰؤلاء الملحدون الحدود
وتعدوا الرسوم وخرقوا سیاج الشریعۃ والحقیقۃ
فظنوا بذٰلک انہم علیٰ ہدی من ربہم ولیسوا
کذٰلک بل ہم علیٰ اسوء الضلال واقبح الخصال
وابلغ المقت والخسران وانہی الکذب والبہتان
فخذل اللہ متبعہم وطہر الارض من امثالہم ۔

ابن تیمیہ اور اسکے شاگرد ابن قیم جوزی وغیرہ کی کتابوں پر کان
رکھنے سے بچو جنہوں نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا معبود بنایا
اور خدا نے اسکو علم پر گمراہ کیا اور اسکے کان اور دل پر مہر کی اور
اسکی آنکھ پر پردہ ڈالا تو اسکے بعد اب کون اسے ہدایت
کریگا ۔ اور بے دینوں نے کس طرح حدود سے تجاوز کیا اور
رسموں سے تعدی کی اور چادر شریعت وحقیقت کو پھاڑ
کر گمان کیا کہ وہ اپنے رب کی طرف سے راہ راست پر ہیں ۔
حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ وہ بدترین گمراہی اور قبیح ترین خصائل
اور انتہائی بدنصیبی اور ٹوٹے اور کذب وبہتان میں ہیں ۔ اللہ
ان کے متبع کو رسوا کرے اور ان کے امثال سے زمین کو پاک
فرمائے :۔

ابن تیمیہ کا یہ حال ہے اور آئمۂ دین اور مشائخ محدثین اسکے حق میں ایسا فرماتے ہیں۔ اہل اسلام ایسے بیدین سے احتراز کریں۔ اور اسکی گمراہ کن تعلیم سے بچیں جو علی مرتضیٰ کو خطاکار بتاتا ہے۔ یزید کی تعریف وتوصیف اس سے کیا بعید۔ ہندوستان کے بے قید جو دین سے آزاد ہوکر ملحدانِ بیدین کے دامِ تزویر میں گرفتار ہیں۔ وہ اگر ایسے فاسد العقیدہ شخص کی تقلید کریں تو یہ ان کی لامذہبی کا ایک اور ثبوت ہے۔ اعاذنا اللّٰہ تعالیٰ ایانا وجمیع المسلمین ووقانا وسائر المومنین عن مکائد للبطلین المفسدین المانعین من الدین بحرمۃ خاتم النبیین شفیع المذنبین صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین واللّٰہ سبحٰنہ اعلم وعلمہٗ اتم ؁

کتبہ العبد المعتصم بحبل اللّٰہ المتین محمد نعیم الدین عفرلہٗ

المُعجِزَۃُ العُظمیٰ المحمّدیہ

۱۳ ھ ۴۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مورخہ ۱۸ر شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ ہجری کو مغرب کے وقت بجانب قبلہ ایک روشن ستارہ نے ٹوٹ کر سرکار دوعالم صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک محمّد صفحۂ آسمان پر نمایاں کیا۔ جبلپور سی کے اکثر مقامات کے ہزارہا باشندوں نے دیکھا۔ کیا اس کرشمۂ قدرت یا آسمانی شہادت کو معجزہ کہا جاسکتا ہے؟ جواب مع عقلی ونقلی دلائل تحریر فرمائیں۔ بینوا وتوجروا ؁

احقر نور اللّٰہ خاں کاتب۔ الہ آبادی عفی عنہ ۲۶ر رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ

الجواب وھو الموفق

ہر امر عجیب وخارق عادت جس کے ظہور کا تعلق نبی کی ذات یا صفات وخصائص وحالات سے ہو۔ اگر وہ تحتِ تحدی ومقترن بدعوائے نبوت ہے۔ تو معجزہ ہے ورنہ آیت۔ لیکن بوجہ تشبیہ وتغلیب آیت پر بھی معجزہ کا اطلاق شائع وذائع ہے۔ پھر یہ تعلق بھی نبی کی حیات ظاہری سے خاص نہیں۔ بلکہ نبی کی وفات کے بعد کے بھی عام اور تاقیامت باقی ہے۔ حتیٰ کہ نبی کے امتی کسی ولی کی کرامت بھی اسی نبی کے معجزات سے ہے۔ غرض کہ نبی کی وفات کے بعد بھی اس سے نسبت رکھنے والے امور خارقۂ عادت دکھائے قدرتِ الٰہی آیات ومعجزات دکھلائینگے کیونکہ وہ نبی سے متعلق ہیں اور بدلالتِ قرائن اقوال واحوال وخصائص بھی حکماً مقترن بدعوائے نبوت اور تحت تحدی ہیں۔ زبیدی شرح احیاء میں ہے (ایدہ اللّٰہ سبحانہ بالمعجزات الظاھرۃ والاٰیات الباھرۃ) معنی الاٰیۃ العلامۃ علیٰ

صدقه والمعجزة هي الآيات مع التحدي بها۔ اور اللہ سبحانہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید فرمائی ظاہر معجزات اور کھلی ہوئی آیتوں کے ساتھ آیت کے معنی یہ کہ ایسی علامت جو حضور کی صداقت پر دلالت کرے اور معجزہ بھی وہی آیت ہے جو تحدی کے ساتھ ہو۔ اور بھی زبیدی میں ہے والقوم یعدون امثال هذا كا كشف الصدر وا ظلال الغمامة والتسليم الحجر معجزات على سبيل التشبيه والتغليب۔ اور قوم یعنی آئمہ کرام نے ایسی آیتوں اور نشانیوں کو جو بغیر تحدی کے ہوں جیسے شق صدر اور ابر کا حضور پر سایہ کرنا اور پتھر کا سلام کرنا معجزات میں بروجہ تشبیہ و تغلیب شمار کیا ہے۔ فتاویٰ حدیثیہ میں ہے ان کرامة الولی من بعض المعجزات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولی کی کرامت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے۔

پھر بعد وفات نبی جب تک نبی کی نبوت باقی اسکے دعوئے نبوت پر تحدی قائم۔ اور نبی کے تحت تحدی اور تحت نبوت جو امر خلاف معمول و خارق عادت صادر ہو وہ اس نبی کا معجزہ ہے۔ کیونکہ معجزہ ایک فعل الٰہی ہے جو منکرین و مشرکین و معاندین کو نبی کی مخالفت اور اسکے مقابلہ معارضہ سے عاجز کرکے اس نبی برحق کے دعوئے نبوت و رسالت کی تصدیق اور اسکے دینِ متین کی صداقت و حقانیت کی توثیق کرے۔ تو اسکے لئے نبی کی حیات ظاہری کی حاجت نہیں۔ نشر المحاسن میں ہے کل فعل خارق للعادة مستلزم صدق النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیما ادعاه من الرسالة معجزة له۔ ہر فعل جو خارقِ عادت خلاف معمول ہو۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو رسالت کا دعویٰ کیا۔ اس میں ان کی سچائی کا مستلزم ہو وہ اس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ احیاء العلوم میں ہے وجه دلالة المعجزة على صدق الرسل ان كل ما يعجز عنه البشر لم يكن الا فعله لله تعالیٰ۔ نبیوں اور رسولوں کی سچائی پر معجزہ کی دلالت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جسکے مقابلہ سے انسان عاجز ہو وہ اللہ ہی کی طرف سے اور اسی کا فعل ہے۔ حدیقہ ندیہ میں ہے فالمعجزة على هذا الا يشترط بها حياة الرسول بل تكون بعد موته ايضاً تو اس بناء پر معجزہ کے لئے رسول کا حیات ظاہری کے ساتھ زندہ رہنا شرط نہیں بلکہ معجزہ ان کی وفات کے بعد بھی ہوتا ہے۔

جب ظہور معجزہ کے لئے رسول و پیغمبر کی حیات ظاہری شرط نہ رہی تو بعد وفات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کچھ بھی خرق عادات ظاہر ہوں سب معجزہ ہیں کیونکہ وہ مقرون بالتحدی ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی بیّن شہادت دیتے ہیں۔ اور بقرائنِ صریحہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین متین کی صداقت و حقانیت پر دلالت کرتے ہیں اور منکرین و معاندین اسکے معارضہ سے عاجز اور مقابلہ سے مبہوت ہیں۔

فتاویٰ حدیثیہ میں ہے اکثر معجزات الانبیاء لاسیما نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وقعت من غیر ادعاء النبوۃ انبیاء کرام علیہما السلام کے اکثر معجزات خصوصاً ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بغیر دعائے نبوت کے واقع ہوئے۔ اور بھی فتاویٰ حدیثیہ میں ہے ان کل ما وقع منہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد النبوۃ مقرون بالتحدی لان قرائن اقوالہ واحوالہ ناطقۃ بدعواۃ النبوۃ وتحدیہ المخالفین واظہارہ مایقمعہم ویجبہم جو معجزات حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بعد نبوت ظاہر وواقع ہوئے وہ مقرون بالتحدی ہیں۔ کیونکہ حضور کے دعوائے نبوت اور حضور کے مخالفین پر تحدی۔ اور حضور کا وہ باتیں ظاہر فرمانا جو منکرین ومخالفین کو توڑ دیں اور عاجز کردیں۔ ان تمام امور پر حضور کے اقوال اور احوال کے قرائن ناطق ہیں۔ شرح الشفا للملا علی قاری میں ہے (معجزۃ نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تبید) ای لا تفنی ابداً ولا تنقطع (وآیاتہ) علاماتہ الدالۃ علیٰ صدقہ (تجدد یوماً فیوماً ولا تضمحل) ای ولا تزول اصلاً۔ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ ہمیشہ رہنے والا ہے اور کبھی منقطع نہ ہوگا۔ اور حضور کی آیتیں۔ یعنی حضور کی سچائی اور صداقت وحقانیت پر دلالت کرنے والی علامتیں دن پر دن نئی ظاہر ہوں گی۔ اور کبھی کمزور نہ ہونگی یعنی ہرگز زائل نہ ہوں گی۔ حدیقہ ندیہ میں ہے انہ مبعوث الی الثقلین وخاتم الانبیاء والرسل ومعجزاتہ ظاھرۃ باقیۃ علی الزمان وشہادتہ قائمۃ فی القیامۃ علیٰ کافۃ البشر بیشک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں جہان کے لئے پیغمبر بناکر بھیجے گئے ہیں۔ اور آپ خاتم ہیں تمام نبیوں اور رسولوں کے اور آپ کے کھلے ظاہر معجزات زمانہ کے قائم رہنے تک باقی ہیں۔ اور صدقِ نبوت کی شہادت قیامت تک تمام لوگوں پر قائم ہے۔ افضل القریٰ میں ہے ان ھٰذہ الشریعۃ کانت باقیۃ علیٰ صفحات الدھر الیٰ یوم القیٰمۃ خصت بالمعجزات العقلیۃ الباقیۃ لیرھا ذوالبصائر بیشک یہ شریعت دنیا کے پردہ پر قیامت تک رہنے والی ہے یہ شریعت خاص کی گئی ہے معجزات عقلیہ کے ساتھ جو باقی رہیں گے تاکہ انہیں عقل کی آنکھ والے دیکھیں۔ جامع الکرامات میں ہے فکان بذٰلک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کانہ موجود بین امتہ لیشاھدون معجزاتہ بعد مماتہ کما کانوا یشاھدونھا فی حیاتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیزداد الذین اٰمنوا ایماناً: ان معجزات کے سبب گویا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے درمیان خود موجود ہیں کہ لوگ آپ کے معجزات کا مشاہدہ آپ کی وفات کے بعد کررہے ہیں جیساکہ آپ کی حیات ظاہری میں مشاہدہ کرتے تھے تاکہ ایمان والوں کے ایمان زیادہ ہوں۔

واقعہ مذکورۂ سوال کہ ستارہ کا بصورتِ شہاب ثاقب نازل ہونا مطلعِ ہلال پر قرار پکڑنا پھر اسکا تغیرات کے بعد عَلَم پاک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوجانا حسب تصریحات بالایقیناً وہ سرکار رسالت مآب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کا بین معجزہ ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ نہ وہ کسی انسان کا کام تھا نہ وہ کسی مجہول الحال کا نام تھا۔ نہ کوئی مہمل و بے معنی کلمہ تھا۔ بلکہ ایک فعل الٰہی اور کرشمۂ قدرت کبریائی تھا جس نے اپنے پیارے محبوب حقیقی۔ مطلوب تحقیقی۔ مختار مطلق۔ برگزیدہ نبی برحق پیغمبر اعظم رسول مکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے عَلَمِ محترم اسم پاک و معظم کو چمکا کر روشن فرما کر بھٹکتوں گم کردہ راہوں کو متنبہ کر دیا اور سوتوں غفلت آشناؤں کو بیدار فرمایا کہ یہی سرکار ابد قرار ہیں جنکا دین متین قیامت تک قائم و باقی اور جن کی نبوت کریمہ و رسالت عظیمہ دائم و لازوال ہے۔ یہ ظہورِ اسم مبارک زبان حال سے کفار پر تحدی فرما رہا ہے کہ ہے کوئی دین۔ کوئی مذہب کوئی ملت۔ کوئی فرقہ جو اسلام کی ایسی کھلی صاف روشن مبارک مثال پیش کر سکے۔ لا واللہ ہرگز نہیں۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوْا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ ٥ (تو اے مخالفین اسلام!) اگر تم ایسی ظاہر مثال پیش نہ کر سکو۔ اور یقیناً تم ہرگز پیش نہ کر سکو گے۔ تو ڈرو اس آگ سے جس کے ایندھن آدمی ہیں اور وہ پتھر جنہیں یہ آدمی بت بنا کر پوجتے ہیں۔ اور وہ مقرر کی گئی ہے صرف کافروں کے لئے ؛

اللہ تعالٰے اسم اعظم عَلَمِ معظم کو مرتفع فرما کر اپنے بندوں حضور اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے امتیوں کو بشارت عظیمہ دے رہا ہے کہ جس پیارے نبی کی پیروی۔ جس برگزیدہ پیغمبر کی اطاعت۔ جس رسول کی تعظیم کے اتباع میں تمہیں مراتب سعادت عطا ہوں۔ تمہیں عتاب الٰہی۔ فتنہ قبر اور عذاب آخرت سے نجات ملے۔ اسکا نام پاک عَلَمِ مبارک ہم نے مشعل ہدایت بنا کر مطلعِ ہلال پر چمکا دیا اور حسب وعدہ قرآنی وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کیا) اسم پاک کو رفعت و بلندی کے ساتھ تم پر سایہ افگن فرما دیا۔ جو اپنی سعادت افروز تجلی۔ اور مسرت افزا روشنی میں عامۂ امت اجابت و دعوت کو طریق خیر و سعادت اور صراطِ رشد و ہدایت کی طرف پکار پکار کر بتلا رہا ہے ان ھٰذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبیل فتفرق بکم سبیلہ؛ یقیناً یہی میری سیدھی راہ ہے۔ تو اس پر چلو۔ اور دوسری راہیں نہ اختیار کرو کہ سیدھی راہ سے بھٹکا دیں ؛

بلاشبہ یہ ظہور اسم پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔ حضور اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کے بقاء و قیام و دوام کی بین شہادت اور دینِ مصدّق و برحق اسلام کی برہانِ ساطع اور اس کی صداقت و حقانیت پر دلیل قاطع ہے جسکے ظہور سے کفار و مشرکین و مخالفینِ اسلام مبہوت اور اسکے مقابلہ و معارضہ سے عاجز و قاصر ہیں۔ یہی معجزہ کی تعریف ہے۔ اور بتمامہا اس پر صادق۔ شرح مقاصد میں ہے المعجزۃ ھی فعل من اللہ تعالٰی یقصد بمثلہ التصدیق۔ معجزہ اللہ تعالٰے کا فعل ہے جس سے نبی کریم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی تصدیق مقصود ہے۔
اب کون ہے جو اسکے اعجازِ محمدی ہونے میں شک لائے اور معجزہ ہونے میں کلام کرے ؛

مسلمانو! ہوشیار، خبردار، بہت سو چکے۔ اور خواب غفلت میں اتنا کچھ کھو چکے کہ اس کی تلافی دشوار ہے مگر جو کچھ رہا ہے اسی کو سنبھالو اور ظہور اسم مبارک تمہیں سبق دے رہا ہے کہ اسی مبارک و محترم نام والے سرکار ابد قرار کے سایہ میں تمہارے لئے سب کچھ ہے، صدق و اخلاص کے ساتھ ان کی اطاعت ان کا اتباع ان کی پیروی تمہارے لئے منہاج رفعت و عزت اور معراج ترقی ہے۔ اس سے باہر ہونے ان سے پھر جانے، روگرداں ہو جانے میں تمہارے لئے ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں۔ قال عزوجل اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِى الْاَذَلِّيْنَ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِيْزٌ ۝ بیشک وہ لوگ جو اللہ و رسول کی مخالفت کرتے ہیں، وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔ اللہ لکھ چکا کہ ضرور ضرور میں غالب آؤں گا۔ اور میرے رسول غالب آئیں گے۔ بیشک اللہ قوت والا عزت والا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ عزمجدہ اتم واحکم محمد نعیم الدین غفرلہٗ

فتویٰ

توہین علماء کا حکم

سوال: ایک شخص داڑھی منڈا جو نہ کبھی نماز پڑھتا نہ داڑھی رکھتا ہے۔ اس عالم کی شان میں جو قرآن و حدیث کا وعظ بیان فرما رہا ہے اور لوگوں کو منہیات شرعیہ سے روکتا ہے۔ اسکے بیان کے خلاف میں ایسی غزلیں جو بالکل خلاف مذہب اسلام اور شرع ہے لکھ کر اس مسجد میں پڑھتا ہے جہاں کہ لوگ وعظ سن کر متاثر ہو رہے تھے۔ اور لوگوں کو اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ مولویوں کے وعظ مت سنو۔ اپنے شعر میں مولویوں کی توہین کرتا ہے اور اسکو فخر سمجھتا ہے۔ ایسا شخص از روئے شرع کیسا ہے؟

۲۔ شخص مذکور داڑھی منڈانے کی ممانعت میں حدیث نبی سننے کے بعد بھی بااصرار یہ کہتا ہے کہ داڑھی کو اسلام کی کوئی علاقہ نہیں۔ اور داڑھی رکھنا اسلام میں داخل نہیں۔ ایسا شخص عند اللہ و عند الشرع کیسا ہے؟

۳۔ شخص مذکور نماز کبھی پڑھتا نہیں ہے بلکہ نماز کو عبث سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ نماز سے اسلام کو کیا واسطہ، نماز اسلام میں داخل نہیں ہے۔ ایسے شخص پر کیا حکم شرع عائد ہوتا ہے؟

۴۔ ایسا شعر جس کے مضامین بالکل خلاف شرع ہوں اور جس میں مولویوں کی توہین ناحق ہو۔ جس کے خلاصہ مضمون یہ ہوں کہ نماز اسلام کی چیز نہیں، داڑھی اسلام کی چیز نہیں، وضع و لباس، اسلام میں داخل نہیں۔ جیسا لباس چاہو پہنو۔ ایسا شعر جس کے مضامین اس قسم کے ہوں۔ مسجد میں پڑھنا کیسا ہے؟ اور ایسے شخص کی مدد و استعانت کرنا جو قرآن و حدیث

کے خلاف کہہ رہا ہو کیسا ہے؟ اور ایسے قول کے سرزد ہونے کے بعد اسے کیا کرنا چاہیئے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی ابوالرشید محمد عبداللطیف مدہوپور

جواب ۱:۔ داڑھی منڈانا۔ نماز ترک کرنا فسق ہے۔ اور عالم اہلسنت کے وعظ سننے سے لوگوں کو روکنا منع خیر اور سخت جرم۔ اور عالم کی توہین اشد حرام اور نہایت خطرناک ہے اگر اسکے لئے کوئی سبب دینوی یا اخروی نہ ہو۔ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں ہے من ابغض عالماً من غیر سبب ظاهر خیف علیه الکفر قلت الظاهر انه یکفر لانه اذا ابغض العالم من غیر سبب دنیوی او اخروی فیکون بغضه لعلم الشریعة ولا شك فی کفر من انکره فضلاً عمن ابغضه۔ یعنی خلاصہ میں ہے کہ جو شخص بغیر سبب ظاہر کسی عالم کو مبغوض رکھے اس پر کفر کا خوف ہے۔ حضرت علامہ فرماتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ جب اس نے بغیر دینی ودنیوی سبب کے عالم سے بغض رکھا تو یہ بغض علم دین کی وجہ سے ہوا۔ اور علم دین کا منکر بھی کافر ہے چہ جائیکہ اسکو مبغوض رکھنے والا۔ اسی شرح فقہ اکبر میں ہے ان قال لعالم عویلم او العلوی علیوی بصیغة التصغیر فیهما تقیده بقوله قاصداً به الاستخفاف کفر۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس کسی نے عالم کی تحقیر کے لئے تصغیر کے صیغہ سے پکارا اور اسکا نام گھٹا کر بیان کیا وہ کافر ہو گیا۔ اللہ پناہ میں رکھے بے قید لوگوں کی عادت ہے کہ علماء دین کو ملانا وغیرہ استخفاف وتحقیر کے الفاظ کہہ گذرتے ہیں۔ اور انہیں پتہ نہیں ہوتا کہ اس میں اپنے ہی ایمان کا خلل ہے۔ ایک عالم اپنی کتاب کہیں رکھ کر تشریف لے گئے تھے۔ تو ایک شخص نے ان سے کہا کہ آپ اپنی آری چھوڑ گئے! یہ کہنے پر امام فضلی نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ اسی شرح میں ہے امر الامام الفضلی بقتل من قال لفقیه ترك کتابه وذهب ترکت المنشار ههنا وذهب کفر خانیہ میں ہے رجلان بینهما خصومة فقال احدهما للاخر بیا نابعلم رویم فقال الاخر من علم چه دانم قال ابوبکر القاضی یکفر المجیب لانه یستخف بالعلم۔ یعنی دو آدمیوں میں جھگڑا تھا ایک نے دوسرے سے کہا۔ آؤ علم کی طرف چلیں۔ دوسرے نے کہا۔ میں علم کو کیا سمجھتا ہوں۔ قاضی ابوبکر نے فرمایا یہ دوسرا کافر ہو گیا کیونکہ اس نے علم کا استخفاف کیا۔ روسی میں ہے رجلان بینهما خصومة فجاء احدهما بخطوط الفقهاء والفتوی فقال الخصم لیس کما افتوا وقال لا نعمل بهذا وهما من عرض الناس کان علیه التعزیر۔

اس سے معلوم ہوا کہ علماء کی تحریر فتویٰ کو کہدینا کہ ہم اسکو نہیں مانتے یا یہ ٹھیک نہیں ہے۔ اس پر تعزیر ہوتی ہے لوگوں کی عادت ہو گئی ہے کہ علماء کے جھٹلانے اور ان کے بتائے ہوئے مسائل کی تکذیب کرنے پر جری ہو گئے ہیں اور ایسے بیہودہ کلمات اکثر زبان پر آتے ہیں۔ چاہیئے کہ اس سے احتیاط کریں۔ سوال میں بھی یہ ذکر ہے کہ وہ

شخص علماء کی تعلیم اور ان کے وعظ سے روکتا ہے اور علماء کی توہین کرتا ہے اسکو چاہیئے کہ توبہ کرے ۔
۳و۴ یہ کہنا کہ داڑھی کو اسلام سے کوئی واسطہ نہیں اور داڑھی رکھنا اسلام میں داخل نہیں۔ اور اسی طرح نماز کی نسبت ایسے کلمات کہنا اگر اس مطلب سے ہو کہ ان کا ترک گناہ ہے فسق و کبیرہ ہے۔ مگر اس سے وہ شخص اسلام سے خارج نہیں ہوگیا تو جائے عذر ہے۔ اور اگر نماز کی فرضیت کا انکار، یا سنت کا استخفاف مد نظر ہو۔ تو اسکو فقہا کفر فرماتے ہیں۔ یہ بہت خطرناک جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ پناہ دے۔ فتاویٰ خانیہ میں ہے رجل قال لغیرہ نماز کن فقال اے مرد نماز کردن سخت کار گرانست برایں قالوا یکون کفرا ؛

۵: سوال چہارم کا جواب سوال اول میں آچکا۔ ایسے شخص سے توبہ لینا چاہیئے۔ اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو مسلمان اس سے میل جول ترک کردیں لَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ محمد نعیم الدین غفرلہٗ

تعظیم و عبادت میں فرق

سوال: تعظیم اور عبادت میں کیا فرق ہے؟ کیا سبب ہے کہ اولیاء کرام کی قبروں پر چادریں پھول مٹھائیاں چڑھانے والے موحد مسلمان۔ اور بتوں پر پھول پتیاں چڑھانے والے کافر مشرک بے ایمان؟

۲: نیچری کہتا ہے "پردہ قرآن کے خلاف ہے، مونھ چھپانے کا حکم کہیں قرآن میں نہیں۔ آیہ کریمہ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ الآیہ: وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ کھلا رہنا چاہئے اس لئے کہ جب تک چہرہ نہیں کھلا رہے گا نیچی نظریں رکھنے کا حکم فضول" اور آیہ کریمہ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ کے متعلق کہتا ہے اس سے بھی ہمارا مطلب ثابت ہوتا ہے۔ جب تک چہرہ عورتوں کا کھلا نہیں رہے گا پہچاننا غیر ممکن ہے۔ لہذا چہرہ چھپانا خلاف آیات قرآنی ہے ؛

جواب سوال ۲ کا صرف قرآن سے ہو۔ آیا یہ تاویل صحیح ہے۔ بینوا توجروا۔ خاکسار غریب عفی عنہ

جواب: ۱: عبادت غایت خضوع و انتہاء تذلل کو کہتے ہیں۔ اور یہ حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ عابد معبود کی نسبت الوہیت کا اعتقاد نہ رکھتا ہو۔ اور اسکو قادر مطلق۔ متصرف بالذات و بالاستقلال نہ جانتا ہو اور اسکے حضور بغیر اضطرار کے اپنے اختیار سے انتہائی تذلل جسکو اظہار عبدیت کہتے ہیں بجا نہ لائے ؛

تعظیم۔ اس سے عام ہے۔ اس میں غایت تذلل اور غایت خضوع اور معظم کی الوہیت اور اس کی قدرت ذاتیہ

وستقلہ کا اعتقاد ضروری نہیں ہے۔ ان دونوں میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے۔ ہر عبادت تعظیم ہے اور ہر تعظیم عبادت نہیں۔ ورنہ ماں باپ۔ استاد۔ پیر۔ نبی۔ رسول (علیہ السلام) قرآن شریف۔ مسجد۔ کعبہ معظمہ سب کی تعظیم شرعاً مطلوب ہے۔ اور مسلمانوں کو ان کی تعظیم وتوقیر کا حکم دیا گیا ہے۔ ہر تعظیم اگر عبادت ہو جایا کرے تو یہ سب تعظیمیں شرک ہوں۔ اور ان کا حکم کرنا شرک کا حکم کرنا ہو۔ جو شخص شریعت پر ایسا الزام لگائے گمراہ بے دین ہے۔ ایک ہی طرح کے افعال جن میں صورتاً کوئی فرق ظاہر نہ ہو۔ بسا اوقات حقیقت میں ہوتے ہیں۔ مشرکین سے زیادہ کا بُعد و دوری ہوتی ہے۔ غیر خدا کی عبادت یقیناً شرک۔ ہر شریعت حقہ اسکو مٹاتی آئی۔ تمام انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات جب تک دنیا میں تشریف فرما رہے اسکی بیخ کنی میں مصروف رہے۔ شرک کسی حال میں جائز نہیں ہو سکتا اور محال ہے کہ خدا کی طرف سے شرک کا حکم دیا جائے۔ باوجود اسکے ملائکہ کو حضرت آدم علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے سجدہ کا حکم ہوا برادرانِ حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کا حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرنا قرآن کریم نے ذکر فرمایا صورۃً یہ سجدہ اور نمازی کا سجدہ اور بت کا سجدہ وضع جبہہ یا انحناء ہے یہ بات تینوں صورتوں میں پائی جاتی ہے مگر حقیقت وحکم میں اشتراک نہیں۔ ملائکہ اور برادران یوسف علیہ السلام کا سجدہ۔ حضرت آدم ویوسف علیٰ نبینا وعلیہم السلام کی تعظیم تھا نہ عبادت۔ ورنہ اسکا حکم ہونا محال تھا فرق یہ ہے کہ ملائکہ اور برادران یوسف علیہما السلام اپنے معظم کی الوہیت کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے تو وہ سجدہ عبادت نہ ہوا۔ اور نمازی سجدہ میں مسجود لہٗ کی الوہیت کا اعتقاد رکھتا ہے اس لئے اسکا سجدہ عبادت ہے۔ مگر چونکہ مسجود لہٗ اسکا اللہ رب العزت تبارک وتعالیٰ ہے اس لئے یہ عبادت مقبول اور مامور بہا ہے۔ بت پرست کا سجدہ بھی باعتقاد الوہیت ہے۔ اور چونکہ اسکا مسجود لہٗ غیر خدا ہے اس لئے وہ شرک وممنوع موجب خسران وخذلان ہے۔ قبروں پر چادریں اور پھول ڈالنا اور بتوں کے آگے پھول پیش کرنا۔ ان دونوں میں بھی وہی فرق ہے۔ کہ قبروں پر پھول لے جانے والا صاحب قبر کو الٰہ اور قادر بالذات والاستقلال نہیں اعتقاد کرتا اسکو خدا کا خالص بندہ جانتا ہے۔ نہ خدائی کا شریک یا حصہ دار۔ نہ معاذ اللہ چھوٹے درجہ کا خدا۔ اور بُت پرست۔ بُت کو الٰہ اور قادر بالذات اور بالاستقلال اعتقاد کرتا ہے فافترقا۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر سورۂ بقرہ میں فرماتے ہیں: پیشانی را بر زمین رسانیدن ہر دو طریق واقع میشود یکے آنکہ برائے ادائے حق عبودیت باشد ایں قسم در جمیع ادیان وجمیع ملل برائے غیر خدا حرام وممنوع است و ہیچ گاہ جائز نہ شد زیرا کہ از محرمات عقلی است ومحرمات عقلیہ بتبدل ادیان وملل متبدل نمی شوند ودلیلش آنکہ ایں نوع تعظیم مشعر بغایت تذلل است وغایت تذلل برائے کسے سزاوار ہست کہ در غایت عظمت باشد وغایت عظمت آنست کہ ذاتی باشد وعظمت ذاتی خاص بحضرت حق است در ہیچ

مخلوقے یافتہ نمی شود۔ دوم آنکہ برائے تکریم وتحیت باشد مانند سلام وسرخم کردن وایں معنی باختلاف رسوم وعادات وتبدل

ازمنہ دواقعات مختلف است۔ گاہے جائز است وگاہے حرام درامتہائے سابقہ جائز بود چنانچہ در قصۂ حضرت یوسف

واخوان ایشاں واقع شدہ کہ فَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا، واللّٰہ سبحٰنہٗ تعالیٰ اعلم۔

۲ : ۔ نیچری صاحب کا یہ دعویٰ کہ پردہ قرآن کریم کے خلاف ہے اور اسکی یہ دلیل کہ منہ چھپانے کا حکم کہیں قرآن میں نہیں ۔ نہایت ہی عجیب ہے ۔ اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ قرآن کریم میں مونھ چھپانے کا حکم نہیں ہے تو پردہ کا خلاف قرآن ہونا کیسے لازم آئے گا ! اس کی مثال یوں سمجھئے جیسے کسی نے کہا کہ نمازوں میں رکعتوں کی تعداد۔ اور صلاتی افعال کی ترتیب قرآن کے خلاف ہے ، کیونکہ اسکا حکم قرآن میں نہیں ۔ تو جیسا یہ قول باطل ہوگا۔ ایسا ہی یہ استدلال بھی باطل ہے پردہ قرآن کے خلاف تو جب کہا جا سکتا تھا کہ قرآن پاک ۔ میں کہیں یہ حکم ہوتا کہ عورتیں اجنبی مردوں کے سامنے بے پردہ رہیں ۔ جب یہ نہیں تو پردہ کا حکم قرآن پاک کے خلاف کس طرح ہوا ! پھر یہ آیۂ کریمہ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ اور قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ ان دونوں آیتوں کو نیچری نے کس طرح میں پیش کیا ہے ؟ ان آیات کے نفس ترجمہ سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کو عورتوں کے دیکھنے سے اور عورتوں کو مردوں کے دیکھنے سے منع فرمایا گیا اس سے پردہ کی تاکید ہوتی ہے ۔ اور نہ دیکھنا پردہ کی حالت میں کامل طور پر حاصل ہوتا ہے ۔ تو اس آیت میں پردہ کی تائید ہے یا مخالفت ، اسکو بے پردگی کی سند بنانا عقل پر پردے پڑے ہونے کی دلیل ہے ۔ نیچری صاحب کی یہ دلیل ایسی ہی ہے جیسے کوئی بیدین کہے کہ ناحق کسی کا مال لے لینے کی ممانعت قرآن شریف کے خلاف ہے ۔ کیونکہ قرآن شریف میں فرمایا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مالِ ناحق لینا چاہیئے ۔ اس لئے کہ جب تک مال ناحق نہ لیا جائے کھانے کی ممانعت فضول ۔ ایسے ہی دوسرا بیدین کہے کہ سود لینے کی ممانعت قرآن شریف کے خلاف ہے ۔ کیونکہ قرآن شریف میں فرمایا ہے لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سود لینا چاہیئے ۔ اس لئے کہ جب تک سود لیا نہیں جائیگا سود کھانے کی ممانعت فضول ہوگی۔ جیسے ان بیدینوں کا شیطانی قیاس باطل ہے ۔ ایسا ہی نیچری کا یہ قول باطل ہے کہ آیۂ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ کھلا رہنا چاہیئے ، اس لئے کہ جب تک چہرہ نہیں کھلا رہیگا ۔ نیچی نظریں رکھنے کا حکم فضول ہے ۔

اس نادان نے یہ نہ سوچا کہ چہرہ کھلے رکھنے کے جواز پر آیت میں کونسی دلالت ہے ، چہرہ کھلا رکھنا ناجائز ہو ۔ تو کیا ضروری ہے کہ دنیا میں کوئی فاسق اسکا خلاف نہ کرے اگر باوجود ناجائز ہونے کے کوئی چہرہ کھلا رکھے اور نیچری عورتوں کی طرح آزاد پھر دہ سامنے آئے تو اسکو نہ دیکھے اور نظر نیچی کر لینے کا حکم دینا اسکی بے پردگی کے جواز کی دلیل کس طرح ہو سکتا ہے ۔ اس سے

تو پردہ کی اور تائید ہوتی ہے کہ اگر کوئی بے پردہ پھرنے والا بھی تمہارے سامنے آجائے۔ یا اتفاقیہ کسی اجنبی کا سامنا ہو جائے تو بھی تم پردہ کے اہتمام میں کمی نہ کرو۔ اور اپنی آنکھیں نیچی کر لو۔ بے پردگی کی اجازت منظور ہوتی تو نگاہیں نیچی کرنے اور نہ دیکھنے کا حکم کیا معنی رکھتا ہے۔ علاوہ بریں آیت میں یہ کہاں ہے کہ اجانب کے سامنے ایسا کرنے کا حکم ہے؟ جائز ہے کہ یہ حکم گھر کے اندر کا ہو۔ اور حیا کی تعلیم دی گئی ہو کہ محارم کے سامنے بھی نگاہیں نیچی رکھیں۔ یہ کلام تو محض آیت کے الفاظ اور اسکے ظاہر ترجمہ پر نظر کر کے تھا کیونکہ سائل صاحب جواب صرف قرآن شریف سے مانگتے ہیں۔ یہ اصرار بھی ان کا باطل ہے۔ جب قرآن پاک واجب الاتباع ہے۔ تو حدیث رسول اور تمام دلائل شرعیہ بھی لازم القبول ہیں۔ بلکہ قرآن کریم کی فہم حدیث شریف سے حاصل ہوتی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کلامی تفسیر کلام اللّٰہ یعنی میرا کلام قرآن پاک کی تفسیر ہے۔ اب ذرا اس آیت کی تفسیر بھی دیکھ لیجئے۔ تفسیر احمدی میں فرمایا الاظہر ان ھٰذا فی الصلوٰۃ لا فی النظر فان کل بدن الحُرّۃ عورۃ لا یحل لغیر الزوج والمحرم النظر الٰی شیئ منہا الا بضرورۃ کالمعالجۃ وتحمل الشہادۃ یعنی ظاہر تر یہ ہے کہ آیت میں حکم نماز کا ہے نہ کہ نظر کا۔ کیونکہ حُرّہ کا تمام بدن عورت ہے۔ شوہر اور محرم کے سوا کسی کو اسکے بدن کا کوئی حصّہ دیکھنا جائز نہیں۔ الا الضرورۃ۔ معالجہ وشہادۃ۔ نیچری صاحب اس آیت کو تو پڑھ گئے اور اس سے پہلی آیت چھوڑ گئے جس میں صاف ارشاد تھا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا جس میں غیروں کے گھروں میں داخل ہونے کی ممانعت تھی۔ اس سے آپ نے نہ سوچا کہ نیچری عورتوں کی طرح کھلا پھرنا جائز ہوتا تو مردوں کو دوسرے کے گھروں میں داخل ہونے کی ممانعت کیوں فرمائی جاتی؟ اسیران شہوت اپنی خواہشات کے لئے طرح طرح کی حیلہ جوئی کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ توفیق خیر دے ۔

اسی طرح نیچری صاحب نے ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ لکھ کر دھوکہ دینا چاہا۔ بڑی بد نصیبی کہ انسان قرآن جیسی سراسر ہدایت کتاب کی آیات کو بھی دھوکہ دینے کے لئے پیش کرے۔ اور دھوکہ دینے ہی کی ضرورت سے آدھی آیت لکھی اور آدھی چھوڑ دی۔ اوپر کی آدھی آیت یہ تھی یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ۔ یعنی اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے اپنی بی بیوں سے اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی بی بیوں سے کہ برقعے اوڑھے رہیں یہ قریب ہے اسکے کہ پہچانی جائیں پس نہ ستائی جائیں یعنی برقع پوشی حُرّہ بی بیوں کے پہچاننے کے لئے علامت ہو گی۔ ایسا ہی تمام تفاسیر میں ہے۔ آیت کا نظم صاف اس مدلول پر دلالت کرتا ہے۔ اگر وہ مطلب لیا جائے جو نیچری کہتا ہے اور پہچاننا چہرہ دیکھ کر مقصود ہو۔ تو پہلی آیت جو اس نے نقل کی ہے اس میں غض بصر یعنی نگاہیں نیچی کرنے کا حکم کس لئے ہوگا؟ اور دوسری آیات وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ

تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰی وغیرہا کی مخالفت لازم آئے گی۔ بلکہ آیت کا یہ حصہ خود اپنے صدر کے خلاف ہوگا۔ اور کلام الٰہی تو بہت بلند و بالا ہے ایسا تو کسی عاقل کے کلام بھی نہیں ہو سکتا۔ اس نیچری کا مطلب جب ثابت ہوتا کہ اس سے پہلے یَکْشِفْنَ وُجُوْهَهُنَّ ہوتا تو ذٰلِکَ مشار الیہ کشف کو بنایا جا سکتا تھا۔ اب جب کہ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ہے تو ذٰلِکَ سے مراد پردہ ہو سکتا ہے نہ کہ بے پردگی۔ اللہ تعالیٰ عقل دے اور ہدایت فرمائے۔ محمد نعیم الدین غفرلہٗ

مسئلہ علمِ غیب

سوال:۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم بالغیب کے متعلق ہر جگہ گفتگوئیں ہوتی ہیں۔ دیوبندی لوگ اسکے انکار میں بہت مبالغہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کے سوا اور کسی کے لئے غیب کا علم ثابت کرنا شرک ہے۔ اور اپنی تائید میں قرآن پاک کی آیتیں اور حدیثیں بیان کرتے ہیں۔ اسکی حقیقت کیا ہے؟ جواب مدلل ارشاد فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

جواب:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم وعلیٰ اٰلہ و اصحابہٖ اجمعین۔ حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رب العزت تبارک وتعالیٰ نے جمیع اشیاء کا علم عطا فرمایا۔ حاضرہ ہوں یا غائبہ۔ صغیرہ ہوں یا کبیرہ۔ قرآن کریم اور احادیث شریفہ سے یہ خوب اچھی طرح ثابت ہے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے نَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمائی جو ہر شے کا بیان واضح ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور کو جمیع اشیاء کا علم ہے۔ اور قرآن پاک میں ان سب کا بیان۔ اور بلا خلاف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن کے عالم ہیں۔ دوسری آیت میں ارشاد ہوا وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا ۝ اور اللہ تعالیٰ نے تعلیم فرمایا آپ کو جو آپ نہ جانتے تھے۔ اور اللہ کا فضل آپ پر بہت بڑا ہے۔ تیسری آیت میں ارشاد ہوا مَا کَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ اور اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے۔ ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسول سے جسے چاہے۔ چوتھی آیت یہ ہے۔ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اپنے غیب پر کسی کو ظاہر و مسلط نہیں فرماتا مگر جسکو وہ انتخاب کرے اپنے رسولوں میں سے۔ ان کے علاوہ بہت کثیر آیات ہیں۔ جن سے یہ مضمون ثابت ہے۔ اب چند حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں:

حدیث (۱) :۔ بخاری شریف میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم واھل النار منازلھم حفظ ذلک

من حفظه ونسیه من نسیه. حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بیان کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہماری مجلس میں قیام فرما کر ابتدائے آفرینش سے اہل جنت اور اہلِ نار کے اپنی اپنی منزلوں میں داخل ہونے کی خبر دی. جسے یاد رہا، یاد رہا اور جو بھول گیا، بھول گیا؛ بخاری شریف کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجلسِ صحابہ میں ابتدائے آفرینش سے دخولِ جنت ونار تک ہونے والے جملہ وقائع وحوادث اور تمام حالات ومکتونات کی خبر دی ؛

حدیث (۲) : بخاری ومسلم میں حضرتِ حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما ما ترک شیئا یکون فی مقامه ذٰلک الیٰ قیام الساعة الا حدث به :۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہماری مجلس میں قیام فرمایا اور قیامت تک ہونے والی کوئی چیز نہ چھوڑی جن کا بیان نہ فرمایا ہو ؛

بخاری ومسلم کی اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت تک ہونے والی ہر چیز کا بیان فرما دیا کوئی چیز چھوڑ نہ دی ؛

حدیث (۳) : مسلم شریف میں حضرتِ ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ زوی لی الارض فرایت مشارقها ومغاربها یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے میرے لئے زمین کو سمیٹا پس میں نے اس کے مشارق ومغارب کو دیکھا یعنی تمام زمین کو ملاحظہ فرمایا ؛

مرقات المفاتیح میں اس حدیث کی شرح میں فرمایا معناه ان الارض زویت لی جملتها مرة واحدة فرایت مشارقها ومغاربها یعنی میرے لئے تمام زمین یکبارگی سمیٹ گئی پس میں نے اسکے مشارق ومغارب کو دیکھا ؛

حدیث (۴) :۔ مواہب لدنیہ میں طبرانی سے بروایت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالٰی قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیها والیٰ ما هو کائن فیها الیٰ یوم القیمة کانما انظر الیٰ کفی هٰذه. حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے میرے لئے دنیا اٹھائی میں نے اسکو اور اس میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا ملاحظہ فرمایا جیسا اپنے اس کفِ دست کو ؛

حدیث (۵) :۔ امام احمد وترمذی نے ایک حدیث روایت کی اور اسکو حسن وصحیح بتایا۔ اور ترمذی نے کہا میں نے امام بخاری سے اس حدیث کو دریافت کیا انہوں نے فرمایا صحیح ہے۔ اس حدیث میں ہے فتجلی لی کل شیئ وعرفت۔ پس مجھے ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لی ؛

ان آیات واحادیث سے خوب ظاہر وروشن ہے کہ اللہ تبارک وتعالٰی نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

کو جمیع اشیاء کے علوم عطا فرمائے اور کائنات کا کوئی ذرّہ اور قیامت تک ہونے والا کوئی واقعہ و حادثہ ایسا نہ رہا جسکا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم نہ دیا گیا ہو۔ اب جو شخص علمِ حضور اقدس کا انکار کرتا ہے وہ باطل پر ہے۔ اور جو آیات و احادیث پیش کرتا ہے ان میں علمِ ذاتی یعنی خود بخود جاننے کی نفی ہے۔ کسی میں تعلیم کی نفی نہیں۔ اور کسی ایک حدیث میں یہ نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ عادم عطا نہیں فرمائے۔ چنانچہ علّامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض میں فرماتے ہیں ان المنفی علمہ من غیر واسطۃ واما اطلاعہ علیہ باعلام اللہ تعالیٰ فامر متحقق قال اللہ تعالیٰ عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔ یعنی نفی علم ذاتی کی کی گئی ہے اور ثبوت علم بتعلیمِ الٰہی کا ہے جو امر ثابت ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ تعالےٰ عالم غیب ہے اور اپنے غیب پر کسی کو ظاہر و مسلّط نہیں کرتا مگر جنکو رسولوں میں سے چُنے۔ خفاجی علیہ الرحمہ کی اس عبارت نے فیصلہ کر دیا کہ عباراتِ نفی میں علم ذاتی مراد ہے۔ اور عبارات اثبات میں علم عطائی۔ دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علمِ عطائی کے انکار میں آیات و احادیث پیش کرنا مغالطہ اور تغلیط ہے :

بحمد اللہ تعالےٰ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے علم غیب کا مسئلہ خوب واضح و روشن اور دلائل و براہین سے موشح و مزین ہو چکا۔ اب مخالف کو جائے چون و چرا باقی نہیں۔ بیان مسطور بالا سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے لئے بتعلیم الٰہی غیب کے علم کا اثبات شرک نہیں۔ اور جو چیز نصوص سے ثابت ہو کس طرح شرک ہو سکتی ہے۔ اسکو شرک کہنا کھلی ہوئی گمراہی ہے۔ شرک کہنے والا اس بات کا مدعی ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ کا علم بھی معاذ اللہ عطائی اور بتعلیم غیر ہے۔ ایسا کہے تو یقیناً کافر اور نہ کہے تو اثبات علمِ عطائی پر شرک کا حکم لگانا کذب و باطل اور جہالت و ضلالت۔ تمام عالم کے وہابی مل کر کوشش کریں تو بھی علم عطائی کو شرک ثابت نہیں کر سکتے۔ واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم :

محمد نعیم الدین غفرلہٗ

نوٹ :۔ مسئلہ علم غیب کی مزید تحقیق و تنقیح اور بے مثل و بے عدیل توضیح و تشریح کا شوق ہو تو حضرت صدر الافاضل مولانا مولوی حکیم حافظ محمد نعیم الدین صاحب قدس سرہٗ کی تصنیف منیف "الکلمۃ العلیاء لاعلاء علم المصطفیٰ" ملاحظہ فرمائیے۔ جس میں وہابیہ کے ہر ہر اعتراض کا مفصّل و مدلّل جواب ہے۔ اور جس شخص کی اس کتاب پر نظر ہو۔ وہابی اس سے اس مسئلہ میں گفتگو نہیں کر سکتا۔ کتاب مذکور آپ اپنے ادارہ علویہ رضویہ رضویہ سے طلب فرما کر پڑھیں اور حضرت مصنف کی علمی بصیرت کی داد دیں :

قرآن عظیم میں قسمیں یاد فرمانے میں حکمت

اور مَآ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کے متعلق فتویٰ

سوال (۱) :۔ قرآن مجید میں جو مولیٰ تعالےٰ نے دن اور رات۔ سورج وقمر۔ زیتون وانجیر۔ اور طور سیناوغیرہ کی قسمیں اٹھائی ہیں۔ اس کی کیا ضرورت تھی اور اس میں کیا راز ہے؟ :

(۲) :۔ وَمَآ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کے بارے میں توجملہ مفسرین کا اجماع عند الذبح کی قید پر ہے۔ لیکن درمختار میں مذبوح لقدوم الامیر کی حرمت کا فتویٰ دیا گیا ہے گواس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ بحوالہ کتب فقہ مفصل تشریح فرمادیں۔ امید ہے کہ آپ تھوڑا سا قیمتی وقت صرف فرماکر مختصر طور پر مگر جامع ومانع بحوالہ کتب جواب تحریر فرمادیں گے۔ آپ کی عنایت ہوگی میں معترض نہیں بلکہ لیطمئن قلبی کا خواہاں ہوں۔ غلام رسول

الجواب بعون الکریم الوھاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

(۱) اللہ تعالےٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ ضرورت سے پاک ہے اسے کسی چیز کی ضرورت نہیں وہ سب سے بے نیاز ہے۔ ضرورت دلیلِ نقصان وعلامتِ امکان ہے تعالی اللہ عن ذٰلک علوًا کبیرا واللہ غنی عن العالمین البتہ اسکے ہر کام میں حکمت ہے۔ خواہ بندوں کی فہم اس حکمت تک رسائی کرے یا نہ کرے۔ قرآن کریم میں قسمیں یاد فرمائی گئیں۔ اس میں بہت حکمتیں ہیں۔ اول تو یہ قرآن پاک محاورۂ عرب میں نازل ہوا۔ اور اثباتِ مطالب میں حلف ویمین عرب کا طریقہ مالوفہ ہے تو کلام کا ان کے اسلوب پر ہونا مناسب :

امام فخرالدین رازی قدس سرہٗ نے فرمایا والقرآن انزل بلغۃ العرب واثبات المطالب بالحلف والیمین طریقۃ مالوفۃ عند العرب :

دوم اصول ہدایت وارشاد کا اقتضاء ہے کہ رہنمائی کے تمام مدارج ومراتب پورے کر دیئے جائیں اور قوم کے لئے جائے عذر نہ چھوڑی جائے پھر بھی وہ انکار ہی کرتی رہے تو اسکی بد نصیبی :

جُہال کا یہ بھی ایک طریقہ ہے کہ برہان کی اقامت اور دلائل کے وضوح کے بعد وہ یہ کہدیا کرتے ہیں کہ ہم علم میں آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ تم نے ہمیں علمی قوت سے دبایا۔ مدعی پر اطمینان نہیں ہوا۔ ایسی حالت میں

اور مزید دلائل قائم کرنا بیکار ہوتا ہے۔ اب ضرورت ہے کہ ان کے اطمینان اور قطع عذر کے لئے کلام کو مؤکد بقسم کیا جائے تاکہ انہیں عذر کرنے کا موقع نہ رہے کہ دلائل تک تو ہمیں رسائی نہ تھی قسم یاد کیجاتی تو ہماری تسلی ہو جاتی۔ اس لئے قرآن کریم میں اقامت دلائل اور براہین کے ساتھ مطالب پر اطمینان دلانے اور عذر دفع فرمانے کے لئے قسم یاد فرمائی جاتی ہے ؂

سوم عرب جھوٹی قسموں سے بہت ڈرتے اور پرہیز کرتے تھے۔ انکا اعتقاد تھا کہ جھوٹی قسم کھانے والا برباد ہو جاتا ہے۔ قرآن پاک میں قسمیں ذکر فرمائیں اور دین اسلام برابر ترقی میں رہا۔ یہ عرب کے لئے ایک دلیل تھی کہ یہ مضمون صحیح ہے۔ ورنہ تمہارے اعتقاد کے بموجب قسموں سے مؤکد کرنے کے بعد اسکا رواج روز بروز کیسے بڑھتا رہتا ؂

چہارم قرآن کریم میں جسقدر قسمیں مذکور ہیں ان میں غور کیجئے تو وہ سب کی سب مدعا کی زبردست دلائل ہیں پیرایہ قسم کا ہے اور مضمون برہان قوی والحمد للہ العلیم الحکیم۔ اس کے علاوہ اور بہت وجوہ حکمت ہیں استعمال میں اسی قدر پر اکتفا کیا گیا ؂

مسئلہ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ اور عبارت در مختار کا مطلب

(۲) :- قرآن کریم میں ذبح کے متعلق دو حکم ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس پر خدا کا نام لیا گیا ہو۔ ورنہ ذبیحہ حرام قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔ دوسرا یہ کہ غیر کا نام لیا گیا ہو جیسا کہ مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ سے ظاہر ہے۔ یہ دونوں حکم وقتِ ذبح کے ہیں۔ یعنی ذبح یا اسکا قائم مقام مثل ارسال در ذبح غیر اختیاری جبھی جائز ہو سکتے ہیں کہ ان پر اللہ تعالےٰ کا نام لیا گیا ہو۔ یہ بات بحث طلب نہیں ہے کہ تسمیہ عند الذبح یا عند الارسال معتبر ہے۔ آیت صاف طور پر اس مدعا کو ثابت کر رہی ہے اور تمام امت کا اس پر اتفاق ہے۔ اسی در مختار میں ہے وتشترط التسمیۃ من الذابح حال الذبح او الرمی لصید او الارسال۔ اور ظاہر ہے کہ تسمیہ قبل یا بعد مفید حلت نہیں۔ در مختار ہی میں ہے ولو سمی الذابح ثم اشتغل باکل او الشرب ثم ذبح ان طال وقطع الفور حرام والا لا۔ اب خوب ظاہر و روشن ہو گیا کہ تسمیہ عند الذبح معتبر ہے۔ در مختار ہی میں ہے والمعتبر الذبح عقیب التسمیۃ قبل تبدیل المجلس ؂

اتنا پیش نظر رکھ کر ہر عاقل اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ ذبح بنام خدا ہونا ضروری ہے۔ تو جہاں ذبح اختیاری ہو وہاں عین وقتِ ذبح تسمیہ ضروری ہے۔ اور جہاں غیر اختیاری ہو۔ وہاں جو اسکا قائم مقام ہو۔ مثل ارسال و رمی وغیرہ اس پر ضروری اور ایک گھنٹہ قبل تسمیہ و تکبیر کا وظیفہ پڑھتا رہا تھا مگر وقتِ ذبح خدا کا نام نہ لیا تو یہ ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔ ذبح میں تسمیہ یعنی بنامِ خدا ذبح کرنا اسوقت پورا ہوتا ہے جبکہ اس کے نامِ پاک کے ساتھ اور کسی کا نام شامل نہ کیا ہو۔ ورنہ ذبح خاص اس کے نام پر نہ ہوا۔ مسئلہ کے اس پہلو کو آیت کریمہ میں وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کی عبارت سے بیان فرمایا۔ تو مسئلہ پر نظر رکھنے

والا ان دونوں آیتوں کو ملحوظ کرنے کے بعد اس یقین پر پہنچتا ہے کہ جسطرح تسمیہ عند الذبح ضروری ہے اسی طرح غیر کے نام سے مجرد ہونا بھی عند الذبح لازم ہے۔ اسی سے عامہ مفسرین عند الذبح کی قید لگاتے ہیں۔ اور یہ بالکل حق ہے۔ فقہاء کے کلام میں اس کی مخالفت کہیں نہیں پائی جاتی ۔ اب یہ بات قابل لحاظ ہے کہ ذکر الٰہی کے ساتھ ذکر غیر کی کئی صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ غیر کا نام خدا کے نام کے ساتھ صورۃً و معنیً دونوں طرح موصول ہو۔ نہ صورتاً۔ دوسری یہ کہ فقط صورۃً موصول ہو نہ معنیً تیسری یہ کہ معنیً موصول نہ ہو۔　　اس میں سب سے اخف شکل، وصل صوری کی ہے کہ اس میں حقیقتاً وصل نہیں پھر بھی اس میں فقہاء نے بہت کلام فرمایا ہے۔ باقی دونوں صورتوں میں وصل ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ایک میں صریح ہے۔ دوسرے میں غیر صریح۔ مگر ذکر الٰہی کی تجرید کما ینبغی دونوں میں حاصل نہیں۔ تو یہ دونوں صورتیں مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں داخل ہیں در مختار میں ہے وان عطف حرمت نحو باسم اللہ واسم فلاں او فلاں لانہ اہل بہ لغیر اللہ۔ رد المختار میں ہے لان الاھلال للہ تعالیٰ لا یکون الا بذکر اسمہ مجرداً لا شریک لہ ۔

اب معلوم ہوگیا کہ اہلال اللہ یہ ہے کہ وقت ذبح صرف اللہ کا نام لیا جائے۔ اور ذکر الٰہی مجرد ہے۔ اور جہاں یہ بات نہ ہو بلکہ ذکر غیر بھی ملا یا گیا ہو۔ تو وہ اہلال لغیر اللہ ہے۔ خواہ صورۃً و معنیً دونوں طریقہ سے ہو۔ جیسا کہ درمختار کی عبارت سے ابھی ظاہر ہوا۔ خواہ فقط معنیً ہو صورۃً نہ ہو۔ اسکی مثال درمختار کا مسئلہ ذبح لقدوم الامیر ہے۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ جس حالت میں نہ گوشت کا خود کھانا منظور ہو نہ امیر نہ اسکے خدام کو کھلانا نہ اس مذبوح سے کسی اور طرح کا انتفاع۔ بلکہ اراقت دم کا مقصد۔ امیر کی طرف تقرب ہو۔ تو گو صورۃً ذکر امیر نہیں۔ مگر معنیً ذکر امیر موجود ہے۔ خواہ زبان سے عمر بھر کبھی امیر کا نام نہ لیا ہو۔ تو اب وقت ذبح بسم اللہ اللہ اکبر کے ساتھ امیر کا نام حکماً مذکور ہے گو صراحتاً نہیں۔ رد المختار میں ہے لکن لما کان فی ذٰلک تعظیم لہ لم تکن التسمیۃ مجردۃ للہ تعالیٰ حکماً کما لو قال بسم اللہ واسم فلاں۔ تو اب وقت ذبح غیر کے اس ذکر حکمی کو منع فرمانے کے معنی یہ کسطرح ہوگئے کہ اہلال لغیر اللہ مطلقاً رفع الصوت باسم غیرہ ہے اور اس میں وقت ذبح کا کوئی اعتبار نہیں۔ عجب لغویت ہے اتنا نہیں سمجھتے کہ یہ سب وقت ذبح ہی کے تو احکام ہیں۔ رد المختار میں اس کی شرح میں فرمایا اعلم ان المدار علی القصد عند ابتداء الذبح اور جو اہلال لغیر اللہ کے معنی رفع الصوت لغیرہ لیتے ہیں ان کے نزدیک تو ذبح لقدوم الامیر محض قصد سے حرام ہونا ہی نہ چاہیئے کہ اس میں رفع صوت باسم الامیر کا نام و نشان بھی نہیں۔ رفع صوت باسم اللہ ہے وہ کس منہ سے اسکو حرام کہیں گے۔ خلاصہ یہ کہ جس طرح تارک التسمیہ ناسیاً کو ذاکر حکماً قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح قاصد تقرب امیر ذاکر اسم امیر عند الذبح قرار دیا گیا۔ اور مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کا محل وہی ذکر غیر عند الذبح رہا۔ تفاسیر سے اس میں اصلاً مخالفت نہیں۔ نہ مسئلہ نذر ادلیا سے

قطعاً کوئی مناسبت کہ وہاں مقصود ایصال ثواب ہے نہ تقرب کما ھو الظاھر۔ اب ثابت ہوگیا کہ عبارت درمختار تفاسیر کے بالکل مطابق ہے۔ اور مخالفین کے مدعائے باطل کو اس سے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ عزاسمہٗ اتقن واحکم۔

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین۔

سُنیوں کی مساجد میں غیر مقلد وہابی وغیرہ کے نماز پڑھنے کی متعلق

فتویٰ ۱

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں

(۱): مسجد اہل سنت وجماعت میں حنفی امام کے پیچھے وہابی نماز پڑھتے ہیں اور آمین بالجہر کہتے ہیں۔ ان کو منع کرنے سے زیادہ فساد ہوتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ خدا خانہ ہے آپ کو کوئی حق روکنے کا نہیں ہے۔ ہم لوگ آمین بالجہر ضرور کہیں گے۔ ایسی حالت میں ان کو آمین بالجہر کہنے سے ان کو روکا جاوے اور نہ مانتے پر مسجد میں آنے سے منع کیا جاوے تو کیا خلاف مسئلہ ہوگا؟

(۲): اگر وہابی لوگ مسجد مذکور میں بعد ممانعت کے حنفی امام کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور اپنی جماعت علیحدہ قائم کرکے آمین بالجہر بالاعلان کہیں تو کیا ان کو وہ جماعت قائم کرنے دی جائیگی؟ یا وہ اگر جماعت قائم کرکے نیت باندھ چکے ہوں اور آمین بالجہر بالاعلان کہہ رہے ہوں۔ تو ایسی حالت میں کیا کرنا ہوگا! کیونکہ ہر وقت ایسے واقعات سے بلوہ کا اندیشہ ہے۔ اور وہ لوگ آمادۂ فساد ہیں۔ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب بعون الکریم الوھاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

اہلسنت کی مسجد صرف اہلسنت کے لئے ہے۔ کوئی رافضی۔ خارجی۔ وہابی بد مذہب اس میں دخیل نہیں ہو سکتا۔ واقف کا وقف خواہ مسجد ہو یا مدرسہ اس میں بد مذہب کو دخل نہیں پہنچتا۔ ردالمحتار میں ہے کمدرسۃ موقوفۃ علی الحنفیۃ مثلاً لا یملک احد ان یجعلھا لاھل مذھب اٰخر۔ مذہب حق مذہب اہلسنت ہے باقی سب فرقے گمراہ اور ناری ہیں۔ یہی صراط مستقیم ہے۔ یہی طریق مسلمین ہے۔ اس پر قائم رہنے کا شرع مطہر نے حکم فرمایا۔ اسکے چھوڑنے والے کے حق میں وعیدیں وارد ہوئیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ

نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ○ (ترجمہ) اور جو مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اسکے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بُری جگہ ہے پٹنے کی، اس آیت کریمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے طریقہ کا اتباع لازم اور اسکی مخالفت حرام ہے۔ تفسیر مدارک میں ہے ای السبیل الذی ھم علیہ من المذھب الحنفی وھو دلیل علی ان الاجماع حجۃ لا تجوز مخالفتھا کما لا تجوز مخالفۃ الکتاب والسنۃ لان اللہ تعالیٰ جمع بین اتباع غیر سبیل المؤمنین وبین مشاقۃ الرسول فی الشرط وجعل جزاءہ الوعید الشدید فکان اتباعھم واجباً کموالاۃ الرسول ؛

تفسیر خازن میں ہے وذٰلک لان اتباع غیر سبیل المؤمنین وھو مفارقۃ الجماعۃ حرام فوجب ان یکون اتباع سبیل المؤمنین جماعتھم واجباً۔ تفسیر احمدی میں ہے ویبتغ غیر سبیل المؤمنین من عمل او اعتقاد اور اسی میں ہے ھٰذہ الاٰیۃ ھی التی تدل علی ان الاجماع کالکتاب والسنۃ اسی میں ہے الاٰیۃ تدل علی حرمۃ مخالفۃ الاجماع نیز اسی میں ہے واذا کان اتباع غیر سبیلھم محرماً کان اتباع سبیلھم ممن عرف سبیلھم اتباع غیر سبیلھم ھٰذا لفظہ فعلم ان اتباع سبیل المؤمنین ای ما علیہ المؤمنین باجمعھم واجب، وذٰلک سمی بالاجماع فیکون حجۃ قطعیۃ یکفر جاحدہ کالکتاب والسنۃ المتواترۃ :۔

ان عبارات سے ظاہر ہے کہ اعمال وعقائد میں طریق مسلمین کا اتباع واجب مخالفت ناجائز، مستوجب وعید شدید اور جماعت مسلمین سے مفارقت حرام اور جس امر پر مسلمان متفق ہوں وہ واجب۔ اسی کو اجماع کہتے ہیں۔ وہ حجۃ قطعیہ ہے کہ اسکا منکر کتاب وسنت کے منکر کی طرح بے دین ہے۔ یہ مضمون بکثرت نصوص سے ثابت ہے۔ حدیث شریف میں ہے اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار یعنی بڑی جماعت کا اتباع کرو کیونکہ جو اس سے جدا ہوا جہنم میں ڈالا جائے گا۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہوا ان اللہ لا یجمع امتی علی ضلالۃ وید اللہ علی الجماعۃ یعنی اللہ تعالےٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ فرمائیگا ؛

جماعت پر خدا کا ہاتھ ہے۔ اسکا صاف مطلب یہ ہے کہ جس امر پر امت متفق ہو وہ باطل نہیں ہوسکتا کہ اس امتِ مرحومہ کا خدا نگہبان ہے۔ وَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا۔ ان ادلہ شرعیہ سے ثابت ہے کہ صراط مستقیم مسلمانوں کی راہ ہے۔ جس پر وہ عامل ہوں۔ اور جو اس راہ سے جدا ہو جہنمی گمراہ بیدین ہے۔ اور ظاہر ہے کہ تمام مسلمان تقلید شخصی کرتے ہیں۔ اور صدہا سال اس پر عمل کرتے گذر گئے تو اس پر مسلمانوں کا اجماع ہوا۔ اور اسکا ماننا بحکم خدا ورسول واجب ولازم۔

تفسیر احمدی میں ہے قد وقع الاجماع علیٰ ان الاتباع انما یجوز الاربع یعنی اس پر اجماع ہوچکا کہ فقط آئمہ اربعہ ہی کا باہی اتباع جائز ہے۔ نیز اسی میں ہے وینبغی ان یکون التقلید منحصرا المذھب معین خاصۃ یعنی ضروری ہے کہ تقلید بالخصوص مذہب معین میں منحصر ہو۔ اور اسی میں ہے ولھذا قالوا بضلالۃ فرق الاھواء من المعتزلۃ و الروافض والخوارج وغیرھم ویتعین الحق فی مذھب اھل السنۃ والجماعۃ۔ یعنی اسی سے اہل ہوا فرقوں کی ضلالت کے قائل ہیں خواہ وہ معتزلہ ہوں یا روافض یا خوارج انکے سوا اور کوئی :

اشباہ میں ہے وما خالف الائمۃ الاربعۃ مخالف الاجماع قد صرح فی التحریر ان الاجماع انعقد علیٰ عدم العمل بمذھب المخالف لاربعۃ لانضباط مذاھبھم وکثرۃ اتباعھم۔ یعنی جو قول یا حکم آئمہ اربعہ کے مخالف ہو وہ اجماع کے مخالف ہے۔ امام ابن ہمام نے تحریر میں تصریح فرمائی کہ آئمہ اربعہ کے مخالف مذہب پر عمل ناجائز ہونے پر اجماع منعقد ہوچکا کیونکہ ان کے مذاہب منضبط ہیں اور سواد اعظم ان کا اتباع کرتی ہے :

اب بحمداللہ تعالےٰ خوب پایۂ ثبوت کو پہنچا کہ حق مذہب اہل سنت وجماعت ہے اور وہ آئمہ اربعہ کے مقلدین میں منحصر۔ اور تقلید شخصی پر اجماع منعقد۔ لا محالہ اسکا منکر اجماع کا منکر گمراہ بے دین بندہ ہوا ہے۔ انکو مسجد میں آنے دینا تو کیا جائز ہوسکتا ہے۔ غیر مسجد میں بھی ان کے ساتھ مصاحبت وہمنشینی جائز نہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ تفسیر احمدی میں اسی آیۂ مبارکہ کے تحت میں فرمایا ان القوم الظلمین ھم المبتدع والفاسق والکافر والقعود مع کلھم ممتنع یعنی قوم ظالمین میں اہل بدعت اور فاسق و کافر سب داخل ہیں۔ ان سب کے ساتھ قعود ممنوع ہے۔ اور بکثرت احادیث ان فرق باطلہ کے ساتھ مجالست ومخالطت کے ممنوع ہونے میں وارد ہوئی ہیں اور مسلمانوں کو ان سے علیحدہ رہنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ حدیث شریف میں ہے ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم اپنے آپ کو ان سے بچاؤ اور انہیں اپنے سے دور رکھو کہ تمہیں گمراہ نہ کریں اور فتنہ میں نہ ڈالدیں جب ان گمراہ قوموں سے بچنا اور انہیں اپنے سے دور کرنا لازم ہے تو اہلسنت کے لئے اپنی مساجد میں انہیں آنے دینا کسطرح جائز ہوسکتا ہے؟ علاوہ بریں مساجد کی حرمت یہ ہے کہ فتنہ سے ان کو بچایا جائے۔ اور ان لوگوں کا مسجد میں آنا یقیناً باعثِ فتنہ ہے۔ جہاں یہ مسجد میں آئے فتنہ انگیزی شروع کی۔ سینکڑوں جگہ مارپیٹ ہوئی ہے۔ مقدمہ بازی تک نوبتیں پہنچی ہیں :

حموی شرح اشباہ میں ہے ومنھا ما یترتب علیٰ ذٰلک فی کثیر من المساجد من اجتماع الصبیان واھل البطالۃ ولعبھم ورفع اصواتھم وامتھانھم بالمساجد وانتھاک حرمتھا وحصول الاوساخ فیھا وغیر

ذٰلك من مقاصد التی یجب صیانة المسجد عنها۔ تو اہلِ اہواء جن کے آنے سے فساد کا قوی اندیشہ ہے انہیں مسجد میں آنے کی اجازت دینا کسطرح جائز ہوسکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اہلسنت کی مسجد میں وہابی وغیر مقلد کو کوئی حق نہیں اسکے آنے سے فساد ہے۔ اور فساد سے مسجد کو بچانا واجب۔ نیز اسکی صحبت مسلمانوں کے لئے جائز نہیں۔ علاوہ ان سب کے اُسکا آنا اور غیر مقلدانہ حرکات مسلمانوں کے لئے ایذاء ہے۔ اور جس سے ایذاء ہو اسکو مسجد سے روکنے کا مسلمانوں کو حق ہے۔ ردالمحتار میں ہے والحق بالحدیث کل من اذی الناس بنفسه ولسانه وبه یفتی ابن عمر وهو اصل فی نفی کل ما یتاذی به۔ لہٰذا مسلمان غیر مقلدین کو اپنی مسجد میں نہ آنے دیں وہ نہ مانیں تو قانونی طور پر انہیں رکوادیں واللّٰه سبحانه تعالیٰ اعلم وعلمه عزاسمه اتقن واحکم ۔ کتبہٗ محمد نعیم الدین عفاعنہ المعین۔

قادیانی و بہائی کے ساتھ سُنّیہ کے نکاح کا حکم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پہلے قادیانی تھا۔ اب قادیانی ہونے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں بہائی ہوں یعنی بہاء اللّٰہ کا معتقد اور اسکے مذہب پر ہوں۔ بہاء اللّٰہ وہ شخص ہے جسکی نسبت اخبار وغیرہ میں لکھا ہے اور بہت مشہور ہے کہ وہ مدعی نبوت تھا۔ جسکا زمانہ عنقریب گذرا ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسلمہ سُنّیہ حنفیہ سیدانی لڑکی کا نکاح شخص مذکور سے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسوله الکریم۔ قادیانی مرزا کی نبوت کا قائل۔ ختم نبوت کے معنیٰ متواتر کا منکر ہے اور وہ اسوجہ سے کافر ہے۔ اب اگر بہائی ہوگیا تو اسوجہ سے اسکا کفر اٹھ نہ گیا جب تک کہ وہ اپنے کفر سے توبہ نہ کرے اور ختم نبوت کے معنی متواتر کو تسلیم نہ کرے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے بعد کسی نبی جدید کے آنے کے خیال سے تائب نہ ہو۔ اور تمام کفریات سے بیزاری کرکے از سرِ نو اسلام نہ لائے مسلمان نہیں ہوسکتا۔ بہائی ہوجانا اس کفر سے پاک نہیں کر دیتا۔ بلکہ اب بھی وہ گندے کفر میں مبتلا ہے۔ مرزا نے جس قسم کا دین ایجاد کیا اور ضلالت کی جو راہیں اختیار کیں وہ سب اسکی طبع زاد نہیں۔ اس نے اپنے زمانہ سے قبل کے بے دینوں دجالوں سے بہت کچھ اخذ کیا۔ اور ان سب کا پس خوردہ جمع کرکے ایک دوکان لگائی۔ اُنہی میں سے بہائی فرقہ بھی ہے۔ تو قادیانی سے بہائی ہوجانا ایک ہی سلسلہ کے کفریات میں گشت لگانا ہے۔ اب سب کی مکاری ختم نبوت کے معنی متواتر کے انکار کو اپنا اصول بنانے سے چلتی ہے۔ ۸۴۵ھ میں جونپور میں ایک شخص ہوا جسکا نام میراں سید محمد

تھا۔اس کے باپ کا نام سید خاں۔ ماں کا نام بی بی آغا ملک۔ ماں باپ کے نام بدل کر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوینِ کریمین کے نام رکھے۔ماں کا نام آمنہ اور باپ کا نام عبداللہ رکھا۔ اور یہ شخص "مہدی" موعود بنا۔ اس سے بھی کام نہ چلا ماں باپ کے نام جاننے والوں نے اعتراض کیا۔ تو اس نابکار نے حضور اقدس ارواحنا فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کا نام عبداللہ ہونے سے انکار کر دیا۔ اور یہ مکر گڑھا کہ حضور کا اسم گرامی محمد عبداللہ ہے۔ ابن کا لفظ راویوں کی غلطی سے زیادہ ہوگیا۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اس شخص کے معتقدین اسکی مہدیت کی تصدیق کو فرض اور اسکا انکار کفر جانتے تھے۔ لہٰذا وہ بھی اسی راستہ پر چلا ہے۔ جسطرح مرزا کے گھر والوں کو اسکے معتقدین "اہل بیت" اور اسکی بی بی کو "ام المؤمنین" کہہ کر ایوانِ رسالت کی نقل اتارتے ہیں۔ اسی طرح میراں سید محمد کے یہاں خلفاء راشدین پانچ اور صدیق دو۔ اور مبشر بالجنہ بارہ اور جونتیس فرقے۔ اور جنگِ بدر۔ اور فاطمہ اور حسنین ولایت سب بنائے گئے تھے۔ یہ لوگ اپنے گرو میراں سید محمد کو خلفاء راشدین اور تمام انبیاء و مرسلین سے افضل۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مرتبہ میں ہمسر و برابر ٹھہراتے تھے اور اسکو مفترض الطاعۃ سمجھتے تھے۔ شریعت طاہرہ کے احکام کا ناسخ اور صاحبِ شریعت جدید مانتے تھے۔ اس پر وحی آنے کے معتقد تھے۔ چنانچہ اسے رسالہ "ام العقائد" میں اس کی وحی یوم لکھی ہے قال الامام المھدی صلی اللہ علیہ وسلم علمت من اللہ بلاواسطۃ جدید الیوم قل انی عبد اللہ تابع محمد رسول اللہ محمد مھدی الزمان وارث نبی الرحمٰن عالم علم الکتاب والایمان مبین الحقیقۃ والشریعۃ والرضوان۔ اس وحی شیطانی کی زبان اور مضمون بھی قابلِ دید ہے۔ یہ شخص بلا واسطہ اللہ سے اخذِ علوم کا مدعی تھا ہندی میں بھی وحی کا دعویٰ کرتا تھا۔ اور نئے نئے احکام کا ئر دل بناتا تھا۔ زکوٰۃ میں بہت سی قطع و برید یں لگائی تھیں۔ اسکے عقائدِ فاسدہ اور مکائدِ کاسدہ کہاں تک بیان کئے جائیں۔ علماء عرب و عجم اور فضلاء مکہ مکرمہ نے ان لوگوں کے کفر و قتل کے فتوے دیئے اور شاہانِ اسلام نے انہیں سزائیں دیں اور ہلاک کر دیا۔ پھر اس قسم کا کفر ایران سے پیدا ہوا:۔

۱۸۱۹ء میں شیراز میں ایک شخص پیدا ہوا جسکا نام مرزا علی محمد تھا۔ اسی کو "باب" کہتے ہیں۔ اور اسکے معتقدین اس پر ایمان لانے والے "بابی" کہلاتے ہیں۔ یہ شخص بھی مہدی ہونے کا مدعی تھا۔ اپنے آپ کو مثل حضرت یحییٰ علیہ السلام کے اور ایک اور شخص کو جسکا لقب اس نے من یظہرہ اللہ جل ذکرہٗ مثل حضرت عیسیٰ کے ہیں۔ اس مرزا علی محمد باب نے پیغمبری کا بھی دعویٰ کیا۔ بہاء اللہ کی تعلیمات صفحہ ۱۰ میں ہے "سید مرزا علی محمد باب نے بھی پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے" اس نے اپنی علیحدہ شریعت بنائی تھی۔ کتاب بہاء اللہ کی تعلیمات صفحہ ۱۴ میں اسکا یہ قول موجود ہے "میں نے جو شریعت لکھی ہے اس پر عمل کرنے کا حکم اسی وقت تمکو ملے گا جب کہ من یظہرہ اللہ ظاہر ہو گا۔ اور اس شریعت میں سے وہ جس بات کو پسند

رکھا تھا مثل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہتا تھا صاحبِ کتاب بہاء اللہ کی تعلیمات کے صفحہ ۸ میں اس مرزا علی محمد کا یہ قول مذکور ہے کہ میں یحییٰ ہوں من یظہرہ اللہ

کرے گا اس پر عمل کرنے کا حکم دیگا۔ اللہ جبکہ وہ پسند کریگا اسکو تم مت کرنا۔

طہران میں سب سے پہلے مرزا حسین علی اس پر ایمان لایا۔ مرزا علی محمد نے اسکو بہاء اللہ کا لقب دیا۔ اس مرزا حسین علی عرف بہاء اللہ نے دعویٰ کیا کہ وہ من یظھرہ اللہ ہے۔ جس کی علی محمد باب نے بشارت دی ہے۔ کتاب بہاء اللہ کی تعلیمات صفحہ ۱۹ میں ہے ایڈریانوپل میں بہاء اللہ نے کہا کہ جس شخص کی بشارت مجھکو حضرت باب نے دی ہے اور جس کی راہ میں انہوں نے جان فدا کی وہ میں ہی ہوں من یظھرہ اللہ میرا لقب ہے۔ اس بہاء اللہ پر ایمان لانے والے بہائی کہلاتے ہیں۔ کتاب مذکور کے صفحہ ۲۰ میں ہے "جنہوں نے حضرت بہاء اللہ کا دعویٰ قبول کیا ان کا نام بہائی ہو گیا" بہاء اللہ خدا کی طرف سے بے واسطہ علم ملنے اور مبعوث من اللہ ہونے کا مدعی تھا۔ بہاء اللہ کی تعلیمات صفحہ ۲۵ میں ہے "یکایک خدا کی نسیم لطف مجھ پر گذری اور جو کچھ ابتداء آفرینش سے اب تک ظہور میں آیا اسکا علم اس نے مجھے دیا" صفحہ ۲۶ میں لکھا ہے "اسی نے مجھکو حکم دیا کہ میں اسکے نام کی منادی کر دوں"۔ صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے "ہم خدا اور اسکے حکم پر جو ہم پر اور ہم سے پہلے نازل ہوا ہے ایمان لاتے ہیں" اس بہاء اللہ نے اپنی نبوت کا سکہ جمانے کے لئے ختم نبوت کا انکار کیا۔ چنانچہ صفحہ ۳۳ میں لکھا ہے "پیغمبروں کا ظاہر ہونا محال اور غیر ممکن نہیں جانتے اور اگر کوئی شخص اس بات کو محال جانے۔ تو پھر اس میں اور ان لوگوں میں کیا فرق ہے جنہوں نے خدا کے ہاتھوں کو بندھا ہوا سمجھا (وہ کون؟ جمہور اہل اسلام اور مخصوص اہلسنت) اگر یہ لوگ خدائے تعالیٰ کو مختار جانتے ہیں۔ تو انہیں لازم ہے کہ اس شہنشاہ ازلی کے ہر حکم کو قبول کریں جو اسکے رسول کی معرفت صادر ہوں"۔ صفحہ ۳۵ میں لکھا ہے "الطاف باری کی ٹھنڈی اور خوشگوار ہوا نے جگا کر مجھے یہ حکم دیا کہ میں زمین و آسمان کے درمیان اسکے نام کی منادی کر دوں۔ یہ بات میں نے خود نہیں کی۔ بلکہ خدا ہی کی طرف سے کی۔ اس کی ہدایت ہوئی تھی" صفحہ ۴۱ پر یہ قول لکھا ہے "میرا علم خدا کا عطا کردہ ہے کسی انسان سے حاصل نہیں کیا ہے"۔ اس بہاء اللہ نے شرع کے احکام کو بھی درہم و برہم کر دیا ہے اور نئے حکم اپنے دل سے تراشے ہیں۔ چنانچہ اسی کتاب بہائی اللہ کی تعلیمات" کے آخر حصہ کے صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے "خدا تمکو نکاح کا حکم دیتا ہے مگر خبردار دو سے زائد نہ کرنا" تیسری طلاق کے بعد کی حرمت اور بغیر حلالہ عدم حلت کے حکم کی تبدیل۔ صفحہ ۱۸، اسی کتاب میں ہے "خدا نے منع کر دیا کہ جو تم تیسری طلاق کے بعد کیا کرتے تھے"۔ گانا بجانا سب حلال کر دیا۔ اسی کتاب کے صفحہ ۴ میں ہے "ہم نے حلال کیا تمہارے اوپر گانے اور بجانے کا سننا" اس گروہ کا دستور تقیہ کرنا بھی ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۴۷ میں اسکا اقرار ہے۔

اتنے بیان سے ظاہر ہو گیا کہ مرزا غلام احمد اور بہاء اللہ ختم نبوت کے معنی متواتر کے انکار میں شریک ہیں۔ دعوے مہدیت میں شریک ہیں۔ مثل مسیح ہونے کے دعوے میں شریک ہیں۔ رسالت اور وحی کے دعوے میں شریک ہیں۔ تبدیل احکام

شرع میں شریک ہیں۔ دونوں کے کفر ہوئے۔ اب بہاء اللہ خود بھی رسول بنتا ہے اور اپنے اوپر وحی آنے بے واسطہ اللہ سے علم پانے کا مدعی ہے۔ اور مرزا علی محمد کو بھی پیغمبر مانتا ہے۔ حلال کو حرام۔ اور حرام کو حلال بھی کرتا ہے۔ کتنے کفروں میں مبتلا اور اپنے معتقدین کو مبتلا کرنے والا ہے۔ یقیناً اس کی تصدیق کرنے والے کافر و مرتد خارج از اسلام ہیں۔ شفاء شریف میں ہے وکذٰلک قال من تنبأ وزعم انه یوحیٰ الیه قاله سحنون وقال ابن القاسم دعیٰ الیٰ ذٰلک سرا وجهرا قال اصبغ وهو کالمرتد لانه کفر بکتاب الله مع الفریة علی الله وقال اشهب فی یهودی تنبأ او زعم انه یوحیٰ ارسل الی الناس او قال ان بعد نبیکم نبی انه یستتاب ان کان معلناً بذٰلک فان تاب والا قتل وذٰلک لانه مکذب النبی صلی الله علیه وسلم فی قوله لا نبی بعدی مفتری علی الله فی دعواه علیه الرسالة والنبوة ؁

علامہ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں وقد یکون فی هٰؤلاء من یستحق القتل کمن یدعی النبوة بمثل هٰذه الخزعبلات او بطلت تغیر شیٔ من الشریعة ونحو ذٰلک ؁

اب ثابت ہوگیا کہ وہ شخص قادیانی صاحب بھی کافر تھا۔ اور بہائی ہوا اب بھی کافر ہے۔ اسکے ساتھ مسلمہ کا نکاح نہیں ہوسکتا ہمیشہ حرام ہوگا والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ عز اسمہ اتقن واحکم ؁

کتبہ العبد المعتصم بحبله المتین
محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

فتویٰ ایصالِ ثواب، حکم زوجۂ مفقود، خطبہ میں اُردو خلافِ سُنّت

استفتاء

(۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین ذیل کے مسائل میں کہ میت کے ثواب کے لئے جب قرآن خوانی ہوتی ہے تو اسوقت جو لوگ قرآن پڑھنا نہیں جانتے ہیں۔ وہاں کلمۂ طیبہ یا سورۂ اخلاص وہ لوگ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ ؁

(۲) زوجۂ مفقود الخبر کے نکاح ثانی کرنے کے بارے میں خلاصۃ المسائل میں جو مسئلہ خبر میں ہے کہ زوجۂ مفقود الخبر کی بعد انتظاری چار سال چار ماہ کے نکاح ثانی کر سکتی ہے جسکے صحیح ہونے میں تقریباً تیس مولویوں کے دستخط درج ہیں تو ہمارے حنفی المذہب کے علماء کی کیا رائے ہے؟ حنفی مذہب کے سب علماء اس مسئلہ میں متفق ہیں یا مختلف۔ اور یہ

مسئلہ کس مذہب کا ہے۔ حنفی اس مسئلہ پر عمل کر سکتے ہیں یا نہیں؟ مفصل تحریر فرمائیے بینوا توجروا۔

(۳) خطبۂ جمعہ کے درمیان یعنی خطبۂ اول وثانی کے درمیان میں کچھ وعظ کہنا۔ یا جو اردو نظم یا نثر میں درج ہے سب خطبوں میں اسکا پڑھنا کیسا ہے۔ یہاں پر لوگ عربی بالکل نہیں سمجھتے ہیں۔ تو اگر خطبہ میں کچھ اردو نہیں پڑھی جائیگی تو لوگ کیا سمجھیں گے۔ لوگوں کی ہدایت کے لئے کچھ اردو میں نصیحتیں درمیان خطبہ کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیسا ہے؟ مفصل طور سے تحریر فرمائیے گا۔ جائز ہے یا مکروہ۔ اگر مکروہ ہے تو کون مکروہ ہے تنزیہی یا تحریمی بینوا توجروا فقط سائل اصغر علی از جزیرہ جگواناس۔

الجواب:- (۱) ثواب میت کے لئے جو قرآن شریف پڑھے ہوئے نہ ہوں وہ جو آیتیں اور سورتیں یاد رکھیں انکو پڑھیں۔ جو بالکل بے پڑھے ہوں وہ کلمہ طیب پڑھ کر ثواب پہنچائیں کہ ذکر الٰہی عبادت ہے اور نماز روزہ حج قرأتِ قرآن اذکار صدقہ وغیرہ ہر چیز کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے الاصل فی ھٰذا الباب ان یجعل ثواب عمله لغیرہ صلوٰۃ کان او صومًا او صدقة او غیرھا کالحج وقرأۃ القراٰن والاذکار وزیارۃ قبور الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام والشھداء والاولیاء والصلحین وتکفین الموتٰی وجمیع انواع البرکة فی غایة الترجی شرح الھدایة۔ عبادتِ بدنیہ ومالیہ کے ثواب کا میت کو پہنچنا اہلسنت کا متفقہ مسئلہ ہے نصوص کثیرہ اس کی شاہد ہیں۔

(۲) مفقود الخبر کی زوجہ اسوقت تک نکاح نہیں کر سکتی جب تک کہ قاضی اسکی موت کا حکم کرے اور وہ موت کی عدت گزارے۔ عینی شرح کنز میں ہے وتعتد امرأته وورث منه ای من المفقود وحینئذ ای حین حکم بموته لا قبله ای قبل ذٰلك در مختار میں ہے انما یحکم بموته بقضاء لانه امر محتمل فمالم ینضم الیه القضاء لایکون حجة۔ اب رہی یہ بات کہ قاضی کب حکم کرے۔ ظاہر الروایۃ میں یہ ہے کہ اسکی موت کا اندازہ اسکے ہم وطن اقران کی موت سے کیا جائے گا۔ جب وہاں اسکے ہم عمر مر چکیں تو قاضی اسکی موت کا حکم کر سکتا ہے۔ علامہ شیخ مصطفیٰ شرح کنز میں فرماتے ہیں وفی ظاھر الروایة یقدر بموت اقرانه من اهل بلدة علی المذھب۔ اقران کی موت کتنے عرصہ میں ہوتی ہے۔ اس میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں۔ ایک قول تو یہ ہے کہ نوّے [۹۰] سال کی عمر ہونے تک۔ کنز میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ ہدایہ میں اسی کو اوفق بتایا ہے۔ ذخیرہ میں فرمایا علیه الفتویٰ۔ ایک قول سَو برس کا۔ ایک ایک سو تیس [۱۳۰] برس کا ہے۔ متاخرین نے ساٹھ [۶۰] برس اختیار کئے۔ امام ابن ہمام نے ستّر برس کو مختار فرمایا۔ یہ تو علماءِ حنفیہ کا مسلک ہے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چار سال گزرنے پر قاضی ان دونوں میں تفریق کر دے اور عورت کی عدت گذار کر چلے۔

تو نکاح کرے۔ عینی شرح کنز میں ہے قال مالک اذا مضت اربع سنین یفرق بینہما وتعتد عدۃ الوفاۃ ثم تتزوج ان شاءت اور اگر ضرورت شدیدہ ہو اور تفریق نہ کرنے سے کسی فتنۂ قویہ کا اندیشہ ہو تو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے پر حکم کیا جائے۔ رد المختار میں ہے لکن قدمنا ان الکلام عند تحقق الضرورۃ حیث لم یوجد مالکی یحکم به واللہ سبحٰنہٗ اعلم۔

(۳) خطبۂ جمعہ میں اردو پڑھنا خلاف سنت ہے اور مکروہ ہے۔ زمانۂ صحابہ میں عجمی ممالک فتح ہوگئے تھے کہیں خطبہ غیر عربی میں ثابت نہیں۔ نصیحت کے لئے خطبہ کے علاوہ دوسرے وقت وعظ کیا جائے۔

محمد نعیم الدین غفرلہٗ ۱۵ر جمادی الآخر ۱۳۴۷ھ۔

فتویٰ۔ گاؤں میں نمازِ جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

سوال:۔ جمعہ کی نماز شہر کے علاوہ کس مقام پر ہونی چاہیئے؟ واضح رہے کہ وہ مقام جو شہر سے باہر ایک میل کے فاصلہ پر ہے جمعہ ہو سکتا ہے۔ اگر نہیں ہو سکتا ہے تو کیا کرنا چاہیئے کہ جمعہ کی نماز ہو جائے؟ نیز اس گاؤں کے آدمی اتنی فرصت نہیں رکھتے کہ شہر جا کر جمعہ ادا کر سکیں۔ اور علاوہ اس شہر کے یا گاؤں کے آدمیوں کے دوسرے گاؤں کے لوگ اگر یہی جمعہ پڑھیں تو درست ہوگا یا نہیں والسلام علیکم۔ مرسلہ شیخ رحیم بخش چاولہ از قصور پنجاب

الجواب:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ جمعہ کی صحتِ ادا کے لئے مصر (شہر) شرط ہے۔ اور فناء شہر یعنی شہر کے گرد وپیش کا وہ میدان جو اہل شہر کے حوائج ومصالح میں کام آتا ہو شہر کے حکم میں ہے۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کی لا جمعۃ ولا تشریق ولا صلوٰۃ الفطر ولا اضحیٰ الا فی مصر جامع الحدیث فقہ کے تمام متون وشروح میں اسکی تصریح ہے۔ تو جو آبادی فناءِ شہر میں نہیں۔ خواہ وہ شہر سے قریب ہو۔ اس میں جمعہ صحیح نہیں۔ نہ ان لوگوں پر جمعہ واجب۔ بحر الرائق میں ہے فان المذھب عدم صحتہا فی القریٰ فضلا عن لزومہا وفی التجنیس ولا تجب الجمعۃ علیٰ اھل القریٰ وان کانوا قریباً من المصر لان الجمعۃ انما تجب علیٰ اھل الامصار اھ واللہ سبحٰنہٗ وتعالیٰ اعلم وعلمہٗ عز اسمہٗ اتقن واحکم۔

کتبہ

العبد المعتصم بحبلہ المتین

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

تثویب

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں کہ بروز جمعہ جو قبل اذان نماز سنت جمعہ بآواز بلند "الصلوٰۃ قبل الجمعہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" پکارتے ہیں۔ یہ پکارنا از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟ مولوی ثناء اللہ ایڈیٹر اہلحدیث امرتسر اور مولانا مولوی مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی پیش امام صاحب گدکہ۔ مولوی جلال الدین راشباغی۔ مولوی عبد الحی راشباغی مدرس۔ محمد ایوب دہلوی۔ اور مولوی احمد علی لاہوری کے فتوے ہیں "الصلوٰۃ سنت قبل الجمعۃ" کا کہنا بے اصل ہے۔ اور کتاب حنان الیسر جو تصنیف مولوی عبد الحی بنگوری محدث کی ہے اس میں لکھا ہے کہ مدارج النبوۃ و شرح وقایہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہ اس (تثویب) کا کوئی ثبوت نہیں۔ اس کا ترک کرنا بہتر ہے کیا اس کتاب حنان الیسر۔ اور اوپر لکھے ہوئے مولویوں کے فتووں پر اعتبار کر کے تثویب "الصلوٰۃ قبل الجمعۃ سنۃ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)" کا کہنا موقوف (ترک) کر دینا چاہیئے؟ اس مسئلہ کا بحوالہ کتب احادیث وفقہ حل فرمادیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم۔ صورت مذکورہ بالا میں تثویب جائز اور اشخاص مذکورۂ سوال کا انکار غلط اور باطل۔ یقیناً نماز بر و تقویٰ میں داخل۔ کہ اللہ رب العزۃ عز وعلا تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ ج وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ ج وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ ج وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا ج وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ ط أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ط وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۞ کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو۔ ہاں اصل نیکی یہ ہے کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے۔ رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں کو اور گردنیں چھوڑانے میں اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے۔ اور اپنا قول پورا کرنے والے جب وعدہ کریں اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت۔ یہی ہیں جنہوں نے بات سچی کی اور یہی پرہیزگار ہیں۔" اس آیۂ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز بر تقوے میں داخل اور نماز بار و متقی ہے اور مسلمانوں کو نماز کی ترغیب و دعوت دینا اور نماز کا اعلان کرنا بر و تقویٰ پر معاونت ہے جس کا قرآن کریم میں حکم ہے۔ قال اللہ تعالیٰ تعاونوا علی البر والتقویٰ کہ بر و تقویٰ پر معاونت کرو۔ الحمد للہ کہ تثویب کا جواز خاص قرآن شریف سے ثابت ہوا منکرین معجلین

کو شرمانا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ قبول حق کی توفیق عطا فرمائے آمین ؛

اب کتب فقہ پر ایک سرسری نظر ڈالیئے۔ کنزالدقائق میں ہے ویثوب علامہ شیخ مصطفیٰ علیہ الرحمہ شرح کنز میں فرماتے ہیں ویثوب فی جمیع الصلوٰۃ۔ عینی شرح کنز میں ہے ویثوب من التثویب وھو عود الی الاعلام و انما اطلقہ لنبینہا علی استحسنہ المتاخرون من التثویب فی کل الصلوٰۃ لظھور التوانی فی الامور الدینیۃ۔ نیز اسی میں ہے وما استحسنہ المتاخرون وھو التثویب فی سائر الصلوٰۃ لزیادۃ غفلۃ الناس۔ مستخلص الحقائق میں ہے واستحسن المتاخرون التثویب فی سائر الصلوٰۃ لزیادۃ غفلۃ الناس والیہ اشار المصنف بقولہ ویثوب بغیر فصل بین الفجر وغیرھا۔ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے ویثوب بعد الاذان فی جمیع الاوقات لظھور التوانی فی الامور الدینیہ فی الاصح وتثویب کل بلدۃ بحسب ماتعارفہ اھلھا۔ طحطاوی وحاشیہ مراقی الفلاح میں ہے استحسنہ المتاخرون وقد روی احمد فی السنن والبزاز وغیرھما باسناد حسن موقوفاً علی ابن مسعود ومارأہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن۔ بدائع ملک العلماء امام کاشانی رضی اللہ عنہ میں ہے۔ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال کان التثویب علیٰ عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ خیر من النوم۔ نیز اسی میں ہے فصار سائر الصلوٰۃ فی زماننا مثل الفجر فی زمانھم فکان زیادۃ الاعلام من باب التعاون علی البر والتقویٰ فکان مستحسن بحرالرائق میں ہے واطلق فی التثویب انہ لیس لہ لفظ یخصہ بل تثویب کل بلد علیٰ ماتعارفوہ اما بالتنحنح او بقولہ الصلوٰۃ الصلوٰۃ او قامت قامت لانہ للمبالغۃ فی الاعلام وانما یحصل بماتعارفوہ فعلیٰ ھذا اذا احدث الناس اعلاماً مخالفاً لما ذکر جاز کذا فی المجتبیٰ وافاد انہ لا یخص صلوٰۃ بل ھو فی سائر الصلوٰۃ وھو اختار المتاخرین لزیادۃ عقلہ۔ آیات مذکورہ وعبارات منقولہ سے ظاہر وزاہر واضح وباہر کہ نماز کے بعد اذان اعلام جسکو تثویب کہتے ہیں جمعہ وغیرہ تمام نمازوں میں جائز اور متاخرین کے نزدیک مستحسن اور منکرین کا انکار اور اصرار بالکل غلط اور بیکار واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتقن و احکم۔

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

مدینہ طیبہ کو یثرب کہنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے مدینہ طیبہ کو یثرب نہ کہنا چاہیئے کیونکہ وہ مشتق ہے ثرب

سے جس کے معنی فساد کے ہیں۔ یا یہ وجہ ہے کہ یہ نام ایک کافر کا تھا۔ اس سے ایسی زمین پاک کو نسبت کرنا سخت مذموم ہے۔ نیز حدیث شریف میں آیا ہے اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اُسَمِّیَ الْمَدِیْنَۃَ طَابَۃَ کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھکو حکم دیا کہ مدینہ کا نام طابہ رکھوں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص مدینہ کی طرف کسی بدبو کی نسبت کرے یا وہاں کی ہوا کو بُرا کہے یا پسند نہ کرے۔ تو وہ شخص واجب التعزیر ہے اسکو قید کیا جائے یہاں تک کہ وہ توبۂ خالص کرے۔ اور عمرو کہتا ہے کہ اگر یہ لفظ بُرا ہوتا تو حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستی ایسا کیوں لکھتی کہ ؎

کے بود یارب کہ رو در یثرب و بطحا کنم
کہ بمکہ منزل وگہ در مدینہ جا کنم

تو معلوم ہوا یثرب لکھنا جائز ہے۔ اور متاخرین شعراء نے بھی اسکو لکھا ہے۔ جیسے مولانا تمنا صاحب یا مولانا فرید احمد وفا صاحب۔ تو اس بناء پر زید کا قول کسی طرح صحیح اور قابلِ تسلیم نہیں۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا قول زید کا صحیح ہے یا عمرو کا؟ بینوا و توجروا۔

العبد فقیر عبد المصطفیٰ محمد صابر حسین المخاطب بصابر اللہ شاہ اشرفی مراد آبادی۔ مشتاق حسین عرف کلن اشرفی ساوہ کادم آباد (اُردو)

الجواب:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ صورتِ مسئولہ میں زید کا قول صحیح اور قابلِ اعتماد و مطابق حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اسلیئے کہ حدیث پاک میں مدینہ طیبہ کو یثرب کہنے سے ممانعت وارد۔ اور یثرب کہنا منافقین کی طرف منسوب ہے۔ نیز یثرب اسم قبیح ہے۔ اور طیبہ یا مدینہ اسم حسن اور اسماءِ حسنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہیں۔ اور اسماءِ قبیحہ کی نسبت مبغوض۔ لہٰذا مدینہ طیبہ کو طیبہ، طابہ مدینہ کہنا ہی چاہیئے۔ یہی احمد ہے۔ یہی محمود۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرت بقریۃ تاکل القری یقولون یثرب وھی المدینۃ الحدیث۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھ کو ایسے شہر کی طرف ہجرت کرنے کا حکم فرمایا گیا کہ تمام شہروں پر غالب آجائیگا۔ لوگ اسکو یثرب کہیں گے حالانکہ وہ مدینہ ہے" اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور کی مرضی ہے کہ اس شہر پاک کو بجائے یثرب کے مدینہ کہنا چاہیئے۔ اور یثرب نام رکھنا اس بقعۂ طاہرہ کے لئے غیر مناسب ہے۔ اور اسکی شرح فتح الباری میں یقولون یثرب وھی المدینۃ کے تحت میں ہے ای بعض المنافقین یسمیھا یثرب واسمھا الذی یلیق بھا المدینۃ۔ یعنی بعض منافقین مدینہ طیبہ کو یثرب کہتے ہیں اور یہ اسکی شان کے لائق نہیں۔ اسکی شان کے لائق نام مدینہ ہے۔ دوسری حدیث میں حضرت امام احمد روایت

فرمائی ہے من سمی المدینۃ فلیستغفر اللہ ھی طابۃ۔ یعنی جو شخص مدینہ طیبہ کا نام یثرب رکھے اسے چاہیئے کہ استغفار کرے اسکا نام تو طیبہ ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی ان یقال المدینۃ یثرب رواہ عمر وابن ابی شیبۃ من حدیث ابوایوب۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس سے کہ مدینہ کو یثرب کہا جائے۔ اسی فتح الباری میں ہے وبھذا قال عیسٰی ابن دینا من المالکیۃ من سمی المدینۃ یثرب کتبت علیہ خطیئۃ وقال وسبب ھذہ الکراھۃ لان یثرب اما من التثریب ھوالتوبیخ والملامۃ او من الثرب ھو الفساد وکلاھما مستقبح وکان صلی اللہ علیہ وسلم یحب الاسم الحسن ویکرہ الاسم القبیح۔ یعنی ان ہی احادیث شریفہ کی بناء پر عیسٰی ابن دینار مالکی نے فرمایا جس نے مدینہ کا نام یثرب رکھا اس پر گناہ لکھا گیا۔ اور فرمایا کہ اس کراہت کی وجہ یہ ہے کہ یثرب یا تو تثریب سے بنا ہے اسکے معنی جھڑکنے اور ملامت کرنے کے آتے ہیں اور یا ثرب سے بنا ہے۔ اسکے معنی فساد اور خرابی کے ہیں۔ اور یہ دونوں معنی قبیح اور برے ہیں۔ اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اچھے نام کو محبوب رکھتے تھے۔ اور برے نام کو ناپسند فرماتے تھے۔

ان احادیث اور تصریحات اکابر سے صاف طور سے معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا شرعاً مکروہ و ممنوع ہے اور اس پر استغفار کرنے کا حکم ہے اور اس یثرب کے معنی ایسے قبیح ہیں کہ جسکو مدینہ طیبہ کی طرف منسوب کرنا سخت برا ہے۔ لہٰذا قول زید کا صحیح اور قول عمرو کا غیر صحیح ہے۔ رہا عمرو کا استدلال حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے۔ سو یہ صحیح نہیں کیونکہ حدیث میں ممانعت وارد ہوئی تو اسکے مقابل کسی بزرگ کے کلام میں اس لفظ کے استعمال کا پیش کرنا کیا مفید۔ کلامِ رسول کے لئے کلامِ غیر ناسخ نہیں ہوسکتا۔

علاوہ بریں حضرتِ جامی کے کلام کی بہت عمدہ توجیہ یہ ہے کہ یثرب سے حوالی و عوالی مراد ہیں۔ نہ خاص شہر مدینہ چنانچہ یثرب پر بطحا کو بطریقِ تفسیر عطف فرمانا اسکا مؤید ہے۔ اور دوسرے شعر میں ہے۔

گرد صحرائے مدینہ نوبت آمد یا رسول

من سر خود را فدائے خاک آں صحرا کنم

فرمانا دلیل ہے اس بات کی کہ شعر اول میں یثرب سے مدینہ طیبہ کے گرد و پیش کا صحرا مراد ہے۔ ایک بزرگ کے کلام کی اسقدر توجیہ نہایت بہتر ہے تاکہ ممانعتِ حدیث لازم نہ آئے۔ مگر صریح حدیثوں کے ہوتے ہوئے اسکو سند بنانا نادانی ہے عمرو نے مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر لکھا اور آیت کیوں نہ لکھدی جس میں ارشاد ہوا یا اھل یثرب لا مقام لکم

فَارْجِعُوا۔ مگر اسکا کام اس سے بھی نہ بنتا کیونکہ یہاں قرآن پاک میں مقالہ کفار نقل فرمایا ہے اس سے جواز پر استدلال نہیں ہو سکتا۔ فتح الباری میں ہے وقالوا انما وقع فی القرآن انما هو حکایة عن قول غیر المؤمنین ۔

اب بحمد اللہ مسئلہ واضح ولائح ہو گیا کہ مدینہ طیبہ کو ہرگز یثرب نہ کہا جائے۔ اور یثرب کہنے والے پر استغفار کرنے کا حکم ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ عز اسمہ اتم واحکم ۔

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

وہابیہ کی عیاریاں اور التلبیسات کا افشاء راز

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء ملت اہل سنت وجماعت ان امور ذیل میں کہ

(۱) مخالفین اور وہابیہ دیوبندیہ نے جو یہ شورش اٹھائی ہے کہ اعلیٰ حضرت، حکیم امت، مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا مولانا شاہ مفتی محمد احمد رضا خان صاحب محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثرت سے علماء امت کو کافر کہتے ہیں۔ اس لئے اعلیٰحضرت کو "مکفر المسلمین" کے لقب سے یاد کرتے ہیں تو آیا یہ کہنا ان کا حق ہے یا باطل۔ ہدایت ہے یا ضلالت۔ اسبادریافت طلب یہ امر ہے کہ جن علماء کو اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز نے کافر کہا یا کفر کا فتویٰ دیا ہے تو کس وجہ سے۔ کیا ازروئے دلائل شرع شریف یا یوں ہی بلا دلائل کافر کہنا استعمال کیا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ بلا ثبوت شرعی کسی مسلمان کو کافر کہنا گناہ عظیم بلکہ حقیقۃ بحکم حدیث شریف خود کافر بننا ہے۔ تو مخالفین کا یہ کہنا کہ اعلیٰحضرت کا جو شخص ہم خیال وہم عقیدہ نہ ہو اسکو مسلمان ہی نہیں جانتے تو آیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

(۲) دیوبندی علماء تو کہتے ہیں کہ اعلیٰحضرت نے کتاب حسام الحرمین میں بہت سی عبارتیں کاٹ چھانٹ کے نقل کرکے علماء حرمین شریفین سے کفر کا فتویٰ لکھوا لیا ہے۔ چنانچہ ایک کتاب "التصدیقات لدفع التلبیسات" معروف بہ مہند جسکو مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی نے مرتب کرکے شائع کی ہے۔ جس پر حرمین شریفین اور ہند کے علماء کی مہریں اور تصدیقیں موجود ہیں جس سے سند لاتے کہ علماء دیوبند کے عقائد پر علماء حرمین شریفین تصدیق فرماتے ہیں ۔ لہٰذا استفسار ہے کہ کتاب "حسام الحرمین" حق ہے یا کتاب "التصدیقات" ہمارے سنی علماء وعوام کا عمل کس پر ہے؟ دیوبندی عقائد والوں کو تو بڑا ناز ہے کہ ہم لوگ حق پر ہیں۔ اور بریلوی عقائد والے مفتری اور کاذب کہ ان کے

یہاں کفر کا کارخانہ ہے۔ جسکو چاہتے ہیں مسلمان کہتے ہیں اور جسکو چاہتے ہیں کفر کا فتویٰ دے کر دوزخ میں ڈال دیتے ہیں۔ تو آیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

(۳) مسلمان کلمہ گو اگرچہ نماز۔ روزہ۔ حج وغیرہ بجالاتا ہو۔ مگر خدا اور رسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی جناب میں گستاخی۔ یا ادنٰی سے ادنٰی توہین کرنے والا ہو تو آیا ایسا شخص مسلمان باقی رہتا ہے یا نہیں؟ مفصلاً جواب نمبروار بحوالہ کتاب۔ عام فہم صورت میں عنایت فرمایئے۔ اور عربی عبارات آیت وحدیث جہاں پر آئے مع ترجمہ بزبان اردو تحریر فرمایا جائے تاکہ بخوبی سمجھ میں آجائے۔ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب؛

المستفتی محمد عبدالحمید سنی حنفی خادم مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ موضع نگپور شریف۔ ڈاکخانہ جلال پور ضلع فیض آباد

الجواب بعون اللہ الوہاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

(۱) وہابیہ کا یہ اتہام کہ اعلیحضرت قدس سرہٗ نے علماء اسلام کو کافر کہا ہے کذب محض وافتراء خالص ہے۔ اعلیحضرت قدس سرہٗ نے ان مفسدین کو کافر فرمایا جو ضروریات دین کے منکر ہوئے۔ ایسوں کو قرآن وحدیث اور تمام امت کافر کہتی ہے۔ اعلیحضرت نے کفر کا حکم اپنی طرف سے نہ دیا نصوص نقل فرمائیں۔ جن کا آجتک کسی وہابی نے جواب نہ دیا۔ اور نہ کبھی کوئی جواب دے سکتا ہے۔ ان امور کا کفر ہونا اور انکے قائل کا کافر ہونا خود وہابیہ کو بھی تسلیم ہے۔ مولوی اشرفعلی صاحب "بسط البیان" میں لکھتے ہیں جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی؛

اور وہی یہ بات کہ جو اعلیحضرت کا ہم عقیدہ نہ ہو۔ اسکو وہ کافر جانتے ہیں۔ یہ درست ہے اور ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے کہ ایمانیات اور ضروریات دین میں جو اسکا ہم عقیدہ نہ ہو وہ کافر ہے۔ جو توحید مانے رسالت میں ہم اعتقاد نہ ہو وہ کافر۔ توحید ورسالت دونوں کو تسلیم کرے۔ قرآن کا منکر ہو تو کافر۔ غرض کسی ایک امر ضروری سے یعنی انکار کرے کافر ہے۔ مسلمان وہی ہے جو تمام ضروریات دین میں ہمارا ہم عقیدہ ہو۔ حدیث جبریل میں ہے قال ان تومن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر وتومن بالقدر خیرہ وشرہ؛ یعنی ایمان یہ ہے کہ تو اللہ اور اسکے ملائکہ اور اسکی کتابوں اور اسکے رسولوں اور روز آخرت کو مانے اور اسکی تقدیر خیر وشر پر ایمان لائے۔ تو جو ان امور میں ہمارا ہم عقیدہ ہے۔ مومن ہے اور جو ان میں ایک میں بھی ہم عقیدہ نہیں اسکو حقیقت ایمان ہی حاصل

نہیں مومن نہیں کافر ہے۔ واللہ سبحانہ تعالےٰ اعلم ؎

(۲) یہ قطعاً غلط ہے کہ حسام الحرمین میں وہابیہ کی عبارات میں قطع برید کرکے کفری معنی پہنائے گئے ہوں۔ عبارتیں بلفظہٖ نقل کی گئی ہیں۔ انہی پر فتویٰ لیا گیا ہے۔ انہی کو علماء حرمین طیبین نے کفر فرمایا ہے۔ البتہ ایک مضمون کی چند عبارتیں ایک کتاب بقیس توان کو اختصار کے لئے یکجا کرکے لکھدیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک عبارت وہ کفری معنیٰ رکھتی ہے مجموعہ کے ملانے سے کوئی جدید معنیٰ پیدا نہیں کئے گئے یہ محض افتراء ہے اور ہر شخص حسام الحرمین کے نقول کو اصل کتابوں سے ملاکر اطمینان کر سکتا ہے۔ البتہ وہابیہ کی کتاب "التلبیسات لدفع التصدیقات" یقیناً اسم بامسمیٰ ہے۔ اس میں تلبیس کی گئی ہے اور چالاکیوں سے کام لیا گیا ہے۔ علماء مکہ مکرمہ کو طرح طرح کے دھوکے دیئے ہیں اپنا مذہب کچھ کا کچھ بتایا ہے۔ عقیدے کے برخلاف اپنی تصانیف کے ظاہر کئے ہیں۔ نمونہ کے طور پر چند فریب کاریاں اس کی نقل کی جاتی ہیں ؎

علہ۔ وہابی ہندوستان میں کسکو کہا جاتا ہے؟ اسکی تفصیل میں لکھا ہے "بلکہ جو سود کی حرمت ظاہر کرے وہ بھی وہابی ہے گو کتنا ہی بڑا مسلمان کیوں نہ ہو" (التلبیسات صفحہ ۳) دیکھئے کتنا بڑا دھوکہ ہے۔ ہندوستان میں سود کے حرام کہنے والے کو کون وہابی کہتا ہے۔ سود کو تمام علماء اہلسنت حرام فرماتے ہیں۔ وہابی کے یہ معنی بتانا کتنا بڑا خدع ومکر ہے۔

علہ۲۔ روضۂ طاہرہ کی زیارت کے متعلق لکھا ہے کہ "اعلیٰ درجہ کی قربت اور نہایت ثواب اور سبب حصول درجات ہے۔ بلکہ واجب کے قریب ہے گو سد حلال اور بذلِ جان ومال سے نصیب ہو" (التلبیسات صفحہ) صفحہ ۵ میں زیارت شریف کی نیت سے سفر کو منع کرنا وہابیہ کا قول بتایا۔ دیکھئے کیسے خالص سنی بن رہے ہیں۔ گویا وہابی ان کے سوا کوئی اور ہے۔ اب ذرا "تقویۃ الایمان" دیکھئے کہ وہاں سلسلۂ شرکیات میں لکھا ہے "۔ اسکے گھر کی طرف اور دور دور سے قصد کرکے سفر کرنا (تقویۃ الایمان صفحہ ۱۱) دوسری جگہ لکھا ہے "۔ اور کسی کی قبر پر یا چلہ پر یا کسی کے تھان پر جانا۔ دور سے قصد کرنا" (تقویۃ الایمان مطبوعہ مرکنٹائل پریس دہلی صفحہ ۴۵) اس میں صاف بتاتا ہے کہ کسی کے گھر یا کسی کی قبر کی طرف قصد کرکے سفر کرنا شرک ہے۔ اور "تقویۃ الایمان" کے مصنف اسمٰعیل کی تعریف اسی "التلبیسات" کے صفحہ ۳ میں مرقوم ہے جب وہ ان کا پیشوا ہے۔ اسکی کتاب پر ساری جماعت کا ایمان۔ اور اس میں بقصد زیارت سفر کو شرک کہا۔ اسی سفر کو اس "التلبیسات" میں قربت اور واجب کہنا اور اسکے لئے جان ومال کا خرچ روا رکھنے کا اظہار کتنا بڑا کید اور کیسا کھلا ہوا فریب ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہابیہ کے دین میں تقیہ بھی درست ہے کہ اپنے مذہب کو چھپا کر

کچھ ظاہر کردیا ۔

۳ ۔ "تقویۃ الایمان" میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرکے لکھا کہ "میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں"۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مردہ جانتے ہیں۔ معاذ اللہ مگر "التلبیسات" میں ظاہر کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے۔ اور یہ حیات مخصوص ہے۔ آنحضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے۔" (التلبیسات صفحہ ۷) دیکھئے کیسا کھرا سنی بن رہا ہے۔

۴ ۔ "تقویۃ الایمان" صفحہ ۱۷ میں ہے "جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں" اسی کتاب کے صفحہ ۳۳ میں اولیاء کی نسبت لکھا "کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے نہ اسکی طاقت رکھتے ہیں" اور "التلبیسات" میں اولیاء کی نسبت اپنا یہ عقیدہ ظاہر کیا ہے کہ "ان کے سینوں اور قبروں سے باطنی فیوض کا پہنچنا بیشک صحیح ہے" (التلبیسات صفحہ ۱۱)

۵ ۔ "التلبیسات" صفحہ ۱۲ میں عبدالوہاب نجدی اور اسکے تابعین کو خارجی بتایا ہے اور ان کا یہ عقیدہ بیان کیا ہے کہ وہ اپنے فرقے کے سوا تمام عالم کے مسلمانوں کو مشرک جانتے ہیں اور اہل سنت و علمائے اہل سنت کا قتل ان کے نزدیک مباح ہے۔ مگر فتاوی رشیدیہ میں اچھا بتایا ہے۔ چنانچہ فتاوی رشیدیہ جلد اول صفحہ ۸ میں ہے "محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا" جلد ۳ صفحہ ۹۶ میں لکھا ہے "محمد بن عبدالوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں۔ وہ اچھا آدمی تھا۔ سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث تھا بدعت و شرک سے روکتا تھا"

عقیدہ تو یہ ہے اور "التلبیسات" میں سنی بننے کے لئے ظاہر کیا کہ "ہم انکو خارجی جانتے ہیں" کیا مکاری ہے۔

۶ ۔ ختم نبوت کے متعلق "التلبیسات" میں اپنا یہ عقیدہ ظاہر کیا کہ "آپ کے بعد کوئی نبی نہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے "ولیکن محمد اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں" اور یہی ثابت ہے بکثرت حدیثوں سے جو معنا حد تواتر تک پہنچ گئیں اور نیز اجماع امت سے۔ سو حاشا ہم میں سے کوئی اسکے خلاف۔ کیونکہ جو اسکا منکر ہے وہ ہمارے نزدیک کافر ہے۔ اسلئے منکر ہے نص صریح قطعی کا" (التلبیسات صفحہ ۱۴ و ۱۵)

یہاں تو صاف اعلان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور یہ آیت اور احادیث متواترۃ المعنی اور اجماع سے ثابت بتایا۔ اور نص قرآنی کو اس معنی میں صریح و قطعی بتا کر اپنے آپ کو خالص سنی ظاہر کیا اور "تحذیر الناس" دیکھئے تو اس میں صفحہ ۲ پر لکھا ہے "عوام کے خیال میں تو رسول کا خاتم ہونا بایں معنی

ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

۶ : "التلبیسات" میں تو اپنا عقیدہ یہ ظاہر کیا "البتہ جہت و مکان کا اللہ تعالیٰ کے لئے ہم جائز نہیں سمجھتے اور یوں کہتے ہیں کہ وہ جہت و مکانیت اور جملہ علامات حدوث سے منزہ و عالی ہے" (التلبیسات صفحہ ۱۳) مگر واقعہ میں وہابیہ کا عقیدہ اس کے خلاف ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے جہت و مکان سے منزہ جاننے کے عقیدہ کو بدعت سمجھتے ہیں۔ چنانچہ امام الوہابیہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے "ایضاح الحق" صفحہ ۳۵ و ۳۶ میں لکھا ہے "تنزیہ او تعالیٰ از زمان و مکان و جہت و ماہیت و ترکیب عقلی و مبحث عینیت و زیادت صفات و تاویل متشابہات و اثبات رویت بلا جہت و محاذات و اثبات جوہر فرد و ابطال ہیولیٰ و صورت و نفوس و عقول یا بالعکس و کلام در مسئلہ تقدیر و کلام و قول بصدور عالم و امثال آں از مباحث فن کلام و الٰہیات و فلسفہ ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است اگر صاحب آں اعتقادات مذکورہ را از جنس عقائد دینیہ می شمارد" یہ عیاری ہے کہ عقیدہ کچھ ہے اور ظاہر کرتے ہیں اس کے خلاف۔

۷ : "التلبیسات" صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے "جو اس کا قائل ہو کہ نبی کریم علیہ السلام کو ہم پر بس اتنی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ دائرہ ایمان سے خارج ہے" یہاں تو یہ ظاہر کیا اور پردہ اٹھا کر دیکھئے تو حقیقت یہ ہے کہ جس عقیدہ پر دائرہ ایمان سے خارج ہونے کا حکم دیا ہے۔ وہ عقیدہ خود ان کا اپنا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ کیجئے "تقویۃ الایمان" مطبوعہ مرکنٹائل پریس دہلی صفحہ ۶۸ میں لکھا ہے۔ "انسان آپس میں سب بھائی ہیں، جو بڑا بزرگ ہے وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے" دوسری کتاب "براہین قاطعہ" جس کے مصنف بظاہر ہی مولوی خلیل احمد ہیں جنہوں نے "التلبیسات" میں مذکورہ بالا عبارت لکھی وہ "براہین قاطعہ" صفحہ ۳ میں لکھتے ہیں "اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کے کہہ دیا وہ تو خود نص کے موافق ہی کہتا ہے۔"
اس مکاری کی کیا انتہا ہے جو عقیدہ بار بار لکھ کر چھاپ چکے "التلبیسات" میں اس کا صریح انکار کر دیا۔

۸ : "التلبیسات" صفحہ ۱۵ میں ہے "ہم زبان سے قائل اور قلب سے معتقد اس امر کے ہیں کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمامی مخلوقات سے زیادہ علوم عطا ہوئے ہیں جن کو ذات و صفات اور تشریعات یعنی احکام عملیہ و حکم نظریہ اور حقیقتہائے حقہ و اسرار مخفیہ وغیرہ سے تعلق ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی ان کے پاس تک نہیں پہنچ سکتا نہ مقرب فرشتہ اور نہ نبی رسول، اور بیشک آپ کو اولین و آخرین کا علم عطا ہوا۔ اور آپ پر حق تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔"

اس عبارت کو ملاحظہ کیجئے کیا مسلمان بنے ہوئے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کی وسعت اور حضور کا کا تمام خلق سے اعلم ہونا بیان کر رہے۔ اور عقیدہ دیکھئے تو نہایت ناپاک کہ معاذ اللہ حضور کو اپنے خاتمہ اور انجام کا بھی علم نہیں۔ چنانچہ تقویۃ الایمان مطبوعہ مرکنٹائل پریس دہلی صفحہ ۳۱ میں لکھا ہے "جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اسکی حقیقت کسی کو معلوم نہیں، نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔" اور براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ میں لکھا "اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں۔" حقیقۃً عقیدہ تو یہ ہے اور دھوکہ دینے کے لئے "التلبیسات" میں ظاہر وہ کیا۔

دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں

۱۰: "التلبیسات" صفحہ ۱۹ میں لکھا "اور ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نبی علیہ السلام سے اعلم ہے وہ کافر ہے۔ اور ہمارے حضرات اس شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے۔" یہاں تو لکھا۔ اور براہین قاطعہ میں خود ہی شیطان لعین کے لئے وسعت علم کو ثابت کیا۔ اور حضور کے حق میں اسکے ثبوت کا انکار یہاں جس چیز کو کفر بتایا۔ اس کے قائل خود آپ ہی ہیں۔ براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ میں لکھتے ہیں۔ "شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔" دیکھئے عقیدہ تو یہ ہے اور "التلبیسات" میں اسکا صاف انکار ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والے کو کافر بتایا ہے۔ کیا عیاری ہے۔

۱۱: "التلبیسات" صفحہ ۲۴ میں ہے "جو شخص نبی علیہ السلام کے علم کو زید و بکر بہائم و مجانین کے علم کے برابر سمجھے یا کہے وہ قطعاً کافر ہے۔"

علماء حرمین کے سامنے تو اپنا عقیدہ یہ ظاہر کیا۔ اب یہ دیکھئے کہ ایسا سمجھنے اور کہنے والا ہے کون جسکو کفر کہہ رہے ہیں۔ وہ فعل کس کا ہے؟ ملاحظہ کیجئے "حفظ الایمان" مطبوعہ مجتبائی مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی صفحہ ۷، ۸ میں ہے "پھر یہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ مراد اس سے بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔" دیکھئے وہ کفری قول جس کے قائل کو "التلبیسات" میں کافر کہہ رہے خود ان کے پیشوا مولوی اشرف علی کا ہے۔

اسکے علاوہ دوسری عیاری یہ ہے کہ "التلبیسات" میں اشرف علی کی عبارت پیش کی تو اس میں قطع برید کر لی کہ "حفظ الایمان" میں تو "علم غیب کا حکم کیا جانا" لکھا اور "التلبیسات" میں "علم غیب کا اطلاق" لکھا ہے۔ کہاں حکم کرنا کہاں محض

اطلاق اپنی عبارت میں تحریف کر ڈالی۔ اگر ان کے نزدیک "حفظ الایمان" والی عبارت صریح کفر نہ تھی تو "التلبیسات" میں اسکو کیوں بدلا؟ کیوں دوسرے لفظوں سے بیان کیا؟ اصل لفظ کو کیوں بچایا؟ قول کچھ تھا علماء عرب کو کچھ دکھایا:

۱۲: مجلسِ مبارک میلاد شریف کی نسبت اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے "التلبیسات صفحہ ۴۴" حاشا ہم تو کیا کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں کہ آنحضرت کی ولادت شریفہ کا ذکر بلکہ آپ کی جوتیوں کے غبار اور آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کا تذکرہ بھی قبیح و بدعتِ سیئہ یا حرام کہے۔ وہ جملہ حالات جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا بھی علاقہ ہے ان کا ذکر ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ ہے اور اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے خواہ ذکر ولادت شریفہ ہو یا آپ کے بول و براز اور نشست و برخواست اور بیماری و خواب کا تذکرہ ہو"

دیکھئے یہاں مولود شریف کو اعلیٰ درجہ کا مستحب بتایا جاتا ہے۔ اور اسکو بدعتِ سیئہ کہنے سے حاشا کہہ کر انکار کیا جاتا ہے۔ یہ بڑا فریب ہے۔ کیونکہ اس میں وہ اسکے منکر ہیں۔ دیکھئے ذیل کے حوالے (فتاویٰ رشیدیہ جلد اول صفحہ ۵۰)

سوال:۔ "مولود شریف اور عرس کہ جس میں کوئی بات خلاف نہ ہو جیسے حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے تھے آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں اور شاہ صاحب واقعی مولود اور عرس کرتے تھے یا نہیں"

الجواب:۔ "عقد مجلسِ مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام و تداعی اسمیں بھی موجود ہے۔ لہٰذا اس زمانہ میں درست نہیں" اسی فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم صفحہ ۱۱۹ میں ہے۔ مسئلہ:۔ "محفل میلاد میں جس میں روایاتِ صحیحہ پڑھی جائیں اور لاف وگذاف اور روایاتِ موضوعہ اور کاذبہ نہ ہوں شریک ہونا کیسا ہے"

جواب:۔ "ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے" اسی فتاویٰ کے جلد ۲ صفحہ ۱۴۲ میں ہے "کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں۔ اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں" انصاف کیجئے کہ حقیقت میں مذہب تو یہ ہے کہ کوئی مولود شریف کسی طرح درست نہیں۔ اور "التلبیسات" میں ظاہر اس کے خلاف کیا یہ ہیں کیا دیاں۔ تمام کتاب ایسی ہی مکاریوں سے لبریز ہے چند بطور نمونہ یہاں لکھی گئیں۔ اب دوسرا اندازِ فریب ملاحظہ فرمایئے۔ خود سوالات لکھے خود ان کے جواب دیئے۔ اپنے ہی گھر کے لوگوں سے تصدیق کرائیں۔ جوابوں میں وہ فریب کاریاں کیں جو اوپر بیان ہوئیں۔ اب اس مجموعۂ فریب کو حرمین شریفین لے کر پہنچے تاکہ وہاں کے علماء کو دھوکہ دیں اور ان سے کسی طرح تصدیق کرالیں تو کہنے کو ہو جائے کہ حسام الحرمین میں علماءِ حرمین شریفین نے جن بد لگاموں پر کفر کا حکم دیا تھا انہوں نے ہی ان کا اسلام تسلیم کر لیا۔ مگر اللہ تعالیٰ ربانی علماء کا محافظ ہے۔ مکاروں کا کید نہ چلا اور حرمین طیبین کے علماءِ اعلام کی تصدیقیں حاصل نہ ہوئیں۔ اگرچہ بعید نہ تھا کہ وہ حضرات ان پر فریب جوابوں سے دھوکہ کھاتے

جن میں فریب کاروں نے اپنے آپ کو پکا سنی ظاہر کیا تھا، مگر الحمد للہ کہ حرمین طیبین کے علمائے کرام ان کے فریب میں نہ آئے

علماء حرمین کی تصدیق کا حال

علماء حرمین طیبین کی تصدیقات کا حال تو "حسام الحرمین" میں دیکھئے "التبلیسات" کی جعلی کاروائی محض فریب کاری ہے۔ عنوان میں تو لکھا ہے "خلاصہ تصدیقات العلماء بمکۃ المکرمۃ" اس کے ذیل میں صرف مولانا محمد سعید بابصیل کی ایک تحریر ہے۔ اس تحریر میں کہیں ذکر نہیں ہے کہ "براہین قاطعہ" "حفظ الایمان" "تحذیر الناس" "فتاوائے گنگوہی" پر جو حکم "حسام الحرمین" میں دیا گیا وہ غلط ہے۔ نہ یہ تحریر ہے کہ ان کتابوں کی کوئی عبارت کفری نہیں۔ تصدیق کس بات کی ہے۔ اور اس تحریر سے دیوبندیوں کو فائدہ کیا پہنچتا ہے؟ "التبلیسات" میں جو انہوں نے اپنے آپ کو سنی ظاہر کیا۔ اور عبدالوہاب نجدی کو وہابی خارجی بتایا۔ مولود شریف کو جائز کہا۔ اسکی مولانا نے تصدیق فرمادی تو یہ سنت کی تائید ہوئی۔ وہابیہ کی حیاداری ہے کہ وہ اس تحریر کو اپنی تائید میں پیش کریں۔

علاوہ بریں جو تحریر انہوں نے لکھی تھی بعینہٖ درج کرنا تھی اسکا خلاصہ کیوں کیا گیا؟ وہ کیا مضمون مخالف تھا جسکو چھپانے کے لئے ان کی تحریر میں کاٹ چھانٹ کی اور اس "التبلیسات" میں خود اقرار ہے۔ چنانچہ صفحہ ۵۰ کے اول میں لکھا ہے "یہ علماء مکہ مکرمہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً کے علماء کی تصدیقات کا خلاصہ ہے۔" جن علماء کی تحریر اپنی برأت کے ثبوت کے لئے پیش کی جاتی ہے اس میں قطع و برید کیوں کی گئی؟ اس سے اہلِ فہم سمجھ سکتے ہیں کہ وہ تحریر ان کے موافق نہ تھی جو باتیں خلاف اور صریح خلاف تھیں، وہ نکال دیں یہ حال دیانت کا ہے۔

اسکے بعد ایک تصدیق شیخ احمد رشید کے نام سے لکھی ہے تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ یہ بھی کوئی عرب اور علماء مکہ میں سے ہونگے۔ مگر آخر میں جہاں دستخط ہیں وہاں "بندہ احمد رشید خاں نواب" لکھا ہے۔ (دیکھو التبلیسات صفحہ ۵۲) یہ نواب اور خان بتا رہا ہے کہ یہ عرب نہیں ہیں۔ اسی لئے اول میں ان کے نام کے ساتھ نواب اور خان نہیں لکھا گیا۔

تیسری تصدیق شیخ محب الدین کی ہے جنکو مہاجر لکھا ہے۔ لفظ مہاجر سے ظاہر کہ وہ عرب علماء مکہ میں سے نہیں ان کی تحریر کو علماء مکہ کی تحریر قرار دینا دنیا کو فریب دینا ہے یہ جرأت ہے کہ ہندوستانیوں کی تحریریں علماء مکہ کے نام سے پیش کر کے دنیا کو دھوکہ دیا جاتا ہے۔

چوتھی تحریر شیخ محمد صدیق افغانی کی ہے۔ اسکو بھی علماء مکہ کے سلسلہ داخل کیا ہے۔ ہندی و افغانی "علماء مکہ" بن گئے۔ اس دھوکہ دہی کی کچھ انتہا ہے۔ ایسے تو جتنے حاجی ہندوستان سے گئے تھے سب کے نشان انگوٹھے لے کر "علماء مکہ" میں شمار کر دیتے تو کوئی کیا کرتا۔

ایک اور بڑا مکر

اسی سلسلہ میں پانچویں اور چھٹی تحریریں شیخ محمد عابد صاحب مفتی مالکیہ اور ان کے بھائی شیخ علی بن حسین مدرس حرم شریف کی بھی درج ہیں۔ یہ حضرات بلاشبہ علماء مکہ میں سے ہیں مگر ان کے نام سے جو تحریریں "التلبیسات" میں درج ہیں وہ جعلی ہیں۔ چنانچہ خود "التلبیسات" صفحہ ۵۵ میں لکھا ہے کہ جناب مفتی مالکیہ اور ان کے بھائی صاحب نے بعد اسکے کہ تصدیق کر دی تھی مخالفین کی سعی کی وجہ سے اپنی تقریظ کو بحیلۂ تقویت کلمات لے لیا اور پھر واپس نہ کیا۔ اتفاق سے ان کی نقل کر لی گئی تھی سو ہدیۂ ناظرین ہے"۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کی تحریر وہابیہ کے پاس موجود نہیں پھر ان کے نام سے تحریر چھاپنا کس قدر بے باکی و مخادعت ہے۔ فرض کر دیہ سچے سبھی اگر ان صاحبوں نے اپنی تحریر واپس لے لی اور پھر نہ دی۔ تو وہ تحریر ان کو مقبول نہ ہوئی اسکو آپ کے سر تھوپنا کتنا بڑا مکر ہے۔ اور اگر مخالفین کی رعایت کی وجہ سے انہوں نے امر حق کو چھپایا تو وہ اس قابل ہی کب رہے کہ ان کی تحریر لائق اعتبار ہو۔ غرض کسی طرح سے ان کی تحریر چھاپنا اور ان کی طرف نسبت کرنا درست نہیں۔

"التلبیسات" میں علماء مکہ کے نام سے صرف اتنی ہی تحریریں درج ہیں۔ ان میں قطع برید بھی ہے۔ ہندیوں اور افغانیوں کو مکی بھی بنایا گیا ہے جعلی تحریریں بھی ہیں۔ ایک بھی تحریر قابل اعتماد نہیں۔ کل کا کل کارخانہ دھوکے اور فریب کا ہے۔ اور اس سے ظاہر ہے کہ تمام علماء مکہ مکرمہ ان کے کفر پر متفق تھے۔ اور کسی طرح ان کی فریب کاری نہ چل سکی۔ اس نے انہوں نے جعلی تحریریں بنائیں اور ہندوستانیوں اور افغانیوں کو علماء مکہ مکرمہ ظاہر کر کے ان سے کچھ لکھوا لیا۔ ایسا نہ کرتے تو تائید باطل کے لئے اور کر ہی کیا سکتے تھے۔

علماء مدینہ کی تصدیقات کا حال

علماء مدینہ کے نام سے "التلبیسات" میں عجیب چال کھیلی ہے مولانا سید احمد صاحب برزنجی کے کسی رسالہ کے چند مقاموں کی تھوڑی تھوڑی عبارتیں نقل کر کے اس پر جن چوبیس پچیس صاحبوں کے دستخط تھے سب نقل کر دیئے۔ وہ دستخط "التلبیسات" پر نہ تھے۔ برزنجی صاحب کے رسالہ پر تھے۔ مگر "التلبیسات" میں سب نقل کر دیئے تاکہ عوام دھوکہ کھائیں کہ مدینہ طیبہ کے اسقدر علماء اس سے متفق ہیں چنانچہ "التلبیسات" کے صفحہ ۶۰ میں اسکا اقرار بھی کیا ہے۔

برزنجی صاحب کا پورا رسالہ بھی نقل نہ کیا جسکو لوگ دیکھتے کہ وہ کیا فرماتے ہیں۔ تین مقاموں کی کچھ عبارتیں لکھ ڈالیں۔ یہ کہاں کی دیانت ہے۔ اہل عقل سمجھ سکتے ہیں کہ اس رسالہ کو بالکل نظر انداز کر دینا ضرور کسی مطلب سے ہے۔ اگر وہ موافق ہوتا تو اسکا حرف حرف لکھا جاتا۔

مولانا شیخ احمد بن محمد خیر شنقیطی کی تحریر

علماءِ مدینہ کی تحریرات کے سلسلہ میں سب سے آخر مولانا شیخ احمد بن محمد خیر شنقیطی کی تحریر ہے۔ اس تحریر میں مولانا نے یہ تو نہیں فرمایا کہ تحذیر الناس۔ براہین قاطعہ۔ حفظ الایمان وغیرہ کی وہ عبارات جن پر "حسام الحرمین" میں کفر کا حکم دیا گیا ہے۔ درست ہیں یا کفر نہیں ہیں۔ یا ان کے مصنف مومن رہے کافر نہ ہوئے۔ بلکہ وہابیہ کا رد کیا ہے اور ان کی ناک کاٹ دی ہے کہ مولود شریف اور قیام وقتِ ذکرِ ولادت کو جائز و مستحب اور شرعاً محمود اور اکابر علماء کا قرناً بعد قرنٍ معمول اور مسلمانوں کا شعار بتایا ہے (دیکھو "التلبیسات" صفحہ ۶۱ و ۶۲) اور اس سے بڑھ کر حضور کی روحِ مبارک کی تشریف آوری کو امرِ ممکن اور اس کے معتقد کو غیر خاطی بتایا ہے۔ اور یہ تصریح کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ اور وہابی دین پر خاک ڈالنے کے لئے یہ بھی لکھدیا ہے کہ حضور باذنہ تعالےٰ جہان میں جیسے چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں (دیکھو "التلبیسات" صفحہ ۶۲) یہ وہابیہ کا رد اور ان کے دین کا ابطال ہے۔ اس نے تقویۃ الایمان کو جہنم رسید کردیا۔ اس کے علاوہ "التلبیسات" کی نقل کی ہوئی اور تحریرات میں بھی وہابیہ کے کھلے ہوئے رد ہیں۔ یہ ایک مختصر نقشہ "التلبیسات" کا پیش کیا گیا جس سے ہر عاقل منصف اس دجّالی کتاب کی فریب کاری پر نفرت کرے گا۔

اب بحمد اللہ تعالےٰ روز روشن کی طرح ظاہر ہوگیا کہ "حسام الحرمین" حق و صحیح اور "التلبیسات" کذب و زور و باطل و مردود ہے۔ والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و سید انبیائہ ورسلہ محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

فتویٰ متعلق فاتحہ سویم وچہلم وغیرہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام کہ فاتحہ سویم وچہلم وغیرہ جو مدت ہائے دراز سے بلانکیر مسلمانوں میں جاری ہے جب تک کہ وہابیہ کا فتنہ نہ اٹھا کسی نے اس پر انکار نہ کیا۔ اس نے ان امور کا انکار وہابیت کی علامت اور شعار ٹھہرا۔ اب جو لوگ ان نیک کاموں کو بند کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی نسبت کیا حکم ہے۔ آیا وہ مسلمانوں میں تشتت و تفریق کے مرتکب ہیں یا نہیں۔ اور وہابیت کے ممد و معاون ٹھہریں گے یا نہیں؟ وہابیوں کی امداد و اعانت اگرچہ بلا قصد ہو اسکا کیا حکم ہے؟ اور اگر ان امور کی بندش اور ان پر انکار بالقصد وہابیت کی امداد و اعانت کے لئے ہو تو حکم اور زیادہ

سخت ہے یا نہیں؟ تعیین یوم برائے فاتحہ جسے وہابی حرام و شرک کہتے ہیں۔ اسکا کیا حکم ہے۔ اور مسلمانوں پر اسے از خالت شرع ضرور سمجھنے کا الزام لگاتے ہیں یا کم از کم اسی بات کا کہ مسلمان ثواب کے لئے تیسرا دن اور چالیسواں دن ضروری جانتے ہیں کہ تیسرے دن یا چالیسویں دن ہی ثواب ہوگا۔ اگر جو دن مقرر ہیں ان سے پہلے یا بعد کو فاتحہ کی جائے تو ثواب نہ ہوگا یا کم ہوگا۔ یہ تعیین عرفی اسی مصلحت سے ہے کہ اہل میت کو فاتحہ کی اطلاع دینے کی زحمت نہ ہو کہ لوگوں کو مطلع کریں کہ فلاں روز ایصال ثواب کے لئے مقرر ہوا ہے جو صاحب اپنے عزیز یا دوست کی روح کو ثواب پہنچانا چاہیں وہ فلاں جگہ جمع ہوں اور کچھ قرأت و قرآن یا کلمہ کلام سے ایصال ثواب کریں۔ اسی مصلحت سے فاتحہ کے یہ ایام جو ایک عرصہ دراز سے مسلمانوں میں جاری ہیں اسے بدعت و شرک کہنے کا کیا حکم ہے اور جتنے مسلمانوں نے جب سے کیا وہ ان شرک و بدعت کہنے والوں کے نزدیک مشرک و بدعتی ٹھہرے یا نہیں؟ اب اس تعیین ایام سے اس لئے کہ اسکا انکار وہابیوں کا شعار ہے عدول کا کیا حکم ہے؟ حدیث میں آتا ہے اتقوا مواضع التھم او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس فرمان ذیشان کی بناء پر سوئم چہلم وغیرہ کو اسی طرح رکھنا جسطرح وہ جاری ہیں۔ نیز اس لئے بھی کہ مسلمانوں میں تفریق و تشتت انہیں بے وجہ معقول انکار سے نہ ہو۔ اس لئے کہ وہ مصلحت فوت نہ ہو ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: بحمدہٖ و نصلی علیٰ حبیبہ الکریم۔ فاتحہ سوئم چہلم وغیرہ امور خیر جس میں اموات کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے انکا استحباب و استحسان دلائل شرعیہ سے ثابت ہے اور ان کی اصل قرآن و حدیث سے ملتی ہے۔ وہابیہ کو ان امور سے سخت عناد ہے اور وہ ان کے انکار میں اس قدر حد سے تجاوز کر گئے ہیں کہ انہوں نے شرک تک نوبت پہنچا دی ہے۔ اور مسلمانوں کو مشرک تک کہنے میں باک نہیں کیا محرمات قطعیہ بلکہ رسوم شرکیہ تک سے انہیں وہ نفرت نہیں جو ان امور خیر سے ہے۔ ہلاکت کمیٹی کے عہد میں لوگوں نے قشقے تک لگائے۔ بتوں کے جلوسوں میں شریک ہوئے۔ بتوں کی نقاب کشائی کی رسموں میں باادب حاضر رہے۔ وہابیہ نے اس پر کوئی آواز نہ اٹھائی۔ اور یہ حرکات انکو اتنی ناگوار نہ گذریں جتنی فاتحہ سوئم چہلم وغیرہ ناگوار ہیں۔ اور رات دن انہی کے شرک و بدعت ہونے کا وظیفہ ہے۔ ان شرکی افعال کرنے والوں سے تو وہابیہ نے میل جول خلط ملط کچھ ترک نہ کیا۔ ان کے ان افعال پر اظہار افسوس تک کرنے کی جرأت تک نہ ہوئی مگر فاتحہ کا نام سن کر ان کو طیش آجاتا ہے۔ بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔ ان امور خیر کا انکار اور اس پر تشدد اس قوم کا وظیفہ ہو گیا ہے۔ اس لئے ان کاموں کے بند کرنے کی تحریک خواہ وہ کسی حیلہ یا بہانہ سے ہو یقیناً وہابیت کی علامت ہے۔ اور یقیناً ایسی تحریک فتنہ پردازی ہے۔ اب وہابیہ نے یہ بھی طریقہ اختیار کیا ہے کہ وہ کفایت شعاری کی تعلیم کے پردہ میں ان امور کے بند کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو ایسی چالوں سے

آگاہ رہنا چاہیئے۔ اور ایسے بدمذہبوں کے مکروکید سے اپنے آپ کو اور اپنی قوم کے نادان لوگوں کو بچانا چاہیئے۔ ان امور کا انکار اور ان کی بندش کی کوشش وہابیت کی ترویج اور اسکی کھلی اعانت ہے۔ اس میں بلا قصد کا احتمال محض لغو ہے۔

تعیین یعنی بربناء مصالح کسی کام کے لئے کوئی وقت یا دن مقرر کر لینا جائز ہے۔ اس کی ممانعت پر اصلاً کوئی نص وارد نہیں ہوئی اور یہ تعیین ناگزیر ہے۔ وہابیہ کے مدارس میں تعطیل کے لئے جمعہ اور رمضان وعیدیں۔ امتحان کے لئے شعبان اور ہر کتاب کے لئے ایک وقتِ معین ہوتا ہے۔ جس کی التزام کے ساتھ پابندی کی جاتی ہے۔ تعیین حرام جانتے یا ناجائز سمجھتے تو ایسا کیوں کرتے۔ اور اگر وہابی ترک تعیین کا عہد کر لیں تو انہیں دنیا میں زندگی دشوار ہو جائے۔ کھانے کا وقت معین۔ سونے کا وقت معین۔ کام کا وقت معین۔ تاجر ہیں تو بازار میں جانے۔ اور بیٹھنے کا وقت معین۔ تعیین کی بندشوں میں سر سے پاؤں تک جکڑے ہوئے ہیں۔ اور ان بندشوں کو اپنے آپ مضبوط کرتے ہیں۔ اور پھر تعیین کو ناجائز بھی سمجھتے ہیں۔ اس سمجھ پر ہزار افسوس۔ شریعت میں ایسے تعیین کا پتہ چلتا ہے خود افعالِ کریمہ میں اور صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے افعال میں اہل نظر کو تعیین کی مثالیں ملتی ہیں۔ بخاری و مسلم میں مروی ہے کان عبد اللہ (بن مسعود) یذکر الناس فی کل خمیس یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہر پنجشنبہ (جمعرات) کو وعظ فرمایا کرتے تھے۔ اب وعظ کے لئے پنجشنبہ کی تعیین سے عمل خیر کے لئے حسب مصلحت وقت کا مقرر کرنا بخاری شریف کی اس حدیث سے ثابت ہوا۔ امام بخاری اس حدیث کو باب من جعل لاہل العلم ایاماً معلومۃ میں لائے ہیں۔ امام بخاری کے اس ترجمہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس حدیث سے امور خیر کے لئے تعیین ثابت کرتے ہیں۔ اور بہت احادیث ہیں جو اس مدعا پر پیش کی جا سکتی ہیں۔ مگر وہابیہ کو کوئی دلیل شرعی وجہ تسکین نہیں ہوتی۔ ایک حدیث سنا دیجئے اسکے قبول کرنے میں ہزار عذر ہونگے "تقویۃ الایمان" پیش کر دیجئے تو گردن جھک گئی۔ اللہ تعالےٰ ایسے بیدینوں سے بچائے۔ اور مسلمانوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ یہ کہنا کہ مسلمان اسی تعیین کو واجب اور ضروری سمجھتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ بس تیسرے اور چالیسویں دن ہی ثواب ہوگا اور انکے لئے علاوہ اور کسی دن ثواب نہ ہوگا یا کم ہوگا۔ یہ مسلمانوں پر افتراء ہے۔ کوئی شخص یہ خیال نہیں رکھتا۔ اندھوں کو یہ نہیں سوجھتا کہ فاتحہ کرنے والے تیسرے اور چالیسویں ہی دن فاتحہ پر بس نہیں کرتے۔ وہ موت کے دن سے چالیسویں دن تک فاتحہ کرتے رہتے ہیں۔ اور جو صاحب استطاعت ہیں ان کے یہاں سال بھر تک روزانہ فاتحہ ہوا کرتی ہے۔ اور جو ان سے زیادہ صاحبِ استطاعت ہیں وہ ہمیشہ روزانہ فاتحہ جاری رکھتے ہیں۔ اور اسکے لئے جائدادیں۔ جاگیریں خاص کر دی جاتی ہیں۔ تو ان کی نسبت یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ تیسرے اور چالیسویں دن کے سوا ایصالِ ثواب جائز نہیں

سمجھتے۔ یا یہ سمجھتے ہیں کہ دوسرے ایام میں ثواب کم ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اس قسم کے حیلے اور فریب کرنے والا امور خیر کو روکنے کے لئے ایسی باطل باتیں کرنے والا بد مذہب ہے۔ اور اسکا یہ فعل وہابیت کی علامت۔ اور ان امور خیر کے کرنے والوں کو مشرک و بدعتی بتانا اس شخص کی بیدینی۔ اور ایسے لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ اور علامت وہابیت و بد مذہبی سے بچنا مسلمانوں پر لازم ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین

محمد نعیم الدین عفا عنہ المتین

نماز صبح کے بعد قضاء عمری پڑھنے کا حکم

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز صبح قبل طلوع آفتاب نماز قضاء عمری پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز قضاء عمری انسان ہر وقت پڑھ سکتا ہے کسی وقت کی ممانعت نہیں۔

المستفتی (سیٹھ) ابراہیم حاجی محمد۔ آپا بلڈنگ تل بازار بمبئی ۸

الجواب:۔ نماز فجر کے بعد آفتاب کے طلوع سے قبل نفل مکروہ ہیں۔ قضاء فرض جائز ہے۔ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے ویکرہ التنفل بعد صلوتہ ای فرض الصبح ویکرہ التنفل بعد صلوۃ فرض العصر و ان لم تتغیر الشمس لقولہ علیہ السلام لا صلوۃ بعد صلوۃ العصر حتی تغرب الشمس ولا صلوۃ الفجر حتی تطلع الشمس رواہ الشیخان والنھی بمعنی فی غیر الوقت وھو جعل الوقت کالمشغول فیہ بفرض الوقت حکما وھو افضل من النفل الحقیقی فلا یظھر فی حق فرض یقضیہ وھو المفاد بمفھوم المتن۔ مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے وعن التنفل بعد صلوۃ الفجر والعصر عطف علی قولہ منع ای عن التنفل بعد صلوۃ الفجر والعصر لما روی ان النبی علیہ الصلوۃ والسلام نھی عن ذلک کذا فی الھدایۃ لا عن قضاء فائتۃ وسجدۃ تلاوۃ وصلوۃ جنازۃ ای لا بأس ان یصلی فی ھذین الوقتین الفوائت الخ تنویر الابصار میں ہے وکرہ نفل وکل ما کان واجبا لغیرہ کمنذور ورکعتی طواف والذی شرع فیہ ثم افسدہ بعد صلوۃ فجر وعصر لا قضاء فائتۃ وسجدۃ تلاوۃ وصلوۃ جنازۃ۔ ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ نماز فجر کے بعد آفتاب کے طلوع سے پہلے نفل مکروہ ہیں۔ فوائت کی قضاء مکروہ نہیں۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نماز قضاء عمری انسان ہر وقت پڑھ سکتا ہے کسی وقت کی ممانعت

نہیں۔ ان کا یہ قول صحیح نہیں۔ کیونکہ اوقات ثلاثہ یعنی وقتِ طلوع آفتاب۔ اور وقتِ استواء اور وقتِ غروب کوئی نماز فرض وواجب اداو قضاء جو اس وقت سے پہلے واجب ہو چکی ہو درست نہیں۔ مراقی الفلاح میں ہے ثلاثۃ اوقات لا یصح فیھا شئ من الفرائض والواجبات الذی لزمت فی الذمۃ قبل دخولھا طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے لا یصح فیھا شی اداء وقضاء ؛۔ واللہ تعالیٰ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ عز اسمہ اتقن واحکم ؛

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

فرض نماز کے بعد کلمۂ طیبہ یا درود شریف بلند آواز سے پڑھنے کا حکم

سوال :۔ ماقولکم رحمہ اللہ بعد نماز فرض قبل سنت چند آدمی بلند آواز یعنی متوسط آواز سے آواز ملاکر درود شریف دس بیس مرتبہ پڑھیں تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اس پڑھنے سے جو تاخیر سنت میں ہوگی تو عند الفقہا اس میں کچھ حرج تو نہیں؟

۲ :۔ زید کہتا ہے کہ مسجد میں قرآن مجید اور درود شریف پڑھنا بدعت سیئہ ہے۔ کیونکہ مساجد ادائے نماز کے لیے بنائی گئی ہیں۔ قرآن شریف اور درود شریف نماز نہیں۔ زید کا یہ قول صحیح ہے یا غلط اور اسکے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا ؛ مستفتی عبید علی کمرلوی ۱۵۔ صفر ۱۳۴۵ھ ۔ ۲۵ اگست ۱۹۲۶ء ؛۔

الجواب بعون الوھاب

(۱) الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ سید المرسلین محمدٍ واٰلہ وصحبہ اجمعین ؛ اما بعد جائز ہے کہ اسقدر فصل معتبر نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے بعد نماز اذکار مروی ہیں اور ان سے وصلِ سنت فوت نہیں ہوتا۔ علامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں یقوم الی التطوع بلا فصل الا مقدار ان یقول اللّٰھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام کچھ اسی دعا پر انحصار نہیں کہ یہی کلمات بعینہا جائز ہوں دوسرے ہوں تو نا جائز۔ یا لفظوں کی شمار نہیں۔ بلکہ مقصد صرف اسقدر ہے کہ درِ طویل فصلِ افضلیت داؤدیت کے خلاف ہے۔ مکروہ تحریمی وہ بھی نہیں۔ فی الغنیہ لیس المراد انہ کان یقول ذٰلک بعینہ بل کان یعتقد زمانا یسع ذٰلک المقدار ونحو ذٰلک من القول

تقریباً فلا ینافی ما فی الصحیحین عن المغیرۃ انہ علیہ السلام کان یقول فی دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَنْ مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ۔ وکذا اروی مسلم وغیرہ عن عبد اللہ بن زبیر کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم من الصلوٰۃ قال بصوتہ الاعلیٰ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاہُ لَہُ النِّعْمَۃُ وَلَہُ الْفَضْلُ وَلَہُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ لان المقدار المذکور من حیث التقریب والتخمین دون التحدید والتحقیق واللّٰہ اعلم: حاصل یہ کہ اس دعا سے یہ مراد نہیں ہے کہ بعینہٖ یہی الفاظ فرمائے تھے۔ بلکہ اتنی دیر تشریف رکھنا ثابت ہے جس میں یہ مقدار اور قریب قریب اسکی مثل پڑھی جا سکے۔ تو اسکو حدیث سے کچھ منافات نہیں۔ جو بخاری و مسلم میں حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ ہر نماز فرض کے بعد لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہٗ الخ فرماتے۔ ان سے ہی وہ حدیث جو مسلم وغیرہ نے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز سے فراغ کے بعد بلند آواز سے فرماتے تھے لا الٰہ الا اللّٰہ الخ کہ یہ مقدار تقریب وتخمین کے طور پر ہے نہ کہ تحدید وتحقیق کے طور پر۔ علامہ شیخ احمد طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں بعینہٖ مسطورہ بالا عبارت نقل کر کے فرماتے ہیں لان المقدار المذکور من حیث التقریب دون التحدید قد یسع کل واحد من ھٰذہ الاذکار لعدم التفاوت الکثیر بینھما ویستفاد من الحدیث الاخیر جواز رفع الصوت بالذکر والتکبیر عقیب المکتوبات بل من السلف من قال باستحبابہ وجزم بہ ابن حزم المتأخرین یعنی مقدار مذکور تقریبی ہے تحدیدی نہیں۔ اس میں ان تمام اذکار کی وسعت ہے کیونکہ ان کے درمیان تفاوت کثیر نہیں۔ اور حدیث اخیر سے فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر وتکبیر کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ سلف نے اسکو مستحب کہا اور متاخرین میں سے ابن حزم نے اس پر جزم کیا۔ تو دس بیس مرتبہ درود شریف بھی اس مقدار سے زائد نہیں۔ علاوہ بریں شمس الائمہ حلوائی نے صاحب ورد کو اس حکم سے خاص فرمایا۔ غنیہ میں ہے قال شمس الائمۃ الحلوائی ھٰذا یعنی ما ذکر من انہ اذا کان بعد الصلوٰۃ تطوع یقوم الیہ من غیر تاخیر الیٰ آخرہ اذا لم یکن من قصدہ الاشتغال بالدعاء بان لم یکن لہ ورد معتاد یقرء عقیب المکتوبۃ فان کان لہ ورد وقد اعتاد ان یقضیہ ای یأتی بہ بعد المکتوبۃ فانہ یقوم عن مصلاہ ای عن مکان

الذی صلی فیه فیقضی ورده قاماوان شاء جلس ناحیة من نواحی المسجد فیقضی ورده ثم یقوم الی الطلوع ۔ یعنی شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا۔ یہ جو مذکور ہوا کہ جس نماز کے بعد سنتیں ہوں ان میں بے تاخیر سنتیں پڑھے یہ اس صورت میں ہے کہ نماز فرض کے بعد اسکا کوئی ورد معیّن نہ ہو۔ تو اگر اسکا کوئی ورد معیّن ہے۔ تو فرض کے بعد اسکو ادا کرے۔ جہاں نماز پڑھی ہے وہاں سے ہٹ کر کھڑے ہو کر ورد ادا کرے۔ خواہ مسجد کے کسی گوشہ میں بیٹھ کر اپنے ورد کو پورا کرے پھر سنت کے لئے کھڑا ہو۔ البتہ ورد کو بعد سنت پڑھنا افضل ہے۔ مراقی فلاح شرح نور الایضاح میں ہے (لاباس بقراءۃ الاوراد بین الفریضة والسنة) فالاولیٰ تاخیر الاوراد عن السنة۔ واللّٰه سبحانه تعالیٰ اعلم۔

(۲) زید کا یہ قول کہ مساجد صرف نماز ہی کے لئے بنائی گئی ہیں اور ان میں قرآن مجید اور درود شریف پڑھنا بدعت سیّئہ ہے۔ بالکل باطل اور دین پر افتراء ہے۔ قرآن پاک میں اللّٰہ رب العزۃ عزوعلا تبارک وتعالیٰ نے تو ارشاد فرمایا وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا الآیہ۔ اس آیہ کریمہ میں ذکر مطلق ہے اسکی تقلید اپنی طرف سے دین میں تحریف ہے۔ تفسیر جلالین میں اسی اطلاق کے اظہار کے لئے فرمایا بالصلوٰۃ والتسبیح۔ زید کو اپنے اس قول باطل سے جلد توبہ کرنا لازم ہے۔ واللّٰه هو الموفق واللّٰه سبحانه وتعالیٰ اعلم وعلمه عز اسمه اتقن واحکم۔

العبد المعتصم بحبله المتین
محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

علم غیب نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم پر وہابیہ کا شبہ اور اسکا جواب

سوال:۔ قاضی خاں میں ہے رجل تزوج امرأة بغیر شهود فقال الرجل والمرأة خدائے را و پیغمبر را گواہ کردیم قالوا یکون کفرا لانه اعتقد ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یعلم الغیب وهو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الاحیاء فکیف بعد الموت (ترجمہ) ایک مرد نے ایک عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا۔ پس مرد اور عورت نے کہا خدا و رسول (جل جلالہ وصلی اللّٰہ علیہ وسلم) کو ہم نے گواہ کیا کہتے ہیں یہ کفر ہوگا۔ اس لئے کہ اس نے یہ اعتقاد کیا کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں۔ اور حال یہ کہ وہ زندگی میں بھی غیب کو نہیں جانتے تھے پس بعد وفات کے کیونکر جان سکتے ہیں؟

الجواب: معترض کا منشاء یہ ہے کہ معتقدِ علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکفیر فقہ سے ثابت کرے۔ مگر ابھی ابھی اسکو یہ خبر نہیں کہ اس نے یہ کفر اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ کہ قاضی خاں کی عبارت سے اگر کفر ثابت ہوتا ہے تو معتقد علم غیب نبی بھی (معاذ اللہ) کافر۔ اور تمام مخالفین یعنی وہابی بھی۔ کیونکہ وہ قائل ہیں کہ اللہ جل شانہٗ نے حضرت کو بعض غیوب کا علم عطا فرمایا ہے۔ پس بموجب عبارت قاضی خاں کے ان کے کفر میں ان کی فہم کے بموجب شبہ نہیں۔ آپ یہ کہیں گے وہابیوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بعض غیوب کے علم کا بھی کب اقرار کیا ہے؟ ملاحظہ ہو اعلاء کلمۃ الحق صفحہ ۱۷ "اور بہت چیزیں اور امور غیب کے حق تعالےٰ نے آپ کو تعلیم فرمائے کہ ان کی مقدار حق تعالےٰ ہی کو معلوم ہے"۔ اور "فیصلہ علم غیب" صفحہ ۱۳ میں مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری کے یہ الفاظ مسطور ہیں "بھلا کوئی مسلمان کلمہ گو اس بات کا قائل ہو سکتا ہے کہ حضراتِ انبیاء علیہم السلام کو امور غیبیہ پر اطلاع نہیں ہوتی ہے۔ مسلمان کہلا کر اس بات کے قائل ہونے والے پر خدا اور فرشتوں اور انبیاء اور جنوں بلکہ تمام مخلوق کی لعنت ہو"۔ اور منکرین کے اقرار ابتدائے رسالہ میں مذکور ہو چکے ہیں۔

الحاصل ہمارے مخالفین بھی بعض غیوب کا اقرار کر رہے ہیں۔ اور ہم بھی بعض غیوب ہی کا اثبات کر رہے ہیں[1] (کیونکہ جمیع اشیاء بھی بعض مغیبات ہیں)، تو اگر معاذ اللہ قاضی خاں کی عبارت سے ہم پر الزام آئے گا تو ہمارے مخالفین ضرور کافر ٹھہریں گے۔

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را　　چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند

اور اگر وہ کافر نہ ٹھہریں۔ تو کیا ہم نے ہی خطا کی ہے۔ اب عبارتِ قاضی خاں پر غور فرمائیے کہ اس میں لفظ "قالوا" موجود ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ اور قاضی خاں وغیرہ فقہاء کی عادت ہے کہ وہ لفظ "قالوا" اس مسئلہ پر لاتے ہیں جو خود ان کے نزدیک غیر مستحسن ہو اور آئمہ سے مروی نہ ہو۔ چنانچہ شامی جلد ۵ صفحہ ۴۴۹ میں ہے لفظۃ قالوا تذکر فیما فیہ خلاف کما صرحوا بہ۔ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بحث قنوت میں ہے وکلام قاضی خان لیشیر الی عدم اختیارہ لہ حیث قال واذا صلی علی النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فی القنوت قالوا لا یصلی علیہ فی القعدۃ الاخیرۃ ففی قولہ قالوا اشارۃ الی عدم استحسانہ لہ والی انہ غیر مروی عن الائمۃ کما قلناہ فان ذلک من المتعارف فی

---

[1] بفرق اتنا ہے کہ ہم ان بعض کو اتنا وسیع جانتے ہیں کہ جمیع اشیاء کے علوم ان میں داخل ہیں۔ اور مخالفین گنتی کے دو ایک حتیٰ کہ یہ لکھ دیتے ہیں کہ حضور کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں معاذ اللہ اور بعض گستاخ تو یہاں تک بک اٹھتے ہیں کہ اپنے خاتمہ کا حال بھی معلوم نہیں۔ استغفر اللہ ۱۲

عبارتھم لمن استقراھا واللہ تعالیٰ اعلم۔

اب معلوم ہوگیا کہ قاضی خان کی عبارت خود قاضی خاں کے نزدیک غیر مستحسن اور غیر مروی اور ضعیف و مرجوح ہے حتیٰ کہ اس کے ساتھ حکم کرنا سخت ممنوع اور جہل ہے۔ درالمختار میں ہے ان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق الاجماع۔ درالمختار میں بھی یہی قاضی خان والا مسئلہ ہے وہاں بھی لفظ "قیل" ضعف کی دلیل موجود ہے۔ درالمختار کتاب النکاح میں ہے۔ تزوج بشھادة اللہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یجز بل قیل یکفر شامی میں ہے (وقولہ یکفر) لانہ اعتقد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب قال فی التاتار خانیة وفی الحجة ذکر فی الملتقط انہ لا یکفر لان الاشیاء تعرض علی روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم وان الرسل یعرفون بعض الغیب قال اللہ تعالیٰ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ۔ خلاصہ یہ کہ جس نے کفر بتایا ہے اسکے نزدیک اعتقاد علم غیب سبب ہے۔ تاتارخانیہ اور حجۃ میں ملتقط سے نقل کیا ہے کہ اس اعتقاد سے آدمی کافر نہیں ہوتا اس لئے کہ روحِ پاکِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اشیاء پیش کی جاتی ہیں اور رسول بعض غیب کو جانتے ہیں فرمایا اللہ جل شانہ نے عَالِمُ الْغَيْبِ فلا یظھر الخ معدن الحقائق شرح کنز الدقائق۔ اور خزانۃ الروایات میں ہے وفی المضمرات والصحیح انہ لا یکفر لان الانبیاء علیھم الصلوٰة والسلام یعلمون الغیب ویعرض علیھم الاشیاء فلا یکون کفرا یعنی مضمرات میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ کافر نہیں ہوتا اسلئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام غیب کے عالم ہیں اور ان پر اشیاء پیش کی جاتی ہیں۔ پس کفر نہ ہوگا۔ شامی باب المرتد میں مسئلہ بزازیہ ذکر کر کے فرماتے ہیں حاصلہ ان دعوی الغیب معارضة لنص القرآن یکفر بھا الا اذا اسند ذلک صریحا او دلالة الی سبب من اللہ کوحی والھام۔ یعنی غیب کا دعویٰ نصِ قرآن کے معارض ہے۔ پس اسکا مدعی کافر ہو جائیگا لیکن اگر اس نے صریحاً یا دلالۃً کسی سبب کی طرف نسبت کر لی ہے جو اللہ کی جانب سے ہو مثل وحی و الہام وغیرہ کے تو کافر نہیں۔ درالمختار میں ہے وفیھا کل انسان غیر الانبیاء لا یعلم ما اراد اللہ تعالیٰ لہ وبہ لان ارادتہ تعالیٰ غیب الا لفقھاء فانھم علموا ارادتہ تعالیٰ بھم لحدیث الصادق المصدوق من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین غایۃ الاوطار میں اس عبارت کے تحت مسطور ہے اور اشباہ میں ہے کہ ہر آدمی سوائے انبیاء علیہم السلام کے جانتا نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ کا کیا ارادہ ہے اسکے ساتھ دارین میں۔ اسواسطے کہ حق تعالیٰ کا ارادہ غیب ہے مگر فقیہ اسکو جانتے ہیں۔ اسواسطے کہ وہ جان گئے ہیں حق تعالےٰ کے ارادہ کو جو ان کے

ساتھ ہے۔ رسولِ صادق ومصدوق کی اس حدیث کی دلیل سے کہ جسکے ساتھ اللہ تعالےٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے۔ اسکو دین میں فقیہ کرتا ہے۔ یعنی امر دین میں فہم سلیم عطا کرتا ہے ؞

اب ظاہر ہوگیا کہ فقہ میں بھی جہاں انکار ہے اسکے یہی معنی ہیں کہ بے تعلیم الٰہی کے کسی کو عالم غیب بتانا کفر ہے اور تعلیم الٰہی سے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہے ؞

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین
محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

دہریہ کا سوال اور اسکا جواب

سوال :- (۱) ایک دہریہ کا سوال یہ ہے کہ ایک ملزم کا مقدمہ جج کے یہاں گیا اور اس پر ہر طرح سے جرم ثابت ہوگیا اسکے بعد ایک شخص کی سفارش سے جج نے اسکو بری کر دیا۔ تو کیا جج نے انصاف کیا یا بے انصافی؟ اگر انصاف کیا تو کیسے؟

(۲) دوسرا سوال یہ ہے کہ ہم کسی شخص کے نام سے فاتحہ وغیرہ پڑھیں تو وہ کس طرح پہنچتا ہے؟ کسی فرشتہ کے ذریعہ سے یا اور کسی طرح سے؟ اسکا جواب صحیح حدیث سے دیں ؞

(۳) تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر ہم کسی وقت میں کسی بزرگ کا واسطہ دیں تو جائز ہے یا ناجائز؟ اسکا بھی جواب صحیح حدیث سے اور مدلل عنایت فرمائیں ؞

الجواب :- (۱) جرم مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ سب کے لئے ایک ہی حکم لگا دینا نہایت بے وقوفی ہے اگر جرم ایسا تھا جو کسی دوسرے کے حق سے متعلق ہوتا تھا۔ یا اسکے معاف کر دینے سے کسی اور کا ضرر لازم آتا تھا تو اسکا معاف کرنا دوسرے کے ضرر اور اتلافِ حق کا باعث ہے۔ تو جب تک خود وہ صاحبِ حق معاف نہ کریں یا اسکی تلافی نہ کر دیجائے مجرم کو چھوڑ دینا خلافِ حکمت ہے۔ مثلاً ایک شخص نے کسی سے کچھ روپیہ قرض لیا اور دینے سے انکار کرتا ہے۔ ایسی حالت میں اگر قرض خواہ معاف کئے بغیر۔ یا اسکے نقصان کی تلافی کیے بغیر جرم معاف کر دیا جائے۔ خواہ کسی سفارش سے۔ یا کسی بے سفارش کے۔ تو ضرور اس میں قرضخواہ کا نقصان ہوگا۔ اور جج کا ایسا فیصلہ عدل وحکمت کے خلاف مانا جائیگا۔ البتہ اگر جج کے سمجھانے سے خود صاحب حق بخوشی اپنے حق سے دست بردار ہو جائے۔ یا جج قرضخواہ کو اسکا مطالبہ ادا کر دے اور امید یہ ہو کہ اسکے اس سلوک سے مجرم کے نفس کی اصلاح ہوگی۔ تو ایسی حالت میں جج کا معاف کر دینا عین حکمت اور کمال رحمت۔ اور عقل سلیم کے نزدیک نہایت

مستحسن ہے۔ اور اگر جرم ایسا ہے جسکا تعلق حاکم کے سوائے کسی دوسرے شخص کے حق سے نہیں ہے مثلاً جج نے حاضری کا حکم دیا اور مجرم نے اسکی تعمیل نہ کی۔ ایسے جرم کو اگر جج خود یا کسی کی سفارش سے معاف کر دے تو وہ کریم المزاج اور نیک دل مانا جائیگا۔ اور اسکا یہ عفو قابل تعریف ہوگا۔ شریعت میں اس قسم ثابت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم واحکم ؂

(۲) فاتحہ میں قرآنِ پاک کی تلاوت کی جاتی ہے اور صدقہ دیا جاتا ہے۔ اور تلاوت وغیرہ عبادات بدنیہ و مالیہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ اہلسنت کا مذہب اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے۔ اور اس پر علماء کا اجماع ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے ان رجلاً قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان امی توفیت اینفعھا ان تصدقت عنھا قال نعم۔ کہ ایک شخص نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات سے عرض کیا کہ میری ماں کا انتقال ہو گیا اگر میں صدقہ دوں تو کیا اسکو نفع دیگا؟ فرمایا ہاں۔ اس مضمون کی احادیث بخاری و مسلم میں وارد ہیں۔ شرح الصدور میں ہے اخرج ابو القاسم سعد بن علی الزنجانی فی فوائدہٖ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من دخل المقابر ثم قرأ فاتحۃ الکتاب وقل ھو اللہ احد والھٰکم التکاثر ثم قال جعلت ثواب ما قرأت من کلامک لاھل المقابر من المؤمنین و المؤمنات کانوا شفعاء لہ الی اللہ تعالٰی۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہ جو شخص داخل ہو قبرستان میں پھر فاتحۃ الکتاب۔ قل ھو اللہ اور الھٰکم التکاثر پڑھے۔ پھر کہے میں نے جو تیرا کلام پڑھا اسکا ثواب میں قبرستان کے مومنوں اور مومنات کو دیتا ہوں تو وہ اس کے بارگاہِ الٰہی میں شفیع ہونگے۔ اب رہی یہ بات، کہ مردوں کو فائدہ پہنچنے اور ثواب ملنے کا کیا طریقہ ہے؟ اللہ تعالٰی کے طریقوں کو کون شمار کر سکے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میت کو قرآن پاک کی آواز سے انس بھی ہوتا ہے اور اسکے کلمات طیبات سے راحت پہنچتی ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے وتقرأ اٰیۃ الکرسی و سورۃ الاخلاص والفاتحہ وغیر ذٰلک رجاء ان یونس الموتیٰ۔ اور یہ بھی احادیث سے ثابت ہے کہ قرآن کی سورتیں اور آیتیں خود شفاعت کرتی ہیں۔ جیسا دارمی نے خالد بن معدان سے روایت کیا کہ ایک شخص الٓمٓ تنزیل پڑھا کرتا تھا اور تھا بہت گنہگار۔ اسکی قبر میں سورۂ مبارکہ نے اس پر اپنے بازو پھیلا کر عرض کیا یا رب اسکی مغفرت فرما یہ مجھکو بہت پڑھا کرتا تھا کما فی المشکوٰۃ واخرج الطبرانی فی الاوسط عن انس سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من اھل بیت یموت منھم میت فیتصدقون عنہ لعبد موتہ الا احد اھا

له جبريل على طبق من نور ثم يقف على شفير القبر فيقول يا صاحب القبر العميق هٰذه هدية اهداها اليك اهلك فاقبلها فتدخل عليه فيفرح بها و يستبشر و يحزن جيرانه الذي لا يهدى اليهم شيء۔ طبرانی نے اوسط میں حضرتِ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والتحیات فرماتے ہیں کہ جس گھر والوں کا کوئی مرجائے اور وہ اسکے لئے صدقہ دیں تو حضرتِ جبریل علیہ السلام اسکو طبقِ نور میں لے کر پہنچتے ہیں اور اسکی قبر کے کنارہ پر کھڑے ہو کر فرماتے ہیں کہ اے گہری قبر والے یہ ہدیہ ہے جو تجھے تیرے گھر والوں نے بھیجا ہے اسکو بھیجا ہے اسکو قبول کر۔ وہ ہدیہ یہ اسکو پہنچتا ہے اور وہ خوش ہوتا ہے۔ اور اسکے پڑوسی غمگین ہوتے ہیں جنہیں ہدیہ نہیں پہنچتا۔ واللہ تعالٰی اعلم ؁

(۳) بزرگانِ دین و اولیاء کا وسیلہ و واسطہ بلا شبہ جائز ہے۔ بخاری شریف میں حدیثِ ابدال کے آخر میں ہے بهم تمطرون وبهم تنصرون وبهم ترزقون کہ انہی کی بدولت تم پر مینہ برستا ہے اور انہی کی برکت سے تمہاری مدد کی جاتی ہے اور انہی کے صدقہ میں تم سیراب کئے جاتے ہو۔ اسی طرح امیر المومنین حضرتِ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بوسیلۂ حضرتِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ دعائے بارش کرنا اور بکثرت احادیث سے توسل کا جواز ثابت ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم ؁

كتبه العبد المعتصم بحبله المتين
محمد نعيم الدين عفا عنه المعين

وہابی کسکو کہتے ہیں اور سُنّی کسکو کہتے ہیں

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے ملّت اہلسنت وجماعت ان امور ذیل میں کہ

(۱) وہابی کسکو کہتے ہیں اور غیر مقلد کسکو؟ اور دونوں کے عقائد ایک ہیں یا کچھ فرق ہے؟ اور ان لوگوں کی علاماتِ ظاہری کیا ہیں؟ اور یہ لوگ دائرۂ اہلسنت وجماعت میں داخل ہیں یا مثل اور فرق ضالہ کے اہلسنت وجماعت سے خارج؟ اور ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا۔ یا ان لوگوں کو مساجد میں آنے دینا از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟ اور ان لوگوں سے میل ملاپ۔ سلام کلام۔ بیاہ شادی وغیرہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ ؁

(۲) مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی کی کتاب "تقویۃ الایمان" کیسی کتاب ہے۔ اسکے جملہ مضامین اہل سنت وجماعت کے موافق ہیں یا مخالف اور مولوی صاحب مذکور کا عقیدہ کیسا تھا؟ سنا جاتا ہے کہ ان کو امام الوہابیہ ہند

کہا جاتا ہے۔ تو آیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

(۳) علمائے دیوبند سچے مقلد حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ہیں یا نہیں۔ اور ان حضرات کے عقائد اہلسنت و جماعت کے موافق ہیں یا مخالف۔ اور دیوبندی عقائد والوں کے پیچھے نماز پڑھنا۔ ان سے بیعت ہونا۔ ان سے بیاہ شادی کرنا۔ ان کا ذبیحہ کھانا۔ ان سے میل ملاپ۔ سلام کلام از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟

(۴) سُنّی کسے کہتے ہیں اور اسکی تعریف کیا ہے؟

(۵) جناب حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی مرحوم و مغفور اس چودھویں صدی میں حکیم امت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ شیخ الاسلام والمسلمین کہے جاتے ہیں۔ تو آیا یہ حق ہے یا باطل؟ اور مولانا مذکور موصوف واقعی اس پایہ کے بزرگ تھے یا نہیں؟ بریلوی اور دیوبندی علمائے عقائد میں بڑا اختلاف ہے۔ تو آیا ان دونوں فریق میں کونسا فریق حق پر ہے؟ مفصلاً جواب نمبر وار بحوالہ کتاب ایسے عام فہم صورت میں عنایت فرمایئے تاکہ بخوبی سمجھ میں آجائے۔ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

المستفتی محمد عبدالحمید سنی حنفی خادم مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ تنگ پور شریف۔ ڈاکخانہ جلال پور۔ ضلع فیض آباد۔

الجواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم۔

(۱) وہابی اور غیر مقلد دونوں عبدالوہاب نجدی کے مقلد ہیں۔ "کتاب التوحید" اور "تقویۃ الایمان" کو دونوں مانتے ہیں۔ مسلمانوں کو دونوں مشرک کہتے ہیں۔ ایصال ثواب کے طریقوں اور بزرگان دین کی زیارت اور ان کی تعظیم و محبت سے دونوں کو عداوت ہے۔ بزرگان دین کی جناب میں گستاخ دونوں ہیں۔ عقائد میں ایک دوسرے کے بہت موافق ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ایک دعویٰ تقلید کا کرتے ہیں اور دوسرے بالاعلان تقلید آئمہ کے منکر ہیں۔ اور درحقیقت نجدی کے مقلد ان میں سے جو اپنے آپ کو مقلد کہتے ہیں۔ ان کا دعوئے تقلید بھی نمائشی ہے۔ ردالمحتار میں ہے کما وقع فی زماننا فی اتباع عبد الوهاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشرکون واستباحوا بذلك اهل السنة وقتل علمائهم حتی کسر الله شوکتهم وخرب بلادهم وظفر بهم عساکر المسلمین عام ثلث وثلثین ومئتین والف۔

یہ لوگ گمراہ بیدین ہیں ان کے پیچھے نماز ناجائز۔ اختلاط و مصاحبت ممنوع ایاکم وایاهم لا یضلونکم ولا یفتنونکم الحدیث ان کے ساتھ مناکحت میل ملاپ ابتداء بسلام نادرست۔ مسلمانوں کو ان کی صحبت سے

پرہیز لازم ۔ واللہ سبحانہ تعالےٰ اعلم ؛
(۲) تقویۃ الایمان کے کثیر مضامین قرآن وحدیث اور خدا ورسول کے خلاف وباطل ہیں۔ اسکا مصنف نہایت بدعقیدہ وگمراہ تھا۔ ہندوستان میں وہابیت کا تخم اسی نے لگایا۔ مسلمان اسکی کتاب کو نہ دیکھیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم ؛
(۳) دیوبندی علماء کو حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی تقلید کا دعویٰ ہے۔ مگر عقائد ان کے نہایت خراب ہیں۔ اور شان رسالت میں یہ لوگ بہت بیباک ہیں۔ ان سے بیعت حرام۔ بیاہ شادی ناجائز۔ سلام ممنوع ذبیحہ ان کا نادرست۔ واللہ تعالےٰ اعلم ؛
(۴) سنی وہ ہے جو سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور اصحاب کبار اور آئمہ مجتہدین کے متبع ہیں یہی جماعت ہیں۔ یہی سواد اعظم۔ یہی ظاہرین علی الحق۔ یہ ہر بے دین کے کید سے محفوظ رکھنے کے لئے مستعد رہتے ہیں۔ انبیاء و اولیاء کی محبت وتوقیر۔ ذکر الٰہی کی کثرت ان کی ایک ظاہر علامت ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم ؛
(۵) اعلیحضرت قدس سرہٗ نے اپنی مبارک زندگی دین کی خدمت میں صرف فرمائی انکے علمی فیوض برکات سے دنیا کو بڑے قیمتی فائدے پہنچے۔ اسلام وسنت کی تائید وتقویت ہوئی۔ ہر گمراہ بے دین کی کیادی کے آپ نے پردے فاش کر دیئے۔ ان کے محامد اس سے زیادہ ہیں۔ جو سوال میں مذکور ہیں۔ قدس سرہٗ وروح روحہٗ آمین

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین
محمد نعیم الدین عفاعنہ المعین

فتویٰ دربارے گلیم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

علماء دین ذیل کے مسائل میں کیا فرماتے ہیں

سوال ۱ ؛ یَآ اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ۔ اے کملی اوڑھنے والے۔ تو آیا یہ کملی کیسی تھی جو آجکل کے درویش اوڑھتے ہیں یا کیسی کملی تھی ؟ کس جانور کے اون کی تھی اور اسکا تانا کیسا تھا اور بانا کیسا تھا اور کس کے ہاتھوں کی بنی ہوئی تھی۔ اور اگر سوت کی تھی تو سوت کیسا تھا۔ اور کس زمین پر وہ کپاس بوئی گئی تھی۔ اور کس نے اس سوت کو کاتا تھا۔ مہربانی فرماکر قرآن۔ حدیث۔ فقہ شریف سے جواب عطا فرمائیے۔ کتاب وصفحہ کا حوالہ ہو ؛

سوال ۲ ؛ حضرت آدم اور اماں حوا علیٰ نبینا وعلیہم السلام کو جب خداوند کریم نے حکم دیا تھا کہ جنت کے اندر گندم کے جھاڑ کے پاس نہ جانا اور نہ اسکا پھل کھانا تو شیطان لعین نے دھوکہ دے کر اماں حوا علیٰ نبینا وعلیہا السلام

کو وہ دانہ کھلا دیا اور اماں حوّا نے حضرتِ آدم علیٰ انبینا وعلیہما السلام کو کھلا دیا۔ تو خداوند کریم نے حضرت آدم علیہ السلام کو سنگلدیپ میں رکھا۔ اور اماں حوّا علیٰ انبینا وعلیہا السلام کو جدّہ شریف میں رکھا۔ اتنا حکم نہ ماننے پر۔ تو خداوند کریم نے حبیب ملائکہ کو حکم دیا تھا کہ حضرتِ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ تو شیطان لعین نے نہیں کیا تھا۔ تو خداوند کریم نے اس حکم کے نہ ماننے پر شیطان کو کونسی زمین میں رکھا۔ اس زمین کا کیا نام ہے اور کہاں ہے؟ اور اسکا مفصل حال دیں۔ قرآن و حدیث۔ فقہ شریف سے۔ کتاب کا صفحہ کا احوال ضرور ہو ؛

سوال ۳ :۔ نجدی مردود۔ وہابی ملعون۔ دیوبندی شیطان کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ بعض مولوی کہتے ہیں کہ نماز تو فاجر فاسق کے پیچھے بھی درست ہے اور حدیث شریف بتاتے ہیں کہ ثبوت حدیث شریف ہے اور داڑھی کٹے کے پیچھے کیا حکم ہے؟

سوال ۴ :۔ بعض حافظ سجدۂ تلاوت جو عم کے پارہ کی سورۂ علق کے اخیر پر ہے وہ سجدۂ تلاوت نہیں دیتے ہیں اسکا کیا حکم ہے؟ مہربانی فرماکر ہر ایک کا جواب عطا فرمایئے اردو عبارت کے ساتھ عربی عبارت ضرور ہو قرآن و حدیث اور فقہ شریف سے ؛

سوال ۵ :۔ اگر پیش امام قرأت کے اندر رک جائے فرضوں میں تو اسکو لقمہ دینا چاہیئے یا نہیں؟ ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا کیا حکم ہے؟ ؛

سوال ۶ :۔ اگر صبح کو پیش امام کھڑا ہے اور مقتدی سنت صبح کی ادا نہ کرے اور امام سے مل جائے تو سنت کب ادا کرے۔ سورج جب نکلے تو پڑھے یا فرض ختم کرکے پڑھ سکتا ہے؟ ؛ المستفتی فقیر حقیر محمد دین

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، نحمدہٗ و نصلی علیٰ حبیبہ الکریم

(۱) قرآنِ کریم میں حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ واصحابہ وسلم کی ایک ادائے خاص کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب فرماکر آپ کی محبوبیت کا اظہار فرمایا گیا ہے۔ اُون یا سُوت کی کوئی خصوصیت اس خطاب کا باعث نہیں۔ جو کپڑا بھی تن نازنین وجسمِ اقدس پر ہے اس سے حضور کو کچھ فضیلت نہیں۔ ہر چیز کو حضور سے شرف ہے۔ منظور تو محبوب کی وہ ادا ہے جو وقتِ نزولِ وحی تھی۔ اس لئے اس لباس کے تانہ بانہ کا دریافت کرنا بیکار ہے۔ من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ دیکھنا ہے کہ ابتدائے حال میں وحی کی عظمت کا اثر جو قلبِ مبارک پر ہوا اس سے بدنِ اقدس پر کچھ ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ جامۂ اقدس

میں لپٹ گئے۔ اللہ تعالےٰ نے اس ادائے محبوبانہ کو پسند فرماکر تسکین خاطرِ اقدس کے لئے آپ کے اسی حال سے آپ کو مخاطب فرماکر ملاطفت وکرم کا اظہار فرماتا ہے کہ آپ کی یہ ادا محبوب ہے حتیٰ کہ ہم اسی ادا سے خطاب فرماتے ہیں قال السہیلی انما المزمل اسم المشتق من حالہ التی کان علیہا حین الخطاب وکذالک المدثر وفی خطابہ صلی اللہ علیہ وسلم بھذا الاسم فائدتان احدا ھما الملاطفۃ واللہ سبحٰنہ تعالیٰ اعلم؛

(۲) ؛ حضرت آدم وحوا علیہما السلام کو شجر ممنوعہ سے کھانے کے بعد اللہ تعالےٰ نے زمین پر بھیجا۔ یہ روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سراندیپ میں اور حضرت حوا جدہ میں۔ اور اس میں حکمتِ الٰہیہ تھی۔ خلافت کا اظہار اور اسکے احکام کا اجراء اسی طرح مقدور ہوا تھا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کو براہِ کرم کلماتِ توبہ کی تلقین فرمائی۔ اور توبہ قبول کی۔ قرآن پاک میں فرمایا فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ آدم وحوا کے ساتھ توبہ کرم ہوا اور ابلیسِ لعین کا نام سریانی زبان میں "عزازیل" اور عربی میں "حارث" تھا۔ جب اس نے نافرمانی کی تو اسکے نام کو بدل کر "ابلیس" رکھا گیا۔ جس کے معنی مایوس از رحمت ہیں۔ اور اس کی صورت تبدیل کردی گئی۔ اور ذلت ورسوائی کے ساتھ اسکو زمین کی طرف ہانک دیا۔ اور قیامت تک اسکو آسمان زمین میں مورد لعنت بنایا۔ شیطان مقامِ ایلہ میں پھینکا گیا جو مضافاتِ بصرہ سے ہے۔ قرآن پاک میں ہے قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۙ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔ دوسری آیت میں فرمایا قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ۔ تیسری آیت میں فرمایا قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ۔ تفسیر خازن جلد اول صفحہ ۷۷ میں ہے سمی بہ لانہ ابلیس من رحمۃ اللہ ای یئس وکان اسمہ عزازیل بالسریانیۃ وبالعربیۃ حارث فلما عصیٰ غیّر اسمہ فسمی بہ لانہ ابلیس وغیّرت صورتہ۔

یہ واقعہ کا مختصر بیان تھا شیطان کی شامت وبدنصیبی کا انجام تو آخرت کا دائمی عذابِ شدید ہے۔ مگر سائل کا منشاء معلوم نہیں۔ اسکی اس سوال سے کیا غرض ہے؟ مومن کو یقینِ کامل ہے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ کے تمام احکام سراسر حکمت وعدل ہیں۔ اس پر کوئی خداشناس اعتراض کی جرأت نہیں کرسکتا۔ بندوں کو عقل ہی کتنی کہ وہ حضرت حکیم علی الاطلاق کی حکمتوں کو سمجھ لینے کا دعویٰ کریں۔ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو توفیقِ نیک عطا فرمائے اور شرِ نفس شیطانی سے بچائے آمین۔ واللہ تعالےٰ اعلم؛

وہابی کی امامت کا حکم

۳ ؛ داڑھی منڈا فاسق ہے اور ہر فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی فان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علینا اھانتہ شرعًا فی ردالمختار

لیکن اس کے پیچھے نماز بکراہت ہو جاتی ہے۔ اور وہابی بے دین۔ منکر ضروریاتِ دین خارج از اسلام ہے۔ اسکے پیچھے کسی طرح نماز نہیں ہوتی۔ بلکہ اسکو امام بنانا شریعت کی نافرمانی اور سخت جرم ہے۔ حدیث شریف میں صلّوا خلف کل بِرٍّ و فاجرٍ آیا ہے کافرٍ نہیں آیا۔ اس لئے اس حدیث سے وہابی کی امامت پر استدلال باطل ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

۴:- قرآن پاک میں چودہ [۱۴] آیتیں ایسی ہیں جن کے پڑھنے سننے سے سجدہ واجب ہوتا ہے۔ سورہ علق کی آخری آیت بھی انہی آیات میں سے ہے۔ جو حافظ اسکا سجدہ ادا نہیں کرتا۔ وہ تارکِ واجب اور گنہگار ہے۔ کنز الدقائق میں ہے سجود التلاوة تجب باربعة عشر اٰية۔ مستخلص الحقائق میں ہے وایات السجدة فی اٰخر الاعراف والرعد والنحل وبنی اسرائیل ومریم واولی الحج والفرقان والنمل والٓمٓ التنزیل السجدة والصاد وحٰمٓ والنجم واذا السماء انشقت واقرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ عز اسمہ اتقن واحکم۔

۵:- اگر امام قرأت میں رک گیا اور مقتدی نے لقمہ دیا تو جائز ہے۔ اس سے کسی کی نماز میں نقصان نہ آیا۔ نہ امام کی نہ مقتدی کی۔ البتہ اگر امام قدر ما یجوز بہ الصلوٰة پڑھ چکا ہو۔ یا دوسری آیت شروع کر دے تو بہتر ہے کہ نہ بتائے اور امام کے رکتے ہی فوراً نہ بتانا چاہیئے تھوڑا توقف کرے کہ شاید اسکو خود یاد آ جائے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے والصحیح انہ لا یفسد صلوٰة الامام لو اخذ منہ علی الصحیح هکذا فی الکافی ویکره للمقتدی ان یفتح علی امامہ من ساعة فیصیر قارئاً خلف الامام من غیر حاجة کذا فی المحیط السرخسی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

(حاشیہ: بجواز الصلوٰة الفاتحة لکل حال ولا — بجواز ان یتذکر من ساعته)

۶:- سنتِ فجر اگر تنہا رہ گئی اور فرض پڑھ لئے گئے تو اسکی قضا لازم نہیں۔ البتہ امام محمد رحمۃ اللہ کے نزدیک بہتر ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد زوال سے پہلے پہلے پڑھ لے لازم نہیں۔ اور آفتاب کے طلوع سے قبل اور زوال کے بعد بالاتفاق سنتوں کی قضا نہ پڑھی جائے گی۔ مراقی الفلاح میں ہے ولم تقض سنة الفجر الا بفوتها مع الفرض الی الزوال وقال محمد رحمہ اللہ تقضی منفردة بعد الشمس قبل الزوال فلا قضاء لما قبل الشمس ولا بعد الزوال اتفاقاً۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے قیل لا خلاف بینهم فی الحقیقة لانهما یقولان لیس علیہ القضاء وان فعل لا بأس بہ ومحمد رحمہ اللہ یقول احب الی ان یقضی وان لم یفعل لا شئ علیہ۔ واللہ سبحٰنہ تعالیٰ اعلم وعلمہ عز اسمہ اتقن واحکم۔

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

استفتاء

سوال:- جو امام حدِ شرع سے داڑھی کم رکھے اس کے پیچھے نماز کیسی ہے؟

۲:- جو امام سود خواروں کے گھر کھانا کھائے یا ان کی خوشامد کرے۔ اسکے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

۳:- مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب:- نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم :-

۱:- داڑھی رکھنا شعار اسلام اور اسکا کٹانا قدر قبضہ پہنچنے سے قبل حرام۔ بخاری شریف، ومسلم شریف۔ ترمذی شریف نسائی شریف۔ ابن ماجہ شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث مروی ہے کہ حضور اقدس علیہ السلام نے ارشاد فرمایا خالفوا المشرکین احفوا الشوارب واوفروا اللحی۔ یعنی مشرکین کی مخالفت کرو۔ مونچھیں پست کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ۔ ایک اور حدیث مسلم شریف میں بدیں الفاظ وارد ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر باحفاء الشوارب واعفاء اللحیۃ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مونچھیں پست کرنے اور داڑھی بڑھانے کا امر فرمایا۔ احیاء العلوم میں ہے رد عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وابن ابی لیلیٰ قاضی المدینۃ شہادۃ من کان ینتف لحیتہ۔ یعنی حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور قاضی مدینہ ابن ابی لیلیٰ دونوں پیشوایانِ اسلام نے داڑھی چُننے والے کی شہادت (گواہی) رد فرمادی۔ نیز اسی میں ہے شہد رجل عند عمر بن عبدالعزیز بشہادۃ وکان ینتف لحیتہ فرد شہادتہ۔ ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کوئی گواہی دی۔ اور وہ داڑھی کچھ چنا کرتا تھا۔ حضرتِ خلیفہ نے اسکی شہادت رد فرمادی۔ در مختار میں ہے یحرم علی الرجل قطع لحیتہ جب ثابت ہو گیا کہ داڑھی ایک مشت سے کم کتروانا یا منڈوانا ممنوع ہے۔ تو اسکا عامل اور مصر فاسق ہوا۔ اور فاسق کی امامت مکروہ لما فی عامۃ المتون والشروح والفتاویٰ من کراھۃ امامۃ الفاسق۔

۲:- سود خوار کے گھر کا کھانا حرام نہیں۔ جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ کھانا مالِ حرام سے تیار کیا ہوا ہے۔ یا اس کے پاس کوئی مال حلال موجود ہی نہ ہو۔ اور خوشامد اگر ترغیبِ دین اور اصلاح حال کے لئے ہے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔

۳:- بے عذر مسجد میں جنازہ لانا اور نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے۔ لحدیث ابی داؤد من صلی علیٰ میت فی المسجد فلا صلوٰۃ لہٗ۔ واللہ سبحٰنہ اعلم :-

کتبہ: العبد المعتصم بحبلہ المتین محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین :-

تجوید کا سیکھنا ضروری ہے یا نہیں؟

منبع علم و فضل چشمۂ فیض و کرم عالی جناب قبلہ حضرت مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب دام ظلکم والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مزاج شریف آیا تجوید سیکھنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور جو شخص حروف کو صحیح ادا نہ کر سکتا ہو اسکے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔　　کمترین احمد دین۔

الجواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم:۔

قرآن کریم میں ترتیل یعنی حروف کا جدا جدا ان کی صفات پر ادا کرنا۔ اوقاف و حرکات کا لحاظ رکھنا۔ تغیر و تبدل سے بچانا اور تجوید کا بقدر ضرورت سیکھنا فرض ہے۔ اللہ سبحانہٗ نے ارشاد فرمایا وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ؕ تفسیر مدارک میں ہے و ترتل القراٰن بین وفصل من الثغر المرتل ای مفلج الاسنان و کلام بالتحریک ای رتل و تغیر رتل ایضًا اذا کان مستوی البنیان او اقراء علیٰ تودۃ بتبیین الحروف وحفظ الوقوف و اشباع الحرکات ترتیلا ھو تاکید فی ایجاب الامر بہ وانہ لابد منہ للقاری۔ تفسیر خازن میں ہے قال ابن عباس بینہ بیانا وایضًا اقراءہ علیٰ ھینتک ثلاث اٰیات او اربعا او خمسًا وقیل الترتیل ھو التوقف و الترسل والتمھل الافھام وتبیین القراۃ حرفًا حرفًا اثرہ فی اثر بعض المد والاشباع والتحقیق و ترتیلاً تاکید فی الامر بہ وانہ لابد للقاری منہ۔ اب ثابت ہوا کہ قرآن پاک میں ترتیل فرض ہے۔ تفسیر اتقان میں ہے لیس تحسین الصوت بالقرأۃ وتزینیھا لحدیث ابن حبان وغیرہ زینوا القراٰن باصواتکم وفی لفظ الدارمی حسنوا القراٰن باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القراٰن حُسْنًا واخرج البزاز وغیرہ حدیث حسن الصوت زینۃ القراٰن وفیہ احادیث صحیحۃ کثیرۃ فان لم یکن حسن الصوت حسنہ فاستطاع یحسب لا یخرج الی التمطیط۔ اگر اسطرح کی تغییر ہو جس سے معنی بدل جائیں اور ایسے بدل جائیں کہ جنکا اعتقاد کفر ہو تو اس سے نماز فاسد ہو جائیگی۔ اور اگر ان سے ایسے معنی نہ پیدا ہوں لیکن اس تغیر کا مثل قرآن پاک میں نہ ہو اور تغیر فاحش ہو تو بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔ جیسے کسی نے ھٰذا الغراب کی جگہ ھذا الغبار پڑھ دیا۔ اور اگر قرآن پاک میں اسکا مثل نہ ہو۔ اور اسکے کچھ معنی نہ ہوں جیسے سوائر کی جگہ سوائل پڑھ دیا تو بھی نماز فاسد ہو گئی۔ اور اگر قرآن پاک میں اسکا مثل ہو۔ اور معنی بعید ہوں اور تغیر فاحش نہ ہو تو بھی امام صاحب کے نزدیک نماز فاسد ہو گی اور اس قول کے ساتھ اخذ کیا جائیگا۔ رد المختار میں ہے۔ والقاعدۃ عند المتقدمین

ان ما غیر المعنی تغیرا یکون اعتقادہ کفراً مفسداً فی جمیع ذٰلک سواء کان فی القرآن اولا الا ماکان من تبدیل الجمل مفصولاً بوقت تام وان لم یکن التغیر کذٰلک فان لم یکن مثلہ فی القرآن ولا معنی لہٗ کالسرائل بلام مکان السرائر وان کان مثلہ فی القرآن والمعنی بعید ولم یکن متغیراً فاحشاً تفسد ایضاً عند ابی حنیفۃ ومحمد وھوالاحوط اور اسی میں ہے فالاولی الاخذ بقول المتقدمین لانضباط قواعد ھم وکون قولھما حوط۔ واللہ سبحٰنہ اعلم۔

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین

محمد نعیم الدین عفاعنہ المعین

نماز جمعہ

وہابیہ کی نچلی نہ بیٹھنے والی طبیعت مسلمانوں میں اختلاف ڈالنے کے لئے آئے دن ایک نہ ایک شگوفہ چھوڑتی رہتی ہے۔ ان صاحبوں کو مزا ہی نہیں آتا جب تک نزاع وجدال کی گرم بازاری نہ ہو۔ اور اسکا راز یہ ہے کہ خود ان کی گرمی بازار بھی اسی میں منحصر رہ گئی ہے۔ نئی نئی باتیں نکالنا اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی خدائی بھر سے علیحدہ چننا ان کا شیوہ ہے۔ اطمینان سے بیٹھی ہوئی مخلوق کو اختلاف کی کشاکش میں مبتلا کرنا اور بیٹھے بٹھلائے لوگوں کو بیکار بحث میں ڈال کر پریشان کرنا ان جھول عقا کے پسندیدہ مشاغل ہیں۔ کبھی کوا حلال کیا تو مدتوں کائیں کائیں رہی۔ ملک بھر میں طوفان مچا۔ صدہا رسالے تصنیف ہوئے۔ سیکڑوں فتوے لکھے گئے۔ لوگوں نے یقین نہ کیا کہ وہابی مولوی کوا کھاسکیں گے۔ اگرچہ عندیں فتوے دے چکے ہیں۔ مگر طبیعت کیسے گوارا کرے گی۔ اس بناء پر بہت سے صاحبوں نے کوے پکا پکا کر وہابی مولویوں کی دعوتیں کیں۔ یقین رکھتے تھے کہ مولوی صاحب کہنے کو تو کہہ گئے ہیں مگر ان سے کوا کھایا نہ جائیگا۔ کیا خبر تھی کہ جناب کا مزاج بھی بہت ہی نفیس واقع ہوا ہے۔ برغبت تمام کوے کھا گئے۔ اور کھلانے والوں کو نفرت آئی۔ انہوں نے جن برتنوں میں پکایا اور کھلایا تھا وہ مولوی جی کے سامنے لاکر توڑ ڈالے۔ مگر وہابی مولویوں کی جرأت اور ہمت بھی قابل تعریف ہے۔ دھڑلے سے کوے کھائے اور مسلمانوں کو چڑانے کے لئے کوے مار کر اپنے دروازوں پر لٹکائے۔ علماء اہلسنت نے رد لکھے۔ شعراء نے وہابیوں کے بہت مضحکے اڑائے۔ تب کہیں کوا خوری کا سلسلہ مدت کے بعد موقوف ہوا۔

ایک زمانہ میں وہابی صاحبوں نے بجرے کے کپورے حلال کردیئے۔ فتاویٰ رشیدیہ میں اسکا فتویٰ بھی درج ہوا۔ علماء اہلسنت نے اُسکے رد کئے ملامتیں فرمائیں تب اسکا شور کم ہوا۔ معلوم نہیں اندرونِ خانہ اب بھی کھاتے ہیں یا نہیں؟

اسطرح نئے نئے اختلاف پیدا کرنا ان کی خصلت ہے۔ آجکل (سنہ ۱۳۵۰ھ) مرادآباد میں جمعہ کے خلاف علم بلند کر رکھے ہیں۔ اور جابجا مساجد میں کوششیں کرتے پھر رہے ہیں کہ جمعے بند ہو جائیں۔ صرف ایک جامع مسجد میں جمعہ ہوا کرے۔ اور اس پر اتنا زور دیا جاتا ہے کہ اتنا زور انہوں نے کسی فرض کے لئے نہیں دیا۔ کبھی حرام کے ترک کرانے کے لئے ایسی کوشش نہیں کی ہاں گاندھی پرستی کے ذوق میں کچھ دنوں کے لئے شراب کی دوکانوں پر پکٹنگ لگائے جاتے تھے اور اسکو حکم شرع بتایا جاتا تھا۔ مگر معلوم نہیں کہ ان کی وہ شریعت جس میں بحکم گاندھی پکٹنگ فرض تھا اب منسوخ ہو گئی یا مر گئی یا اب کوئی بنا حکم شراب کی حلت کا ان صاحبوں کو کہیں سے موصول ہو گیا کہ اب کہیں بھی کوئی وہابی صاحب پکٹنگ کرتے نظر نہیں آتے اور شراب کو روکنے کے لئے اب کوئی جماعت نہیں اٹھتی۔ گاندھی اُروِن سمجھوتہ ہوا اور وہابیوں کی شریعت بدل گئی ۔:۔

آجکل جمعہ بند کرنے کی دھن میں لگے ہوئے ہیں۔ مطلب تو اتنا ہے کہ مسجد جامع مرادآباد میں وہابیہ کا عمل دخل ہے۔ سب مسجدوں کے جمعے بند کر دیئے جائیں تو یہاں مجمع خوب ہو۔ اور یار لوگوں کو چندے کے شکار کھیلنے کے لئے ہرا بھرا لہلہاتا بغزال آہو جنگل مل جائے اور دل کھول کر حیلوں کی خبر لینی شروع کریں۔ چندے مانگنے کی تو ان صاحبوں کو بہت مشق ہے۔ جامع مسجد کی توسیع کے لئے عام طور پر مسلمانوں سے چندہ کیا جا رہا ہے۔ اہل سنت کے سامنے ہاتھ پھیلائے جاتے ہیں۔ ان سے چندے لئے گئے۔ اور حالت جامع مسجد کی یہ ہے کہ اسکو وہابی لوگ آبائی میراث کی طرح استعمال کرتے ہیں۔ ہر بدمذہب وہاں آکر تقریر کر سکتا ہے۔ ہر فرقہ کے لوگ آکر وعظ کر جاتے ہیں۔ داڑھی منڈے جامع مسجد میں بے دریغ تقریریں کرتے ہیں۔ مگر علماء اہلسنت کو کبھی اسکا موقع نہیں دیا جاتا ہے۔ نہ ان کو نماز پڑھانے کی اجازت ملتی ہے۔ نہ وعظ فرمانے کی۔ چندہ لیتے وقت تو مسجد عام مسلمانوں کی بتائی جاتی ہے۔ مگر عمل دخل اس میں وہابیوں کا۔ شہر میں کثیر تعداد سنیوں کی ہے۔ وہابی بہت تھوڑے ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ جامع مسجد میں سنی امام اور واعظ نہ ہو۔ مگر وہاں تو اتنا بھی کوئی گوارا کرنے والا نہیں کہ ایک مہینہ کے چار جمعوں میں سے دو ہی جمعوں میں سنی امامت کیا کریں اور وعظ فرمایا کریں۔ اس پر یہ غوغہ ہے کہ شہر کی مسجدوں کے جمعے موقوف کر دیئے جائیں۔ اہل سنت کے نزدیک وہابی امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو کیوں اپنی نمازیں کھوئیں گے ہاں اگر یہی منظور ہے کہ ایک ہی جگہ نماز ہوا کرے۔ تو کوئی خالص سنی امام مقرر کر دیا جائے جس کے پیچھے اہل سنت بشوق نماز پڑھیں۔ اور شہر کا کثیر طبقہ اپنی نمازوں کی طرف سے مطمئن رہے۔ رہا وہابی طبقہ! تو اسکے نزدیک سنی امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔ اس لئے اسے بھی سنی امام کی اقتداء میں عذر نہ ہونا چاہیئے۔ مگر وہابیوں کا تعصب اور خود غرضی اسکو کب گوارہ کر سکتی ہے۔ علاوہ بریں شہر کی مساجد سے جمعہ بند کرنے میں مسلمانوں کو کیسی دقتوں اور مصیبتوں کا سامنا ہے۔ مزدور طبقہ جسکو ٹھیک دوپہر کو تھوڑی سی فرصت ملتی ہے۔ گھر آتا ہے۔ کھانا کھاتا

ہے۔ غسل کرتا ہے۔ کپڑے بدلتا ہے۔ اور اب اسے مزدوری پر حاضری کا وقت بہت ہی کم رہ جاتا ہے۔ تو وہ اپنے قریب کی مسجد یا جہاں اسے نماز تیار ملے۔ جمعہ ادا کر لیتا ہے۔ مریض اور ضعیف اور سن رسیدہ اشخاص جو زیادہ دور نہیں چل سکتے۔ محلہ کی مسجدوں میں بآسانی نماز ادا کر لیتے ہیں۔ اگر محلہ کی مسجدوں میں نمازیں بند کر دی جائیں۔ تو آدھے آدمی اپنی ضرورتوں اور کاموں کی وجہ سے جامع مسجد نہ پہنچ سکیں۔ باقی میں سے کچھ ضعیفی، بیماری کی وجہ سے نہ جا سکے۔ اور بہت سے سستی کاہلی سے اس دور دراز مسافت کو طے کرنے سے ہمت ہار جائیں۔ بہت تھوڑے ایسے ہوں گے جو ہمت باندھ کر جامع مسجد پہنچیں گے۔ بلکہ تجربہ اس سے بھی زیادہ تلخ ہوا کہ جن مسجدوں سے جمعہ موقوف کیا گیا۔ وہاں کے بہت سے آدمی صرف جمعہ ہی سے نہیں بلکہ نماز ظہر سے بھی محروم رہ گئے۔ دینی امور میں لوگ بہت سست اور کاہل ہو گئے ہیں۔ ایسے وقت میں ان کے لئے مشکلات پیدا کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ان کے ادائے فرض کی راہ میں دشواریاں ڈال کر انہیں فرض سے روکا جائے یہ نیکی و نیک خواہی تو نہ ہوئی۔ بلکہ بدی و بدخواہی ہو گئی۔ مگر وہابی صاحبان اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں۔ اس میں سے کسی بات پر نظر نہیں ڈالتے۔ شہر کی کثیر مساجد میں ہمیشہ سے جمعہ کی نمازیں ہوتی ہیں۔ وہابی بھی جامع مسجد کے سوا بکثرت مسجدوں میں نمازیں پڑھتے ہیں۔ وہابی مولوی اپنے گروہ کی مسجدوں میں امامت کرتے ہیں۔ گاندھی اِرون سمجھوتہ سے پہلے وہابی صاحبوں نے کبھی اعتراض نہیں کیا اس وقت تک یہ تمام نمازیں بیدریغ جائز و درست تھیں۔ مگر اب کی برسات میں رُت بدلی گاندھی گول میز کانفرنس کی مخالفت سے باز آئے۔ اور اپنے اصول کو خیرباد کہہ کر ولایت روانہ ہوئے۔ اور وہابی مولوی صاحبوں کا مسئلہ بدلا۔ مساجد شہر میں نماز جمعہ بند کرنے کے احکام صادر کئے گئے۔ کوششیں شروع ہوئیں۔ اور وہ نمازیں جو اب تک بے خدشہ جائز تھیں قابل ممانعت ٹھہریں۔ شہر میں ان کا چرچا ہوا۔ عام لوگوں کو تشویش ہوئی کہ مسئلہ ایک دم کیوں بدل گیا؟ تو وہابی صاحبان نے جلسے کئے اور اسکی معذرت یہ کی کہ ہم اب تک غلطی پر تھے۔ ہم کوئی فرشتے نہیں ہیں معصوم نہیں ہیں۔ اب ہمیں اپنی غلطی پر تنبہ ہوا تو ہم اس مسئلہ کا اجراء کرتے ہیں۔ کیا اگر کوئی شخص عمر بھر نماز نہ پڑھے پھر کسی وقت نماز پڑھنا چاہے تو اسکو رد کرو گے؟ ایسے ہی ہم اس مسئلہ میں غلطی پر تھے۔ ہمیں سب سے پہلے اس مسئلہ کو اٹھانا چاہیئے تھا۔ لیکن اب ہم اس غلطی سے باز آتے ہیں تو اس میں ہم پر کیا اعتراض؟

وہابی مولوی صاحبان کے نزدیک تو ان کا یہ عذر کافی ہوگا۔ لیکن سننے والے اس نتیجہ پر پہنچے کہ ایک شخص شامتِ نفس سے کسی غلطی میں مبتلا ہوتا ہے۔ تو دوسرے اسے آگاہ کر دیتے ہیں۔ جس وقت بھی خدا توفیق دے وہ اپنی غلطی غلطی سے باز آجاتا ہے تو یہ باز آنا ہرگز قابلِ ملامت نہیں ہوتا۔ مگر پچھلی زندگی کی غلطی ضرور قابلِ توبہ و تلافی ہوتی ہے۔ بے نمازی کی مثال جو مولوی صاحب نے فرمائی اسے بھی توبہ کے بعد پچھلی نمازیں معاف نہ کی جائیں گی۔ بلکہ ان کی قضاء

لازم رہے گی۔ پھر بھی یہ غلطی شخصی ہے اور دوسرے لوگ ہمیشہ اسکو ترک نماز پر ملامت کرتے رہے ہیں۔ لیکن عالم کی غلطی اور ایک عالم نہیں۔ وہابی گروہ کے سارے عالموں کی غلطی۔ اور وہ بھی مدت ہائے دراز تک کہ اس درمیان میں بہت سے وہابی مولوی تو اسی غلطی میں اس جہان سے چل بسے مگر اس جماعت میں کوئی بھی نصف صدی تک جب سے مرادآباد میں وہابیوں کا تسلط ہوا ہے اس مسئلہ کے متعلق زبان نہ ہلا سکا۔ اور پچاس برس کی طویل مدت میں انہیں اپنی ایسی فاحش غلطی کا شعور نہ ہوا۔ اور اتنی مدت دراز کے بعد آج سمجھے۔ تو ایسے مولویوں سے کیا تعجب ہے کہ وہ فاتحہ۔ تیجہ۔ میلاد شریف۔ مجالس شہادت۔ گیارہویں شریف۔ عرس۔ کھچڑا۔ سبیل۔ علم غیب۔ استمداد وغیرہ مسائل کو بھی نہ سمجھے ہوں اور غلطی میں ہوں۔ دیکھئے کس سال انہیں اپنی ان غلطیوں کا شعور ہو۔ اور وہ مجمع میں انہی بلند آہنگیوں کے ساتھ اسکا اعتراف کریں شہر کے لوگ دعا کر رہے ہیں کہ خدا کرے کہ وہابی مولوی صاحبان اپنی ان دیرینہ غلطیوں کو بھی جلد سمجھ جائیں اور اعتراف کریں تو شہر سے اس اختلاف کا خاتمہ ہو جائے جو ان صاحبوں نے ڈال رکھا ہے۔ مگر یہ بہت زود فہم! اپنے ایک مسئلہ کی غلطی پچاس برس میں سمجھے۔ تو اس حساب سے اتنے بہت سے مسائل کی غلطیاں دیکھئے کتنی صدیوں میں سمجھیں؟ خدا کرے جلد کوئی زور کی برسات ہو۔ اور ان صاحبوں کے دماغوں میں ایسی تری و تازگی آئے کہ ایک دم اپنی سب غلطیاں سمجھ لیں۔ اور یہ زیادہ تعجب کی بات بھی نہیں ہے۔ ہمیشہ اپنی غلطیوں کے سمجھنے میں اتنی ہی دیر نہیں لگاتے ہیں۔ کبھی کبھی جلد بھی سمجھ جاتے ہیں۔ سن ۱۹۲۰ء میں جب مرادآباد میں نمائش شروع ہوئی تھی۔ نیا معاملہ تھا۔ وہابی مولوی صاحبان نے نمائش کے حرام ہونے کا فتویٰ دیدیا۔ یہ فتویٰ جا بجا دیواروں پر نالیوں کے کناروں پر جلی حرفوں سے لکھا ہوا تھا۔ شہر میں دھوم مچا رکھی تھی کہ "نمائش حرام ہے" نمائش کے منتظم پریشان تھے کہ کس طرح نمائش کو کامیاب بنائیں۔ آخر تیز طبع لوگوں نے ایک تجویز سوچی کہ مرادآباد کے لوگوں نے ہوائی جہاز نہیں دیکھا ہے وہ عجیب چیز ہوگا۔ ایک ہوائی جہاز منگایا وہ شہر میں اڑا۔ اس کی پرواز سے ہوا میں جو تموج پیدا ہوا۔ اس نے بہت سے وہابی مولوی صاحبان کے دماغ درست کر دیئے۔ کئی مولوی صاحبان تو اسی سال سمجھ گئے اور شب کی تاریکی میں بند گاڑی کے اندر بیٹھ کر نمائش گاہ میں حاضری دے آئے اور اگلے سال تو کوئی وہابی مولوی نہ بچا جو نمائش کے بازاروں میں کھلے بندوں نہ پھرا ہو پچھلے سال کی کوتاہی کی دل کھول کر تلافی کر ڈالی۔ ان ہی کے ہم خیال ایک شاعر صاحب نے اپنے علماء کے اسقدر جلد اپنی غلطی کو سمجھ جانے اور اعتراف کر لینے کی تعریف میں ایک غزل لکھ ڈالی جس کے چند شعر یہ ہیں۔ ؎

وقار آپ نے خود اپنا پامال کیا ؎ فدا نہ جبہ و دستار کا خیال کیا
بدل کے مسئلہ مفتی نے یہ کمال کیا ؎ حرام کر کے نمائش کو پھر حلال کیا

اس زود فہمی کو دیکھ کر یہ امید کرنا بھی کچھ بیجا نہیں ہے کہ مولوی صاحبان کو ان مسائل میں بھی جلد تنبہ ہو جائے۔ شہر والے انتظار کر رہے ہیں۔ کہ کب کوئی فصل موافق آئے۔ اور زمانہ پھر رُت بدلے اور وہابی مولوی صاحبان اپنی ان دیرینہ غلطیوں سے باز آئیں۔ مگر اتنی بات ان مولوی صاحبان کے لئے اور بھی قابلِ غور ہے کہ ایک مسئلہ میں کم از کم پچاس برس غلطی میں رہے۔ تو کیا اطمینان ہے کہ اب جو سمجھیں وہ غلط نہیں۔ انہیں تو سمجھنے کو برس چاہییں۔ اپنی غلطی بھی پچاس پچاس برس بعد سمجھتے ہیں۔ ہمیں اس سے کچھ بحث نہیں۔ وہ کتنی مدت میں سمجھا کریں۔ مگر سمجھ کا یہ حال ہے تو عام مسلمانوں کو احکام فتوے اور وعظ سے معاف رکھیں۔ مولوی صاحب تو پچاس برس بعد کہہ دیں گے کہ ہماری جماعت کی جماعت غلطی میں رہی۔ مگر ان کے قول پر عمل کرنے والے غلطی کرتے کرتے مر جائیں گے۔ وہابی مولوی صاحب کو تو اب ہوش اور انہوں نے اعلان کیا کہ ثواب جمعہ جامع مسجد ہی میں مل سکتا ہے اور فضیلت وہیں حاصل ہو سکتی ہے اور اب تک وہ غلطی میں تھے لیکن پچاس برس تک جتنے مسلمانوں نے نمازیں پڑھیں سب فضیلت و ثوابِ جمعہ سے محروم ہی رہ گئے۔ وہابی مولویوں کی غفلت اور غلطی ہوئی۔ اور لوگوں کی سالہا سال کی نمازیں جمعہ کی فضیلت سے خالی رہیں۔ مگر یہ عقل و دانائی۔ یہ علم و لیاقت قابلِ تعریف ہے کہ ایک معمولی سا مسئلہ پچاس برس تک وہابی مولویوں کی جماعت کے سمجھ میں نہ آیا۔ اور اب جو سمجھ میں آیا وہ بھی عجیب و غریب ہے۔ اس گروہ کے سب سے بڑے مولوی جو مراد آباد میں ہیں انہوں نے اپنی تقریر میں فضائل جمعہ کے سلسلہ میں بیان کیا کہ جمعہ ہی کے دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اسکی تمثیل اسطرح بیان کی کہ جسطرح کوئی بادشاہ اپنے لڑکے کو ولیعہد بناتا ہے اسکی تاجپوشی کی خوشی میں ایک بڑا دربار منعقد کرتا ہے۔ اور تمام لوگ اچھے اچھے لباس پہن کر اس دربار میں شریک ہوتے ہیں۔ جب بادشاہ رسمِ تاجپوشی ادا کر چکتا ہے تو حسبِ مراتب تمام اہالیان دربار کو انعام تقسیم کرتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے بھی حضرت آدم کی خلافت کی تاجپوشی کا ایک بہت بڑا دربار منعقد کیا۔ اور تمام ملائکہ مقربین کو جمع کرایا۔ جب اس ولیعہد کی تاجپوشی کی رسم ادا ہو چکی تو تمام حاضرین پر انعام و اکرام تقسیم ہوا۔ اب جو لوگ اس دربار میں شامل نہ ہوئے وہ انعام و اکرام سے محروم رہے۔ اسی طرح جو لوگ جامع مسجد کے علاوہ اور مسجدوں میں نماز جمعہ ادا کرتے ہیں وہ اس انعام و اکرام کے مستحق نہیں۔

وہابی مولوی صاحب کی یہ تقریر سن کر مجھے حیرت ہوگئی۔ کیونکہ میں جانتا تھا ولیعہد کسی بادشاہ یا فرمانروا کے اس نامزد کردہ شخص کو کہتے ہیں جسکو بادشاہ کی موت کے بعد سلطنت کرنے کے لئے معین کیا گیا ہو۔ اور جب اسکا عہد سلطنت آتا ہے اور ولیعہد کی تاجپوشی ہو جاتی ہے۔ تو پہلے بادشاہ کی حکومت و سلطنت کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔ میں سوچتا ہی رہ گیا کہ مولوی صاحب کیا فرما رہے ہیں۔ اور ان کا دماغ کہاں ہے؟ حضرت آدم علیہ السلام کو خداوند عالم

کا ولی عہد کیسے بنا دیا؟ خدائے قدوس کی سلطنت ازلی ابدی۔ اسکا حکم وحکومت لازوال۔ اس کے ولی عہد کی تاجپوشی کے کیا معنی؟ مولوی صاحب کا دماغ کہاں ہے کہ وہ حضرتِ قیوم لم یزل ولایزال کی تمثیل ایک فنا ہونے والے انسان سے دیتے ہیں۔ اور اس کے لیئے ولیعہد اور اسکی تاجپوشی مانتے ہیں۔ مگر ہیں نے مولوی صاحب کی طرف سے یہ عذر کہ لیا کہ گھبراہٹ میں ان کی زبان سے یہ کلمے نکل گئے۔ لیکن جمعہ کو ایک جگہ ادا کرنے کے لئے اس پریشان بیانی کو دلیل بنانا لکھے پڑھے آدمی کی شان سے بعید ہے۔ اول تو اس تمثیل سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ نماز جمعہ حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کی یادگار ہے۔ اس بات کو شاید وہابی صاحبوں کا دماغ قبول کرلے۔ اور اگر قبول کرے تو پھر مولود شریف اور مجالس شہادت وعرس میں کیا کلام ہے۔ وہ بھی تو بزرگوں کی یادگاریں ہیں۔ ان سب باتوں سے قطع نظر کیجئے تو اس دلیل سے شہر میں ایک جمعہ ہونا کیسے ثابت ہوا؟ اگر یہ مطلب ہے کہ حضرت آدم کی خلافت کا ایک دربار تھا اور سارے جہان کی مخلوق کو اسی میں شریک ہونا تھا۔ اور خاص اسی دربار کی شرکت پر انعام واکرام ملنے تھے۔ دوسری جگہ کوئی دربار کر لیتا تو وہ انعام واکرام کا مستحق نہ ہوتا۔ جمعہ ہی اس جشنِ خلافت کی یادگار ہے۔ لہٰذا ایک ہی جگہ ہونا چاہیئے نہ کہ شہر شہر قصبے قصبے ہزاروں جمعے ہوں۔ چونکہ دربارِ جشنِ خلافت ایک ہی تھا۔ اب ہر شہر کے جمعہ کی دلیل کہاں سے آئے گی اور مولوی صاحب ہر ہر شہر وقصبہ میں تقسیم انعام واکرام کی کیا سبیل نکالیں گے؟ جب کہ ان کے نزدیک فقط ایک ہی دربار ہو سکتا ہے۔ اور جو اس خاص دربار میں شرکت نہ کرے انعام واکرام سے خالی رہیگا۔ یہ مدعا تو مولوی صاحب کو صاف کہدینا چاہیئے تھا کہ جمعہ کا ثواب اور اسکا انعام واکرام صرف کعبہ شریف میں حاصل ہوتے ہیں اور کہیں نہیں وہ اپنی اس دلیل پر نظر رکھتے ہوئے ہر شہر وقصبہ میں جمعہ کی فضیلت کسطرح ثابت کرسکتے ہیں؟ اور اگر یہ کہیئے کہ اس دربار کی یادگار میں مسلمانوں کا جو مجمع ہو وہ انعام واکرام کا مستحق ہے۔ تو ہر مسجد جس میں جمعہ ہوتا ہے وہاں وہی انعام واکرام ملے گا اور یہ کہا جائیگا کہ جس نے جماعت مسلمین کے ساتھ جمعہ نہیں پڑھا وہ انعام واکرام سے محروم رہا۔ لطف یہ ہے کہ یہ وہابی مولوی صاحبان یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ جمعہ کا ثواب اور اسکی فضیلت اسی صورت میں ہے کہ سب لوگ جامع مسجد چلیں اور ایک ہی جگہ جمعہ ہو۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ شہر کی چار بڑی بڑی مسجدوں میں جمعہ ہونا چاہیئے۔ اگر چار مسجدوں میں جمعہ کی فضیلت اور اسکا ثواب مل سکتا ہے۔ تو پانچویں مسجد میں کیوں نہ ملے گا؟ اور اگر جامع مسجد کے سوا کہیں ثواب نہیں ملتا ہے تو چار مسجدوں کی تجویز کیوں ہے؟ ؎

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
آج اپنے دام میں صیاد پھنس گیا

غرض اسوقت تک وہابی صاحبان کی تقریریں بھی سنیں تحریریں بھی دیکھیں۔ لیکن شہر کے لوگوں کی تسلی و تشفی نہ ہو سکی۔ اور وہابی صاحبان کا بیان ان کی اس نئی تحریک کی معقولیت اہلِ شہر کے ذہن نشین نہ کر سکا۔ ان کے عالموں کو اپنے دعوے کی دلیل میں اس قسم کی لایعنی اور بے حاصل باتیں کہنی پڑیں۔ مگر باوجود اسکے وہابیہ کو بہت اصرار ہے اور وہ مساجد سے جمعہ موقوف کرانے میں انتہائی کوشش سے کام لے رہے ہیں۔ اس نئی تحریک نے مسلمانوں میں تشویش اور پریشانی پیدا کر دی ہے۔ اسکو دفع کرنے کے لئے مناسب سمجھا گیا کہ ہم اپنے پیشوایانِ دین اور رہنمایانِ ملت علمائے اہلسنت سے استفتاء کریں۔ چنانچہ میں نے بہت سے مسلمانوں کی استدعا پر ایک سوال لکھ کر حضرت صدر الافاضل۔ استاذ العلماء مولانا مولوی حکیم سید محمد نعیم الدین صاحب کی خدمت میں بھیج دیا۔ جسوقت یہ سوال حضرت مدظلہ کے پاس پہنچا وہ کاٹھیاوار کے دور دراز سفر کی تیاری میں تھے۔ انہوں نے چلتے چلتے ایک مختصر مگر نہایت جامع اور تسلی بخش جواب تحریر فرما دیا جسکو میں ذیل میں درج کرتا ہوں:۔ (منشی) شوکت حسین رامپوری۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ مسجد جامع کے علاوہ جو لوگ اور مسجدوں میں پڑھتے ہیں ان کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور ثواب نماز جمعہ کا انکو ملتا ہے یا نہیں؟ عند اللہ اسکا جواب عنایت فرمایئے گا۔ فقط ؛

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

ایک شہر میں چند جگہ بناء بر مذہب مفتیٰ بہ جائز ہے۔ لہذا جو لوگ علاوہ جامع مسجد کے اور مسجدوں میں جمعہ پڑھتے ہیں ان کی نماز درست اور جمعہ ادا ہوتا ہے اور اسکا ثواب ملتا ہے۔ درمختار میں ہے وتودی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ مطلقاً علی المذھب وعلیہ الفتوٰی شرح المجمع للعینی و امامۃ فتح القدیر دفعاً للحرج واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم:۔

کتبہ:۔ العبد المعتصم بحبلہ المتین محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین:۔

یہ فتویٰ مستفتی شاہی مسجد میں لے گیا جہاں وہابیہ کا مدرسہ ہے وہاں کے صدر مدرس نے اس کے نیچے ذیل کی عبارت لکھی۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک سے تابعین کے زمانہ تک جو کہ بنص حدیث خیر القرون ہے۔ جمعہ

صرف ایک ہی مقام پر ادا ہوتا رہا ہے۔ حضراتِ آئمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی یہی فرماتے ہیں۔ البتہ امام محمد کی ایک
روایت سے تعدد کا جواز بمعنی سقوطِ فرض ثابت ہوا ہے جسکو بعض مشائخ نے بعض شرعی وجوہ کی بناء پر اپنا مختار
قرار دیا ہے۔ لیکن اسکا بھی یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بلا قید جتنا تعدد چاہو اختیار کرلو۔ بلکہ ان وجوہ پر نظر غائر ڈالنے سے
یہی ثابت ہوتا ہے کہ حسبِ ضرورت وحاجت تعدد جائز ہے ورنہ نہیں۔ اور مشائخین کے کلام میں ضرورۃ کی قید
بھی مذکور ہے۔ اور یہ یقینی امر ہے کہ جامع مسجد میں مجمع عظیم کے ساتھ جمعہ کا ادا کرنا افضل واکمل ہے۔ اور یقینی سبکدوشی فریضہ
جمعہ کی اسی صورت میں ہے۔ تعدد میں شائبہ عدم جواز ضرور موجود ہے پس حسب ارشاد ع مایریبک الی مالا یریبک
یہی مناسب ہے کہ جمعہ جامع مسجد میں ادا کیا جائے ہاں بدرجۂ مجبوری ایک دو بڑی مسجد میں بھی اگر ادا ہو تو گنجائش ہے۔
نہ کہ موجودہ کثرت اور تعدد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ فخرالدین احمد غفرلہٗ مدرس مدرسہ اسلامیہ شاہی مسجد۔

پھر یہ فتویٰ جناب مولانا مولوی محمد عمر صاحب نعیمی کے پاس لایا گیا۔ جو حضرت صدر الافاضل مدظلہٗ کے شاگرد
ہیں۔ انہوں نے اس پر یہ تحریر فرمایا۔

۷۸۶

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین واٰلہ واصحابہ اجمعین۔

حضرت استاذی صدر الافاضل مدظلہ العالی کا فتویٰ حق وصحیح ہے۔ اس مختصر فتوے میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے اسکا ایک
حرف جنبش نہیں کرسکتا۔ اور کسی مخالف کو مجال نہیں ہے کہ وہ اسکے خلاف کوئی دلیل قائم کرسکے۔ مولوی فخرالدین صاحب
کا یہ دعوےٰ کہ زمانہ اقدس سے زمانہ تابعین تک جمعہ صرف ایک ہی مقام پر ہوتا رہا ہے۔ ایسا دعویٰ ہے جس پر وہ
کوئی نقل یا حوالہ پیش نہیں کرسکے۔ علاوہ بریں اگر فرض کرلیا جائے کہ زمانہ تابعین میں جمعہ متعدد جگہ نہ ہوا تو یہ تعدد کے
عدم جواز کی دلیل کب ہوسکتا ہے؟ زمانہ تابعین تک مدارس بایں ہیئت کب تھے جن میں مدرسین نوکر رہتے۔ نصاب
معین ہوتا۔ اس نصابِ معین کے تمام ہونے کے بعد سند دیجاتی۔ دستار بندی کی جاتی۔ اگر خیر القرون میں کسی چیز کا نہ ہونا اس
کے عدمِ جواز کی دلیل ہوسکتا ہے تو یہ مدرسے اور ان کے تعین اوقات ونصاب وتعین ایام تعطیل اور سند ودستار بندی
اور خود مولوی صاحب کا نوکری کرنا یہ سب ناجائز ہوگا؟ ورنہ ثابت کریں کہ زمانہ تابعین میں دینیات کے نصاب معین
پڑھانے پر نوکری کرنے اور تنخواہ لینے کا کچھ پتہ ملتا ہے؟ پھر کیا معنی ہے کہ آپ کی نوکری۔ مدرسہ۔ سند۔ دستار ناجائز
نہ ہو۔ اور تعدد جمعہ ناجائز ہو جائے؟ ایسی بات کو سند بنانا اہل علم کی شان کے خلاف ہے۔ پھر یہ نہ دیکھا کہ حدیث
شریف میں وارد ہوا تھا لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع اس کے ساتھ "فی مواضع واحد" کی قید نہ تھی

تواب اس حدیث کو متقید کرنا اور کلامِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی طرف سے تخصیص لگانا کہاں سے جائز ہو سکتا ہے۔ اگر کتابوں پر نظر ہوتی تو معلوم ہوتا کہ جمعہ کے تعدد کے جواز کی دلیل فقہاء نے اسی حدیث کا اطلاق قرار دیا ہے جیسا کہ ہم آگے نقل کریں گے۔ دوسرے آئمہ کا ذکر تو حنفیوں کے لئے فضول ہے۔ ورنہ جسکے بدن سے خون بہتا ہو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اسکا وضو نہیں جاتا۔ تو کیا آپ اسکے لئے تیار ہیں کہ حنفیوں کو اس پر عمل کرنے کا حکم دیدیں؟ اور جب ایسا نہیں ہے تو دوسرے آئمہ کے قول کا ذکر کرنا ہی بیکار ہے۔ اب رہا مذہبِ حنفی۔ اس میں قول راجح وہی حضرتِ امام محمد اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت ہے جس میں تعدد کو جائز بتایا گیا ہے۔ عالمگیری میں ہے وتودی الجمعۃ فی مصر واحد فی مواضع کثیرۃ وقول ابی حنیفۃ ومحمد رحمۃ اللہ و هو الاصح وذکر الامام السرخسی انہ الصحیح من مذھب ابی حنیفۃ رحمہ اللہ وبہ ناخذ ھکذا فی بحر الرائق۔ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ ایک شہر میں مواضع کثیرہ میں جمعہ ادا ہو جاتا ہے۔ اور یہی قول امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرتِ امام محمد رضی اللہ تعالےٰ عنہما کا ہے اور یہی اصح ہے۔ اور امام سرخسی نے ذکر کیا کہ یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب صحیح ہے اور اسی کو ہم اخذ کرتے ہیں۔

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے وتصح اقامۃ الجمعۃ فی مواضع کثیرۃ بالمصر وفنائہ وھو قول ابی حنیفۃ ومحمد فی الاصح ومن لازم جواز التعدد سقوط اعتبار السبق وعلی القول الضعیف المانع من جواز التعدد قیل بصلاۃ اربع بعدھا بنیۃ آخر ظھر علیہ ولیس الاحتیاط فی فعلھا لان الاحتیاط ھو العمل باقوی الدلیلین واقوٰھما اطلاق جواز التعدد للجمعۃ۔ اس سے معلوم ہوتا کہ ایک شہر میں مواضع کثیرہ میں جمعہ کا قائم کرنا صحیح ہے اور یہی قول ہے حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کا یہی اصح ہے اور یہی اقوی ہے اور جو قول جوازِ تعدد سے مانع ہے وہ ضعیف ہے۔ طحطاوی میں فرمایا۔ لاطلاق حدیث لاجمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع فالمصر شرط اقامتھا وھو موجود فی کل فریق۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے مواضع کثیرہ میں صحیح ہونے کی دلیل حدیث لاجمعۃ ولا تشریق کا اطلاق ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں اقامتِ جمعہ کی شرط مصر یعنی شہر قرار دی گئی ہے اور وہ مسجد میں جمعہ پڑھنے والوں کے لئے حاصل ہے۔ درمختار کی جو عبارت حضرت صدر الافاضل مدظلہ العالی نے اپنے فتوے میں نقل کی ہے جسکا مفاد یہ ہے کہ ایک شہر میں بہت سے مقامات پر مطلقاً جمعہ ادا ہوتا ہے۔ یہی مذہب ہے اسی پر فتویٰ ہے اور اسمیں دفع حرج ہے اسکی شرح میں علامہ ابن عابدین شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں سواء کان المصر کبیراً اولا وسواء فصل بین

جانبیه نهر کبیر کبغداد اولا وسواء قطع الجسر اوبقی متصلاً وسواء کانت تعدد فی مسجدین او اکثر هکذا یفاد من الفتح و مقتضاها انه یلزم ان یکون التعدد بقدر الحاجة کما یدل علیه کلام السرخسی الا و تی۔ یعنی جمعہ کا متعدد مقامات پرادا کرنا ایک شہر میں مطلقاً صحیح ہے خواہ شہر بڑا ہو یا نہ ہو۔ اور خواہ کوئی نہر کبیر اسکو دو۲ حصے کرتی ہو جیسے کہ بغداد یا نہ کرتی ہو۔ اور خواہ پل اٹھا دیا گیا ہو یا بندھا ہوا ہو۔ اور خواہ تعدد دو۲ مسجدوں میں ہو یا زیادہ میں ہو۔ یہی مفاد ہے فتح القدیر کا۔ اور اسکا نتیجہ یہ ہے کہ تعدد کا بقدر حاجت ہونا ہی لازم نہیں چاہے جسقدر بھی ہو جائز ہے جیساکہ اس پر امام سرخسی کا آنیوالا کلام دلالت کرتا ہے۔ اس عبارت میں مولوی فخرالدین کے اس جملہ کا بھی رد ہوگیا کہ "اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بلا قید جتنا تعدد چاہو اختیار کرلو" وہابی صاحبوں کی جو بات ہے کتب معتبرہ کے خلاف۔ اسی ردالمختار میں دفعاً للحرج کی شرح میں فرماتے ہیں لان فی الزام اتحاد الموضع حرجاً بیناً لاستدعائه تطویل المسافة علی اکثر الحاضرین ولم یوجد دلیل عدم جواز بل قضیة الضرورة عدم اشراطه لاسیما اذا کان مصراً کبیراً کمصرنا کما قاله کمال۔ یعنی جمعہ کا ایک جگہ میں ہونا لازم کر دینے میں کھلا حرج ہے کیونکہ اکثر حاضرین پر دور دراز کی مسافت کا بار پڑے گا۔ اور جمعہ کے چند مقامات میں جائز نہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں پائی گئی۔ بلکہ ضرورت اسکے مشروط نہ ہونے کا حکم کرتی ہے خاصکر شہر جبکہ بڑا ہو۔

ان تمام عبارات سے ظاہر ہے کہ جمعہ مقامات کثیرہ میں بلا کسی قید کے بلاتردد جائز ہے۔ یہی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہما کا مذہب صحیح اور قول راجح ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ اور جمعہ کے جواز کو ایک جگہ خاص کرنے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور اس میں کھلا حرج بھی ہے۔ جب یہ قول راجح ہے تو اسکے خلاف پر اصرار کرنا اور فتویٰ دینا جہالت ہے۔ چنانچہ درمختار میں فرمایا ان الحکم والفتیا القول المرجوح جهل وخرق الاجماع۔ یعنی قول مرجوح پر حکم کرنا اور فتویٰ دینا جہالت اور خرق اجماع ہے۔

الحمدللہ کہ حق واضح ہوگیا اور مواضع کثیرہ میں صحت و اقامت جمعہ کے جواز میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہا۔ اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ قول مرجوح کو اخذ کرنا اور اس پر فتویٰ دینا جہالت ہے۔ علاوہ بریں ہم یہ کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے قول مرجوح کو اخذ کیا اور شہر میں دو ایک بڑی مسجدوں میں نماز کی اجازت دی۔ انہوں نے اس قول کی بناء پر بھی نمازوں کو ضائع کیا۔ کیونکہ عدم جواز تعدد کے قول پر جسکو وہابی اخذ کرتے ہیں شہر میں صرف وہی جمعہ صحیح ہو سکتا ہے جو سب سے پہلے ہو۔ خواہ جامع مسجد میں ہو یا کہیں اور۔ اگر دو۲ جگہ جمعہ ایک ہی وقت میں ہو تو اس قول پر دونوں کی نمازیں فاسد ہو گئیں۔ ایسے ہی اگر اشتباہ رہا کہ کونسا جمعہ پہلے ہوا تو بھی ہر ایک جگہ کا جمعہ فاسد ہوگیا اور نماز نہ ہوئی۔ تو وہابیہ جو عدم جواز

تعدد کا قول مرجوح اخذ کرتے ہیں۔ وہ علاوہ اس غلطی کے کہ قولِ مرجوح کا اخذ کرنا ناجائز ہے۔ایک سے زیادہ جگہوں میں نماز کی اجازت دیکر اپنی نماز فاسد کرتے ہیں۔ طحطاوی میں ہے فالجمعة عند ة السابق وتفسد بالمعیة و اشتباہ۔ مرادآباد میں بعض مساجد میں جمعہ ساڑھے بارہ بجے ہوجاتا ہے۔اور شاہی مسجد اور جامع مسجد میں اس کے بعد ہوتا ہے۔ تو قول مرجوح کی بناء پر وہابیہ کے نزدیک جو نمازیں جامع مسجد اور شاہی مسجد میں ہوتی ہیں۔وہ بالکل ناجائز و فاسد ہیں چہ جائیکہ افضل واولیٰ۔ اسکے علاوہ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ اگر جمعہ شہر کی ایک مسجد میں پڑھا جائے۔اور قول معتمد و صحیح چھوڑا جائے۔اور مسلمانوں کو حرج میں ڈالنے کا وبال بھی گوارا کیا جائے۔ اور کتبِ دینیہ اور مذہب صحیح کی مخالفت بھی کی جائے تو اس مسجد کا امام سنّی صحیح العقیدہ ہونا چاہیئے۔ اگر وہابی بد مذہب ہوا تو اس کی بد مذہبی سے نماز فاسد ہوجائیگی۔ بہر حال مانعین تعدد کا کلام کسی پہلو سے صحیح نہیں ہوسکتا۔ واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ عزاسمہ اتم واحکم۔

کتبہ:۔ العبد المعتصم بذیل النبی الامی عمر النعیمی

جنت میں چند جانور بھی جائیں گے

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جنت میں کوئی جانور بھی جائیگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؁ نحمدہ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

جنت میں پانچ جانور داخل ہوں گے (۱) براق حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا (۲) دراز گوش حضرت عزیر علیہ السلام کا (۳) ناقہ حضرت صالح علیہ السلام کا (۴) مینڈھا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا (۵) کتا اصحاب کہف کا۔ چنانچہ اشباہ ونظائر میں مستطرف سے منقول ہے لیس من الحیوان من یدخل الجنة الا خمسة کلب الکھف وکبش اسمٰعیل وناقة الصالح وحمار عزیر وبراق النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ لیکن حموی نے شرح اشباہ میں شرعة الاسلام سے مقاتل کا قول نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک دس جانور جنت میں داخل ہوں گے (۱) حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ناقہ۔(۲) حضرت صالح علیہ السلام کا ناقہ (۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گئوسالہ۔ (۴) حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا مینڈھا۔ (۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بقرہ (گاؤ) (۶) حضرتِ یونس علیہ السلام کی مچھلی۔ حضرت عُزیر علیہ السلام کا دراز گوش (۸) حضرت سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی۔ (۹) بلقیس کا ہُدہُد۔ (۱۰) اصحابِ کہف کا کتا۔ قال مقاتل رحمہ اللہ عشرة من الحیوانات ید خل الجنة، ناقة محمد علیہ الصلوٰة والسلام وناقة صالح علیہ الصلوٰة والسلام۔ وعجل ابراھیم علیہ الصلوٰة والسلام۔ وکبش اسمٰعیل علیہ الصلوٰة والسلام

وبقرۃ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام وحوت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام وحمار عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام و نملۃ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام وھُدھُد بلقیس وکلب اھل الکھف کلھم یحشرون۔ کذا فی مشکوٰۃ الانوار۔ اسی کتاب میں شرح شرعۃ الاسلام سے بھی نقل کیا ہے کہ یہ سب مینڈھے کی صورت کر دیئے جائیں گے۔ حموی میں ہے وذکر فی مشکوٰۃ الانوار شرح شرعۃ الاسلام انھا کلھا تصیر علی صورۃ الکبش۔

سبحان اللہ مقربین بارگاہ حق کا یہ رتبہ ہے کہ جانور بھی ان سے نسبت رکھنے کی بدولت جنتی ہو گئے۔ والحمد للہ رب العٰلمین اللہ تعالیٰ مسلمانوں انبیاء کرام صلوات اللہ تعالیٰ علیہم وسلم کی کامل محبت اور ان کا پورا اتباع نصیب فرمائے آمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ جمیع انبیائہ ورسلہ وسلم۔

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین

محمد نعیم الدین عفاعنہ المعین

مجموعہ مسائل متعلقات ختمِ قرآن ورمضان وعید

ماہِ مبارک رمضان میں مسلمان بالعموم عبادت کی طرف زیادہ راغب و مائل ہوتے ہیں۔ نمازوں میں زیادہ مزا لیتے ہیں۔ خیرات و حسنات کی کثرت کرتے ہیں۔ قرآن کریم کی تلاوت اور اسکے سننے سے روحانی لذتیں اٹھاتے ہیں۔ اس زمانہ میں وعظ و نصیحت ان کے نرم قلوب پر اور زیادہ اثر کرتی ہے۔ مسجدیں نمازیوں سے بھری ہوئی اور یادِ الٰہی سے معمور رہتی ہیں۔ جابجا حفاظ قرآن کریم سناتے ہیں۔ ایک ایک مسجد میں کئی کئی ختم ہو جاتے ہیں۔ اس پر بھی سننے والوں کی رغبت پیاسی ہی رہتی ہے۔ شبینے ہوتے ہیں۔ کیسے کیسے نفیس پڑھنے والے قرآن کریم کو ترتیل کے ساتھ شبینوں میں پڑھ کر سناتے ہیں۔ یہ ماہِ مبارک اعمال حسنہ کے چمنستان کا عالم بہار ہوتا ہے۔ اللہ کے عاشق دن بھر روزہ دار رہ کر شب کو یادِ الٰہی کے لطف اٹھاتے ہیں۔ جماعتیں کی جماعتیں مسجدوں کی طرف چلی جاتی ہیں۔ رستے نمازیوں سے بھرے نظر آتے ہیں۔ تراویح میں قرآن پاک سنائے اور سنے جاتے ہیں۔ ختم کے روز مساجد میں نرالی زیب و زینت ہوتی ہے برکات قرآن کے لئے مجمع اتنا کثیر ہوتا ہے کہ مساجد میں گنجائش نہیں رہتی۔ حفاظ اپنے احباب کو جمع کرتے ہیں۔ حافظوں کے گروہ کے گروہ چلے آتے ہیں۔ جب حافظ صاحب سورۂ اخلاص پر پہنچتے ہیں تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر سے پڑھتے ہیں اور سورۂ قل ہو اللہ احد کی تین مرتبہ تکرار کرتے ہیں۔ ختم قرآن ہونے کے بعد آخر رکعت میں سورۂ بقر مُفلِحُون تک پڑھتے ختم ہونے پر مسلمان حافظ صاحب سے اپنے اوپر دَم کراتے ہیں۔ کوئی پانی لاتا ہے۔ کوئی الائچی۔ اجوائن۔ زیرہ۔ نمک۔

کھجور۔ سرمہ پر دَم کراتا ہے۔ پھر یہ چیزیں ایک دوسرے کو تبرک کے لئے دیتے ہیں۔ بعد ختم خشوع وزاری کے ساتھ اسلام ومسلمین کے لئے دارین کی دعائیں کی جاتی ہیں۔ بندے اخلاص کے ساتھ اپنے مالک کے حضور سوال کے ہاتھ پھیلا پھیلا کر مانگتے ہیں۔ آخر میں کہیں پنجآیت پڑھ کر کہیں بغیر اسکے شیرینی تقسیم کرتے ہیں۔ رمضان مبارک کے اخیر جمعہ کو خطبۃ الوداع پڑھا جاتا ہے جس میں رمضانِ مبارک کے فضائل وبرکات کا بیان ہوتا ہے۔ اور اس ماہ مبارک کے رخصت ہونے اور ایسے بابرکت مہینہ میں حسنات وخیرات کے ذخیرے جمع نہ کرنے پر حسرت وافسوس۔ اور آئندہ کے لئے لوگوں کو عمل خیر کی ترغیب۔ اور باقی ایامِ رمضان میں کثرتِ عبادت کا شوق دلایا جاتا ہے۔ مسلمان اس خطبہ کو سن کر خوب روتے اور گناہوں سے توبہ واستغفار کرتے اور آئندہ کے لئے نیکی کا عزم کرتے ہیں۔ عید کے روز عموماً سویاں پکتی ہیں۔ اور عید کی نماز کے بعد مسلمان باہم ملتے اور معانقہ ومصافحہ کرتے ہیں۔ اس سے آپس میں محبت واتحاد کے روابط مضبوط ہوتے ہیں۔ اور ہر مسلمان کشادہ دلی کے ساتھ اپنے دینی بھائی سے بغلگیر ہوتا ہے۔ مدتہائے دراز سے مسلمانوں کے یہ معمول ہیں۔ اور بالعموم علماء وصلحاء کا یہی طریقہ ہے سب اسی پر کاربند ہیں:

بعضوں نے ان میں سے بہت سے امور کو ممنوع وناجائز قرار دیا اور مسلمانوں کو ان سے روکنے کی بڑی کوشش کی۔ اپنی مساجد میں بعد ختم تراویح وعظ کہے۔ ان وعظوں میں مذکورہ بالا امور میں سے بھی بہت سی باتوں کو منع کیا۔ مثلاً ختم قرآن کے بعد پانی یا کسی اور چیز پر دَم کرنا بدعت وبے اصل بتایا۔ خطبۃ الوداع کی سخت مخالفت کی اسکو بدعت وناجائز کہا۔ بعد عید مصافحہ ومعانقہ کو بھی منع کیا اور بدعت وناروا کہا۔ اس کے ساتھ ہی حسب عادت زیارتِ قبور کے لئے سفر اور فاتحہ گیارہویں ایصال ثواب کے اور دوسرے طریقوں میں اعتراض کئے۔ جس سے بعض ناواقف اور ضعیف الخیال لوگوں کو کچھ تردد ہوگیا۔ وہ دریافت کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا امور جائز ہیں یا نہیں۔ اور ایسا کرنے میں شریعت کا مواخذہ اور گناہ تو نہیں ہے؟ اس لئے براہِ کرم ان امور کے متعلق شرعی حکم صادر فرما کر مسلمانوں کو مطمئن فرمائیں۔

والسلام مع الاکرام ۔ المستفتی محمد شوکت حسین شوکتؔ مرادآبادی۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

سائل نے مسطورۂ ذیل امور کو دریافت کیا ہے (۱) ختم قرآن پاک کی خوشی اور اہتمام (۲) ختم کے لئے مسلمانوں کا اجتماع اور احباب کو جمع کرنا (۳) تراویح میں ایک مرتبہ بسم اللہ کا جہر (۴) سورۂ اخلاص کی تکرار (۵) بعد ختم قرآن سورۂ فاتحہ وبقرہ تا مفلحون پڑھنا (۶) دعا بعد ختم قرآنِ پاک (۷) پنجآیت (۸) تقسیم شرینی (۹) خطبۃ الوداع (۱۰) عید کی سویاں۔

(۱۱) معانقہ ومصافحہ بعد عید۔ اب ان میں سے جدا جدا ہر ایک کے متعلق ہم حکم شرعی بیان کرتے ہیں۔

(۱ و ۲) ختم قرآن پاک خوشی اور اسکے لئے احباب کا اجتماع

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی بڑی عظیم و جلیل نعمت ہے۔ امام بخاری ومسلم نے حضرتِ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث روایت کی اس میں ہے لاحسد الا علیٰ اثنین رجل اتاہ اللہ القرآن فھو یقوم بہ اٰناء اللیل واٰناء النہار ورجل اتاہ اللہ مالاً فھو ینفق منہ اٰناء اللیل واٰناء النہار یعنی رشک دو شخصوں پر محمود ہے۔ ایک وہ جسکو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک سے سرفراز فرمایا اور وہ اوقاتِ لیل ونہار میں یعنی شب وروز قرآنِ پاک کے ساتھ مشغول رہتا ہے۔ دوسرا وہ جسکو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور وہ راتِ دن اسکی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ یہ دونوں قابل رشک ہیں۔ یعنی انسان کو ان کی ایسی نعمت کے حاصل ہونے کی آرزو کرنا چاہیے۔

امام مسلم نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کی کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اقرؤا القراٰن فانہٗ یأتی یوم القیامۃ شفیعاً لاصحابہ۔ یعنی قرآن پاک پڑھو کہ وہ روزِ قیامت اپنے اصحاب کے لئے شفیع ہوکر آئے گا۔

امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث روایت کی کہ حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان الذی لیس فی جوفہ شئ من القرآن کالبیت الخرب۔ جس کے دل میں قرآن بالکل نہ ہو وہ ویرانہ گھر کی مثل ہے۔

امام ترمذی نے حضرتِ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کی کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من قراء حرفاً من کتاب اللہ فلہٗ بہ حسنۃ والحسنۃ بعشر امثالھا۔ جس شخص نے قرآن پاک کا ایک حرف پڑھا اس کے لئے ایک نیکی ہے اور نیکی برابر دس نیکیوں کے۔ سبحان اللہ! جب ایک ایک حرف کا اتنا عظیم ثواب ہے۔ تو تمام قرآن پاک کے ثواب کا کیا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

امام احمد وابوداؤد نے حضرت معاذ جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من قراء القراٰن وعمل بما فیہ البس والداہ تاجاً یوم القیامۃ ضوءہ احسن من ضوء الشمس فی بیوت الدنیا لو کانت فیکم فما ظنکم بالذی عمل بھذا۔ یعنی جس شخص نے قرآن پاک پڑھا اور اسکے مطابق عمل کیا۔ روزِ قیامت اسکے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جسکی روشنی بہت بہتر ہوگی آفتاب کی روشنی سے دنیا کے گھروں میں اگر ہو آفتاب تمہارے گھروں میں تو تمہارا کیا گمان ہے اسکے حق میں جس نے اس پر

عمل کیا ۔

امام بیہقی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے حدیث روایت کی البیت الذی یقرءٔ فیہ القراٰن یتزیا لاھل السمآء کما یتزیا النجوم لاھل الارض۔ جس مکان میں قرآن پاک پڑھا جاتا ہے۔ وہ آسمان والوں کے لئے ایسا مزین کیا جاتا ہے جیسے زمین والوں کے لئے ستارے مزین کئے جاتے ہیں ۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ایک حدیث روایت کی نوروا منازلکم بالصلوٰۃ وقرأۃ القراٰن یعنی اپنے مکانوں کو نماز اور قرآن پاک کی قرأت سے منور کرو ۔

اور حضرت نعمان بن بشیر سے حدیث روایت کی افضل عبادۃ امتی قراۃ القراٰن میری امت کی بہترین عبادت قرآن پاک کی قرأت ہے ۔

یہ چند احادیث ذکر کی گئیں اور فضائل قرآن میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔ فی الواقع مصطفےٰ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہے کہ ہمکو یہ نعمتِ عظمیٰ اور دولتِ کبریٰ عطا ہوئی۔ ورنہ کیا ہم اور کیا ہمارا مونھہ۔ سوائے حضرتِ جبرئیل امین علیہ السلام کے ملائکہ کی مقدس جماعتیں اس دولت سے بہرہ مند نہیں۔ اتقان میں ہے قال ابن الصلاح فی فتاواہ قراۃ القراٰن کرامۃ اکرم اللہ بھا البشر فقد ورد ان الملائکۃ لم یعطوا ذٰلک وانھا حریصۃ علیٰ استماعہ من الانس۔ یعنی ابن صلاح نے اپنے فتاویٰ میں کہاکہ قرآن پاک کی قرأت ایک کرامت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے انسان کو مشرف فرمایا۔ حدیث میں وارد ہوا کہ ملائکہ کو یہ نعمت نہیں دی گئی اور وہ انسان سے قرآن پاک سننے کے آرزومند رہتے ہیں۔ سبحان اللہ کیا نعمت ہے۔ کیا کرم ہے۔ اس پر جتنی خوشی کی جائے جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ اس لئے ختم کے روز روزہ رکھنا۔ اعزہ واحباب کو جمع کرنا مسنون و مستحب ہے۔ اتقان میں ہے لیسن صوم یوم الختم اخرجہ ابن ابی داؤد عن جماعۃ من التابعین وان یحضرہ اھلہ واصدقاءہ اخرج الطبرانی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ کان اذا ختم القراٰن جمع اھلہ ودعاء واخرج ابن ابی داؤد عن الحکم بن عیینہ قال ارسل الیٰ مجاھد وعندہ ابن ابی امامۃ وقال انا ارسلنا الیک لانا اردنا ان نختم القراٰن والدعاء یستجاب عند ختم القراٰن واخرج مجاھد قال کانوا یجتمعون عند ختم القراٰن ویقول عندہ تنزل الرحمۃ۔ یعنی ختم قرآن کے دن روزہ رکھنا سنت ہے۔ اسکو ابی داؤد نے ایک جماعت تابعین سے نقل کیا اور اہل و احباب کا جمع ہونا بھی مسنون ہے۔ طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ وہ جب قرآن پاک ختم فرماتے تھے اپنے اہل کو جمع فرماکر دعا کرتے تھے۔ ابوداؤد نے حکم بن عیینہ سے

روایت کی انہوں نے کہا میرے پاس مجاہد نے کسی کو بلانے کے لئے بھیجا اور اسوقت ان کے پاس ابن ابی امامہ تھے۔ دونوں صاحبوں نے فرمایا کہ ہم نے تمہارے پاس اس لئے بلانے والے کو بھیجا کہ ہمارا ارادہ قرآن پاک کے ختم کرنے کا ہے اور ختم قرآن کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ مجاہد نے ..... نقل کیا کہ اسلاف ختم قرآن کے وقت جمع ہوتے تھے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ختم کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ختم قرآن کی خوشی واہتمام اور اہل واحباب کو جمع کرنا اور دعا مسنون و مستحب ہے۔ بزرگان دین صحابہ و تابعین سب کا معمول رہا ہے۔ یہ وقت قبول دعا کا ہے۔ مگر بدقسمت اس سے چڑتا ہے۔ اسکو یہ عبارتیں دکھاؤ۔ مگر امید نہیں کہ وہ اپنی ضد سے باز آئے۔ اللہ تعالےٰ آنکھ عطا فرمائے اور ہدایت کرے۔ آمین۔

(۳) تراویح میں ایک مرتبہ بسم اللہ کا جہر

تراویح میں ایک مرتبہ بسم اللہ کا جہر کسی ایک مقام پر جائز ہے۔ کیونکہ حنفیہ کے نزدیک اگرچہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سورۂ فاتحہ یا اور کسی سورۃ کا جزو نہیں لیکن آیت ہے۔ تو تکمیل ختم کے لئے اسکو جہر سے پڑھنا چاہیئے ورنہ ایک آیت رہ جائیگی اور ختم ناتمام ہوگا۔ خواہ بسم اللہ کو سورۂ اخلاص کے ساتھ پڑھا جائے یا اور کسی موقع پر۔ تفسیر مدارک میں ہے ان التسمیۃ اٰیۃ من القراٰن انزلت للفصل بین السور عندنا ذکرہ فخر الاسلام فی المبسوط۔ تفسیر علامہ ابی السعود میں ہے قیل انہا اٰیۃ فذۃ من القراٰن انزلت للفصل والتبرک بہا وھو الصحیح من مذھب الحنفیۃ۔ غنیۃ المستملی شرح منیہ میں ہے واجماع الصحابۃ علیٰ اثباتہا فی المصحف لا یلزم منہ انہا اٰیۃ من کل سورۃ بل اللازم منہ مع الامر بالتجرید عن غیر القراٰن وبہ نقول انہا اٰیۃ منہ نزل للفصل بین السور کذا فی عامۃ کتب الفقہ۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

(۴) سورۂ اخلاص تین بار پڑھنا

سورۂ اخلاص کا تین مرتبہ پڑھنا درست ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہوا قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ یعدل ثلث القراٰن رواہ البخاری والمسلم یعنی سورۂ قل ھو اللہ احد ثواب میں تہائی قرآن کے برابر ہے۔ چونکہ ختم کے روز اجتماع اور احباب کا جمع کرنا مقصود ہوتا ہے اور کثرت سے ایسے لوگ آتے ہیں جو روزانہ حاضر نہ ہوتے تھے۔ اس لئے اس روز سورۂ اخلاص تین مرتبہ پڑھی جاتی ہے تاکہ یہ لوگ بھی ایک قرآن کا ثواب پالیں۔ اور یہ بھی فائدہ ہے کہ اگر قرآن پاک کی تکمیل وادا میں کوئی کوتاہی ہوگئی ہو تو سورۂ اخلاص کی تکرار سے وہ بھی پوری ہوجائے۔ اتقان فی علوم القرآن میں ہے عن الامام احمد انہ منع من تکریر سورۃ الاخلاص عند الختم لکن عمل الناس علیٰ خلافتہ قال بعضھم والحکمۃ فیہ ماورد انہا تعدل

ثلث القراٰن فیحصل بذٰلک ختمۃ فان قیل فکان ینبغی ان یقرأ اربعاً لیحصل ختمان قلنا المقصود ان نکون علیٰ یقین من حصول ختمۃ اما التی قرأھا واما التی حصل ثوابھا بتکریر السورۃ۔ یعنی امام احمد نے ختم کے وقت سورۂ اخلاص کی تکرار کو منع فرمایا لیکن عمل لوگوں کا اس کے خلاف ہے۔ بعض علماء نے فرمایا اس میں حکمت یہ ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہوا کہ سورۂ اخلاص کا ثواب تہائی قرآن کے برابر ہے تو اس سے ایک ختم حاصل ہوگا اگر کہا جائے کہ اس صورت میں مناسب تھا کہ سورۂ اخلاص چار مرتبہ پڑھی جائے تاکہ دو ختم حاصل ہو جائیں۔ تو ہم کہتے ہیں کہ مقصد یہ ہے کہ ایک ختم بیقین کامل ہو جائے خواہ وہ جو پڑھا یا وہ جبکا ثواب تکرار اخلاص سے حاصل ہوا۔ اب ایسی برکت کو چھوڑ دینا اور اسمیں بے فائدہ ضد کرنا محض نفسانیت و نادانی ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم ؎

(۵) بعد ختم سورۂ بقرہ تا مفلحون پڑھنا

بعد ختم قرآن سورۂ بقرہ تا مفلحون پڑھنا مسنون ہے۔ اتقان میں ہے یسن اذا فرغ من الختمۃ ان یشرع فی اخری عقیب الختم لحدیث الترمذی وغیرہ احب الاعمال الی اللہ تعالیٰ الحال المرتحل الذی یضرب من اول القراٰن الیٰ اٰخرہ کلما حال ارتحل واخرج الدارمی بسند حسن عن ابن عباس عن ابی ابن کعب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قرأ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ افتتح من الحمد ثم قرء الیٰ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ترمذی و دارمی کی حدیثوں سے ختم قرآن پاک کے بعد سورۂ فاتحہ و اول سورۂ بقرہ کا تا مفلحون پڑھنا ثابت اور مسنون ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے۔ واللہ سبحٰنہ اعلم ؎

(۶) دعا بعد ختم قرآن

دعا بعد ختم قرآن بھی مسنون اور مستحب ہے اور یہ وقت قبولیت دعا کا ہے۔ ابھی جو ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث جواب نمبر ۵ میں نقل کر آئے ہیں اس میں یہ الفاظ بھی ہیں ثم دعا بدعاء الختمۃ جس سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بعد ختم قرآن دعا فرماتے تھے اور نمبر ا میں حدیث انس رضی اللہ عنہ میں بھی گذرا انہ کان اذا ختم القراٰن جمع اھلہ ودعا کہ وہ حضرت جب قرآن پاک ختم فرماتے اپنے اہل کو جمع کرتے اور دعا کرتے ؎

اسی اتقان میں بروایت ابن ابی داؤد حکم بن عیینہ سے مروی ہے کہ مجاہد و ابن ابی امامہ نے فرمایا الدعاء یستجاب عند ختم القراٰن کہ دعا ختم قرآن کے وقت مقبول و مستجاب ہوتی ہے ؎

اسی اتقان میں ہے یسن الدعاء عقب الختم لحدیث الطبرانی عن العرباض بن ساریۃ مرفوعاً من ختم القراٰن فلہ دعوۃ مستجابۃ وفی الشعب من حدیث انس مرفوعاً مع کل ختمۃ دعوۃ

مستجابة. یعنی بعد ختم قرآن دعا مسنون ہے اس لئے کہ طبرانی وغیرہ کی حدیث میں عرباض بن ساریہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جس نے قرآن پاک ختم کیا اسکی دعا مستجاب ہے۔ اور شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوع مروی ہے جس میں فرمایا ہر ختم کے بعد ایک دعا مستجاب ہے۔ اس لئے بعد ختم قرآن دعا کی جاتی ہے۔ اس سے سُنّت بھی ادا ہوتی ہے اور مقاصد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ اور اسی لئے مسلمان اپنے اموات کے ایصال ثواب کے لئے جب تیجہ یا عرس کراتے ہیں تو قرآن پاک ختم کراتے ہیں تاکہ دعائے مغفرت بعد ختم قرآن مستجاب ہو۔ اور میت اس عالم میں راحت وآرام پائے۔ وہابیہ اپنی بدعقلی سے ان چیزوں کو بدعت کہتے ہیں جو مسنون ہیں اور جن کی حدیثوں میں ترغیبیں دلائی گئی ہیں۔ یا تو بندگانِ حرص وہوا نے کُتبِ دینیہ دیکھی ہی نہیں اور احادیث تک ان کی نظر نہیں پہنچی۔ محض اپنے تخیل سے جس چیز کو چاہا بدعت کہہ ڈالا۔ یا دیدہ دانستہ پیر کی طرفداری میں حق پوشی کی۔ یہ ہے پیر پرستی اللہ تعالےٰ اس سے محفوظ رکھے۔

(۷) پنج آیت پڑھنا اور دم کرانا

پنج آیت پڑھنا اسطرح سے کہ ایک جماعت نوبت بنوبت قرآن کریم کی آیات وسُوَر پڑھیں جائز ہے۔ اتقان میں ہے لا باس باجتماع الجماعة فی القرءة ولا بادارتها وهی ان یقرء بعض الجماعة قطعة ثم البعض قطعة بعدها۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ پنج آیت پڑھنا جیسا کہ معمول ہے جائز ہے اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔

دَم کرنا قرآن پاک پڑھ کر جائز ہے۔ اسکو منع کرنا اور ناجائز بتانا جہل ونادانی ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اوی الی فراشه کل لیلة جمع کفیه ثم نفث فیهما فقرء فیهما قل هو الله احد وقل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس ثم یمسح بهما ما استطاع من جسده یبدء بهما علیٰ راسه ووجهه وما اقبل من جسده یفعل ذٰلك ثلث مرات۔ یعنی حضور اقدس نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جب وقتِ خواب بستر مبارک پر تشریف لاتے ہر دو کفِ دستِ مبارک کو جمع کرکے ان میں دم کرتے اور سورۂ قل ہو اللہ اور سورۂ فلق وسورۂ ناس پڑھتے۔ پھر دونوں مبارک ہاتھوں کو جہانتک وہ ہاتھ پہنچ سکتے اپنے جسم مبارک پر پھیرتے سر مبارک، چہرۂ مبارک اور بدنِ اقدس کی سامنے کی جانب سے ابتداء فرماتے۔ اور یہ عملِ مبارک تین مرتبہ کرتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم پڑھ کر دم کرنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے۔ اسکو منع کرنا اور ناجائز بتانا جہل ونادانی ہے۔

اسی حدیث کے حاشیہ میں لمعات سے منقول ہے قد روی انه صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضه اخذ بیدی عائشة فقراء ونفث فیهما وامرها با مرارهما علیٰ جسده الشریف۔ یعنی حدیث شریف

میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض کی حالت میں حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہر دو دستِ مبارک میں پڑھ کر دم فرماتے۔ اور ان مبارک ہاتھوں کو اپنے جسم مبارک پر پھیرنے کا حکم دیتے ۔

دیکھئے دم کرنا اور ہاتھوں کا بدن پر پھیرنا حدیث شریف سے ثابت اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا فعلِ مبارک ہے۔ اسکو ناجائز اور بدعت کہنا کیسا اندھاپن اور نابینائی ہے۔ کیا ان بدنصیبوں کے نزدیک رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افعال بھی بدعت ہو گئے؟ تف ہزار تف اس باطل مذہب پر جس کی ضد اس درجہ کو پہنچ گئی کہ اس نے امور مسنونہ افعال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بدعت کہہ ڈالا مگر اپنی اس بدعت میں وہ خود کہاں بچے گا۔ اس سے کہو کہ گھر کی خبر تو لے اور اپنے گریبان میں مونھ ڈال کر دیکھ اپنے استاذ الاساتذہ۔ اور پیر پیراں مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی کتاب "قول جمیل" پڑھ جس کی آٹھویں فصل میں لکھا ہے سمعته يقول اذا ظهر مرض الحصبة فخذ خيطا ازرق واقرء سورة الرحمٰن وكلما مررت على قوله تعالى فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ فعقد عقدة والنفث فيها وعلق الخيط فى عنق الصبى يعافه الله تعالىٰ من ذٰلك المرض۔ اس کا ترجمہ پیشوائے آں طائفہ مولوی خرم علی نے ان لفظوں میں کیا "اور میں نے حضرت والا سے سنا فرماتے تھے جب چیچک کی بیماری ظاہر ہو تو نیلا تاگا لے اور اس پر سورۂ رحمٰن پڑھ اور جتنی بار کہ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پر پہنچے تو ایک گرہ دے اور اس پر پھونک ڈال اور تاگے کو لڑکے کی گردن میں باندھ دے حق تعالیٰ اسکو اس بیماری سے آرام دیگا"

اب دیکھئے یہ لوگ اپنے شیخ المشائخ پر کیا حکم لگاتے ہیں۔ انہوں نے پھونکنے پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ نیلہ تاگا اور گرہ لگانا اور اضافہ فرمایا۔ ان کے نزدیک تو یہ ڈبل بدعتیں ہوئیں۔ ان کے متعلق بھی کچھ حکم صادر کریں ۔

انہی شاہ صاحب نے اسی فصل میں یہ بھی فرمایا والتى تملص جنينها ياخذ خيطا معصفرا على مقدار طولها ويعقد عليه تسع عقد ينفث فى كل منها واصبر وما صبرك الا بالله الى محسنون وقل يايها الكافرون الى اخرها۔ اس کا ترجمہ مولوی خرم علی نے یہ لکھا۔ "اور جو عورت بچہ اسقاط کر دیتی ہو تو ایک تاگا کسم کا رنگا اسکی قد کے برابر لے اور اس پر نو گرہ لگائے اور ہر گرہ پر آیہ واصبر وما صبرك تا محسنون اور قل یا ایھا الکافرون پڑھے اور پھونکے"

کہئے یہ ڈورا۔ اور کسم کا رنگ اور عورت کے قد کی ناپ اور نو ۹ گرہیں اور پھر پھونکنا بدعت ہوا یا نہیں؟ اور ان کی اصل و نسل بدعتی ٹھہریں یا نہیں؟ اور اس پھونکنے سے یہ لوگ نہ جلے نہ بھکے اور نہ انہوں نے اپنے پیر کے حکموں کو بدعت بتایا۔ بھکتے تو ہیں افعال نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ آپ کے افعال کو جرأت کے ساتھ بدعت بتا بیٹھتے ہیں پیر سے

عداوت نہیں جوان کے افعال پر حکم لگائیں۔ شاہ صاحب نے اس قسم کی بدعات کا انبار لگادیا ہے۔ اسی فصل میں لکھتے ہیں ولمن به الخنازیر یعقد علیٰ سیر من الادیم علیٰ مقدار طول المریض احدی واربعین عقدۃ ینفث فی کل عقدۃ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اعوذ بعزۃ اللہ الخ اسکا ترجمہ مولوی خرم علی نے یہ لکھا

"اور جس کی گردن میں کنٹھ مالا ہو تو چمڑے کے تسمے پر جو مریض کے قد کے برابر ہو اکتالیس گرہ دے اور ہر گرہ پر یہ دعا پھونکے"۔ کہئے اب بھی اس پھونکنے سے تم بھی کچھ پھکے یا وہی ضد ہے؟ شاید یہ کہو کہ وہ پیر پرانے ہو گئے اب تو نئی گلی بنا کھیل آجکل تو مولوی اشرفعلی کی چلتی ہے۔ ان کے سامنے پرانوں کو کون پوچھے۔ تو مولوی اشرفعلی کا ترجمۂ قرآن اٹھا لائیے اور سورۂ فاتحہ کے خواص دیکھئے جہاں وہ لکھتے ہیں کہ "امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ الحمد شریف چالیس بار پانی پر دم کرکے بخار والوں کے منہ پر چھینٹا دے تو انشاء اللہ تعالیٰ بخار دفع ہو (در النظیم) آنکھ کے درد کے لئے فجر کی سنت و فرض کے درمیان اکتالیس بار دم کرنے سے درد جاتا ہے"۔ ــــــ اب دیکھئے ان کے دین کے اس نئے مجتہد نے پانی پر دم کرنے کا بھی حکم دیا اور مریض پر دم کرنے کا بھی۔ اور اسی ترجمہ میں یہیں بحوالہ تفسیر عزیزی لکھا ہے کہ "ہر قسم کے درد کے لئے سات بار پڑھکر دم کرنا بھی مجرب ہے"۔

دیکھنا ہے کہ اب یہ کیا کہتے ہیں۔ اپنے اس حکم کو غلط مانتے ہیں۔ یا اپنے نئے پرانے پیروں کو بدعتی گردانتے ہیں۔ یہ حقیقت ہوتی ہے ان کی بدعتوں کی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

(۸) تقسیم شیرینی ختم قرآن کریم کے بعد تقسیم شیرینی کا طریقہ مسلمانوں میں صدیوں سے بلانکیر رائج و معمول ہے اور علماء و صلحاء کا اس پر عمل رہا ہے۔ اور صالحین کا طریقہ اللہ تعالیٰ کو محبوب و پسندیدہ ہے اسی راستہ پر چلنے کی دعا سورۂ فاتحہ میں تلقین فرمائی گئی اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت فرما۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے نعمت فرمائی۔ اور وہ حضرات جو منعم علیہم ہیں۔ اور نعمتِ الٰہی کے ساتھ امتیاز رکھتے ہیں وہ چار گروہ ہیں۔ جن میں سے اخیر صالحین ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ۔ وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا۔ انبیاء، صدیقین، شہداء و صالحین۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ صالحین منعم علیہم ہیں۔ ان پر انعام الٰہی ہے اور مسلمانوں کو ان کی راہ ہدایت چاہنے کی سورۂ فاتحہ میں تلقین فرمائی گئی ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ صالحین کی راہ صراط مستقیم ہے۔ تو جب تقسیم شیرینی کا عمل صالحین کا طریقہ ہے۔ تو یقیناً صراطِ مستقیم میں داخل ہے۔ اسکا انکار وہ کرے گا جو صراط مستقیم سے منحرف ہوتا ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ایسوں کے شر سے بچائے۔ اور صراط مستقیم پر قائم رکھے۔ حدیث شریف میں

بھی اس مضمون کو صاف کر دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوا ما راٰہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن۔ جس چیز کو مسلمانوں نے اچھا جانا وہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر ہے ؛

جواب نمبر ۸ میں جو احادیث گذری ہیں۔ ان سے ثابت ہے کہ ختم قرآن پاک کے لئے اہتمام اور خوشی اور احباب کا جمع کرنا طریقہ صحابہ کرام ہے۔ شیرینی کی تقسیم بھی ختم کی خوشی کا ایک طریقہ ہے۔ لہٰذا بے شبہ مستحسن ہے۔ بعض جاہل جو اپنی نمود پر مرتے ہیں ختم سے ایک یا دو روز پہلے شیرینی تقسیم کر دیتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک تقسیم شیرینی تو ضرور ہے مگر وقت ختم ہونا اسکا قابل اعتراض ہے۔ یہ عمل ان کا جہالت۔ اور طریق صحابہ سے ناواقفی ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ختم کے لئے اہتمام فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ غیر رمضان میں بھی ختم کے لئے روزہ رکھتے تھے۔ اسی دن اہل و احباب کو جمع کرتے تھے۔ لوگوں کو بلاتے تھے۔ پھر ختم کے دن میں یہ بھی فائدہ ہے کہ اس شیرینی پر اگر دم کر دیا جائے تو وہ تبرک ہو۔ اور اس سے مسلمان متمتع ہو سکیں۔ وہ اگر قرآن کریم کی برکت کے دل سے قائل ہوتے تو وہ اس تبرک کی دل سے قدر کرتے۔ لیکن ان کے نزدیک تو حلال کھانا اور لذیذ و طیب غذائیں بھی قرآن پاک پڑھنے سے معاذ اللہ خراب ہو جاتی ہیں۔ اس لئے وہ فاتحہ کو منع کرتے ہیں۔ اور فاتحہ کے کھانے کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں۔ اگر انہیں قرآن پاک کی برکت کا اعتقاد ہوتا تو ہرگز طعام فاتحہ کو برا نہ سمجھتے اور ختم قرآن پاک کے منکر نہ ہوتے۔ واللہ یھدی من یشآء الیٰ سوآء السبیل ؛

(۹) خطبۃ الوداع

خطبۃ الوداع میں ان وہابیہ نے نہایت شور و غل مچایا۔ اور اس خطبہ کو ناجائز و ممنوع بتایا۔ باوجودیکہ ان کے پاس ممانعت کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے۔ اور نہ وہ کوئی ایک حدیث یا ایک فقہی عبارت اسکے عدم جواز میں پیش کر سکتے ہیں۔ مگر ان کا دستور ہی یہ ہے کہ وہ اپنی رائے کو دین میں دخل دیتے ہیں اور اپنے خیال باطل سے جس چیز کو چاہتے ہیں ناجائز کر ڈالتے ہیں۔ اسکا سبب یہ ہے کہ یہ لوگ منصب رسالت پر حملہ کرتے اور اس منصب عالی میں شرک کرتے ہیں۔ اسی لئے انہوں نے امکان نظیر کا مسئلہ اٹھایا۔ اسی لئے انبیاء کو بڑا بھائی بتایا (علیہم الصلوٰۃ والسلام)، اسی لئے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور نیا نبی پیدا ہونا ممکن ٹھہرایا اور اسکو منافی خاتمیت نہ جانا۔ اسی لئے اپنے بڑوں کو انبیاء کا استاد بھائی کہا اور ان کی طرف وحی باطنی آنیکا دعویٰ کیا۔ چونکہ انبیاء علیہما الصلوٰۃ والتسلیمات کے ارشاد واجب العمل اور دلیل شرعی ہیں اور ان کا اتباع سب پر لازم ہے۔ کسی کو حق نہیں کہ ان سے کسی حکم کی دلیل مانگے۔ احکام ان کی طرف مفوض ہوتے ہیں۔ ان کو بھی حرص ہوئی کہ وہ بھی شارع بنیں۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ برابری کا دعویٰ کر کے دنیا پر اپنے حکم چلائیں۔ اس لئے انہوں نے یہ وطیرہ اختیار کر لیا کہ جس چیز کو چاہا بے دلیل ممنوع و ناجائز کہدیا۔ خطبۃ الوداع کس طرح ناجائز ہو گیا۔ خطبہ میں جو چیزیں شرعاً مطلوب ہیں ان میں سے کونسی ان میں نہیں پائی جاتی۔ یا کونسا امر ممنوع

اس میں داخل ہے ؟ تذکیر خطبہ کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے۔ رمضان مبارک کے گذرے ہوئے ایام میں عمل خیر پر حسرت وافسوس اور بابرکت ایام کو غفلت میں گزارنے پر قلق وندامت اور مہینہ کی رخصتی کے وقت اپنی گذشتہ کوتاہیوں کو نظر میں لاکر آئندہ کے لئے تیقظ وبیداری اور مسلمانوں کو عمل خیر کی تحریص وتشویق یہ بہترین طریقۂ تذکیر ہے۔ اور اس میں نہایت نافع وسودمند نصیحت وپند ہے۔ اسکا یہ اثر ہوتا ہے کہ روتے روتے لوگوں کی ہچکیاں بندھ جاتی ہیں اور انہیں سچی توبہ نصیب ہوتی ہے۔ بارگاہ الٰہی میں استغفار کرتے ہیں۔ آئندہ کے لئے عمل نیک کا مصمم ارادہ کرلیتے ہیں۔ اس تذکیر کو فقہاء نے سنت فرمایا۔ عالمگیری میں ہے عاشرھا العظة والتذكير یعنی خطبہ کی دسویں سنت پند ونصیحت ہے۔ وہابیہ نے اس سنت کو بدعت وناجائز کہدیا۔ اس جرأت کی کیا انتہا اور اس بیباکی کی کیا حد کہ شریعت طاہرہ میں جو چیز سنت ہو۔ یہ ظالم اسکو بدعت ونار وا بتائیں۔ رہا یہ مطلب ہے کہ بعینہٖ یہ الفاظ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں۔ تو بھی باطل ہے۔ کیونکہ سنت فقط پند ونصیحت ہے۔ خواہ وہ کسی عبارت سے بھی حاصل ہو۔ نہ کہ خاص الفاظ۔ اور یہ خود جو خطبے پڑھتے ہیں ان کے الفاظ وعبارتیں کب حضور سے منقول ہیں۔ اور کیوں یہ خاص حضور ہی کے خطبے نہیں پڑھتے۔ نئے نئے خطبے کیوں اپنی طرف سے گھڑتے ہیں۔ ان کے گرو گھنٹال اسمٰعیل دہلوی مصنف "تقویۃ الایمان" کا خطبہ چھپا ہوا موجود ہے۔ یہ خطبہ لکھ کر وہ بدعتی ہوگیا۔ اور جو وہابی اس خطبہ کو پڑھتا ہے وہ اپنے ہی حکم سے بدعتی ہے۔ ورنہ کیا معنی کہ تمہارا بنایا ہوا خطبہ بدعت نہ ہو؟ اور اکابر علماء دین کے خطبے بدعت ہوجائیں۔ بات یہ ہے کہ وہابی کا عمل اس کے قول پر لعنت کیا کرتا ہے۔ ان کے لکھنے کی باتیں اور ہوتی ہیں اور کرنے کی اور۔ وہابیہ کا یہ بھی اعتراض ہے کہ اس جمعہ کو جمعۃ الوداع کیوں کہتے ہیں؟ مگر یہ ایسی لایعنی بات ہے کہ کوئی سمجھدار انسان اس طرح کی بات زبان پر لانا گوارا نہیں کرے گا۔ کون نہیں جانتا کہ رمضانِ مبارک کا سب سے پچھلا جمعہ، جمعۂ اخیرہ اور وقتِ وداع کا جمعہ ہے۔ اسکو جمعۃ الوداع کہدیا تو کیا بیجا کیا۔ کبھی وہابی یہ نہیں سوچتا کہ اسکو عبدالحق کیوں کہتے ہیں۔ سارے ہی مسلمان عبدالحق ہیں اسی کی کیا تخصیص ہے۔ اسی طرح رشید احمد۔ خلیل احمد وغیرہ نام کیوں رکھے جاتے ہیں۔ جمعۃ الوداع کو تو مناسبت بھی ہے۔ ان ناموں کو تو ان اشخاص کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں۔ پھر مسجدوں کے نام رکھ لیتے ہیں۔ کسی مسجد کا نام موتی مسجد۔ نہ اس میں موتی لگے ہیں۔ نہ موتی نام کوئی مرد یا عورت اسکا بانی تھا۔ پھر یہ نام کیوں رکھا گیا؟ اور مسجدوں کے ایسے نام رکھنے کہیں قرون ثلٰثہ میں پائے گئے تھے؟ مدرسہ کا نام رکھ لیا مدرسۃ الغرباء اس نام کی کیا سند ہے؟ بس وداع نام سے چڑ ہے۔ اور ہر چیز کا نام رکھتے پھرتے ہیں۔

(۱۰) عید کی سویاں

سویاں اگرچہ نہایت نفیس طیب اور لذیذ غذا ہے۔ مگر حلوا خوردن روئے باید وہابیوں کی چڑ ہے۔ اس سے بہت کھسیاتے ہیں۔ لطافت طبع کا یہ عالم کہ کوا ہضم۔ اسکا کھانا سو شہیدوں کا ثواب۔ وہابیوں کو کچوری سے بہت مرغوب۔ فتاوی رشیدیہ میں اسکو جائز لکھا ہے۔ ہندوں کے یہاں کی ہوتی۔ دیوالی کی پوری کچوری شوق سے کھا جاتے ہیں۔ مگر شب برات کو مسلمان حلال مال سے جو پاکیزہ حلوا تیار کرے اس سے بہت نفرت ہے۔ عید کے روز سیویاں جو کمال نفاست کے ساتھ پکائی جاتی ہیں اسکی مخالفت میں وہابی بہت سرگرم رہتے ہیں۔ پوچھئے یہ کیوں؟ کیا میدہ ناجائز ہے؟ یا سیویوں میں کوئی ناجائز چیز پڑی ہے؟ یہ کہہ نہیں سکتے۔ تو پھر ناجائز کیسے ہوگئیں؟ مگر وہابیہ نے قرآن پاک کے احکام نہیں دیکھے۔ یا دیدہ دانستہ قرآن پاک کی مخالفت پر کمر باندھی۔ اللہ رب العزت تبارک وتعالے ارشاد فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝ اے ایمان والو نہ حرام ٹھہراؤ ان پاک چیزوں کو جنہیں اللہ تعالے نے تمہارے لئے حلال فرمایا۔ اور حد سے نہ گزرو بیشک اللہ تعالے نہیں پسند کرتا حد سے گزرنے والوں کو۔ مگر وہابیہ نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی۔ شب برات کے حلال طیب حلوے کو اور عید کی حلال طیب سیویوں کو بید حرک ناجائز کر دیا۔ اس میں قرآن کریم کی مخالفت ہے۔ حکم الہی کی نافرمانی ہے۔ رہا یہ عذر کہ عید کے روز خاص کر سیویاں پکانے کو منع کیا جاتا ہے تو اس میں دو غلطیاں ہیں۔ اول تو سیویاں عید کے ساتھ خاص نہیں۔ بکثرت لوگ دوسرے ایام میں بھی سیویاں پکاتے ہیں رمضان مبارک میں بھی پکتی ہیں اسکے بعد بھی پکتی ہیں۔ ایسا کوئی بھی نہیں ہے جو یہ سمجھتا ہو کہ عید کے سوا کسی دن سیویاں کھانا جائز ہی نہیں ہے۔ دوسری غلطی یہ کہ اگر سیویاں اگر خاص عید کو ہی پکتی ہوتیں اور کسی دن نہ پکتیں مگر لوگ جانتے یہ کہ دوسرے ایام میں بھی ان کا پکانا جائز ہے۔ تو بھی اسکی ممانعت کی کیا وجہ ہے۔ کیا عید کے روز حلال چیز پکانے سے حرام ہو جاتی ہے؟ شرع مطہرہ میں تو یہ بتایا گیا ہے کہ عیدین کے دن اللہ تعالے کی طرف سے ضیافت کے ایام ہیں۔ وہابیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کے یہاں ضیافت ہو تو حلال چیز بھی حرام ہو جائے۔ مگر لطف یہ کہ جسطرح سیویاں عید کو پکائی جاتی ہیں اسی طرح افطار میں سارے مہینہ دال سیوا استعمال میں رہتے ہیں۔ اور وہابی خوب ان کے پھنکے اڑاتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کے گھر کی پکی ہوئی سیویاں تو ناجائز ہوگئیں اور ہندوں کے بنائے ہوئے دال سیو جائز ہی رہے۔ یہ شاید کانگریس کی محبت میں مورد عنایت ٹھہرے۔ سیو اور سیویوں میں فرق کیا ہے۔ صنعت دونوں کی ایک طرح کی ہے۔ سیویاں میدہ کی ہوتی ہیں اور سیو بیسن کے۔ مگر انہیں ناجائز کرنے میں ہندو دوستوں کی تجارت کو نقصان پہنچتا تھا۔ تو آجتک کسی وہابی مولوی نے بھی دال سیو سے افطار ممنوع وبدعت نہیں ٹھہرایا۔ اس کے علاوہ ایک

فرق اور بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ افطار میں کھجور افضل ہے۔ سیوں اور دال کو کوئی فضیلت نہیں۔ مگر عید کے روز سیویوں سے ایک مستحب ادا ہوتا ہے۔ عالمگیری میں ہے واستحب فی عید الفطران یا کل قبل الخروج الی المصلی تمیرات ثلاثا اوخمسا اوسبعا او اقل او اکثر بعد ان یکون وترا والاماشاء من ای حلو کان کذا فی العینی شرح الکنز یعنی عید الفطر کے دن نمازِ عید کو جانے سے قبل مستحب ہے کہ مسلمان کھجوریں تین یا پانچ یا سات یا کم یا زیادہ کھائے مگر ہوں وتر۔ ورنہ اگر کھجوریں نہ کھائے تو جو شیرینی چاہے۔ فقہ کی کتابوں کا تو یہ حکم کہ جو شیرینی چاہے کھائے۔ اسکا کھانا مستحب اور وہابی مولوی کا یہ حکم کہ اگر مسلمان شیریں سیویاں کھانا چاہے تو ناجائز۔ یہ حکم قرآن کے بھی خلاف فقہ کے بھی خلاف۔ بیدینوں نے شریعت کی مخالفت کو دین سمجھا ہے اور پھر اس پر وہ شدت ہے۔ وہ سرگرمی ہے۔ وہ کوششیں ہیں جو کسی امر حرام کے روکنے کے لئے وہابیوں کو کبھی میسر نہ آئیں ؛

(۱۱) مُصافحہ و معانقہ

عید کے روز مصافحہ و معانقہ کی ممانعت میں وہابیہ کو نہایت اصرار ہے۔ اور اسکو روکنے کے لئے وہ انتہائی کوششیں کرتے ہیں۔ بدعت سیئہ و ناجائز بتلاتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مصافحہ و معانقہ سنت ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ان دونوں کے باب میں احادیث وارد ہوئیں ؛

حدیث (۱) :۔ بخاری شریف میں حضرت قتادہ سے مروی ہے قلت لانس اکانت المصافحۃ فی اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے دریافت کیا کہ کیا اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مصافحہ تھا؟ فرمایا کہ ہاں !۔

حدیث (۲) :۔ امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ نے حضرتِ براء بن عازب سے حدیثِ مرفوع روایت کی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما من مسلمین یلتقیان فیتصافحان الا غفرلھما قبل ان یتفرقا۔ کوئی دو مسلمان ایسے نہیں ہیں کہ باہم مل کر مصافحہ کریں مگر ان کے جدا ہونے سے پیشتر ان کی مغفرت فرمادی جاتی ہے ؛

حدیث (۳) :۔ امام مالک نے مرسلاً عطا خراسانی سے روایت کی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال تصافحو یذھب الغل۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مصافحہ کرو تاکہ کینہ دور ہو ؛

حدیث (۴) :۔ بیہقی نے براء بن عازب سے روایت کی کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المسلمان اذا تصافحا لم یبق بینھما ذنب الا سقط۔ دو مسلمان جب باہم مصافحہ کرتے ہیں ان کے درمیان کوئی گناہ نہیں رہتا مگر ساقط ہو جاتا ہے ؛

حدیث (۵) :- ابوداؤد نے ایوب ابن بشیر سے روایت کی کہ وہ قبیلہ عنزہ کے ایک مرد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرتِ ابوذر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا هل كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصافحكم اذا لقيتموه قال مالقيته قط الا صافحني وبعث الى ذات يوم ولم اكن فى اهلى فلما جئت اخبرت فاتيته فالتزمني وكانت تلك اجود واجود۔ یعنی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصافحہ فرماتے تھے جب تم حضور سے ملتے؟ حضرت ابوذر نے فرمایا کہ میں حضور سے کبھی نہ ملا مگر جب ملا حضور نے مجھ سے مصافحہ فرمایا۔ اور ایک روز میری طرف آدمی بھیجا اور میں اپنی اہل میں نہ تھا۔ پس جب میں آیا تو مجھے خبر دی گئی میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا حضور تخت پر جلوہ افروز تھے۔ حضور نے مجھ سے معانقہ فرمایا تو یہ معانقہ نہایت ہی خوب تر اور خوب تر ہوا۔

حدیث (۶) :- امام احمد نے یعلیٰ سے روایت کی ان حسنًا وحسينًا استبقا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فضمهما اليه۔ امامِ حسن وامامِ حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہما حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوڑ کر آئے۔ حضور علیہ وآلہٖ واصحابہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں سینے سے لگالیا۔ ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مصافحہ ومعانقہ سنت رسول ہے۔ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم۔ اب رہا کہ کسی خاص وقت میں سنت ہے یا مطلقاً؟ احادیثِ مذکورۂ بالا پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سنت کسی مخصوص وقت کے ساتھ خاص نہیں۔ جس وقت جس زمانہ جس دن بھی مصافحہ یا معانقہ علیٰ وجہ محمود کیا جائیگا سنت ہی ہوگا۔ اور ادائے سنت کی نیت رکھنے والے کو سنت کا ثواب ملے گا۔ مجمع البحار میں ہے هي سنة مستحبة عند كل لقاء وما اعتادوه بعد صلوٰة الصبح والعصر لا اصل له فى الشرع ولكن لا باس به وكونهم حافظين عليها فى بعض الاحوال مفرطين فيها فى كثير منها لا يخرج ذلك البعض عن كونه مما ورد الشرع باصلها وهي من البدع المباحة۔ یعنی مصافحہ ہر ملاقات کے وقت سنتِ مستحبہ ہے۔ اور یہ جو لوگوں نے نماز فجر وعصر کے بعد عادت ڈال لی ہے۔ اس عادت کی شرع میں کوئی اصل نہیں۔ لیکن اس میں کچھ مضائقہ بھی نہیں۔ اور بعض اوقات میں لوگوں کا مصافحہ کی پابندی کرنا۔ اور بہت حالات میں کوتاہی کرجانا ان بعض اوقات کو اس سے خارج نہیں کر دیتا جن کی اصل کے ساتھ شرع وارد ہوئی (یعنی بعد عصر وفجر کی پابندی مصافحہ کو سنیت سے خارج نہیں کرتی) اور یہ عادت (یعنی فجر وعصر کے بعد پابندیِ مصافحہ) بدعات مباحہ میں سے ہے۔

اس عبارت سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ مصافحہ ہر ایک ملاقات کے وقت سنت مستحبہ ہے خواہ وہ ملاقات عید کو ہو یا رمضان میں یا ذی الحجہ میں یا جمعہ کو یا اور کسی روز۔ اور خواہ صبح کو ہو یا دوپہر کو۔ یا شام یا شب

ہیں جب کبھی ملاقات ہوگی اور مصافحہ کیا جائیگا سنت ہی رہے گا۔ کوئی وقت اور کوئی دن اسکو سنت سے خارج نہ کر سکیگا۔ یہی احادیثِ مذکورۂ بالا سے ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث نمبر۲ و حدیث ۵ سے یہ مضمون صراحتًا ظاہر ہو رہا ہے۔ اب عیدوں کے روز مصافحہ کا منع کرنا حدیث شریف کی مخالفت ہے۔

دوسری بات عبارتِ مجمع البحار سے یہ معلوم ہوئی کہ مصافحہ بعد نماز فجر و عصر جو معمول ہے جائز ہے اور ان وقتوں کی پابندی اسکو ثابت الاصل فی الشرع ہونے سے خارج نہیں کرتی اور ایسی عادت ڈال لینا بدعتِ مباحہ میں سے ہے۔ یہاں یہ شبہ نہ ہونا چاہیئے کہ مصافحہ بعد عصر و فجر کو سنت میں داخل کرنا اور بدعتِ مباحہ بتانا دو متضاد اور مخالف باتیں ہیں۔ کیونکہ بدعتِ حسنہ خود وہابیہ کے اقرار سے مخالف سنت نہیں۔ بلکہ داخل سنت ہوتی ہے۔ چنانچہ پیشوائے وہابیہ نے "براہین قاطعہ" صفحہ ۲۰ میں لکھا ہے کہ "قسم اول کو بدعتِ حسنہ نام رکھتے ہیں اور ملحق بالسنہ جانتے ہیں"۔ اور اس سے چند سطر بعد پھر لکھا کہ "قسم محمود سنت میں داخل ہے"۔ جب بدعتِ حسنہ سنت میں داخل ہوئی تو مجمع البحار کی عبارت میں کوئی شبہ نہ رہا اور صاف ثابت ہوگیا کہ فجر و عصر کے بعد مصافحہ کی عادت داخل سنت ہے۔ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں "و مصافحہ سنت است نزد ملاقات و باید کہ بہر دو دست بود و آنکہ بعضے مردم مصافحہ بعد از نماز میکنند یا بعد نماز جمعہ کنند چیزے نیست و بدعت است از جہت تخصیص وقت اما نفسِ مصافحہ کہ علی الاطلاق است باقی ست پس بوجہے سنت است و بوجہے دیگر بدعت"۔ اس سے معلوم ہوا کہ مصافحہ تو سنت ہی ہے خواہ بعد فجر و عصر ہو یا بعد جمعہ۔ البتہ تخصیص اسطرح کہ دوسرے اوقات میں نہ کیا جائے بدعتِ مباحہ ہے۔

تیسری بات مجمع البحار سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ کلام ایسی عادت میں ہے کہ بعد فجر و عصر تو مصافحہ کی پابندی کی جائے اور دوسرے اوقات میں بکثرت کوتاہی ہو۔ اور اگر اور اوقات میں بھی مصافحہ کیا جائے تو اس میں کچھ کلام ہی نہیں۔

چوتھی بات اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوئی کہ کسی عمل کا کسی خاص وقت میں عادی ہو جانا اس عمل کے حکم کو نہیں بدلتا اور جائز کو ناجائز نہیں کر ڈالتا۔

اب عیدوں کے مصافحہ پر غور کیجئے تو آجکل مسلمانوں کا یہ معمول ہے کہ عید کو بھی مصافحہ کرتے ہیں اور بغیر عیدوں کے بھی مصافحہ کرنے والے کوئی تخصیص نہیں کرتے البتہ مانعین منکرین یعنی وہابیہ عیدین کے مصافحہ کو اطلاق احادیث کے خلاف ناجائز کہتے اور مصافحہ کو باقی ایام کے ساتھ عمل و اعتقاد میں خاص کرتے ہیں۔ یہ تغیر سنت اور تبدیل حکم پیغمبر ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام اور یہی بدعتِ مذمومہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث قوم بدعۃ الا رفع مثلہا من السنۃ (رواہ احمد) یعنی جو کوئی قوم کوئی بدعت نکالتی ہے اسکی مثل سنت اٹھالی جاتی ہے۔

دوسری حدیث دارمی کی ہے اسکے یہ الفاظ ہیں۔ ما ابتدع قوم بدعة فی دینھم الا نزع اللہ من سنتھم مثلھا ثم لا یعیدھا الیھم الی یوم القیمة: یعنی کوئی قوم اپنے دین میں کوئی بدعت نہیں نکالتی مگر (جب نکالتی ہے) تو اللہ تعالےٰ ان کی سنتوں میں اسکی مثل اٹھا لیتا ہے پھر اسکی طرف قیامت تک واپس نہیں فرماتا۔ ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ایک بدعت سیئہ کی شامت و نحوست سے بدعتی قوم ایک سنت سے محروم کردی جاتی ہے:

اب دیکھئے کہ احادیث مذکورۂ بالا سے ثابت ہے کہ مصافحہ جمیع اوقات و ازمان میں مسنون و مستحب ہے۔ وہابیہ نے مصافحۂ عیدین کو ناجائز بتایا۔ اس سے وہ اس سنت سے محروم ہوگئے۔ اور مصافحہ و معانقہ جو جمیع ازمان میں مسنون تھا اسکو انہوں نے خلاف شرع غیر ایام عیدین کے ساتھ خاص کردیا۔ اور ایام عیدین کو عموم اوقات سے محض اپنی رائے سے خارج کردیا۔ یہ ابتداع فی الدین ہوا۔ اور اس سے رفع سنت لازم آیا۔ یہ وہابیہ کی بدعت سیئہ ہے:

معانقہ کی نسبت وہابیہ نے یہ مشہور کیا ہے کہ معانقہ صرف وقت قدوم یعنی سفر سے آنے کے بعد جائز ہے۔ یہ غلط ہے۔ کیونکہ احادیث مذکورۂ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ معانقہ قدوم کے ساتھ مشروط نہیں۔ کیونکہ حدیث ۵ و ۱۰ سے صاف ظاہر ہے کہ معانقہ کے لئے سفر سے آنا شرط نہیں۔ اور ان دونوں حدیثوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو معانقہ ثابت ہے وہ بعد سفر نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث ۵ کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ازینجا معلوم گردد کہ معانقہ در غیر حال قدوم از سفر نیز آمدہ از برائے اظہار محبت و عنایت" یعنی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ معانقہ سفر سے آنے کے سوا اور حالات میں بھی اظہار محبت و عنایت کے لئے ثابت ہے۔ جب حدیث شریف سے یہ معلوم ہوگیا کہ معانقہ اظہار محبت کے لئے بھی ہوتا ہے۔ تو اب معانقۂ عیدین میں کیا کلام رہا جو یقیناً اظہار محبت ہی کے لئے کیا جاتا ہے۔ اسکا سنت ہونا حدیث سے ثابت ہوا۔ وہابیہ نے ستم ڈھایا کہ سنت کو بدعت بنادیا ولاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم: یہ بھی وہابیہ کے معلومات کی کمی ہے کہ وہ معانقہ کو وقت قدوم سفر کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔ انہیں معلوم نہیں کہ معانقہ کن کن اوقات میں اور کن کن حالات میں مشروع ہے۔ اگر اشعة اللمعات بھی دیکھی ہوتی تو اتنا تو جانتے کہ قدوم کے علاوہ تودیع اور طویل عہد ملاقات اور حب فی اللہ بھی اسکے محل ہیں۔ حضرت شیخ محقق قدس سرہٗ اشعة اللمعات میں فرماتے ہیں "وجائز آنکہ نزد تودیع وقدوم سفر باشد یا بجہت طول عہد ملاقات یا غلبہ و شدت حب فی اللہ بود" اور ظاہر ہے کہ عیدین میں دور دور سے لوگ اپنے وطن آتے ہیں اور مدتوں کے بچھڑے باہم ملتے ہیں۔ تو یہاں معانقہ کے تینوں وجوہ پائے گئے۔ ایک اظہار محبت و مودت۔ دوسرے قدوم سفر تیسرے طول عہد ملاقات۔ پھر ان سب اندھا بن جانا اور عید کے روز معانقہ و مصافحہ کو ناجائز کہے جانا کسقدر جہالت و حق فراموشی

وباطل کوشی ہے۔ جاہلوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ معانقہ کس حال میں ممنوع و مکروہ ہے؟ حضرت شیخ محقق قدس سرہٗ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں "واز شیخ ابو منصور ماتریدی در تطبیق احادیث نقل کردہ شدہ است کہ آنچہ بر وجہ شہوت بود مکروہ است وآنچہ بر و کرامت باشد مشروع و گفتہ اند کہ خلاف در جائیست کہ برہنہ تن باشد اما با قمیص و جبّہ لاباس بہ است با جماع وہو الصحیح کذا فی الکافی" اس سے معلوم ہوا کہ جو معانقہ شہوت کے ساتھ ہو وہ مکروہ ہے۔ اور جو برّ و کرامت کے طور پر ہو۔ جیساکہ عیدین میں ہوتا ہے وہ جائز و مشروع ہے۔ علماء نے یہ بھی فرمایا کہ خلاف اس میں ہے کہ معانقہ برہنہ تن ہو کر کیا جائے۔ کرتہ قمیص وغیرہ کوئی کپڑا بدن پر نہ ہو۔ ننگے سینہ سے ننگا سینہ ملایا جائے۔ لیکن جب قمیص یا جبّہ اور کوئی کپڑا حائل ہو تو معانقہ با جماع جائز ہے۔ یہی صحیح ہے۔ فقہاء تو یہ فرماتے ہیں۔ مگر وہابیہ کی یہ ضد کسی طرح مانتی ہی نہیں۔ حدیث و فقہ کی تو وہابیہ کو کیا پرواہ ہوگی اور وہ کیا مانیں گے۔ اب ہم انہیں انہی کے امام و مقتداء بزرگ و پیشوا کا قول دکھائیں۔ شاید اسی سے کچھ شرمائیں۔ "زبدۃ النصائح" میں مولوی اسمٰعیل دہلوی پیشوائے وہابیہ کی تقریر میں ہے۔ "ہمہ اوضاع از قرآن خوانی و فاتحہ خوانی و طعام خورانیدن سوائے کندن چاہ و امثالہ و دعا و استغفار و اضحیہ بدعت است گو بدعت حسنہ بالخصوص است مثل معانقہ روز عید و مصافحہ بعد نماز صبح و یا عصر"۔ یعنی کنواں کھودنے اور اس کی مثل اور کام اور دعا و استغفار و قربانی کے سوا تمام اوضاع قرآنی خوانی و فاتحہ خوانی اور کھانا کھلانا سب بدعت ہیں۔ گو خاص بدعت حسنہ ہیں۔ جیسے کہ عید کے دن کا معانقہ اور نماز صبح و عصر کے بعد مصافحہ بدعت حسنہ ہے۔

وہابیوں کے اس پیشوا نے عید کے معانقہ کو تو بدعت حسنہ بتایا ہی تھا اس کے ساتھ فجر و عصر کے بعد کا مصافحہ اور قرآن خوانی و فاتحہ خوانی اور کھانا کھلانا یعنی فاتحہ گیارہویں۔ تیجہ۔ چالیسواں۔ عرس وغیرہ سب کو بدعت حسنہ بتایا اور وہابیوں کے سارے گھر ہی کو ڈھا دیا۔ کیونکہ وہابیہ کے نزدیک بدعت حسنہ داخل سنت ہوتی ہے۔ جیساکہ ہم اوپر بحوالہ "براہین قاطعہ" نقل کر چکے ہیں۔ تو وہابیہ کے طور پر یہ تمام امور سنت ہوئے۔ کسقدر ڈھٹائی ہے کہ معانقہ عیدین جو حدیث و فقہ کے علاوہ خود امام الوہابیہ کے قول سے سنت ثابت ہوا۔ نئے وہابی اسکو تشبیہ بالہنود بتائیں تو گویا تشبیہ بالہنود کو ان کا امام سنّت کہتا ہے۔ شرم!

یہ تو ان کو کیا معلوم ہوگا کہ تشبیہ میں کیا کیا شرطیں ہیں اور تشبّہ کن حالات میں ممنوع ہوتا ہے۔ مگر شاہی مسجد مرادآباد میں گھنٹی بجاتے ہوئے ہنود کا تشبّہ یاد نہ آیا؟ اور اب تشبّہ کی وہابیہ کو کیا پرواہ ہے۔ قشقے لگا چکے۔ ٹکٹکیاں اٹھا چکے۔ جے بول چکے انگوچھے ڈال چکے۔ مسجدوں میں ہندوؤں کو اعزاز و اکرام کے ساتھ بلند مقاموں پر بٹھا چکے ہندو لیڈر کو اپنا رہنما و پیشوا بنا چکے۔ مسلمانوں سے لڑے اور ہندوؤں سے ملے۔ مسلمانوں پر تبرا کیا اور ہندوؤں کی تعریفیں

کیں۔ ہندوؤں کی اتباع میں جیل تک کاٹی۔ سب ہندوؤں کے تشبہ کا گوارا ہونا ایک بہانہ ہے۔ حیلہ ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ؂

مسائل بحمد اللہ تعالیٰ قرآن کریم اور احادیث نبویہ و عبارات کتب معتبرہ فقہیہ اور خود تصریحات اکابر وہابیہ سے ثابت کر دیئے گئے۔ اس وضوحِ تام کے بعد بھی اگر وہابیہ کو انکار ہے۔ تو یہ ایک بے مثال ضد اور بے نظیر ہٹ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آنکھوں سے پردے اٹھائے اور دلوں کو قبولِ حق کی توفیق مرحمت فرمائے۔ اور مسلمانوں میں آئے دن کی تفرقہ اندازی سے بچائے۔ آمین والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ وخاتم رُسُلہٖ وعلیٰ جمیع انبیائہٖ ومن تبعہم اجمعین۔ آمین ؂

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین

محمد نعیم الدین عفاعنہ المعین

عُرس کا حکم

استفتاء از منو ناتھ بھنجن قاسم پورہ ضلع اعظم گڑھ۔ مرسلہ مولانا مولوی ابو المحامد احمد علی صاحب زید لطفہٗ ؂

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بزرگان دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قبروں پر عرس کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب بسندِ کتاب اور یہ کہ لُغۃً عرس کے کیا معنی ہیں بعباراتِ عربیہ یا فارسیہ وترجمہ مرحمت فرما کر عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور ہوں فقط ؂

الجواب :- نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ؂ بزرگان دین کے مزارات پر ان کی وفات کے دن جو لوگ زیارت وایصال ثواب وحصولِ برکات کے لئے سالانہ حاضر ہوتے ہیں، اسکو عرس کہتے ہیں۔ "غیاث اللغات" میں ہے "مجازاً بمعنی مجلسِ طعام فاتحہ بزرگان کہ بروزِ وفات بعد از سالے کنند چراکہ رحلت از غمکدۂ دنیا بمنزلہ شادی عرسی است بحقِ عاشقانِ حق چنانکہ سعدی فرماید ۔؎

عروسی بود نوبتِ ماتمت　　اگر نیک روزی بود خاتمت

لفظ عُرس اس معنی کے لئے حدیث شریف سے ماخوذ ہے کہ نکیرین قبر میں جواب شافی کے بعد بندۂ مرحوم سے کہتے ہیں نَمْ کَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ الَّذِیْ لَا یُوْقِظُهٗ اِلَّا اَحَبُّ اَهْلِهٖ اِلَیْهِ اخرجہ رواہ الترمذی ۔ یعنی سو جا مثل سونے عُروس کے جسکو اس کے اہل میں اس کے سب سے پیارے کے سوا کوئی نہ جگائے۔" فی الواقع

جب منزلِ اول کے امتحان گاہِ صدق و اخلاص میں بندہ کامیاب ہوا اور رحمت و کرم سے نوازا گیا۔ تو وہ دن اس کے لئے دنیا کے تمام ایام سے زیادہ شادی و خوشی کا دن ہے۔ اور حقیقت میں وہ آج ہی دولھا بنا ہے کہ ملائکہ رحمت اس کی نازبرداری کرتے ہیں۔ اور جنتی سامانوں سے اسکی قبر کو روضۂ پر بہار بنا کر اس سے آرام کی نیند سونے کی درخواست کرتے ہیں جسکا بیان حدیث شریف میں ان الفاظ کے ساتھ وارد ہے۔ ان صدق عبدی فافرشوه من الجنة وافتحوا له بابا الی الجنة الیٰ اٰخره رواه احمد (مشکوٰة شریف صفحہ ۱۴۲) ترجمہ: شافی دینے کے بعد آسمان سے ندا کرنے والا ندا کرتا ہے کہ میرے بندہ نے سچ کہا پس اس کے لئے جنتی فرش بچھاؤ اسکو جنتی لباس پہناؤ اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھولدو۔

جن کے لئے قبر میں یہ عزت و تکریم ہو ان کے لئے موت کا دن یقیناً شادی کا دن ہے۔ اسلئے اولیاءِ حق کے روزِ وفات کو روزِ عرس کہنا بالکل بجا اور حدیث شریف سے ماخوذ ہے۔

یہ تو لفظِ عرس کے معنی کا ایک مختصر بیان ہوا۔ اب مسئلہ عرس کے متعلق عرض کیا جاتا ہے۔

عرس کا جواز ریب و اشتباہ کا محل نہیں ہے۔ اگر شریعت میں اس کی کوئی سند بھی نہ پائی جائے تو بھی بسبب عدم ورودِ ممانعت کے جائز ہوتا۔ کیونکہ عدم ممانعت ہی کا نام اباحت و جواز ہے۔ قال اللہ تعالیٰ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَکُمْ تَسُؤْکُمْ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَکُمْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا۔ یعنی اے ایمان والو! تم بہت چیزوں کو دریافت نہ کرو۔ اگر کوئی حکم ظاہر فرما دیا جائیگا تو تمہیں گراں گزرے گا۔ اور اگر تم زمانۂ نزولِ قرآن میں دریافت کروگے تو ظاہر کر دیا جائیگا۔ اللہ نے وہ معاف فرما دیا ہے۔

اس آیتِ شریفہ سے معلوم ہوا کہ جس امر پر شریعتِ طاہرہ نے کوئی حکم نہ دیا ہو وہ معاف ہے۔ اس پر مواخذہ نہیں اور مباح اسی کو کہتے ہیں کہ اسکے کرنے پر کوئی عذاب نہ ہو۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ما سکت عنه فهو مما عفی عنه یعنی جس چیز کے بیان سے سکوت فرمایا وہ معاف ہے۔ یعنی اسکے کرنے پر کوئی عذاب نہیں۔ دوسری حدیث شریف میں ہے وسکت عن اشیآء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنها۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں سے بغیر نسیان کے سکوت فرمایا ہے تم ان میں بحث نہ کرو۔ یعنی نسیان سے تو اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ تو جن چیزوں کا حکم بیان نہ فرمایا ہو۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ فراموش ہو گئیں ہوں۔ تو علم میں حاضر ہوتے ہوئے جس چیز کی نسبت کوئی حکم ظاہر نہ فرمایا اس سے صاف مرضی معلوم ہوتی ہے کہ اسکے کرنے پر کوئی مواخذہ و عذاب نہیں۔ ان آیات و احادیث سے فقہاء نے یہ قاعدہ حاصل کیا کہ الاصل فی الاشیآء الاباحة یعنی اصل چیزوں میں جانبِ شرع سے اباحت ہے تو جس

پر ممانعت وارد نہ ہو وہ اباحتِ اصلی شرعی پر ہے اما الاباحة الاصلية التی قالت بها المعتزلة فهی ما لا مدخلية فيها للشرع وهی غير ذلك: اس قاعدۂ نافعہ اور اس اصلِ عظیم سے ہزاروں مسائل حل ہوتے ہیں۔ اور کوئی مدعیِ اسلام ایسا نہیں ہے جس کے کثیر معمولات اس اصل کی شہادت نہ دیتے ہوں۔ جب یہ اصل آیت وحدیث وفقہ سے ثابت ہوگئی۔ تو عاقل کے لئے یہ جان لینا کافی ہے کہ عرس پر ممانعت کا وارد ہونا اسکے جواز کی مضبوط دلیل ہے۔ منکرینِ عُرس کو کچھ بھی جائے چون وچرا نہیں ہے۔ جب تک کہ وہ ممانعت عرس کو کسی دلیلِ شرعی سے ثابت نہ کریں۔ اور ممانعت پر اصلاً کوئی دلیل نہیں تو جواز یقینی ہوا۔ یہ تو اس تقدیر پر ہے جبکہ فرض کر لیا جائے کہ عرس کا کوئی ثبوت موجود نہیں۔ اور اتنا تو ہر شخص جانتا ہے کہ علماء، صلحاء، مشائخ کے یہاں مدتہائے دراز سے ہر ہر ملک میں عرس معمول ہے۔ مسلمان اس میں عام طور پر شرکت کرتے ہیں اور اسکو موجبِ خیر وبرکت جانتے ہیں مستحسن سمجھتے ہیں۔ تو کافۂ اہلِ اسلام کا عمل۔ اور صالحین کا تعامل کسی چیز کے استحباب، کے لئے خود ایک دلیل ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ما راٰه المسلمون حسنًا فهو عند الله حسنٌ جو امر مسلمانوں کے نزدیک بہتر ہو۔ اللہ تعالٰے کے نزدیک بھی بہتر ہے۔ اگر منکرین کو عرس کی کوئی دلیل معلوم نہ تھی تو انہیں اتنا ہی سمجھ کر استحسان کا قائل ہو جانا چاہیئے تھا۔ اب میں آپکو عُرس کے ثبوت دکھاؤں۔ غور کیجیے کہ عُرس میں زیارتِ قبور ہوتی ہے۔ تلاوتِ قرآن پاک ہوتی ہے۔ ذکرِ خیر اور ایصالِ ثواب ہوتا ہے۔ یہ سب چیزیں احادیث سے ثابت ہیں۔ زیارتِ قبور کے لئے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها یعنی میں نے تمہیں زیارتِ قبور سے پہلے منع کیا تھا پس اب ان کی زیارت کیا کرو، اور بہت حدیثیں زیارتِ قبور کی ترغیب میں وارد ہوئی ہیں۔ اسی طرح تلاوتِ قرآن پاک اور ایصالِ ثواب۔ سب امورِ خیر ہیں۔ اور شرع میں ان کے ثبوت میں کثرت سے موجود ہیں کہ جن کا انکار۔ کمال ہٹ دھرمی اور انتہائی نفسانیت ہے۔ رہی یہ بات کہ عرس میں ہیئتِ کذائی کہاں تھی؟ یہ سوال خود لایعنی اور ناقابلِ التفات ہے۔ کیونکہ کسی چیز کے جائز یا مستحب ہونے کے لئے اسکی اصل کا ثابت ہونا کافی ہوتا ہے۔ ورنہ تمام مدارس بدعت وگناہ ہو جائیں گے۔ اور ان میں چندے دینا۔ ان کی تائید کرنا اعانت علی المعصیت ہو۔ کیونکہ مدرسہ کی یہ ہیئتِ کذائی زمانۂ اقدس میں نہیں پائی گئی۔ طلباء کی جماعتیں کی جماعتیں صف بندیوں کے ساتھ کتب مرتب نقلیں امتحانوں کی یہ شان کب تھی؟ لیکن اگر آپ اپنے اس فعل کو بے اصل نہیں مانتے ہیں۔ اور ہیئتِ کذائی اسکو ثابت الاصل ہونے سے خارج نہیں کر سکتی ہے۔ تو عرس کو بھی غیر ثابت الاصل نہیں کہا جا سکتا۔ خاص کر ایسی حالت میں جبکہ وہ احادیث سے ثابت ہو۔ جیسا کہ تفسیر دُرِ منثور میں مروی ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم شہدائے اُحد کے مزاروں پر سال کی پہلی تاریخ تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اس حدیث کو شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ صفحہ ۱۸

میں ذکر فرمایا۔ اب رہا یہ عذر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر تشریف لے جاتے ہوں گے تو دو ایک خادم ہمراہ ہوتے ہوں گے اجتماع کثیر کہاں سے ثابت ؟ یہ نہایت ہی رکیک اور بہت ہی کمزور بات ہے۔ کیونکہ اول تو یہ قیاس کہ حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس موقع پر صرف دو ایک صاحب ہی ہوتے ہونگے۔ بے اصل اور بے دلیل ہے۔ اسکے لئے کوئی نقل درکار ہے۔ علاوہ بریں فرض کیجئے دو ایک خادم بھی ہمراہ نہ ہوتے ہوں۔ تو بھی کیا حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا تاریخ معین پر تشریف لے جانا مسلمانوں کے لئے اس عمل کو سنت نہ کریگا ؟ اور جب باتباع حضور صلی اللہ علیہ وسلم تاریخ معین پر اہل اللہ کے مزارات پر جانا سنت ثابت ہوا۔ تو کونسا امتی ہے جسکو کوئی شخص بھی اس سنت کی ادا سے روک سکے۔ تو اگر کسی مزار پر اتباع سنت کی نیت سے بکثرت جانے والے جائیں۔ تو ان میں ہر ایک سنت کا عامل ہوگا۔ اور ان کے یک وقت مجتمع ہونے سے وہ سنت اٹھ نہ جائیگی اسلئے اس اجتماع کو عدم جواز کی دلیل بنانا غلط و باطل ہے۔ اور اسمیں اپنی رائے سے سنت کی تقلید لازم آتی ہے۔ حقیقت عرس اسی قدر ہے جو بحمد اللہ احادیث سے ثابت ہے۔ جب بقصد زیارت و اتباع سنت بکثرت مسلمان کسی مزار پر پہنچے اور وہاں اجتماع مومنین حاصل ہوگیا تو اب وعظ و ذکر۔ تلاوت قرآن۔ صدقہ بہترین مشاغل میں سے ہیں۔ یہی کام عرس میں ہوتے ہیں۔ علماء صلحاء اولیاء اہل اللہ۔ ہر طبقہ کے لوگ اس ادائے سنت کے لئے آتے ہیں۔ ان حضرات کی زیارتیں۔ ان کی ملاقات۔ ان کا فیض صحبت یہ ایک اور نعمت ہے۔ جس سے مومن دنیوی و اخروی منافع حاصل کرتا ہے۔ جب اس مبارک مقصد کی بدولت اجتماع ہو تو اسکے فرش وغیرہ کا انتظام زائرین کی آسائش کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ اور حدیث شریف میں وارد ہوا کہ بندگان خدا کے آرام کے لئے رستہ سے کانٹے وغیرہ کسی ایذاء دینے والی چیز کا ہٹادینا بھی ثواب اور ایمان کی نشانی ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الایمان بضع وسبعون شعبۃ افضلھا لا الٰہ الا اللہ وادناھا اماطۃ الاذی عن الطریق۔ جب راہ گذر سے کانٹا پتھر ٹھوکر لگنے والی چیز ہٹانا بھی ثواب اور ایمان کی نشانی ہے اسلئے کہ اس سے بندگان خدا کو ایک طرح کا آرام پہنچتا ہے۔ تو ادائے سنت کے لئے سفر کرنے والوں کے واسطے روشنی۔ فرش۔ لنگر یعنی کھلانے کا انتظام کرنا بطریق اولیٰ موجب برکت و ثواب ہوگا۔ اب ثابت ہوگیا کہ عرس شرع سے ثابت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اسکی مخالفت میں تشدد نہ کرنا چاہیئے کہ اس سے مخالفت سنت کی لازم آئے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ احکم۔

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین

محمد نعیم الدین عفاعنہ المعین

تمت بالخیر

حصہ چہارم از فتاویٰ مناظر اسلام علامہ مولانا نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ: خاکسار فقیر حقیر نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروری عفی عنہ ناظرین با تمکین کی خدمت میں عرض بردار ہے کہ آجکل اس ملک ہند میں بعض نام کے اہل اسلام جو اسلامی جامہ پہن کر اپنے آپ کو ناجی اور مَا اَنَا عَلَیْہِ اَصْحَابِی کے مصداق بتا رہے ہیں. خاصکر فرقہ اہلحدیث غیر مقلدین میرزائی وچکڑالوی صاحبان اور اسی طرح اہل شیعہ صاحبان بھی اپنی نسبت کہہ رہے ہیں. غرض ہر ایک طرف سے یہی صدائیں سنی جا رہی ہیں، طرفہ یہ کہ ہر ایک فرقہ اپنے دعاوی کے متعلق دلائل بھی دیتا ہے جو کہ قرآن شریف اور حدیث کی رُو سے نِرے بودے اور غیر مدلل ثابت ہو رہے ہیں. بعض تو اسمیں ہمارے امام ہمام جناب ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں حد درجہ کے لغو اعتراضات سے کام لے رہے ہیں. کہ الامان. بعض رسولوں اور ملائکہ اور نبوت محمدیہ پر بعض علم حدیث و علم فقہ پر. بعض اصحاب ثلاثہ پر جن سے کئی ہزار اوراق سیاہ کر دیئے گئے ہیں. ہم نے خدا کے فضل و کرم سے حسب ایمائے استاذ صاحب مولانا مولوی محمد ابراہیم صاحب و مولوی جان محمد صاحب ساکنان علاقہ ملتان رسالہ ہذا تالیف کیا ہے. جس میں تمام مسائل مختلف فیہ کا بدلائل قاطعہ جواب دیا ہے. اور معترضین کے دلائل کا نہایت ہی جانفشانی و عرقریزی سے قلع قمع کر دیا ہے. جو ناظرین کے دیکھنے سے متعلق ہے. ناظرین اس کتاب کو منگا کر مؤلف کی داد دیں. اور اگر کوئی سہو و خطا پائیں تو معاف فرماویں۔

سوال: مُوَحِّد کس کو بولتے ہیں اور اسکے معنی کیا ہیں؟

جواب[1]: مُوَحِّد وہ انسان ہے. جو خداوند کریم کی ذات لایزال کو وحدہٗ لاشریک اور قدیم دل سے یقین کرے اور زبان

---

[1] مسمی جان محمد بن غلام محمد نمبردار چک ۲۵۶ تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ کی ایک بڑ کا جواب:- ناظرین یاد رکھیں کہ بناوٹی فاضل دیوبندی گلابی وہابی اپنی پوتھی احکام الشقہ میں لکھتا ہے کہ ملتانی کے نزدیک معلوم ہوتا ہے کہ سوائے جماعت انبیاء علیہم السلام کے کوئی موحد نہیں. نہ غوث نہ قطب نہ صحابی. اور پھر لکھتا ہے کہ ملتانی میرے ساتھ مناظرہ کرے ہیں اعلان دیتا ہوں کہ ناظرین! واقعی انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ گناہ صغیرہ و کبیرہ سے پاک و صاف ہوتے ہیں اور حقیقت توحید یقینی کے مصداق ہو کر پکے سچے موحد ہوتے ہیں. اور باقی غوث قطب جب جب انوار تجلیات الٰہیہ حاصل کرتے ہیں اور مقام بیت الارواح میں پہنچتے ہیں تو وہ بھی توحید یقینی کے مصداق بن جاتے ہیں. اور یہ ایک خاص حال اور مقام ہے. اور باقی تمام مسلمان اصطلاحاً و شرعاً موحد ہیں. اور کافر منافق یہودی و عیسائی و آریہ و غیر مذاہب باطلہ

(باقی حاشیہ صفحہ پر)

سے بھی اقرار کرے اور اسکے احکام ادا کرنے میں رائی بھر آلکھ اور دل ادھر اُدھر نہ ہو اور ہر ایک امر میں اسی پر بھروسہ کرے اور سب چھوٹے بڑے گناہوں سے اجتناب کرے۔ اور پاک و صاف ہو۔ یہ کمال توحید کا درجہ ہے۔ چنانچہ کتاب مجالس الابرار صفحہ ۴۴۹ میں مذکور ہے وَلَيْسَ الْمُرَادُ بِالْمُوَحِّدِ مَنْ يَّقُوْلُ بِلِسَانِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَط وَكَمَالُ التَّوْحِيْدِ الْاِسْتِقَامَةُ عَلٰى فِعْلِ الْمَأْمُوْرَاتِ وَتَرْكُ الْمَنْهِيَّاتِ الخ وَيَتْرُكُ الذُّنُوْبَ وَالسَّيِّئَاتِ وَيَجْتَنِبُ صَغِيْرَهَا وَكَبِيْرَهَا وَقَلِيْلَهَا وَصَغِيْرَهَا وَهٰذَا هُوَالْاِيْمَانُ الْحَقِيْقِيُّ یعنی موحّد اسکو نہیں کہتے جو صرف زبان سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہدے بلکہ کمال توحید یہ ہے کہ احکام شریعت کی پابندی اور ممنوعات سے بچنے میں استقامت اختیار کرے اور چھوٹے بڑے گناہوں سے اجتناب کرے۔ اسی کا نام توحید یقینی اور ایمان حقیقی ہے۔

سوال: لفظ حنفی[1] اصل میں کیا ہے اور اسکے کیا معنی ہیں؟ اور حنیفہ و خلیفہ میں تائے تانیث ہے یا مبالغہ؟

جواب: لفظ حنفی اصل میں حنیفی ہے۔ اور حنفی اسلئے پڑھا جاتا ہے کہ قانون عرب میں ثقالت کلمہ نامنظور ہے اور خفت کلمہ میں منظور اسلئے باسقاطِ یاءِ اوّل حنفی پڑھنا بہتر و انسب ہے۔ اور ہر دو کلمہ حنفی یا حنیفی کہہ لیا جاوے تو کوئی عیب نہیں چنانچہ شرح شافیہ صفحہ ۵۳ و رسالہ حافظ عبدالمجید صفحہ ۳۶۔ اور حنفی کے معنی استقامت و دین سچا اور صحیح ترمعنے حنیف کے پاک و صاف از کفر و شرک و کذب و عقائد باطلہ۔ پس اس تقریر سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء دین حنیف پر تھے۔ اور دین بمعنی ملت اور ملت بمعنی مذہب و نیز اے حنیف دین بمعنی پاک دین و صاف دین۔ اور حنیفہ و خلیفہ میں تاءِ مبالغہ ہے۔ نہ تائے تانیث۔ چنانچہ شرح رضی جلد ثانی صفحہ ۱۳۱ میں مذکور ہے اَقُوْلُ تَاءُ حَنِيْفَةٍ وَخَلِيْفَةٍ لِلْمُبَالَغَةِ وَلَيْسَ لِلتَّانِيْثِ الخ اور لفظ خلیفہ قرآن مجید میں کئی جگہ وارد ہے۔ چنانچہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِيْفَةً و اِنَّا جَعَلْنٰكَ

[1] حنیف اور حنفی کہلانا جائز ہے۔ بقولہ تعالےٰ اتبع ملة ابراهيم حنيفا۔ اور تمام کائنات کی آفرینش بھی طریق حنیف پر ہے چنانچہ حدیث قدسی میں ہے اِنِّیْ خَلَقْتُ عِبَادِیْ حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ (مشکوٰۃ باب تغیر الناس) احناف جمع حنفی کی اور حنفاء جمع حنیف کی لہذا حنیف کو حنیفی اور حنفی پڑھ لینا جائز ہے۔ جیساکہ مدینی کو مدنی کہا جاتا ہے۔ خادم شریعت ۱۲

حاشیہ ص۵ سے آگے:۔ موحد ذاتی ہیں نہ شرعی اور فرقہ غیر مقلدین وہابیہ نجدیہ وغیرہ سب کے سب ضل اور مضل گمراہ ہیں توحید ذاتی کے تحت میں ہیں۔ نہ شرعی کے فقط اور خادم شریعت مناظرہ کیلئے تیار ہے لیکن تم جان محمد بن غلام محمد نمبردار میدان مناظرہ میں ہمارے مقابلہ میں کھڑے نہیں ہو سکتے اس لئے کہ قبل ازیں بمقام لسوڑی تم ہمارے مقابلہ میں ذلیل و خوار اور شکست فاش اٹھا چکے ہو اور اس پر تمام موضع لسوڑی کے مسلمان شاہد ہیں۔ فقط خادم شریعت۔

خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ علی ہذا القیاس واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: امام صاحب کا نام تو نعمان بن ثابت تھا۔ ابو حنیفہ کس لئے کہا جاتا ہے؟

جواب: بیشک امام صاحب کا نام تو نعمان بن ثابت ہے لیکن آپکی کنیت ابو حنیفہ تھی۔ اور کنیت دو قسم پر ہوتی ہے۔ ابن یا اب سے۔ چنانچہ ابن عباس یا ابو یوسف۔ اور دوسری وصف کے سبب سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ ابو الحسنات و ابو تراب و ابو حنیفہ۔ چونکہ امام صاحب نے ملت حنیف پر پورا پورا قبضہ کیا۔ اس لئے اس صفت کے ساتھ موصوف ہوئے۔ کنیت انکی خود بخود ابو حنیفہ ہوگئی۔ اور اصل مذہب وہ ہے کہ جو ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا پس یہ مذہب حنیف قیامت تک قائم رہے گا۔ اسلئے ہر ایک مسلمان کو لازم ہے کہ اس مذہب کی تقلید کرے۔ فقط

سوال: بدعت کس کو کہتے ہیں۔ اور وہ کتنی قسم پر ہے؟

جواب: بدعت وہ چیز ہے جسکی اصل شرح شریف میں نہ لفظاً معلوم ہو نہ اسکے ظاہر و باطن میں پائی جائے۔ چنانچہ کتاب مجالس الابرار صفحہ ۱۲۴ میں بایں لفظ مذکور ہے اَلْبِدْعَةُ السَّيِّئَةُ الَّتِيْ لَيْسَ لَهَا مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ اَصْلٌ وَسَنَدٌ ظَاهِرًا اَوْ خَفِيٌّ مَلْفُوْظًا اَوْ مُسْتَنْبَطًا لَا الْبِدْعَةُ الْغَيْرُ السَّيِّئَةُ الَّتِيْ تَكُوْنُ عَلٰى اَصْلٍ وَسَنَدٍ ظَاهِرٍ وَخَفِيٍّ فَاِنَّهَا لَا تَكُوْنُ ضَلَالَةً بَلْ هِيَ قَدْ تَكُوْنُ مُبَاحَةً یعنی بدعت سیئہ وہ ہے جس کی اصل و سند کتاب کتاب و حدیث سے نہ لفظوں میں نہ خفی مضمون میں ملتی ہو۔ اور بدعت حسنہ وہ ہے جسکی اصل و سند ظاہر یا خفی ملتی ہو۔ اور ایسی بدعت گمراہی نہیں بلکہ یہ کبھی مباح و مستحب ہوتی ہے۔ اور اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں بدعت حسنہ۔ و بدعت سیئہ۔ بدعت حسنہ مستحب کا حکم رکھتی ہے۔ اور بدعت سیئہ حکم ضلالت کا رکھتی ہے۔ اور بدعت حسنہ کی پانچ قسمیں ہیں۔ واجب و مندوب و مباح و حرام و مکروہ۔ اور واجب مثل گمراہ فرقوں کا دلائل عقلیہ سے رد کرنا۔ اور مندوب مثل بنانا مسافر خانوں اور مدرسوں کا۔ اور مثل گوناں گوں کھانا پکا کر کھانا۔ اور حرام مثل مذہب جدیدہ باطلہ ایجاد کرنا۔ اور مکروہ مثل مسجد میں نقش و نگار نکالنا۔ اور کتاب نہایہ شرح ہدایہ و فتح القدیر میں لکھا ہے۔ کہ قرآن مجید و مساجد کو زینت دار کرنا مکروہ نہیں۔ وہو ہٰذا مُبَاحَةٌ كَالْمُصَافَحَةِ وَزِيْنَةِ الْمَسَاجِدِ وَالْمَصَاحِفِ اور روایت ابی سلمہ ہے کہ حضور علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ اگر کتاب اللہ و سنت سے کوئی امر نہ ملے تو پھر کیا کیا جاوے۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ نے فرمایا کہ عابدین مومنین کیطرف دیکھیں۔ جو وہ کریں اسکو قائم کریں کیونکہ انکے افعال خلاف شرع نہ ہوں گے۔ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ اَمْرٍ تَحَدَّثَ لَيْسَ فِيْ كِتَابٍ وَسُنَّةٍ فَقَالَ يُنْظَرُ فِيْهِ الْعَابِدُوْنَ

اور علامہ بدرالدین عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں یوں لکھتے ہیں اَلْمُرَادُ بِہٖ مَا حَدَثَ وَلَیْسَ لَہٗ اَصْلٌ یَدُلُّ عَلَیْہِ الشَّرْعُ وَمَا کَانَ لَہٗ اَصْلٌ فَلَیْسَ بِبِدْعَۃٍ اور علامہ جزری نے نہایہ میں یوں لکھا ہے اَلْبِدْعَۃُ بِدْعَتَانِ بِدْعَۃُ ھُدًی وَبِدْعَۃُ ضَلَالَۃٍ۔ اگر کوئی غیر مقلد اعتراض کرے کہ تم نے بدعت کی اقسام کی تعریف کس حدیث سے نکالی ہے تو اسکا جواب چند حدیثوں سے دینگے۔ وہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس کام کو مسلمانوں کی جماعت پسند کرے اس کام کو اللہ بھی پسند کرتا ہے۔ اور جس کام کو برا سمجھا اللہ تعالٰی کے نزدیک بھی وہ کام اچھا نہیں ہوتا۔ وہو ہٰذا مَارَاٰہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ وَمَارَاٰہُ الْمُؤْمِنُوْنَ قَبِیْحًا فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ قَبِیْحٌ نقل از موطا امام محمد بروایت ابن مسعودؓ و مشارق الانوار صفحہ ۲۴۲۔ اور جو شخص دین میں اچھا کام آغاز کرے اور اس پر لوگ بڑی محبت سے عمل کرنا شروع کریں۔ تو اس شخصکو اجر اُس سے پورا ملتا رہے گا۔ اور اگر کسی نے برے کام کی بنیاد ڈالی، اور اسپر لوگ قائم ہوگئے تو ان کا بوجھ اسکے ذمہ ہوگا۔ کہ جس نے بنیاد بری باندھی تھی۔ وہو ہٰذا وَمَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَلَہٗ اَجْرُھَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ بَعْدِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً سَیِّئَۃً کَانَ عَلَیْھَا وِزْرُھَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ بَعْدِہٖ الخ اور مشکوٰۃ و ترمذی میں بروایت بلال بن حارث مزنی سے یوں مذکور ہے مَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَۃً ضَلَالَۃً لَا یَرْضَاھَا اللّٰہُ تَعَالٰی وَرَسُوْلُہٗ الخ اور کتاب بخاری و مسلم میں بروایت عائشہ بایں الفاظ مذکور ہے مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ۔ اور اگر بدعت کے معنی نئی بات کے لئے جاویں اور یہ کہا جاوے کہ جو حکم آپکی زبان دُر فشاں اور قرآن مجید سے ظاہر نہ ہوا ہو تو وہ بدعت ہے۔ تو یہ کہنے سے معاذ اللہ تمام سلف و خلف و اولیاء اللہ بدعتی ٹھہریں گے۔ کیونکہ اس بلا میں مبتلا رہے۔ اور نہ کوئی اس بلا سے بچ سکتا ہے۔ مثلاً آپ کے زمانہ میں اوّل و آخر تک اسطرح قرآن مجید کے اوراق نہ تھے۔ اور نہ قرآن مجید پر زیر و زبر و شد و مد و جزم ایجاد ہوئی تھیں۔ اور نہ کوئی کتاب علم حدیث و اصول و فقہ و تفسیر وغیرہ تصنیف ہوئی تھی۔ اور نہ اشغال صحابہ رضی اللہ عنہم کا بایں طور تھا جیساکہ آجکل صوفیہ کرام سے معمول ہے۔ فقط۔

سوال: شرک کے کیا معنی ہیں۔ اور مشرک کے لئے نجات ہے یا نہیں؟

جواب: شرک بمعنی ساجھا اور خدا کے سوا دوسرے کو بھی اسکا ہمسر سمجھ کر پوجنا۔ یعنی الوہیت باری میں کسی دوسرے کو بھی اسکے ساتھ شریک کرنا۔ جیساکہ بت پرست لوگ، بتوں کو قرار دیتے ہیں یا جیساکہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے کہ انکی عبادت میں غیر کو مستحق عبادت قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ شرح عقاید نسفی صفحہ ۶۱ میں لکھا ہے۔ اَلْاِشْرَاکُ ھُوَ اِثْبَاتُ الشَّرِیْکِ فِی الْاُلُوْھِیَّۃِ بِمَعْنٰی وُجُوْبِ الْوُجُوْدِ کَمَا لِلْمَجُوْسِ اَوْ بِمَعْنٰی اِسْتِحْقَاقِ الْعِبَادَۃِ کَمَا لِعَبَدَۃِ

مسئلہ معنی شرک

الاَصْنَامِ۔ اور مشرک جنت میں نہیں جائیگا۔ چنانچہ سورۂ نساء میں مذکور ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ○

سوال: اہل قبلہ کی کیا تعریف ہے۔ اور مبتدع کسکو کہتے ہیں۔ اور مبتدع کتنی قسم پر ہے۔ اور انکے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اہل قبلہ وہ گروہ ہے جس میں ایمان ہو۔ اور ایمان کی تعریف فقہائے کرام نے یہ فرمائی ہے اَلْاِيْمَانُ تَصْدِيْقٌ بِالْقَلْبِ وَاِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ اور ایمان کی حقیقت کا دارومدار ان چھ اصولوں پر ہے۔ چنانچہ ایمان مفصل میں ہے اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ یعنی صمدیت عزشانہ کی معرفت فرشتوں کا وجود اور ان کے اقسام اور ان کے مقامات کی معرفت اور کتب منزلہ کی واقفیت انبیاء کرام اور رسل عظام کی معرفت۔ حشر و نشر کی معرفت اور نیکی بدی جو کچھ ہو رہا ہے سب اسکی تقدیر میں ہے۔ اور فتاویٰ معیار الحق ص۳ میں لکھا ہے کہ اَلتَّصْدِيْقُ بِمَا جَآءَ بِهِ النَّبِيُّ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اور جس میں صرف اقرار زبان کا ہو وہ منافق ہے۔ لقولہ تعالیٰ: اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا بِاَلْسِنَتِهِمْ عَلٰى خِلَافِ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ جلالین ولقولہ تعالیٰ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ اور یہودی بیت المقدس یعنی مغرب کی طرف اور نصاریٰ مشرق کیطرف نماز پڑھتے تھے۔ اور اسی کو نیکی سمجھ کر اپنے آپ کو اہل قبلہ کہلاتے تھے۔ تو ان کے وہم و خیال باطلہ کو خداوند کریم نے بایں طور رد فرمایا۔ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ یعنی فرمایا کہ یہی صرف نیکی کی بات نہیں کہ مشرق یا مغرب کیطرف منہ کرکے نماز ادا کرو بلکہ نیکی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ۔ اور تمام کتب سماویہ و حشر و نشر و فرشتوں و نبیوں پر یقین رکھو۔ اور ان کے ضمن میں بہت چیزیں ہیں جنکے ساتھ ایمان لانا ضروری ہے اور علامہ فخر الدین رازی صاحب اپنی تفسیر کبیر میں تحت آیۃ کریمہ اہل قبلہ کی تعریف یوں لکھتے ہیں: اِنَّ اِسْتِقْبَالَ الْقِبْلَةِ لَا يَكُوْنُ بِرًّا اِذَا لَمْ يَكُنْ عَارِفَةً مَعْرِفَةَ اللّٰهِ وَاِنَّمَا يَكُوْنُ بِرًّا اِذَا اَتٰى بِهٖ مَعَ الْاِيْمَانِ وَسَائِرِ الشَّرَائِطِ یعنی صرف استقبال قبلہ ساتھ ایمان اور اسکی تمام شرائط کے نہ ہو۔ کیونکہ دارومدار اعمال صالحہ کا ایمان پر ہے۔ اور اہل قبلہ کی تعریف حضرت ملا علی قاری یوں فرماتے ہیں اِنَّ الْمُرَادَ بِاَهْلِ الْقِبْلَةِ الَّذِيْنَ اتَّفَقُوْا الخ تحقیق اہل قبلہ وہ ہیں جنہوں نے اتفاق کیا ہے ان چیزوں پر جو ضروریات دین سے ہیں۔ جیسے حادث ہونا عالم کا اور حشر اجساد اور علم الٰہی کا محیط ہونا جزئیات و کلیات کو اور جو مثل اسکے ہے۔ اور اگر کوئی شخص ہمیشہ عبادت کرتا رہے اور ضروریات دین سے انکار کرے تو وہ شخص اہل قبلہ نہیں ہوگا۔ اور کتاب ردالمختار صفحہ ۵۸۹ پر ذیل میں اس عبارت کے لکھا ہے وَكُلُّ مَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ قِبْلَتِنَا لَا يُكَفَّرُ بِهَا اَيْ بِالْبِدْعَةِ الْمَذْكُوْرَةِ الْمَبْنِيَّةِ عَلٰى شُبْهَةٍ اِذْ لَا خِلَافَ فِيْ كُفْرِ الْمُخَالِفِ فِيْ ضَرُوْرِيَّاتِ الْاِسْلَامِ یعنی جو شخص ضروریات

مسئلہ: اہل قبلہ کسکو کہتے ہیں۔ اور ان کی تعریف اور ان کے لفظ کا مختصر اسلام سے خارج ہونا ثابت ہے۔

دین کا منکر ہو اسکے کفر میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اگرچہ وہ تمام عمر بندگی میں مصروف رہے۔ ہکذا فی معیار الحق۔ اور فتاویٰ معیار صفحہ
میں لکھا ہے کہ درمختار میں ہے مُبْتَدِعٌ اَیْ صَاحِبُ بِدْعَۃٍ وَھِیَ اِعْتِقَادُ خِلَافِ الْمَعْرُوْفِ عَنِ الرَّسُوْلِ
لَا بِمُعَانَدَۃٍ بَلْ بِنَوْعِ شُبْھَۃٍ یہ تعریف اہل بدعت کی ہے یعنی بدعت یہ ہے کہ معتقد ہونا خلاف اسکے جو معروف
رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔ قال الشامی جیسے پیروں پر مسح کرنا اور مسح خفین سے شیعوں کا انکار کرنا رد المحتار، مگر یہ خلاف
بہ سبب عناد کے نہ ہو بلکہ بسبب شبہ کے ہو قولہ لَا بِمُعَانَدَۃٍ اَمَّا لَوْ کَانَ مُعَانِدًا لِلْاَدِلَّۃِ الْقَطْعِیَّۃِ الَّتِیْ
لَا شُبْھَۃَ لَہٗ فِیْھَا اَصْلًا کَاِنْکَارِ الْحَشْرِ اَوْ حُدُوْثِ الْعَالَمِ وَنَحْوِ ذٰلِکَ فَھُوَ کَافِرٌ قَطْعًا رد المحتار الغرض
انکار حشر اور قدم عالم کا قائل کافر ہے کیونکہ نصوص قطعیہ کا انکار ہے۔ اسمیں تاویل اور شبہ کی گنجائش نہیں۔ اور درمختار میں ہے وَاِنْ
اَنْکَرَ بَعْضَ مَا عُلِمَ مِنَ الدِّیْنِ ضَرُوْرَۃً کَفَرَ بِھَا کَقَوْلِہٖ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی جِسْمٌ کَالْاَجْسَامِ وَاِنْکَارِہٖ
صُحْبَۃَ الصِّدِّیْقِ اور صاحب شامی و خلاصہ نے یوں لکھا ہے وَاِنْ اَنْکَرَ خِلَافَۃَ الصِّدِّیْقِ اَوْ عُمَرَ فَھُوَ کَافِرٌ
یعنی اگر کوئی شخص حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت سے انکار کرے تو بیشک کافر ہے۔ اور صاحب
قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اور علم و ذات و احکام میں نکتہ چینی کرے یا عیب لگائے
یا حقیر جانے یا کسی کو مانے اور کسی سے انکار کرے یا آپکے لباس مبارک کو برا جانے یا آپکے رتبہ کو گھٹائے تو بیشک ان صورتوں
میں کافر ہو جاتا ہے اور کتب عقائد و کتب فقہ میں لکھا ہے کہ جو شخص گناہ کبیرہ یا صغیرہ کو حلال سمجھے یا ہلکا جانے یا کسی حکم شریعت
پر استہزاء اور تمخول کرے یا جو حکم ثابت اجماع امت سے ظاہر ہو چکا اس سے انکار کرے یا کسی نبی کی شان کو اپنے سے نیچی جانے
یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم مبارک کو بے ادبی سے پکارے یا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور علماء عظام
کی اہانت کرے یا کسی کافر و مبتدع کے افعال و اقوالِ بد کو اچھا سمجھے یا شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما
کی خلافت سے انکار کرے۔ یا ان پر طعن و تبرّے بکے یا حضرت عثمان ذوالنورین پر طعن کرے۔ اور کہے کہ اس نے قرآن مجید سے چند صورتیں
نکالدی ہیں۔ اور قرآن مجید کو موجودہ صورت میں ناقص تصور کرے۔ یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کو خاتم النبیین تصور نہ کرے
یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کسی اور کو بھی نبی تصور کرے۔ اور انکار معجزات انبیاء علیہم السلام و انکار معراج جسمی حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام اور کرامات اولیاء کرام کرے۔ یا خداوند کریم کی ذات کے لئے کوئی جہت مقرر کرے۔ یا اسکی ذات کے اوصاف حادث جانے
یا قرآن کریم میں لفظی یا معنوی تحریف کرے۔ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو انبیاء سے بہتر تصور کرے۔ تو ان تمام صورتوں میں بھی انسان
بیدین ہو جاتا ہے۔ چنانچہ تصانیف حضرت احمد رضا خان صاحب مجدد مائۃ حاضرہ و فتاویٰ عالمگیر و درمختار و جوہرہ نیرہ شرح
قدوری اشباہ و النظائر و بحر الرائق و تبیین الحقائق و خزانۃ المفتین و عقود الدریہ مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۹۲ و ۹۳ حکم المرتدین

میں ملاحظہ فرمائیں۔ اَلرَّوَافِضُ کَفَرَۃٌ جَمَعُوْا بَیْنَ اَصْنَافِ الْکُفْرِ مِنْهَا اِنَّهُمْ یُنْکِرُوْنَ الشَّیْخَیْنِ وَمِنْهَا اَنَّهُمْ یَسُبُّوْنَ الشَّیْخَیْنِ سَوَّدَ اللّٰهُ وُجُوْهَهُمْ فِی الدَّارَیْنِ فَمَنِ اتَّصَفَ بِوَاحِدٍ مِنْ هٰذِهِ الْاُمُوْرِ فَهُوَ کَافِرٌ الخ مُتَلَقِّطًا اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی کافر کسی مسلمان کا ترکہ نہیں پا سکتا۔ چنانچہ درمختار صفحہ ۳۸۳ میں مذکور ہے۔ مَوَانِعُهُ الرِّقُّ وَالْقَتْلُ وَاخْتِلَافُ الْمِلَّتَیْنِ اِسْلَامًا وَکُفْرًا۔ اور فتاویٰ عالمگیر جلد ۶ صفحہ ۳۵۸ میں اسطرح پر ہے اَلْمُرْتَدُّ لَا یَرِثُ مِنْ مُسْلِمٍ وَلَا مِنْ مُرْتَدٍّ مِثْلَهٗ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ۔ اور برجندی شرح وقایہ وظہیریہ میں ہے کہ یہ لوگ رافضی ہیں بوجہ عقاید کفریہ کے اسلام سے خارج ہیں۔ وَهٰؤُلَاءِ الْقَوْمُ خَارِجُوْنَ عَنْ مِلَّةِ الْاِسْلَامِ وَاَحْکَامُهُمْ اَحْکَامُ الْمُرْتَدِّیْنَ کَمَا فِی الظَّهِیْرِیَّةِ اور مجمع الانہر جلد اول صفحہ ۷۱۸ مَنْ شَکَّ فِیْ کُفْرِهٖ وَعَذَابِهٖ فَقَدْ کَفَرَ یعنی جسمیں کفر ہے اسکے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے۔ اور اسی طرح شفا شریف میں ہے۔ اور بحرالرائق میں لکھا ہے کہ جو مبتدع کی بات پر راضی ہو جائے وہ بھی منہم شمار کیا جائے گا۔ مَنْ اَحْسَنَ کَلَامَ اَهْلِ الْهَوَاءِ وَقَالَ مَعْنَوِیٌّ اَوْ کَلَامٌ بِهٖ مَعْنًی صَحِیْحٌ اِنْ کَانَ ذٰلِکَ کُفْرًا مِنَ الْقَائِلِ کَفَرَ الْمُحْسِنُ اور بعض لوگ جو بیساختہ کہدیا کرتے ہیں کہ مَنْ صَلّٰی صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاَکَلَ ذَبِیْحَتَنَا فَذٰلِکَ الْمُسْلِمُ جو ہماری سی نماز پڑھے اور قبلے کا استقبال کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے۔ پس وہ مسلمان ہے۔ تو یہ کہنا ان کا کہاں تک صحیح مانا جائیگا۔ جب کہ کتب عقائد اسلامیہ وکتاب وسنت سے یہ امر متحقق ہو چکا ہے۔ کہ نہ بمجرد استقبال قبلہ کے مسلمان ہو سکتا ہے۔ اور نہ باوجود انکار ضروریات دین کے کلمہ پڑھنا مسلمان ہونے کو کفایت کر سکتا ہے۔ اگر ایسا ہی ہوتا تو منافق خارج اسلام سے کیوں کہے جاتے۔ باوجودیکہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز ادا کرتے اور آپ کی معیت میں جہاد کرتے تھے۔ غرضیکہ لزوم کفر سے کفر ہی لازم آتا ہے۔ نقل از معیار۔

سوال: مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ سے کون فرقہ اسلامیہ مراد ہے۔ وہابی ہیں یا نیچری یا مرزائی یا چکڑالوی یا اہلسنت والجماعت؟

جواب: مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ سے مراد فرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعت ہے۔ اور ناجی فرقہ ہونے کے لئے مختصر طور پر دلائل اور ہر ایک مذہب کے عقائد لکھے جاتے ہیں۔ تاکہ ناظرین خود انصاف کر لیں اور سمجھ لیں کہ نجات کا کونسا راستہ ہے۔ اور کون ناجی ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ یعنی اے ایمان والو تم اللہ سے ڈرو جیسا کہ حق ڈرنے کا ہے اور نہ مرو تم مگر اس حالت میں کہ فرمانبردار مسلمان ہو یعنی ایسی روش اختیار کرو کہ جب مرو تو باایمان ہو کر مرو یہ تب ہو سکتا ہے کہ تمام احکام خداوند کریم اور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے دل وجان سے مان کر ان پر عمل بھی ہو لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا اور یقین ہے کہ جو شخص اس رسی کو مضبوط پکڑیگا وہ ضرور ایمان سے مریگا۔ اور حبل سے مراد باختلاف دین اللہ وقرآن مجید واتباع اہلسنت ہے، چنانچہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے

فرقہ ناجیہ کونسا گروہ ہے۔

مروی ہے۔ کہ ہم لوگ مراد ہیں بسخن حبل اللہ الذی قال اللہ تعالیٰ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ (صواعق محرقہ)، اور ترمذی میں بروایت جابر رضی اللہ عنہ ہے کہ آپ نے بروز حجۃ الوداع ناقہ پر بامیظور خطبہ فرمایا۔ یَا اَیُّهَا النَّاسُ یعنی اے لوگو! میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑنے والا ہوں۔ اگر تم اسکو پکڑو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ کتاب اللہ و عترتی اہل بیتی۔ یعنی کتاب اللہ اور میری عترت اہل بیت اور مسلم و مشکوٰۃ میں بھی اسی مضمون کی حدیث وارد ہے۔ اور خداوند کریم نے فرمایا ہے کہ تم لوگ اتفاق جماعت میں قائم رہو۔ اور غیر راہوں کی طرف مت جاؤ۔ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ اس سے معلوم ہوا کہ اجماعی طور سے جس نے اس رسی کو پکڑا وہی ایمان پر مرے گا۔ کیونکہ یہی سواد اعظم جماعت ہے۔ چنانچہ اور حدیث میں ہے اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ یعنی بڑی جماعت کی پیروی کرو کیونکہ لَا يَجْتَمِعُ اُمَّتِيْ عَلَى الضَّلَالَةِ اسی کی تائید پر ہے۔ اور قرآن مجید میں بھی صاف صاف اسی طرح ذکر ہے۔ ناجی فرقہ وہ ہے جو اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کے لوگوں کی اتباع کا خواہشمند ہے۔ وہ لوگ مقدس و برگزیدہ ہیں۔ اور ان کی پیروی کرنے سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ اور وہ لوگ یہ ہیں مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِيْنَ اور انہی میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آجاتے ہیں اور ان کی اتباع کرنے کا نام مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ ہوا۔ اور جو سبیل المومنین کی پیروی سے منحرف ہوا وہ یقیناً ناری ہوا کما قال اللہ تعالیٰ وَمَنْ يَّتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاۤءَتْ مَصِيْرًا۔ اور یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ بہتر فرقے کس لئے ناری ہیں کیا وہ خدا کو نہیں مانتے اور رسول و خدا کو پیشوا نہیں جانتے۔ اور قبلہ و کعبہ کی طرف نماز نہیں پڑھتے۔ سب کچھ کرتے ہیں لیکن خلاف مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ کے ہو کر طرح طرح کے راستے مطابق نفس و ہوا کے نکالتے ہیں۔ اور تقلید شخصی کو حرام و شرک و بدعت قرار دے رکھا ہے۔ حالانکہ صحابہ کرام ایک دوسرے کی تقلید کرتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس حضرت عثمان ذی النورین کو کہا کہ قرآن مجید میں ذکر آچکا ہے فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ یعنی میت کے کم از کم تین بھائی بہنیں ہوں تو ان کی ماں کو چھٹا حصہ ملنا چاہیئے۔ چونکہ اخوۃ جمع کا صیغہ ہے جو زبان عرب میں تین سے کم پر نہیں بولا جا سکتا۔ اور آپ دو بہن بھائی پر بھی لبطور رواج ماں کو چھٹا حصہ دلاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اسکا فیصلہ پہلے ہو چکا ہے میں ان کی پیروی نہ چھوڑوں گا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک روز عوام الناس کو اسطرح کہا کہ میں ابوبکر صدیق کی رائے کو کبھی نہ چھوڑوں گا۔ کیونکہ وہ ہم سے بہتر ہیں۔ اور ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کے خزانے کو بیت المال کیطرح تقسیم کر دینے کا خیال ظاہر کیا۔ اور ایک اصحابی نے کہا کہ آپ کے دونوں رفیقوں نے یہ کام نہیں کیا ہے۔ تو فرمایا کہ میں ان کی پیروی کو نہ چھوڑوں گا۔ پس ان دلائل مختصرہ سے یہ معلوم ہوا کہ بدوں تقلید شخصی آئمہ و مجتہدین کے کسی فرد کا چارہ نہیں۔ اور اسی سے ہمارے بزرگان دین نے لکھ دیا ہے کہ جو شخص آئمہ اربعہ میں سے کسی ایک کا پیرو ہو کر نہ چلے وہ ناری اور اہل بدعت

ہے چنانچہ طحطاوی حاشیہ درمختار سے نقل کیا ہے مَنْ كَانَ خَارِجًا مِنْ هٰذِهِ الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ فِيْ ذٰلِكَ الزَّمَانِ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْبِدْعَةِ وَالنَّارِ۔ اور صاحب مجالس الابرار نے صفحہ ۱۳۰ پر لکھا ہے کہ اہل بدعت گناہگار سے بدتر ہے کیونکہ گناہگار اپنے گناہ سے توبہ کرتا ہے اور شرمندہ ہوتا ہے۔ اور مبتدع اپنی بدعت سے توبہ واستغفار نہیں کرتا۔ بلکہ وہ اس کام کو طاعت سمجھ کر ادا کرتا ہے لِاَنَّ المعاصی یتاب عنہا والبدعۃ لا یتاب عنہا وصاحب المعاصی یعلم یکون مرتکب المعاصی فیوجی لہ التوبۃ والاستغفار واَمّا صاحب البدعۃ یعتقد انہ فی طاعۃ وعبادۃ ولا یتوب ولا یستغفر اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھا ہے کہ مبتدع کے ساتھ موانست ومجالست نہ کی جائے اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھی جائے۔ اور گنہگار کے ساتھ نماز کا ادا کرنا مکروہ تحریمہ ہے۔ چنانچہ حاشیہ طحطاوی میں لکھا ہے اما الفاسق العالم فلا یقدم لان فی تقدیمہ تعظیم وقد وجب علیہم اہانۃ شرعًا ومفاد ہذا کراہۃ التحریمہ اور برادران اسلام کو واضح ہو کہ ذرا انصاف سے عقائد فرقہ غیر مقلدین مسمّٰی باہلحدیث ونیچری ومرزائی وغیرہ کے ملاحظہ فرما کر خود انصاف اور وزن کرلیں۔ وہو ہذا۔

عقائد غیر مقلدین: خدا پاک کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔ اور اسکا عرش پر مکان کرنا۔ کرسی پہ پاؤں رکھنا۔ اور یا رسول اللہ کہنے سے منع کرنا اور ذکر میلاد مبارک کو جنم کنھیا سے مشابہت دینا اور گیارہویں وعرس بزرگان دین کو بدعت کہنا۔ اور آپکی ذات کا علم شیطان سے کم سمجھنا۔ اور علم غیب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مطلقًا انکار کرنا۔ اور آپکے علم غیب کو تشبیہ مجنون و بہائم وجمیع حیوانات سے دینا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم چھوٹے بڑے بھائی جیسی سمجھنی اور تمام انبیاء واولیاء کرام کو خدا کے سامنے چمار سے ذلیل بیان کرنا اور آپکے تصور کو نماز میں گاؤ وخر سے بدتر سمجھنا اور آئمہ اربعہ اور خاصکر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو ہر مسئلہ میں مخالف احادیث سمجھ کر مرجیہ اور رائی اور اپنے سے کم فہم اور لاعلم تصور کرنا۔ اور تمام کتب حنفیہ کو بری نظر سے دیکھنا اور حقارت سے کہدینا کہ یہی تمام کتب متداولہ حنفیہ کو جلا دینا چاہیئے۔ کیونکہ ان کے پڑھنے سے انسان ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور تمام مقلدین احناف بزرگانِ خدا کو رافضی پلید اور گدھے اور نالائق اور مشرک۔ وبدعتی ومنکر احادیث ومثل منافق وقبر پرست وجہنمی کہنا اور سلسلہ نبوت کا حضور کے بعد جاری سمجھنا اور تقلید شخصی کو شرک وبدعت کہنا۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فیصلہ وقوع طلاق ثلاثہ سے صاف انکار کرنا۔ (از رسالہ اہلحدیث ثناء اللہ) اور استمداد اولیائے کرام سے صاف انکار کرنا۔ بعض معجزات سے انکار اور بعض کا قائل ہونا وغیرہ) اگر کسی صاحب کو شک ہو تو رسالہ اہلحدیث ثناء اللہ ومعیار تقلید وتقویۃ الایمان وبوئے غسلین وشعار الحق وبراہین قاطع وتحذیر الناس وحفظ الایمان واشتہار فقیر اللہ درحق ثناء اللہ وتفسیر ثنائی واصول زندگی وفتاوٰی رشیدیہ وظفر المبین وغیرہ وغیرہ کا مطالعہ کرے۔

قدرے عقائد فرقہ غیر مقلدین وہابیہ

عقائد مذہب شیعہ: خلافت حقہ اصحاب ثلاثہ سے صاف انکار اور ان پر لعن طعن کرنا اور گالیوں سے ان کو یاد کرنا اور قرآن مجید کو محرف سمجھنا لَیْسَ مِنْ کَلَامِ اللّٰہِ بَلْ ھُوَ مُحَرَّفٌ عَنْ مَوْضِعِہٖ (کلینی) اور آدم علیہ السلام پر اصول کفریہ ثابت کرنا (تفسیر صافی و کلینی) اور حضور علیہ السلام و انبیاء کو تبلیغ احکام میں قاصر سمجھنا (روضہ) اور صحابہ پر لعن طعن کرنے کو ثواب سمجھنا (مصائب النواصب) اور خلیفہ اول کو غاصب و خائن اور تمام صحابہ کو بغیر چار پانچ کے مرتد سمجھنا اور ام المومنین صاحبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عصمت سے انکار کرنا (حق الیقین) اور بعض حضرت علی کو خدا بھی کہتے ہیں۔ اور انبیاء تقیہ ساز اور خداوند کریم کے لئے جسم بھی مقرر کر لیتے ہیں۔ باقی عقائد اور مسائل ان کے حقیقت[1] مذہب شیعہ میں مطالعہ کریں۔

اور نیچری صاحب تو ضروریات دین کے صاف صاف منکر ہیں۔ دوزخ جنت بعث و نشر عذاب قبر خیر و شر من اللہ معجزات کے منکر اور قرآن مجید ان کے ہاں قابل ترمیم ہے۔ وحی مجذوبانہ کلام تاثیر اسماء اور وجود آسمان کوئی چیز نہیں (کما فی تفسیر سید احمد) اور ندوہ تمام کا مجموعہ ہے (نقل از معیار الحقائق)

عقائد قادیانی: اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ قَرِیْبًا مِّنَ الْقَادِیَانِ قرآن میں ہونا اور مرزا صاحب کا زمین و آسمان نئے سرے بنانا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معراج جسمی سے انکار کرنا۔ اور قرآن مجید کو اپنے منہ کی باتیں کہنا (اشتہار لیکھرام مارچ ۱۸۹۷ء) اور فرشتے کو اکب کا نام تصور کرنا۔ فرشتوں کا اپنے پر نازل ہونا۔ اور انبیاء کو کاذب سمجھنا (ازالہ صفحہ ۶۲) اور آپ کی وحی کو غلط کہنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف نجار کا فرزند سمجھنا۔ اور اپنے والد کی بنائی ہوئی مسجد کو مسجد حرام سمجھنا۔ اور معجزات کو مسمریزم کہنا۔ اور اپنی کتاب براہین کو خدا کا کلام تصور کرنا (ازالہ صفحہ ۳۳۳) اور اپنے آپ کو سچا نبی اور رسول سمجھنا (دافع البلا صفحہ ۱۱) اور خداوند کریم کے لئے اولاد کا ثبوت کرنا اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ وَلَدِیْ وَاَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے سے حقیر سمجھنا وہ یہ ہے: ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو　　　اس سے بہتر غلام احمد ہے

علیٰ ہذا القیاس مشتے نمونہ از خروارے چند عقائد[2] لکھدیئے گئے۔

سوال: اسقاط کے کیا معنی اور کیوں کی جاتی ہے۔ اور میت کو اس سے کیا فائدہ؟ اور اسکا ثبوت کیا ہے؟

جواب: اسقاط بمعنی گرادینا۔ چنانچہ کتب لغات کتاب وجیز الصراط میں بایں الفاظ عبارت تحریر ہے۔ کہ اسقاط آن چیز است کہ رد کردہ شود از ذمہ میت بایں قدر کہ میسر شود۔ اور اسقاط اس لئے کی جاتی ہے کہ انسان سے اکثر بوجہ نسیان

---

[1] حقیقت مذہب شیعہ ۲ جلدوں میں ہے قیمت عصر: [2] باقی عقائد و جوابات مرزا کتاب قہر یزدانی بر قلعہ قادیانی میں ملاحظہ کریں قیمت ۸/

احکام شرعیہ عمداً یا سہواً رہ جاتے ہیں۔ مثل نماز و روزہ و کفارہ یمین و ظہار و حج و قتال وغیرہ پس وہ امور اسکے ولی کے ادا کرنے پر میت سے گر جاتے ہیں۔ اسلئے ولی کو لازم ہے کہ جسطرح ہو سکے۔ ان کو ادا کرے۔ جیسا کہ کتاب نسائی فی سنتہ الکبریٰ اور عبدالرزاق فی کتب الوصایا و نصرۃ الحق و شرح برزخ میں مذکور ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُصَلِّیْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَلَا یَصُوْمُ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَلٰکِنْ یُطْعِمُ عَنْہُ مَکَانَ کُلِّ یَوْمٍ مُدَّیْنِ مِنْ حِنْطَۃٍ (رواہ النسائی فی السنۃ الکبریٰ) ونصرۃ الحق) یعنی ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نماز نہ پڑھے اور نہ روزہ رکھے کوئی کسیکیطرف سے مگر یہ کہ طعام دیوے اسکے ہر دن کے عوض دو مدّ گندم اور مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۷۰ باب القضاء میں بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہما بایں الفاظ حدیث مذکور ہے عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَمَنْ مَاتَ وَعَلَیْہِ صِیَامُ شَھْرِ رَمَضَانَ فَلْیُطْعِمْ عَنْہُ مَکَانَ کُلِّ یَوْمٍ مِسْکِیْنًا رواہ الترمذی وقال الصحیح اِنَّہٗ مَوْقُوْفٌ عَلَی ابْنِ عُمَرَ یعنی جس کے ذمہ نماز و روزہ اگر رہ جائے تو اسکا ولی ان کے بدلے کسی مسکین کو کھانا کھلاوے اور سرِ خود ان کو ادا نہ کرے۔ اور اسکی تائید پر یہ حدیث بھی مشکوٰۃ و موطا باب مذکور میں بایں الفاظ موجود ہے۔ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ کَانَ یُسْئَلُ ھَلْ یَصُوْمُ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ اَوْ یُصَلِّیْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ فَیَقُوْلُ لَا یَصُوْمُ اَحَدٌ وَلَا یُصَلِّیْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ (رواہ فی المؤطا) اور کتاب شرح برزخ میں بروایت ابن عباس مذکور ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَا یُصَلِّیْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَلَا یَصُوْمُ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَلٰکِنْ یُطْعَمُ عَنْہُ اور اگر کوئی غیر مقلد اعتراض کرے کہ بخاری و مسلم میں بروایت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مَنْ مَاتَ وَعَلَیْہِ صَوْمٌ صَامَ عَنْہُ وَلِیُّہٗ یعنی جس کے ذمہ روزہ رہ جائے تو اس کے عوض میں ولی روزہ رکھے پس ہم اسکا جواب چند وجہ پر دیں گے۔ اول تو یہ حدیث منسوخ ہے۔ چنانچہ کتاب وجیز الصراط میں لکھا ہے وَمَا وَرَدَ مِنْ قَوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَصُوْمِیْ عَنْ اُمِّکِ وَقَوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَعَلَیْہِ صَوْمٌ صَامَ عَنْہُ وَلِیُّہٗ فَمَنْسُوْخٌ کَذَا فِی الْبُرْھَانِ وَغَیْرِہٖ ھٰکَذَا قَالَ الطَّحَاوِیْ وَغَیْرُہٗ اور دوسرا یہ ہے کہ اسمیں نماز کا ذکر نہیں ہے صرف روزہ کا ذکر ہے جو کہ دوسرا بھی رکھ سکتا ہے۔ علاوہ اسکے غیر مقلد غزنوی امرتسری صاحب نے ترجمہ مشکوٰۃ کے حاشیہ میں یوں لکھا ہے کہ ہر دو صورت جائز ہے۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی لمعات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ نزدیک مذہب حنفیہ و جمہور علما و بقول شافعی رضوان اللہ علیہم اجمعین بعوض ان کے طعام مسکینوں کو دیا جائے و ہو ہٰذا۔ وَذَھَبَ الْجُمْھُوْرُ اِلٰی اَنَّہٗ لَا یَصُوْمُ عَنْہُ وَبِہٖ قَالَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ وَمَالِکٌ وَشَافِعِیٌّ فِیْ اَصَحِّ قَوْلَیْہِ عِنْدَ اَصْحَابِہٖ وَقَوْلُ الْحَدِیْثِ بِاَنَّ الْمُرَادَ اِطْعَامُ الْوَلِیِّ عَنْہُ وَتَکْفِیْرُہٗ عَنْہُ فَعِنْدَنَا اِنْ اَوْصٰی فَیُؤْخَذُ مِنْ ثُلُثٍ وَعِنْدَ الشَّافِعِیِّ اَوْصٰی اَوْ لَمْ یُوْصِ فَیُؤْخَذُ

مِنْ کُلِّ مَالِہٖ نقل از حاشیہ مشکوٰۃ اور قرآن مجید میں مطلقاً فدیہ ادا کرنیکا ذکر ہے۔ لقولہ تعالیٰ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ یعنی اوپر ان لوگوں کے جو طاقت رکھتے ہیں کھانا ہے ایک مسکین کا۔ اور شرح وقایہ میں ہے کہ جو شخص رمضان مبارک میں بیمار ہو جائے اور پھر چند روز صحت پا کر مر جاوے تو اسکا ولی اسکی طرف سے روزوں کے قضا ہے کے بدلے مسکینوں کو کھانا کھلاوے۔ اور اسی طرح مسافر کیطرف سے وَاِنْ مَاتَ فِيْ سَفَرٍ مَرَضٍ فَاِنْ صَحَّ اَوْ قَامَ ثُمَّ مَاتَ فَدَى عَنْهُ وَلِيُّهٗ بِقَدْرِ مَافَاتَ عَنْهُ اور یہ بھی لکھا ہے کہ ثلث مال سے نماز و روزہ کا فدیہ ادا کریں۔ اور فدیہ نماز کا مثل روزوں کے ہے۔ وَتَصِحُّ مِنْ ثلث وفدية كل صلوٰة كصوم يوم وهو الصحيح اور شرح الیاس میں یوں لکھا ہے وَيُعْتَبَرُ فدية كل صلاةٍ فَاتَتْ كَصَوْمِ يوم اى كفديةِ صَوْمٍ اور صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے کہ اگر میّت نے وصیت کی تو ولی کو لازم ہے کہ نصف ٹوپہ گندم سے اور دو ٹوپہ جَو اور کھجوروں کے بدلے ہر نماز و روزہ کے ادا کرے۔ وہ عبارت یہ ہے۔ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ قَضَاءُ رَمَضَانَ فَاَوْصٰى بِهٖ اَطْعَمَ عَنْهُ وَلِيُّهٗ لِكُلِّ يَوْمٍ مِسْكِيْنًا نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ اَوْ صَاعٍ مِنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِيْرٍ لِاَنَّهٗ عَجَزَ مِنَ الْاَدَاءِ وَكَذٰلِكَ اِذَا اَوْصٰى بِالْاِطْعَامِ عَنِ الصَّلٰوةِ پس مسلمانوں کو لازم ہے کہ اپنے بھائی غریب مسلمان پر رحم کریں اور خاصکر اسوقت تو نہایت درجہ پر میت عاجز ہوا کرتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے میّت کے ولی پر یہ حکم لگا دیا ہے کہ بعوض نماز و روزہ کے کھانا مسکینوں کو کھلائے تاکہ اس سے عذاب کی تخفیف ہو جائے چنانچہ اس حدیث میں ہے عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَا يُصَلِّيْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَلَا يَصُوْمُ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَلٰكِنْ اِنْ كُنْتَ فَاعِلًا تَصَدَّقْتَ عَنْهُ اَوْ اَهْدَيْتَ (رواہ عبدالرزاق فی کتاب الوصایا و نصرۃ الحق) اور صاحب در مختار جلد اول باب القضاء الفوائت و غایۃ الاوطار نے لکھا ہے وَلَوْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَلَوَاتٌ فَائِتَةٌ وَاَوْصٰى بِالْكَفَّارَةِ يُعْطٰى لِكُلِّ صَلٰوةٍ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ كَالْفِطْرَةِ وَكَذَا حُكْمُ الْوِتْرِ وَالصَّوْمِ وَاِنَّمَا يُعْطٰى مِنْ ثُلُثِ مَالِهٖ وَلَوْ لَمْ يَتْرُكْ مَالًا يَسْتَقْرِضُ وَارِثُهٗ نِصْفَ صَاعٍ مَثَلًا وَيَدْفَعُهٗ لِفَقِيْرٍ ثُمَّ يَدْفَعُهُ الْفَقِيْرُ لِلْوَارِثِ ثُمَّ وَثُمَّ حَتّٰى يَتِمَّ فقط یعنی اگر شخص مرا اور اسکے ذمہ نمازیں فوت شدہ ہیں۔ اور وصیت کی کفارہ دینے کی تو دیا جائے ہر نماز کے لئے آدھا صاع گیہوں مانند صدقہ فطر کے اور ایسا ہی حکم ہے وتر اور روزہ کا یعنی ان میں سے ہر ایک کے عوض صدقہ فطر کی مانند دینا چاہیئے۔ اور یہ کفارہ میت کے تہائی مال سے دیا جائے۔ اگر میّت نے کچھ مال نہ چھوڑا یا اتنا ہو کہ سب نمازوں کے کفارہ کو کافی نہ ہو تو میّت کا وارث یہ تدبیر کرے کہ نصف صاع گیہوں قرض لے۔ اور اسکو فقیر کے حوالے کرے پھر وہ فقیر ہبہ کرے۔ اور وارث پھر فقیر کو دے اسی طرح بار بار کرے یہاں تک کہ کفارہ تمام ہو جائے۔ در مختار۔ اور اگر کوئی غیر مقلد اس مقام میں اعتراض کرے کہ نماز قضا کے عوض صدقہ دینا کس حدیث میں ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ابو داؤد اور ابن ماجہ میں بروایت سمرہ بن جندب با ننظر

مذکور ہے کہ کہا جندب نے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جس نے جمعہ کو بے عذر چھوڑا وہ صدقہ دے ایک دینار اور جسکو جمعہ نہ ملا وہ نصف دینار صدقہ دے۔ اور ایک روایت میں ہے آدھا درہم اور دو درہم اور ایک مدّ اور نصف مدّ بھی آیا ہے۔ اور دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ہوتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک درہم یا ایک صاع یا ایک مُد گندم سے دیا جائے۔ اور مُد سیر کا ہوتا ہے۔ اور صاع میں چار مُد آتے ہیں۔ وہو ہٰذا عَنْ سَمُرَةَ ابْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَلْيَتَصَدَّقْ بِدِيْنَارٍ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِنِصْفِ دِيْنَارٍ رواہ احمد والبوداؤد وابن ماجہ مشکوٰۃ باب الجمعہ صفحہ ۱۳۔ اور علاوہ اسکے دو مد گندم دینے کا ذکر حدیث نمبر اول میں گذر چکا ہے۔ اب غیر مقلد صاحب کی خدمت میں بڑے ادب سے عرض ہے کہ ذرا انصاف اور ایمان سے ایک سال نماز روزوں کا حساب لگا کر بیان کریں کہ کتنا غلہ و نقد فدیہ فی سال کا دینا پڑتا ہے فتدبر۔

سوال: مریض کو پہلے مرنیکے یعنی عند الموت کیا کیا وصیت کرنی چاہیئے۔ اور اسقاط قبل از دفن کی جائے یا اسکے بعد؟

جواب: آدمی کو چاہیئے کہ قبل از موت اپنے عزیزوں اور ہمسایوں سے اور جن لوگوں کے اسپر حق ہیں ان سے بخشالے۔ اور جنکا ادا ہونا بہت مشکل ہو جیسا کہ حقوق اللہ تعالیٰ مثل نماز و روزہ و حج اور ان کے لئے ثلث مال سے وصیت کرے چنانچہ کتاب مجالس الابرار صفحہ ۳۲۸ میں مذکور ہے وہو ہٰذا۔ وَيُوْصِيْ بِمَا لَمْ يَتَمَكَّنْ مِنْ اَدَائِهٖ فِي الْحَالِ حَتّٰى لَوْ كَانَ عَلَيْهِ حَقٌّ مِنْ حُقُوْقِ اللّٰهِ تَعَالٰى كَالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَالصَّوْمِ وَالْحَجِّ وَغَيْرِهَا يَجِبُ عَلَيْهِ اَنْ يُّوْصِيَ لِهٰذِهِ الْحُقُوْقِ بِثُلُثِ مَالِهٖ اَنْ يَّحْتَجَّ اِلَيْهِ (وَاِنْ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ) حَقٌّ مِنْ هٰذِهِ الْحُقُوْقِ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الْوَصِيَّةُ بَلْ يَنْبَغِيْ لَهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى حَالِ الْوَرَثَةِ فَاِنَّهُمْ اِنْ كَانُوْا صِغَارًا فَالْاَفْضَلُ لَهٗ تَرْكُ الْوَصِيَّةِ یعنی متوفی قبل از انتقال اقرباء و مال باپ و ہمسایہ وغیرہ سے معافی طلب کرے۔ اور جنکا ادا کرنا مشکل ہو جیسا کہ حقوق اللہ تعالیٰ مثل نماز و روزہ و زکوٰۃ و حج وغیرہ۔ تو ان کے ادا کرنے کے لئے وصیت کرے اور یہ واجب ہے کہ ثلث مال سے وصیت کرے۔ اگر اسکے ذمہ کوئی حق اللہ تعالیٰ کا باقی نہیں رہا تو پھر وصیت کرنا واجب نہیں۔ اور حدیث شریف میں ہے۔ کہ اگر متوفی نے موافق حکم شریعت کے جس کام کی وصیت کی ہو اسکو ضرور ادا کریں۔ اگر اس نے وصیت نہیں کی تو ان کے لئے صدقہ دے کر ان کے لئے ثواب بخشیں۔ چنانچہ نسائی میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سے پوچھا کہ یا حضرت والدہ میری مر گئی ہے اور اس نے وصیت نہیں کی۔ کیا اسکے لئے صدقہ کریں۔ اسکو پہنچے گا۔ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہاں بیشک پہنچے گا۔ اور وہ حدیث یہ ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ سَعْدًا اسْئَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اُمِّيْ مَاتَتْ وَلَمْ تُوْصِ اَفَاَتَصَدَّقُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ اَيْضًا اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمَّهٗ تُوُفِّيَتْ اَفَيَنْفَعُهَا اَنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ اور صدقہ میت کے

مسائل وصیت اور اسقاط کس وقت کیا جائے۔

لئے بخشنا اس صورت میں مستحب ہے۔ اور علامہ کرمانی شارح بخاری اور کتاب شرح برزخ میں یوں لکھتے ہیں۔ اگر کوئی تم سے مرجائے تو اس کے لئے ضرور صدقہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ اس دن میں نہایت درجہ پر عاجز ہوا کرتا ہے۔ وہو ہٰذا۔ قَالَ الْحَسَنُ مَا يَتَصَدَّقُ بِهِ الرَّجُلُ اٰخِرَ يَوْمٍ مِنَ الدُّنْيَا اَوَّلَ يَوْمٍ مِنَ الْاٰخِرَةِ اور اسکے آگے یوں لکھا ہے اَیْ اَحَقُّ زَمَانٍ تَصَدَّقَ فِيْهِ الرِّجَالُ فِيْ اَحْوَالِهٖ اٰخِرَ عُمُرِهٖ اور حدیث شریف میں ہے فَارْحَمُوْا مَوْتَاكُمْ یعنی تم اپنے مُردوں پر رحم کرو۔ اور اسقاط قبل از دفن کرنی چاہیئے۔ چنانچہ شرح الصدور و شرح برزخ صفحہ ۱۲۳ بروایت ابی ابن کعب حدیث تحریر ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ موت مقام خوف ہے پس صدقہ کرو پہلے دفن کرنے سے وہ حدیث یہ ہے اَخْرَجَ اُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَوْتُ فَزَعٌ فَتَصَدَّقُوْا لَهٗ قَبْلَ الدَّفْنِ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ اجْعَلُوْا الخ اور حدیث معلّق واجب العمل ہے مانند حدیث متصل کے۔ اور صاحب شرح برزخ وغیرہ نے لکھا ہے۔ کہ پہلے یہ کام کرنا سنت ہے جیسا کہ حدیث مذکور کے تحت میں لکھا ہے۔ افاد الحدیث اَنَّ التَّصَدُّقَ لِرُوْحِ الْمَيِّتِ قَبْلَ الدَّفْنِ سُنَّةٌ لَوْ خَتَمَ لَهُ الْقُرْاٰنَ كَانَ جَائِزًا يُرْجٰى فِيْهِ نَجَاةُ الْمَيِّتِ وَكَانَ السَّلَفُ عَلٰى ذٰلِكَ یعنی صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ اور غزمزنی سے روایت ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ تم صدقہ کا ثواب دفن کرنے سے پہلے کر دیا کرو۔ اور وہ یہ حدیث بایں الفاظ معلّق ہے۔ اَخْرَجَ اَغَرَّ الْمُزَنِيْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَصَدَّقُوْا مَوْتَاكُمْ قَبْلَ الدَّفْنِ لَعَلَّ اللّٰهُ تَعَالٰى يُنْجِيْهِ بِذٰلِكَ نقل از شرح برزخ اور کتاب طحطاوی اور شرح الصدور میں بایں الفاظ حدیث مذکور ہے قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَصَدَّقُوْا الْمَوْتَاكُمْ قَبْلَ الدَّفْنِ لِيَكُوْنَ ذٰلِكَ فِدْيَةً مِنْ اَيْدِيْ مَلٰئِكَةِ الْعَذَابِ یعنی فرمایا آپ نے مُردوں کے لئے صدقہ کرو پہلے دفن کرنے سے پس ہوگا یہ فدیہ سامنے فرشتوں کے عذاب سے اور بخاری کتاب بلوغ المرام میں بایں الفاظ حدیث وارد ہے کہ ایک عورت نے قوم جہینہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں آکر عرض کی کہ میری ماں مرگئی ہے اور اسنے نذر مانی تھی کہ میں حج کروں گی۔ کیا میں اب اسکی طرف سے حج کروں۔ آپ نے فرمایا بیشک اگر تیری ماں کے ذمہ کسی کا قرضہ رہجاتا تو تو ادا کرتی یا نہ۔ اسنے کہا۔ ہاں یا رسول اللہ ضرور ادا کرتی آپنے فرمایا یہ تو خداوند کریم کا اسکے ذمہ قرضہ ہے اسکو ضرور ادا کر۔ پس اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ حقوق اللہ اگر میت کے ذمہ ہے تو ولی اسکو ضرور ادا کرے تاکہ میت عذاب الٰہی سے نجات پا جائے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر کسی کے ذمہ کچھ قرضہ رہ جاتا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسکا جنازہ نہ پڑھتے تھے۔ تاوقتیکہ اسکو ادا نہ کر لیتے۔ اور مشکوٰۃ باب النذر میں ہے۔ کہ ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ یا حضرت میری ماں مرگئی ہے اور اسکے ذمہ نذر ہے۔ اب میں کیا کروں۔ آپ نے فرمایا

کہ تو اسکو ادا کر۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر کسی نے نذر ادا نہ کی ہو۔ تو کفارہ قسم کا ادا کرے۔ اگر کوئی غیر مقلّد کہے کہ ہم صدقہ دینے سے منع نہیں کرتے بلکہ ہم تو اسقاط کو بدعت کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ کسی اصحابی سے ثابت نہیں ہوئی۔ تو اسکا جواب ہم یہ دیں گے کہ اکثر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے احکام شرعیہ کے ادا کرنے میں سستی و غفلت نہیں کی۔ بلکہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زبانِ مبارک سے کوئی حکم صادر ہوتا۔ تو فی الفور بلا دریغ اسی وقت اسکو مان کر ادا کر لیتے۔ اگر کسی صحابی سے کسی عذر کے سبب سے کوئی حکم رہ جاتا۔ تو پھر اسکو ادا کرتے۔ ورنہ اسکے عوض میں انکے وارث فدیہ ادا کرتے۔ اگر کوئی حکم فی نفسہٖ کرنے کے قابل ہوتا۔ تو اسکو سر خود ادا کرتے۔ اگر میّت کے ذمہ کوئی حکم مثل نماز و روزہ و حج و کفارہ یمین و ظہار و نذر کا نہ رہ جاتا۔ تو پھر بھی میّت کے لئے قرآن مجید و صدقہ کا ثواب پڑھکر بخشتے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قربانی کیا کرتے۔ اور مائی خاتونِ جنت اور امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے روٹی پکا کر بخشتی۔ اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے فرزند ابراہیم کے لئے شیر و طعام و کلام کا ثواب پڑھکر بخشا۔ اور الفاظ اس حدیث شریف کے آگے تحریر کئے جائیں گے۔ اور علاوہ اسکے آثار صحابہ و احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ جس کے ذمہ نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ و کفارہ نذر و کفارہ یمین کا رہجاتا۔ تو آپ ان کے ولیوں پر ان کے ادا کرنے کا حکم لگا دیتے۔ اور وہ جو حکم قابل سر خود کرنیکا ہوتا تو اسکو خود ادا کرتے۔ ورنہ انکے عوض میں فدیہ دیدیتے۔ کیونکہ قبل از دفن ایسا فدیہ ادا کرنے سے میّت پر عذاب کی تخفیف ہو جاتی۔ اور اسلئے اس فدیہ کا نام اسقاط رکھا گیا ہے کہ بایں طور ادا کرنے سے وہ امور جو اسکے ذمہ رہ جاتے ہیں وہ گر جاتے ہیں۔ اور زبان عرب میں اسکا نام اسقاط رکھا گیا ہے۔ اور تمام کتبِ فقہ حنفیہ شافعیہ میں لکھا ہے کہ قبل تقسیم ترکہ کے تجہیز و تکفین و قرضہ و فدیہ نماز و روزہ و کفارہ یمین و نذر وغیرہ جو حقوق اسکے ذمہ رہ چکے ہیں ان کو بحساب و انصاف ثلث مال سے ادا کریں۔ اور پھر باقی ماندہ ورثہ موافق شریعت کے آپس میں تقسیم کر لیں۔

سوال: اگر متوفی نے وصیّت کی کہ میرے مرنیکے بعد ضرور اسقاط کریں اور وہ شخص مر گیا۔ اور اسکا ورثہ کچھ نہ نکلا یا کچھ نکلا تو اسکے مال کے مالک یتیم ہیں تو اسوقت کسطرح کیا جاوے۔ اگر کچھ بھی نہیں نکلا تو کسقدر قرضہ لے کر اسقاط کرنا جائز ہے۔ اور اسکا مال بہت نکلا اور اسکا وارث کوئی نہیں تو پھر کسطرح کیا جائے۔

جواب: اگر اس صورت میں متوفی کا مال کچھ نکلے یا نہ نکلے تو ہر دو صورت میں ولی پر اسقاط کرنا واجب ہے۔ اگر میّت قرضدار ہو تو قریبی رشتہ دار اپنی طرف سے ادا کریں۔ کیونکہ میّت کے ذمہ احکام شریعت مثل نماز و روزہ و ظہار کے رہ چکے ہیں اگر ورثہ نکلے تو ثلث مال سے ادا کریں۔ چنانچہ اس عبارت سے ظاہر ہے قال فی الطحطاوی وینفذ الوصیۃ من الثلث بشرط ان لایکون فی الترکۃ دین من دیون العباد حتی لوکان ینفذ ذٰلک من ثلث الباقی الا

اسقاط کے بارہ میں رفتار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

اسقاط کرنا واجب کس حالت میں ہے۔

اذا لم یکن لہ وارث فجینئذٍ ینفذ من جمیع ما بقی اگر کچھ مال کے مالک یتیم ہوں تو اسوقت بدوں تقسیم ترکہ کے ان کے حق سے اسقاط نہ کیجائے اور ان کے مال سے ایک درہم نہ پکڑا جائے چنانچہ عالمگیری میں [1] ہے وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثۃ بالغین فان کانت فی الورثۃ صغیر لم یتخذ واذٰلک من الترکۃ کذا فی التاتار خانیہ وان اتخذ ولی المیت طعاما للفقراء کان حسنا الا ان یکون فی الورثۃ صغیر فلا یتخذ واذٰلک من الترکۃ اور اگر اس صورت میں ولی قرضہ لے کر اسقاط کرے تو بھی جائز ہے چنانچہ در مختار میں ہے۔

سوال : اسقاط کس طرح کی جاوے۔ اور اگر مال اندک ہو تو پھر کیا حیلہ کیا جاوے۔ اور حیلہ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور مال اسقاط کسکا حق ہے؟

جواب : اگر متوفی کے ذمہ روزے رمضان شریف و کفارہ یمین و سجدہ سہو و تلاوت و واجبات میں سے کوئی حکم رہ جائے اور متوفی اسکے ادا کرنے کے لئے وصیت بھی کر جائے تو ثلث مال سے اسقاط کریں۔ اگر متوفی نے وصیت تفسیر امور متروکہ کی نہیں کی اور لوگوں کو بھی معلوم نہیں کہ اسکے ذمہ کون کون حکم باقی ہیں پس اگر وہ ان کو ادا کرنا چاہیں تو اسکی عمر شماری کا حساب کریں اگر مرد ہو تو اسکی عمر سے بارہ سال حساب نکال دیں۔ اگر عورت ہو تو اسکی عمر سے نو سال اور بدلفی روزہ نیم سیر گندم اور آدھ سیر نماز پنجوقتی اور دو ثار برائے نماز وتر پس بایں حساب باقیماندہ سالوں کا اندازہ لگا کر مال اسقاط محتاجان و غریباں کو بانٹ دیں اگر علمائے دین غریب ہوں یا ان کے ساتھ بوقت معین کرنے کے وعدہ کیا گیا ہو تو بھی اس صورت میں مال اسقاط انہیں کا حق ہو جاتا ہے چنانچہ فتاویٰ اصول العماوی و وجیز الصراط میں ہے اِذَا اَعْتَنُوْهُمْ لِاِمَامِهِمْ شَیْئًا مِنَ الْاَوْقَافِ وَالصَّدَقَاتِ وَالْهَدَایَا وَغَیْرِهَا وَلَزِمَهُمْ اَدَاؤُهَا اور فتاویٰ جواہر صفحہ ۲۳۶ میں لکھا ہے معلم و متعلم کی خدمت اہل اسلام پر واجب ہے مَنِ اشْتَغَلَ بِتَعَلُّمِ الْعِلْمِ وَاجِبٌ عَلَى الْمُسْلِمِیْنَ كِفَایَتُهٗ وَاِذَا كَانَ الْعَالِمُ وَالْمُتَعَلِّمُ فِیْ بَلَدٍ لَیْسَ لَهُمْ بَیْتُ الْمَالِ وَظِیْفَةٌ یَجِبُ عَلَى الْاَغْنِیَاءِ تِلْكَ الْبَلْدَةِ نَفَقَتُهٗ وَكِسْوَتُهٗ ؁ اگر اسقدر ثلث مال نہ ہو اور کوئی چیز قیمتی مثل قرآن مجید یا مروارید لے کر محتاجان و غریباں کو برائے متوفی دیدیں۔ اگر ایسا نہ کریں تو اسطور پر حیلہ کریں کہ اپنی طرف سے اندک قرضہ لے کر مساکین کو دیدیں۔ پھر وہ مسکین اسکو دیدے اور اسطرح حساب پورا کریں۔ چنانچہ صاحب طحطاوی نے لکھا ہے اگر میت کے ترکہ سے کچھ مال نہ نکلے تو ولی ضرور ان امور کو ادا کرے۔ وھو ہذا وَلَوْ لَمْ یَتْرُكْ مَالًا یَسْتَقْرِضُ وَارِثُ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ وَیَدْفَعُهٗ الْفَقِیْرَ الْوَارِثَ ثُمَّ وَثُمَّ حَتّٰی

[1] یہ عبارت قاضیخاں جلد اول فصل فی مسجد اور دوسری عبارت عالمگیر جلد ۵ باب الہدایا و الضیافات میں ملاحظہ کریں۔ فقط

علمائے دین کا حق کل لوگوں پر واجب ہے۔ بصورت حیلہ دور الفقراء استحقاط و مستحقین ان

یتم ھٰکذا فی درمختار باب قضاء الفوائت[1]۔ اور قرآن مجید وحدیث صحیحہ سے حیلہ کرنا ثابت ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایوب علیہ السلام نے حالت بیماری میں غصہ میں آکر قسم کھائی تھی کہ میں اپنی بیوی کو سو لکڑی ماروں گا۔ تو جب انکو صحت ہوئی اور متفکر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ حیلہ بتادیا کہ تم اپنی عورت کو سو تیلہ جھاڑو کا مارو۔ تو قسم تیرے ذمہ سے اتر جائیگی۔ اور وہ آیت یہ ہے قال اللہ تعالیٰ۔ وَخُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ اور اسی طرح حافظ محمد لکھوی صاحب غیر مقلد اپنی کتاب زینت الاسلام حصہ دوم صفحہ ۴۳ میں بایں الفاظ ابیات تحریر کرتے ہیں۔

ابیات

وارث اتے فرض جو فدیہ صوم صلوٰۃ تمامی ‌ ‌ ترکجا حصہ ترکیاں دیویں سکیناں انعامی

جے سارا فدیہ طاقت ناہیں حیلہ ایہ کچیوے ‌ ‌ کل نمازاں روزے فدیہ کنک حساب گنیوے

فر کنک سار یدی قیمت موجب کرنے جمع روپیئے ‌ ‌ جے سٹھ روپیہ بنیا مثلاً چیز کوئی پھر لیوے !

قیمت جدی پنج روپئے ملک فقیر کچیوے ‌ ‌ موڑ فقیر وارث نوں بخشے پھر اسنوں بخشیوے

جدیاراں واری اینویں کرسن سٹھ روپیہ تقیوے ‌ ‌ ایہ حیلہ شرعی کچیوے میت شاید اوہ بخشیوے

اور انواع مولوی عبداللہ مطبوعہ لاہوری صفحہ ۳۹ میں یوں لکھا ہے : ؎

ست ویہاں من اٹھ من ست وچوں سیر گھٹا ‌ ‌ اے وردہے راتیں اسقاط میت شاہ جہانی آ

اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۶۶ میں طریقہ اسقاط یوں تحریر ہے کہ اگر شخصے بمیرد برائے فدیۂ او ہفت چیز جمع کنند قدرے زر و نقرہ و مس و قرآن و پارچہ و جامہ و غلہ و قند جمع نمودہ وارث او بگوید خداوند فلاں ترک فرض وواجب وسنت کردہ باشد۔ ودریں حالت قضائے آں ممکن نیست وہرچہ حرام ومکروہ ہست بجا آوردہ باشد۔ از توبہ آں عاجز است اگرچہ عمر او چہل است وزیادہ ہمیں ہفت روز باز گردد۔ ایں ہفت چیز بمقابلہ تقصیرات ہفت روز میدہم۔ وشخص دیگر قبول کند۔ خدا تعالیٰ آں میت را در اول شب گور در باغ بہشت کند۔ وہکذا فی جامع الرموز اور قرآن مجید ایک دوسرے کو

---

[1] : درمختار جلد اول باب قضاء الفوائت میں یوں لکھا ہے۔ وَلَوْ مَاتَ وَعَلَیْهِ صَلَوٰتٌ فَائِتَةٌ وَاَوْصٰی بِالْكَفَّارَةِ یُعْطٰی بِكُلِّ صَلٰوةٍ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ كَالْفِطْرَةِ وَكَذَا حُكْمُ الْوِتْرِ وَالصَّوْمِ وَاِنَّمَا یُعْطٰی مِنْ ثُلُثِ مَالِهٖ وَلَوْ لَمْ یَتْرُكْ مَالًا یَسْتَقْرِضُ وَارِثُهٗ نِصْفَ صَاعٍ مَثَلًا وَیَدْفَعُهٗ لِفَقِیْرٍ ثُمَّ یَدْفَعُهُ الْفَقِیْرُ لِلْوَارِثِ ثُمَّ وَثُمَّ حَتّٰی یَتِمَّ۔ اگر کسی صاحب نے زیادہ تحقیقات کرنی ہو تو رسالہ احسان الاموات بالصدقات والاسقاط مولفہ مولوی نبی بخش صاحب حلوائی ملاحظہ کریں۔

بار بار دینا اور لینا چنانچہ موجودہ زمانہ میں اکثر مُلا کیا کرتے ہیں۔ اسکا کوئی ثبوت نہیں۔ ہاں اگر صرف قرآن مجید محض للہ بروح میت بایں الفاظ دیدے کہ خداوندا اس شخص سے کچھ احکام تیرے ادا ہوئے اور کچھ ادا نہیں ہوئے۔ اب یہ ادا کرنے سے عاجز ہے۔ اور عوض ان کے یہ قرآن مجید اس درویش کو دیتا ہوں۔ اور لینے والا کہے کہ میں نے قبول کیا۔

سوال: بسم اللہ شریف یا کلمۂ شہادت یا کوئی اور اسم ذاتی یا صفاتی میت کی پیشانی یا کفنی پر لکھنا خاک یا سیاہی سے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بسم اللہ شریف یا کلمہ شہادت و اسم ذاتی یا صفاتی خاک سے پیشانی یا کفنی پر لکھنا مستحب ہے جیساکہ درمختار باب جنازہ جلد اول میں بایں الفاظ عبارت تحریر ہے۔ وَكَتَبَ عَلٰى جَبْهَتِهٖ اَوْ عِمَامَتِهٖ اَوْ كَفْنِهٖ عَهْدُ نَامَهْ يُرْجٰى اَنْ يَّغْفِرَ الْمَيِّتُ اور صاحب زاویہ نے روایت کی ہے کہ فاروق گھوڑوں کی رانوں پر جو کہ طبیلہ میں رہتے تھے اسم الٰہی لکھے جاتے تھے رُوِيَ اَنَّهٗ كَانَ مَكْتُوْبًا عَلٰى فِخَاذِ اَفْرَاسٍ فِيْ اَصْطَبْلِ فَارُوْقِ حَبِيْسٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور کثیر ابن عباس نے اپنے کفن کے اطراف پر یہ کلمہ تحریر کیا جیساکہ عبدالرزاق اپنی تصنیف میں کثیر ابن عباس کا یہ حال لکھا ہے كَتَبَ فِيْ اَطْرَافِ اَكْفَانِهٖ يَشْهَدُ كَثِيْرُ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ هٰكَذَا فی نصب الرایہ اور علامہ شامی وبزاز اور تاتار خانیہ و فتاویٰ عبدالحی جلد ۳ و وجیز الصراط وغیرہ احباب نے اس امر کو جائز لکھا ہے اور صاحب فتح القدیر نے سورہ یٰسین وغیرہ کو مکروہ لکھا ہے اگر کوئی اسم لکھنا ہو تو خاک سے لکھنا چاہیئے۔ اور میت کو قبل از جنازہ قدمی دینا سنت ہے۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ مَنْ حَمَلَ الْجَنَازَةَ بِجَوَانِبِ الْاَرْبَعِ فَقَدْ قَضٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ اَيْضًا مُحَمَّدُ بْنُ حَنِيْفَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ ثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ مُعْتَمِرٍ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ حَمْلُ الْجَنَازَةِ بِجَوَانِبِ السَّرِيْرِ الْاَرْبَعِ رواہ ابن ماجہ نقل از وجیز الصراط مقالہ ۶ .:.

سوال: نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں اور میت کے پاؤں کے غسل دینے کے وقت کسطرف کرنے بہتر ہیں؟

جواب: جنازہ پڑھنے کے بعد نزدیک علمائے سلف وخلف دعا مانگنا جائز ہے۔ چنانچہ حدیث صحیح میں مذکور ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کا جنازہ پڑھا اور سلام پھیر کر یہ دعا اس میت کے لئے مانگی۔ وہ حدیث یہ ہے وَصَلّٰى عَلَيْهِ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَاَدْخِلْهُ جَنَّتَكَ رواہ البیہقی وَقَالَ الْحَاكِمُ هٰذَا الْحَدِيْثُ صَحِيْحٌ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات جلد اول کتاب الجنازہ فصل ثانی میں فرماتے ہیں۔ احتمال دارد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در جنازہ فاتحہ بعد از نماز یا پیش از آں بقصد تبرک خواندہ باشند چنانچہ الآں متعارف است۔ اور اسی طرح محدث فتح محمد برہانپوری

[بیرونی حاشیہ پر دستی تحریر: میت کو کفنی ... / ... نماز جنازہ کے بعد دعا ...]

بوقت غسل میت کے پاؤں کس طرف کئے جائیں۔

اپنی کتاب مفتاح الصلوٰۃ میں باینطور تحریر کیا ہے کہ چوں از نماز فارغ شوند مستحب است کہ امام با الصالح دیگر فاتحہ لبقرتا مفلحون طرف سر جنازہ و فاتحہ لبقر یعنی آمن الرسول طرف پائیں بخواند کہ در حدیث وارد است در بعضے احادیث بعد از دفن واقعہ شدہ ہر دو وقت کہ میسر شود مجوز است و نہر الفائق شرح کنز الدقائق جلد اول باب الجنائز میں ہے وَلَقُولُ بَعْدَ صَلَاۃِ الْجَنَازَۃِ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ اور ہدایہ جزو ثانی جلد اول باب الجنائز کے ابتداء میں بیہقی سے روایت ہے کہ جب صحابی براء بن معرور رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے انتقال کیا۔ تو حضور نے خود ایسا کیا چنانچہ گذر چکا ہے کہ صاحب قنیہ وزاہدی نے اس بات کو مکروہ لکھا ہے تو یہ ہر دو صاحب معتزلہ ہیں۔ لہذا ان کے اقوال پر کوئی اعتبار نہیں کیونکہ ان کا یہ قول مخالفِ حدیث صحیح و علماء سلف و خلف رحمۃ اللہ علیہم کے ہے نقل از کتاب شرح برزخ صفحہ ۱۱۳۔ اور میت کے پاؤں قبلہ کیطرف بوقت نہلانے کے کرنے بہتر ہیں۔ جیسا کہ بوقت بیطاقتی نماز پڑھنے کے لئے کئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ اس عبارت سے ظاہر ہے وَحَبَّبَ يُؤْمِيْ اِيْمَاءً مُسْتَلْقِيًا طُوْلًا عَلٰى قَفَاءٍ وَرِجْلَاهُ نَحْوَ الْقِبْلَةِ كَمَا يُوْضَعُ فِي الصَّلٰوةِ بِالْاِيْمَاءِ وَعَلَيْهِ الْمَشَائِخُ وَاخْتَارَ الْبَعْضُ مِنْ اَصْحَابِنَا اَنْ يُّوْضَعَ مُسْتَلْقِيًا عَلٰى قَفَاهُ عَرْضًا رَاْسُهٗ نَحْوَ الْقِبْلَةِ كَمَا يُوْضَعُ فِي الْقَبْرِ وَعَلَيْهِ الْمُتَاَخِّرُوْنَ نقل از مجالس الابرار و شرح برزخ صفحہ ۱۲۰۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جسطرح آسانی سے جگہ تختہ کی ملتی ہو اسی طرح سے رکھا جائے۔ ہکذا فی ظہیریہ و فتاویٰ عالمگیری۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مسئلہ: قبر پر قرآن پڑھنا اور فاتحہ خوانی کرنا اور تلقین کرنا اور قبر پر چراغ وغیرہ جلانا۔

سوال: قبر پر میت کو تلقین اور دانوں پر فاتحہ خوانی یا قبر پر چراغ جلانا یا کوئی یوم مقرر کر کے ہفتہ تک روٹی دینی یا قبر پر جمع ہو کر قرآن پڑھانا یہ سب امور جائز ہیں یا بدعت؟

جواب: بیشک میت کی قبر پر تلقین کرنا اور فاتحہ خوانی اور جمع ہو کر قرآن شریف قبر پر پڑھنا پڑھانا جائز ہے۔ چنانچہ صاحب شامی و در مختار و مضمرات و غرائب و فتاویٰ جواہر نے لکھا ہے قِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ عِنْدَ الْقُبُوْرِ مَكْرُوْهٌ عِنْدَ الْحَنِيْفَةِ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ لَا وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى مِنَ الْمُضْمَرَاتِ وَالْاَصَحُّ اَنَّهٗ لَا يُكْرَهُ یعنی قرآن شریف کا پڑھنا قبر کے پاس امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے اور نزدیک امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے کوئی خوف نہیں۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ مکروہ[1] نہیں ہے نقل از فتاویٰ جواہر صفحہ ۴۳۳۔ اور آئمہ دین سلف و خلف اسی بات پر ہیں کہ قاریوں کا

---

[1] قرآن مجید کا قبر پر پڑھنا صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ مشکوٰۃ وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ اور امام صاحب کے نزدیک بھی قرآن مجید مسلمانوں کی قبر پر پڑھنا جائز ہے۔ ہاں کافر و منافق و بدمذہب کی قبر پر قرآن پڑھنا ناجائز ہے۔ اور گلی ہوئی میت پر مکروہ ہے۔

قبر پر بیٹھنا کوئی مکروہ نہیں۔ اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۶۳ میں یوں لکھا ہے وَاِذَا دُفِنَ الْمَیِّتُ یَنْبَغِیْ اَنْ تَجْلِسُوْا سَاعَةً عِنْدَ الْقَبْرِ بَعْدَ الْفَرَاغِ وَیَدْعُوْا لِلْمَیِّتِ وَقِرَاۃُ الْقُرْاٰنِ عِنْدَ الْقُبُوْرِ لَا یُکْرَہُ ھٰکَذَا فِی الْعَالَمْگِیْرِیَّةِ وَ عُمْدَۃُ الْقَارِیْ شَرْحِ صحیح بخاری و فتح القدیر و تکمیل الایمان و امام زرقانی مالکی شرح موطا اور اس بات پر تمام علماء احناف کا اتفاق ہے کہ قاریوں کا بٹھانا قرآن مجید پڑھنا جائز بلا کراہت ہے اور فتاویٰ نجم الدین و کتاب مجالس الابرار وغیرہ کتب فقہ اور احادیث میں لکھا ہے کہ صاحبِ قبر کو ضرور تلقین کی جائے۔ و ہو ہٰذا قولہ علیہ السلام لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ شَھَادَۃَ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور علمائے دین اسلام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا یہ تلقین بوقت سکرات الموت کیجاوے اور بعض نے کہا کہ بوقت دفن کی جائے اور فتاویٰ جواہر صفحہ ۱۹ میں لکھا ہے کہ بعد دفن کے یہ تلقین کی جاوے وہو ہٰذا التلقین بعد الدفن فَعَلَہٗ بَعْضُ مَشَائِخِنَا وَھُوَ مُعْتَادٌ فِیْ بَعْضِ الْبِلَادِ اور مولانا مولوی احمد رضا خانصاحب مدظلہ العالی مجدد مائۃ حاضرہ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ بعد از دفن میت کی قبر پر اذان ضرور کہی جائے کیونکہ خود آپ نے سعد بن معاذ کی قبر پر الفاظ اذان کے بآواز بلند کہے تھے۔ اور اس حدیث کو امام احمد طبرانی و بیہقی نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے بیان کیا ہے۔ کہ اگر کسی مصلحت کی وجہ سے کوئی روز معین فاتحہ خوانی کے لئے کیا جاوے تو اسمیں کوئی گناہ نہیں۔ چنانچہ خود حضرت مسعود رضی اللہ عنہ نے وعظ کے لئے کسی مصلحت کیوجہ سے جمعرات کا روز معین کر لیا تھا اور یہ ذکر مشکوٰۃ و بخاری و مسلم میں موجود ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اخیر میں جمعہ کے روز کو وعظ کے لئے مقرر کر رکھا تھا۔ حالانکہ قرآن مجید میں وعظ کرنے کے لئے کسی روز اور وقت کی قید نہیں۔ اور شیخ عبد الحق محدّث دہلوی نے ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے مستحب است کہ صدقہ کردہ[1] شود از موت بعد از دفن و از عالم تا ہفت روز اور صاحب سراج المنیر نے یوں لکھا ہے وَیُسْتَحَبُّ اَنْ یَّتَصَدَّقَ عَنِ الْمَیِّتِ بَعْدَ مَوْتِہٖ سَبْعَةَ اَیَّامٍ پس اس امر میں دوسرا اور چوتھا اور ساتواں سب داخل ہوئے اور تفسیر درمنثور میں تحت آیۃ کریمہ عُقْبَی الدَّارِ کے لکھا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مع صحابہ احد میں شہدا کی قبروں پر سال بسال ضرور جایا کرتے تھے۔ و ہو ہٰذا۔ کَانَ یَاْتِیْ اُحُدَ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ عَامٍ وَسَلَّمَ عَلٰی قُبُوْرِ الشُّھَدَاۤءِ وَیَقُوْلُ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ

مسئلہ تیجہ چہلم برسی

---

[1] تیسواں چالیسواں کرنا جائز ہے۔ چنانچہ کتاب برزخ و کتاب عین العلم شرح زین العلم صفحہ ۲۶ امیں نیز بایں طور لکھا ہے وَیَتَصَدَّقُ الْوَلِیُّ قَبْلَ مُضِیِّ لَیْلَةٍ بِشَیْءٍ اِنْ تَیَسَّرَ وَاِلَّا یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ بِالْفَاتِحَةِ وَاٰیَةِ الْکُرْسِیِّ وَالتَّکَاثُرِ عَشْرًا فِیْ کُلٍّ وَیَھَبُہٗ الثَّوَابَ وَیَقِفُ مستند بر الْقِبْلَةِ وَیُوَاظِبُ عَلَی الصَّدَقَةِ سَبْعَةَ اَیَّامٍ ۱ھ اور تفسیر عزیزی جلد آخر صفحہ ۱۱۱ سورۃ انشقت تحت آیت والقمر فیصلہ تحریر ہے فقط باقی ذکر مقدمہ سلطان الفقہ میں ملاحظہ کریں ✤ خادم شریعت۔

اور کلمہ طیبہ کی گنتی دانوں اور تسبیحوں پر کرنے میں کوئی عیب نہیں۔ چنانچہ حضرت سید جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے ملفوظات میں لکھتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں ستّو تسبیح ہزار دانہ کی ایک صندوق میں پڑی ہوئی ہے۔ اور وفات میت پر تیسرے روز یا اول روز یا جسوقت چاہتے ہیں جمع ہوکر ان پڑھکر اسکا ثواب میّت کو بخشدیتے ہیں۔ اور در المنظوم فی ترجمہ ملفوظات المخدوم صفحہ ۱۰ و صفحہ ۷۸۴۔ اور حضرت مجدد الف ثانی جلد ثانی میں یوں تحریر کرتے ہیں۔ بیاران و دوستان فرمایند کہ ہفتاد ہزار بار کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ الخ بروحانیت یکے بخشند۔ و ہزار بار دیگر بروحانیت دیگرے از دوستاں دعا فاتحہ مسئول ہست اور اسکی تائید پر یہ حدیث وارد ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مِائَۃَ اَلْفَ مَرَّۃٍ وَّجَعَلَ ثَوَابَہٗ لِلْمَیِّتِ غَفَرَ اللّٰہُ لِذٰلِکَ الْمَیِّتِ وَاِنْ کَانَ مُوْجِبًا لِلْعُقُوْبَۃِ کَمَا فِیْ زَادِ الْاٰخِرَۃِ یعنی جو شخص ایک لاکھ مرتبہ کلمہ طیب کو پڑھکر کسی میت کو اسکا ثواب بخشیگا اور اسکی برکت سے میّت کو خداوند کریم بخشدے گا۔ اگرچہ میت مستحق عذاب ہو۔ اور کلمہ شریف کا ذکر تمام ذکروں سے افضل ہے۔ اور جمع ہوکر ذکر کرنا بھی جائز ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ جو شخص ہمکو مجلس میں یاد کرتا ہے میں اسکو اس سے بہتر مجلس میں یاد کرتا ہوں۔ ایک روایت صحیح میں یوں بھی مذکور ہے کہ جس مجلس میں ذکر خداوند کریم ہو رہا ہو وہاں چپ ہوکر مت بیٹھو۔ بلکہ تم بھی ذکر کرو۔ اور اگر کوئی کہے کہ قرآن مجید اور کلمات طیبات کی اجرت یعنی تو حرام ہے یہ علماء و درویش کیوں لیتے ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ صحابہ نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا ہم کتاب اللہ پر مزدوری لیویں فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہاں بیشک مزدوری لو۔ کیونکہ قرآن مستحق تر ہے کہ تم اس پر اجر لو اور یہ حدیث بخاری شریف و مشارق الانوار میں باین الفاظ مذکور ہے فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ اَحَقَّ مَا اَخَذْتُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا کِتَابُ اللّٰہِ فقط۔ اور قبروں پر بیفائدہ چراغ جلانا گناہ ہے۔ ہاں اگر رات کو وہاں جاکر بیٹھتے ہوں یا ذکر اذکار کرتے ہوں یا کوئی خوف ہو تو پھر ان صورتوں میں چراغ اور آگ جلانا جائز ہے۔ چنانچہ تفسیر روح البیان تحت آیۃ کریمہ اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ کے لکھا ہے وَکَذَا ایقاد القنادیل والشمع عند قبور الاولیاء فالمقصد فیہا مقصد حسن ونذر الزیت والشمع لاولیاء یوقد عند قبورہم تعظیما ومحبۃ فیہم جائز لا ینبغی المنہی عنہ اور اسی طرح علامہ محمد حسن سندھی میرپوری اپنی تصنیف مفاتحہ میں لکھتے ہیں وَاِسْرَاجُ السِّرَاجِ عَلٰی قُبُوْرِ الْاَوْلِیَآءِ لِاِسْتِرَاحِ النَّاسِ مُبَاحٌ۔ اور جہاں کہیں قبروں پر چراغ جلانیکی ممانعت کتب فقہ و احادیث میں وارد ہوئی ہے وہاں بیفائدہ قبروں پر چراغ جلانا مراد ہے۔ ہکذا فی مجمع البحار و فتاویٰ سندیہ فقط۔

قبروں پر چراغ جلانا

قبروں پر قبہ بنانا

سوال: قبروں پر قبہ بنانا اور پھول چڑھانا اور بوسہ لینا اور غلاف قبر پر ڈالنا جائز ہے یا بدعت؟

جواب: نزدیک بعض علماء کے یہ سب افعال مکروہ ہیں۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ سب افعال مستحسن ہیں۔ چنانچہ شیخ

عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح سفر السعادت میں لکھتے ہیں کہ انداختن غلاف بر قبر شریف وافروختن چراغ وغیرہ تکلیفات کہ بر مزار ہائے اولیاء اللہ جملہ از مستحسنات اند الخ اور بدعت کہنا ان امور کو جائز نہیں۔ کیونکہ ان امور کا ثبوت احادیث صحیحہ سے پایا جاتا ہے۔ چنانچہ سنن ابوداؤد میں قاسم بن محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا فَقُلْتُ یَا اُمَّاہُ اکْشِفِی لِیْ عَنْ قَبْرِ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَیْہِ فکشف لی ثلثۃ قبور الحدیث یعنی قاسم بن اکابر تابعین اور فقہائے سبعہ مدینہ طیبہ علی صاحبہ التحیۃ والسلام صحابہ سے ہیں چنانچہ طبقات، میں ہے کہ میں حضرت اُمّ المحدثین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی خدمت میں عرض کی کہ کھولو ہمارے سردار سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی مزار اقدس کو اور آپکے دونوں یاروں کی قبر منور کو پس حضرت ام المومنین نے تینوں قبروں کو کھولا پس ان پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ انکو اٹھا دیا۔ اور طوالع الانوار کے حاشیہ پر یوں لکھا ہے۔ وتقبیل بغیر المصحف کقبور الانبیاءِ وَمَنْ یتبرّک بِھِمْ فَلِلْعُلَمَاءِ فِیْہِ کَلَامٌ کرھتہ بعضھم واستحسنہ بعضھم حتی ان الشافعی اباحہ مطلقًا اور فتاوی سندی صفحہ ۱۳۷ میں لکھا ہے کہ علمائے اربعہ کا فتویٰ اسکی عدم کراہت پر ہے۔ اور مرقات شرح مشکوٰۃ میں ذیل اس حدیث کے یوں لکھا ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرِ الْمَدِیْنَۃِ فَاَقْبَلَ عَلَیْھِمْ بِوَجْھِہٖ وَقَالَ بَعْضُ الْعُلَمَآءِ لَابَأْسَ بِتَقْبِیْلِ قَبْرِ الْوَالِدَیْنِ اور امام بخاری جامع الصحیح اور امام نووی کے مناسک میں یوں لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما حضور جس منبر پر بیٹھ کر وعظ فرمایا کرتے تھے اسجگہ پر ہاتھ مل کر منہ پر ملتے تھے۔ اور حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ قرآن شریف کو چوم کر چہرہ پر ملتے تھے۔ وان ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وضع یدہ علی مقعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم من المنبر ثم وضعھا علی وجھہ نقل از فتاوئ سندی اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ نعلین مبارک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چومنا بھی جائز ہے۔ اور بزرگان دین کی قبروں پر گنبد بنانا برائے جلالیت انکی کے اور قاریوں کے قرآن مجید پڑھنے اور بیٹھنے کی خاطر اور عوام الناس کی زیارت کے لئے بلا کراہت جائز ہے۔ چنانچہ کتاب کشف النور صاحب تفسیر روح البیان جلد اول صفحہ ۸۸۹ نے لکھا ہے ان البدعۃ الحسنۃ الموافقۃ المقصود الشرع لیسمی منہ فبناء القباب علی قبور العلماء والاولیاء والصلحاء امر جائز اذا کان القصد بذلک التعظیم فی عین العامۃ حتی لا یحتقر واصاحب ھذا القبر

قبور کو بوسہ دینا

مطبوعہ مصر

عہ نہایہ میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کو اپنے والدین کی قبر کو بوسہ دینے کی اجازت دی چونکہ اسنے نذر مانی ہوئی تھی فقط اصل الفاظ حدیث شریف سلطان الفقہ کے مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔ خادم شریعت۔

اور صاحب ذوالفقار حیدری سندی اور علامہ ملا علی قاری حنفی شرح مشکوٰۃ اور مشکوٰۃ المصابیح تعلیقات بخاری سے یوں تحریر کیا ہے الحسن بن الحسن بن علی ضربت امراتہ القبۃ علیٰ قبرہ سنۃ الخ یعنی وصال کیا حضرت امام حسن للثنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تو انکی بیوی نے آپکی قبر پر ایک سال تک خیمہ کھڑا کیا تھا۔ اور علامہ قاری نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں بایں الفاظ بیان کیا ہے الظَّاھِرُ اَنَّہٗ لِاِجْتِمَاعِ اَحْبَابِ اللّٰہِ وَالْقِرَاۃِ وَحَضُوْرِ اَصْحَابِ الدُّعَاءِ بِالْمَغْفِرَۃِ وَالرَّحْمَۃِ اور جو آپ نے قبروں پر مکان وغیرہ بنانیکی ممانعت فرمائی ہے وہاں بھی کراہت پر محمول ہے نہ اسکی حرمت پر۔ اور وجہ اسکی یہ ہے کہ لوگ بوجہ تفاخر مال و دولت کو قبروں کی عمارت پر برباد کر دیتے تھے۔ چنانچہ آجکل یہودی و نصاریٰ کی قبروں پر عمارتیں بنی ہوئی جیساکہ ابن الہمام نے اس مسئلہ کی تشریح تخصیص قبور کی شوکا کر دی ہے۔ ھٰذَا الْحَدِیْثُ مَحْمُوْلٌ عَلٰی مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَہٗ مِنْ تَعْلِیَۃِ الْقُبُوْرِ بِالْبِنَاءِ الْحَسَنِ الْعَالِیْ کَمَا فِیْ حَاشِیَۃِ التِّرْمَذِیْ وَحَاشِیَۃِ نَسَائِیْ اور مجمع البحار میں ہے پس بزرگان دین کی عظمت و رفعت شان اور برائے رعب اسلام کے پاس بیٹھ کر قرآن پڑھنے والوں کی خاطر اور زائرین کے آرام کے لئے قبور اولیاء کرام پر گنبد بنانا کوئی گناہ نہیں۔ چنانچہ علمائے سلف و خلف کا اسی بات پر عمل لگاتار چلا آیا ہے اور بیشک بیفائدہ قبور پر قبہ بنانا جائز نہیں۔ اور مجمع البحار جلد ثانی میں لکھا ہے وَقَدْ اَبَاحَ السَّلَفُ اَنْ یُّبْنٰی عَلٰی قُبُوْرِ الْمَشَائِخِ وَالْعُلَمَاءِ وَالْمَشَاھِیْرِ لِیَزُوْرَھُمُ النَّاسُ وَیَسْتَرِیْحُوْنَ بِالْجُلُوْسِ فِیْہِ الخ اور صاحب درمختار نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے وَلَا یُرْفَعُ عَلَیْہِ بِنَاءٌ وَقِیْلَ لَا بَاْسَ بِہٖ وَھُوَ الْمُخْتَارُ اور ملا علی قاری نے بھی اسی طرح تحت حدیث ممانعت[1] کے لکھا ہے۔ اور قبر پر بطور نشانہ جھنڈا کھڑا کرنا کوئی گناہ نہیں۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عثمان بن مظعون کی قبر پر خود ایک پتھر نشانہ کے طور پر کھڑا کر دیا۔ وہ حدیث یہ ہے۔ قَالَ لَمَّا مَاتَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ اُخْرِجَ بِجَنَازَتِہٖ فَدُفِنَ اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا اَنْ یَّاْتِیَہٗ بِحَجَرٍ فَلَمْ یَسْتَطِعْ حَمْلَھَا فَقَامَ اِلَیْھَا فَوَضَعَھَا عِنْدَ رَاْسِہٖ وَقَالَ اَعْلَمُ بِھَا قَبْرَ اَخِیْ اور اس کے تحت میں ملا علی قاری نے یوں لکھا ہے یُسْتَحَبُّ اَنْ یُّجْعَلَ عَلٰی قَبْرٍ عَلَامَۃٌ یُعْرَفُ بِھَا لِقَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَبْرَ اَخِیْ۔ اور ترمذی[2] و نسائی میں مذکور ہے کہ آپ نے نشان کے طور پر جھنڈا سفید رنگ کا رکھا تھا۔ اور کبھی سیاہ رنگ کا بھی رکھتے تھے۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَایَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

مسئلہ: نشان کے طور پر قبر پر جھنڈا کھڑا کرنا

---

[1] حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں بھی قبہ بنانا اولیاء اللہ کی قبر پر جائز ہے۔ چنانچہ میزان جلد اول صفحہ ١٩٠ اور رحمۃ الامہ کے حاشیہ میں یوں لکھا ہے ومن ذٰلک قول الائمۃ الثلاثۃ ان القبر لا یبنی اولا یخصص مع قول ابی حنیفۃ بجواز ذٰلک الخ ولا یبنی القبور ولا یخصص عند الثلاثۃ وجواز ذٰلک ابوحنیفۃ۔ نقل از رحمۃ الامہ باقی ذکر مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔ خادم شریعت۔

[2] غرضیکہ نشان کے طور پر قبر پر پتھر یا جھنڈا یا کوئی اور شے لگا دینا بغرض پہچان کے منع نہیں۔ بغرض رسم و رواج بیفائدہ منع ہے۔ خادم شریعت۔

قبروں پر پھول چڑھانا

كَانَتْ سَوْدَاءَ وَلِوَاءُ اَبْيَضُ ۔ اور قبروں پر پھول چڑھانا مستحب ہے چنانچہ علامہ طحطاوی نے ۔ حاشیہ مراقی الفلاح میں تحریر کیا ہے ۔ وَ قَدْ وَرَدَ فِي الْحَدِيْثِ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَقَّ جَرِيْدَةً بِنِصْفَيْنِ وَوَضَعَ عَلٰى كُلِّ قَبْرٍ نِصْفًا وَكَانَا قَبْرَيْنِ يُعَذَّبُهُمَا وَقَالَ اِنِّيْ لَا اَرْجُوْ اَنْ يُّخَفَّفَ عَنْهُمَا مَالَمْ يَيْبَسَا لِاَنَّهُمَا يُسَبِّحَانِ مَادَامَا رَطْبَيْنِ الخ اور فتاویٰ عالمگیری میں یوں مذکور ہے وَضْعُ الْوُرُوْدِ وَالرَّيَاحِيْنِ عَلَى الْقُبُوْرِ حَسَنٌ هٰكَذَا فِيْ كِتَابِ مَطَالِبِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَفَتَاوٰى غَرَائِبْ ۔ اگر کوئی شخص اعتراض کرے کہ قبر پر پھول چڑھانے سے انکو کیا فائدہ ہوتا ہے جبکہ وہ مر چکے ہیں ۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ ولی اللہ زندہ ہیں اور

اولیاء اللہ قبروں میں زندہ ہیں۔

اسبابت پر قرآن شریف خود شاہد ہے ۔ کیونکہ ان کا مرنا جینا برابر ہے ۔ کما قال اللہ تعالےٰ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَاءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۔ اَيْضًا : وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ اور کتب تواریخ و کتب احادیث میں لکھا ہے کہ مابین زمین و آسمان کے سیر کرتے ہیں ۔ اور اپنے یاروں کی مدد کرتے ہیں اور یاروں کے دشمن ہوں تو ان کو تنبیہ کرتے ہیں ۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ پانی پتی اپنی تفسیر مظہری اور رسالہ تذکرۃ الموتٰی میں بایں طور لکھتے ہیں ۔ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُعْطِيْ لِاَرْوَاحِهِمْ قُوَّةَ الْاَجْسَادِ فَيَذْهَبُوْنَ مِنَ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ وَالْجَنَّةِ وَيَنْصُرُوْنَ اَوْلِيَاءَهُمْ وَيُدَمِّرُوْنَ اَعْدَاءَهُمْ اِنْشَاءَ اللّٰهِ ۔ اور اسی طرح مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے رُوْحُ الْمُؤْمِنِيْنَ فَاِنَّهَا تَسِيْرُ فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَتَسْرَحُ فِي الْجَنَّةِ حَيْثُ تَشَاءُ وَتَاْوِيْ اِلٰى قَنَادِيْلَ تَحْتَ الْعَرْشِ وَلَهَا تَعَلُّقٌ بِجَسَدِهٖ اَيْضًا تَعَلُّقًا كُلِّيًّا بِحَيْثُ يَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ فِيْ قَبْرِهٖ وَيُصَلِّيْ وَيُبِيْتُهُمْ وَيَنَامُ كَنَوْمِ الْعُرُوْسِ مسلم نے بروایت انس اخراج کیا کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رات معراج کو میں نے دیکھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز گذار رہے تھے ۔ اور وہ حدیث یہ ہے ۔ مَرَرْتُ بِقَبْرِ مُوْسٰى فَاِذَا هُوَ فِيْهِ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ ۔ اور ابوداؤد و بیہقی میں یوں مذکور ہے کہ فرمایا آپ نے کہ بروز جمعہ تم کثرت سے درود پڑھا کرو ۔ کیونکہ وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے ۔ صحابہ نے عرض کی مٹی میں کچھ نہیں رہ جاتا ۔ آپنے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى حَرَّمَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ عَلَى الْاَرْضِ اللہ تعالےٰ نے نبیوں کے جسم مٹی پر حرام کئے ہیں ۔ انکو نہیں کھاتی ۔ اور اخرجہ البیہقی حضرت انس سے یوں حدیث مذکور ہے قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَا يُتْرَكُوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ بَعْدَ اَرْبَعِيْنَ وَلٰكِنَّهُمْ يُصَلُّوْنَ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ حَتّٰى يُنْفَخَ فِي الصُّوْرِ یعنی پیغمبر زندہ ہیں چالیس یوم کے بعد اپنی قبروں میں مکلف کئے جاتے ہیں اور قیامت تک اللہ تعالےٰ کے سامنے نمازیں پڑھتے رہیں گے ۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مَنْ صَلّٰى عَلٰى قَبْرِيْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰى غَائِبًا بَلَغْتُهٗ یعنی جو شخص درود پڑھے نزدیک قبر میری کے میں خود سنتا ہوں ۔ اور جو شخص دور سے پڑھے تو وہ مجھ کو پہنچایا جاتا ہے ۔ اور ایک روایت میں

بایںطور مذکور ہے کہ کہا صحابہؓ نے کہ یا حضرت جو شخص آپ کو مخاطب ہو کر دور سے آپ پر درود پڑھے یا آپکے بعد تو پھر کیا آپ سنتے ہیں۔ آپنے فرمایا ہاں عشق والوں کا میں خود درود سنوں گا۔ اور دوسروں کا فرشتہ موکل الصلوٰۃ پہنچا دیگا۔ وہ حدیث دلائل الخیرات میں بایںطور مذکور ہے قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرَأَیْتَ صَلٰوۃَ الْمُصَلِّیْنَ عَلَیْکَ مِمَّنْ غَابَ عَنْکَ وَمَنْ یَّاْتِیْ بَعْدَکَ مَاحَالُھُمَا عِنْدَکَ قَالَ اَسْمَعُ صَلٰوۃَ اَھْلِ مَحَبَّتِیْ وَاَعْرِفُھُمْ وَتُعْرَضُ عَلَیَّ صَلٰوۃُ غَیْرِھِمْ عَرْضًا اور کتاب شرح برزخ میں بایںطور مضمون حدیث شریف میں وارد ہے کہ بزرگان خدا اپنے واداپنے رفیقوں کے اعمالنامے کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اگر انکے اعمالنامے اچھے دیکھتے ہیں تو خوش ہو جاتے ہیں۔ ورنہ انکے لئے دعا مانگتے ہیں۔ اور اسی طرح ہمارے سردار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح و شام ہمارے اعمالنامے کا مطالعہ کرتے ہیں اور مفصل ذکر اسکا آگے آتا ہے[1]۔

سوال: نذر نیاز بزرگان دین کا دینا اور بوقتِ مصیبت انکو وسیلہ پکڑنا اور بلفظ یارسول اللہ و یا علی و یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ پکارنا اور انکو حاضر سمجھنا کیسا ہے؟

جواب: بیشک نذر کا پورا کرنا ایمانداروں کا کام ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے لقولہ تعالیٰ یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا الخ یعنی پورا کرتے ہیں نذر کو اور منت کو۔ اور ڈرتے ہیں اسدن سے کہ اسکی برائی پھیل جانیوالی ہے سب پر۔ بنقل از تفسیر مجددی۔ اور یہ آیت کریمہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے۔ کہ جب انکے فرزند حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے نذر مانی۔ اور اسکو پورا کیا۔ اور اسی طرح حدیث صحیح میں ہے کہ ایک عورت نے نذر مانی تھی کہ میں حضور کے سر پر دف بجاؤں گی۔ اسکو اجازت دی۔ اور اسنے دف بجائی۔ اور یہ حدیث مشکوٰۃ باب النذر فصل ثانی میں بایں الفاظ مذکور ہے۔ وَعَنِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ اَنَّ امْرَأَۃً قَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ نَذَرْتُ اَنْ اَضْرِبَ عَلٰی رَأْسِکَ بِالدَّفِّ قَالَ اَوْفِیْ بِنَذْرِکِ رواہ ابوداؤد و زاد رزین۔ قَالَتْ وَنَذَرْتُ اَذْبَحَ بِمَکَانِ کَذَا وَکَذَا الخ اور ایک حدیث میں یوں مذکور ہے کہ ایک شخص نے یوں کہ یا حضرت میں نے نذر مانی تھی کہ جب حضور مکہ فتح کریں گے۔ تو میں دو رکعت نماز بیت المقدس میں ادا کروں گا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکو تو ادا کر۔ اور کتاب طوالع الانوار شرح درمختار سے صاحب فتاویٰ سندیہ نے یوں لکھا ہے کہ نذر مانتے والااس طور پر نذر مانے۔ کہ اللہ میں نے تیرے لئے نذر مانی ہے۔ اگر میرا فلاں عزیز غائب شدہ آجائے۔ یا میری

[1] امام شعرانی علیہ الرحمۃ نے مسئلہ امداد پر خوب بحث کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ اولیاء اللہ اپنے مریدوں کی خوب خبر رکھتے ہیں اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔ اور باقی مفصل ذکر مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔ خادم شریعت۔

بحث نذر و نیاز و حاضر و ناظر و یارسول اللہ کہنا۔

دلی حاجت پوری ہو جاوے۔ یا میرا بھائی صحت پاوے۔ تو میں فلاں بزرگ کے فقیروں کو کھانا کھلاؤں گا۔ یا ان کی مسجد میں چٹائی ڈالوں گا۔ یا تیل۔ یا ان کے دربار کے فقیروں کو اسقدر روپیہ دونگا کہ ان کو ان سے نفع ہو۔ تو ایسی نذر کا ادا کرنا ضروری ہے۔ اور تفسیر احمدی میں لکھا ہے کہ جیسے ہمارے زمانہ میں لوگ نذر مانتے ہیں۔ یہ حلال طیب ہے۔ ان کا کھانا جائز ہے۔ اور وہ یہ ہے اِنَّ الْبَقَرَۃَ الْمَنْذُوْرَۃَ کَمَا ھُوَ رَسْمٌ فِیْ زَمَانِنَا حَلَالٌ طَیِّبٌ۔ اور رسالہ محمد حسین فی النذر میں بایں الفاظ لکھا ہے۔ کہ اگر بنام خدا بسم اللہ اللہ اکبر ذبح کردہ باشند۔ اگرچہ در دل نیت فاسد دارند۔ ظاہر خوردنش حلال باشد۔ اور بوقت مصیبت انبیاء علیہم السلام و صلحاء سے مدد مانگنے میں کوئی گناہ نہیں۔ چنانچہ خود حضرت ابو البشر آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بوسیلہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم مبارک سے بخشش طلب کی۔ کَمَا اقْتَرَفَ الْخَطِیْئَۃَ قَالَ یَا رَبِّ اَسْئَلُکَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی قَدْ غَفَرْتُ لَکَ اِنْ سَئَلْتَنِیْ بِحَقِّہٖ رواہ مسلم۔ اور حدیث صحیح میں ہے کہ ایک شخص نابینا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں آیا اور اسنے عرض کیا کہ یا حضرت میں نابینا ہوں۔ کوئی مجھے دعا فرمایئے کہ میری آنکھوں میں روشنی ہو جائے۔ تو آپ نے بایں الفاظ تعلیم فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ اَنْ تَقْضِیَ لِیْ اَللّٰھُمَّ شَفِّعْہُ الخ یعنی اے الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں۔ اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں۔ بوسیلہ تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ مہربانی کے نبی ہیں۔ یا رسول اللہ میں حضور کے وسیلہ سے اپنے رب کیطرف اس حالت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت پوری ہو۔ الٰہی انکی شفاعت میرے حق میں قبول ہو۔ پس اس حدیث سے تینوں طرح کی استعانت بزبان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ثابت ہوئی۔ یعنی اس طرح کہناکہ یا خداوند بواسطہ فلاں نبی یا ولی کے میرا کام کر یا اسطرح کہنا کہ یا نبی میں تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ یا اسطرح کہناکہ یا نبی یا ولی میری طرف دیکھو اور مدد کرو۔ اور اس سے انکار کرنا محض جہالت ہے۔ کیونکہ اکثر صحابہ روم و شام کے جنگوں میں بعض وقت تنگ آکر یا محمدؐ یا محمدؐ کر کے پکارتے تھے۔ اور اسی وقت فتح و نصرت اس اسم مبارک کی برکت سے پاتے تھے۔ اور ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کا پاؤں بحس ہو گیا تھا۔ تو کہا گیا کہ تم بہترین پیارے کو اسوقت یاد کیوں نہیں کرتے ہو۔ پس اسی وقت عبداللہ بن عمرؓ نے یا محمدؐ کہہ کر پکارا تو اچھا ہو گیا۔ وہ حدیث یہ ہے۔ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ خَدِرَتْ رِجْلُہٗ فَقِیْلَ اُذْکُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیْکَ فَصَاحَ یَا مُحَمَّدَاہُ فَانْتَشَرَتْ نقل از کتاب المفرد صفحہ ۱۹۳۔ تصنیف از بخاری۔ اور امام طبرانی نے اپنے معجم میں بروایت عثمان بن حنیف اسطرح بیان کیا ہے کہ خلافت حضرت ذی النورین رضی اللہ تعالٰے عنہ کیخدمت میں ایک شخص آیا کرتا تھا۔ لیکن آپ اسکی طرف توجہ نہ فرمایا کرتے تھے آخر الامر اس نے عثمان بن حنیف کے آگے یہ معاملہ بیان کیا۔ اور حضرت عثمان بن حنیف نے اسکو یہ وظیفہ فرمایا کہ وضو کر کے

بیان مسئلہ نذر اور اسکا طریق۔

مسئلہ: ثبوت یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور وسیلہ پکڑنے کا۔

دو رکعت نماز نفل پڑھ کے اسکے بعد یہ دعا پڑھا کر اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فَیَقْضِیْ حَاجَتِیْ جب اسنے یہ دعاء پڑھی تو حضرت امیر المومنین نے ایک آدمی بھیجکر اسکو طلب کیا اور اسکو اپنے پاس بٹھایا، اور نہایت مہربانی سے پیش آئے۔ اور فرمایا کہ جب تم کو کوئی حاجت ہوا کرے۔ تو میرے پاس آجایا کرو۔ اور وہ شخص اسجگہ سے آکر حضرت عثمان بن حنیف کو جاکر ملا اور کہا کہ حضرت میں آپ کا نہایت مشکور ہوں۔ کہ میری حاجت پوری ہوگئی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ وظیفہ ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اندھے کو فرمایا تھا نقل از مسلم و ترمذی و ابن ماجہ و حاکم و بیہقی و امام الائمہ ابن خزیمہ و امام ابو القاسم طبرانی و امام نسائی نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور اعلیٰحضرت مولانا العلامہ مولوی احمد رضا خانصاحب بریلویؒ اپنے رسالہ انوار الانبیاء صفحہ ۲۶ بحوالہ فتاویٰ خیریہ علامہ خیر الدین رملی استاد صاحب درمختار سے بایں الفاظ تحریر کرتے ہیں سُئِلْتُ عَمَّنْ یَّقُوْلُ فِیْ حَالِ الشَّدَائِدِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْ یَا عَلِیُّ اَوْ یَا شَیْخ عَبْدُ الْقَادِرِ ھَلْ ھُوَ جَائِزٌ شَرْعًا اَمْ لَا۔ اَجَبْتُ نَعَمْ اَلْاِسْتِغَاثَۃُ بِالْاَوْلِیَاءِ وَنِدَائُھُمْ وَتَوَسُّلُھُمْ اَمْرٌ مَشْرُوْعٌ وَشَیْءٌ مَرْغُوْبٌ لَا یُنْکِرُہٗ اِلَّا مُکَابِرٌ اَوْ مُعَانِدٌ وَقَدْ حُرِمَ بَرَکَۃَ الْاَوْلِیَاءِ الْکِرَامِ اور اسی رسالہ میں نقل از بہجۃ الاسرار حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے تحریر کرتے ہیں۔ کہ آپنے فرمایا ہے۔ اگر کسی شخص کو کوئی مہم سخت پیش آجائے۔ تو وہ پہلے دو رکعت نماز نفل پڑھے۔ پھر گیارہ بار درود شریف پڑھے۔ اور گیارہ قدم عراق شریف کیطرف چلے۔ اور اسوقت یاد کرے نام میرا۔ اور حاجت اپنی کو۔ تو حاجت اسکی روا ہوگی۔ وھو ہٰذا۔ مَنِ اسْتَغَاثَ بِیْ فِیْ کُرْبَۃٍ کُشِفَتْ عَنْہُ وَمَنْ نَادٰی بِاِسْمِیْ فِیْ شِدَّۃٍ فُرِّجَتْ عَنْہُ وَمَنْ تَوَسَّلَ بِیْ اِلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فِیْ حَاجَتِہٖ قُضِیَتْ لَہٗ وَمَنْ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ یَقْرَاُ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ بَعْدَ الْفَاتِحَۃِ سُوْرَۃَ الْاِخْلَاصِ اِحْدٰی عَشَرَ مَرَّۃً ثُمَّ یُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ السَّلَامِ وَیُسَلِّمُ عَلَیْہِ ثُمَّ یَخْطُوْ اِلٰی جِہَۃِ الْعِرَاقِ اِحْدٰی عَشَرَ خُطْوَۃً وَیَذْکُرُ فِیْھَا اِسْمِیْ وَیَذْکُرُ حَاجَتَہٗ فَاِنَّھَا تُقْضٰی الخ اور مائی صفیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے بایں طور فریاد تحریر ہے۔

اَلَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کُنْتَ رَجَاءَنَا وَکُنْتَ بِنَا بَرًّا وَلَمْ تَکُ جَافِیًا

اور حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس طور سے توسل کیا :۔

یَا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ اَدْرِکْ لِزَیْنِ الْعَابِدِیْنَ ، مَحْبُوْسٌ اَیْدِی الظّٰلِمِیْنَ فِی الْمَرْکَبِ وَالْمُزْدَحِمِ

یعنی رسول خدا دیکھو میری طرف یعنی استعانت کرو کہ زین العابدین کی کہ میں ظالموں کے ہاتھوں میں محبوس ہوں۔ اور مائی زینب بنت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اسی طور پر بوقت مصیبت استغاثہ کیا۔

یاجدی من تکلی وطول مصیبتی	لما اعانیہ اقوم واقعد

یعنی اے میرے دادے الیسی بیماری بیکسی کے وقت کون ہے سوائے تمہارے جو اعانت کرے ہماری۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اسطور اپنے قصیدہ میں استغاثہ کیا۔

يَا اَكْرَمَ الثَّقَلَيْنِ يَا كَنْزَ الْوَرٰى	جُدْ لِيْ بِجُوْدِكَ وَارْضِنِيْ بِرِضَاكَ

اَنَا طَامِعٌ بِالْجُوْدِ مِنْكَ وَلَمْ يَكُنْ	لِاَبِيْ حَنِيْفَةَ فِي الْاَنَامِ سِوَاكَ

(ترجمہ) یعنی یا اکرم موجودات یا خزانہ نعمت ہائے الٰہی جو کچھ اللہ تعالےٰ نے آپکو بخشا ہے مجھے بھی بخشئے۔ اور جیسا اللہ تعالیٰ نے آپکو راضی کیا مجھے بھی راضی کیجئے۔ میں دل سے آپکی شفاعت وفیض خاصہ کا امیدوار ہوں۔

اور حضرت قطب الاقطاب محی الدین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسطور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استغاثہ کیا۔

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِسْمَعْ قَالَنَا	يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ اُنْظُرْ حَالَنَا

اِنَّنِيْ فِيْ بَحْرِ هَمٍّ مُغْرَقٍ	خُذْ يَدِيْ سَهِّلْ لَنَا اَشْكَالَنَا

(ترجمہ) یعنی یا رسول خدا سنو احوال ہمارے کو۔ اے حبیب خدا دیکھو حال ہمارے کو۔ تحقیق میں ڈوبا ہوا ہوں دریائے غم میں۔ پکڑو ہاتھ میرا۔ اور آسان کرو مشکلات میری کو۔ الخ	اَيْضًا

اِعْتِصَامِيْ سِوٰى جَنَابِكَ لِيْ	لَيْسَ يَا سَيِّدِيْ اِلَى الْاَحَدِيْ

(ترجمہ) میرے دادے میرے سردار آپکے سوا برا کوئی معین ومددگار اللہ کے نزدیک دونوں جہان میں نہیں ہے۔

اور حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبندی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بایں طور توسّل کیا۔ ؎

اے پیر دستگیر دست مرا بگیر	دستم چنان بگیر کہ گویند دستگیر

اور حضرت بندہ نواز گیسو دراز نے حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اسطرح استغاثہ کیا۔ ؎

غریبم نامرادم یا محی الدین جیلانی	زپا افتادہ ام دستم بگیر اے غوث صمدانی

اور حضرت مولانا مولوی نورالدین جامی قدس سرہٗ نے باینطور استغاثہ کیا: ؎

غوث اعظم مددے یا شہ جیلاں مددے	شاہ شاہاں مددے مرشد پاکاں مددے

اور کتاب شرح برزخ میں اسطرح حدیث وارد ہے۔ رُوِيَ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَحَيَّرْتُمْ فِي الْاُمُوْرِ فَاسْتَعِيْنُوْا بِاَهْلِ الْقُبُوْرِ۔ اور اس حدیث کو ملّا علی قاری صاحب نے شرح عین العلم میں بھی تحریر کیا ہے۔ اور علّامہ امام مناوی کتاب التیسر بشرح جامع الصغیر بروایت ابی سعید خدری نے بحث حرف ہمزہ فصل النظاء میں باینطور حدیث صحیح

بیان کی ہے آپ نے فرمایا کہ طلب کرو تم اپنی حاجتیں میری امت کے اصحاب رحمت سے یعنی اولیاء بزرگان دین سے کیونکہ ان کے دل نرم ہیں خوفِ الٰہی سے۔ اور اگر تم ان سے استمداد و اعانت چاہو گے رزق دیئے جاؤ گے۔ یعنی تمہارے دلی مطالب حاصل ہونگے۔ اُطْلُبُوا حَوَائِجَ اَیْ حَوَائِجَکُمْ اِلٰی ذَوِی الرَّحْمَۃِ مِنْ اُمَّتِیْ اَیْ اِلَی الرَّقِیْقَۃِ قُلُوْبُھُمْ السَّھْلَۃُ عَرِیْکَتُھُمْ فَاِنَّکُمْ اِنْ فَعَلْتُمْ ذٰلِکَ تُرْزَقُوْا اَوْ تَنْجَعُوْا اَیْ تُصِیْبُوْا حَوَائِجَکُمْ وَتَظْفَرُوْا بِمَطَالِبِکُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی فِی الْحَدِیْثِ الْقُدُسِیِّ اور یہ حدیث شرح برزخ صفحہ ۲ میں مذکور ہے۔ اور کہا صاحبِ برزخ نے کہ یہ حدیث امام بیہقی کتاب سُنن کبریٰ اور طبرانی اور معجم اوسط میں ابی سعید خدری سے نیز مروی ہے اور کتاب قلائد الجواہر و خیرات الحسان ابن حجر مکی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ اور ملا جامی علیہ الرحمۃ نفحات الانس میں اور نیز دیگر کتب معتبرہ میں لکھا ہے کہ انبیاء و اولیاء و شہداء زندہ ہیں۔ اور ان سے استمداد و استعانت و استغاثہ کرنا جائز ہے۔ اور تفسیر حسینی درّ و فی مجددی و روح البیان وغیرہ میں لکھا ہے کہ اولیاء و انبیاء و صلحاء قبروں میں حیات ہیں۔ اور ان کے اجسام کو خاک نہیں کھاتی۔ نماز ادا کرتے روزہ رکھتے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ اور دنیا کے تمام امور انہی پر مفوض ہیں۔ اور متوسلین کی حاجات ادا کرتے ہیں۔ اور زائرین کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ تاریخ مدینہ جذب القلوب بروایت سعید بن مسیّب تابعی سے ہے کہ جب یزید کے سپہ سالار نے مدینہ طیبہ کو ویران کیا تو اسوقت تین یوم اذان مسجد نبوی میں نہیں ہوئی۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک سے پانچوں وقتوں کی اذان و اقامت کی آواز سنائی دیتی۔ اور حضور کے پیچھے تین روز تک تکبیر تحریمہ سے نماز پڑھتا رہا۔ اور تاریخ ابن عساکر میں منہال ابن عمر سے روایت ہے کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک دمشق میں لایا گیا تو ایک شخص نے تلاوتِ قرآن مجید میں یہ آیت بآواز بلند پڑھی اِنَّ اَصْحٰبَ الْکَھْفِ وَالرَّقِیْمِ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا۔ تو سر مبارک سے فصیح آواز آئی۔ اَعْجَبُ مِنْ اَصْحَابِ الْکَھْفِ قَتْلِیْ وَحَمْلِیْ یعنی میرا شہید ہونا اور اٹھایا جانا اصحاب کہف سے زیادہ عجیب ہے۔ اور آیۃ کریمہ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا سے ہر دو قسم کے شہید مراد ہیں۔ اگرچہ بظاہر شہداء احد کے لئے نازل ہوئی ہے کہ مجاہد حقیقی انبیاء و اصحاب تابعین و تبع تابعین و اولیاء و بزرگان دین ہیں۔ اور ان کا مجاہدہ ہر ساعت اپنے نفس کے ساتھ رہتا ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ المصابیح جلد اول کتاب الایمان فصل ثانی بروایت فصلہ کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فَالْمُجَاھِدُ مَنْ جَاھَدَ نَفْسَہٗ فِیْ طَاعَۃِ اللّٰہِ۔ اور ایک روایت میں اسطور پر ہے کہ جب تم جہاد ظاہری سے فراغت پا چکو۔ تو پھر اپنے نفسوں کے ساتھ جہاد کرو کیونکہ یہ جہاد اکبر ہے۔ اور کہا علامہ سیوطی نے کتاب شرح الصدور میں کہ ولی اللہ زندہ رہتے ہیں۔ مرتے نہیں۔ بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف نقل فرماتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے اَلْمُرَادُ مِنْ اَھْلِ الْخُلُوْدِ اَھْلَ الْاِیْمَانِ وَالْوِلَایَۃِ

(حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

كَمَا قِيلَ إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا يَمُوْتُ اور شرح برزخ صفحہ ۹۶ بروایت صفوان بن مسلم سے مروی ہے کہ فرمایا آپ نے کہ اے اہل ایمان تم فنا کے لئے نہیں پیدا کئے گئے۔ بلکہ تم خلود ابدی کے واسطے پیدا کئے گئے ہو۔ اور نقل کئے جاتے ہو ایک گھر سے دوسرے گھر کیطرف وہو ہٰذا۔ قَالَ يَا أَهْلَ الْإِيْمَانِ إِنَّكُمْ لَمْ تُخْلَقُوْا لِلْفَنَاءِ وَإِنَّمَا خُلِقْتُمْ لِلْأَبَدِ وَالْبَقَاءِ وَلٰكِنَّكُمْ تُنْقَلُوْنَ مِنْ دَارٍ إِلٰى دَارٍ، اور اسکے تحت میں لکھا ہے۔ إِنَّ الْمُؤْمِنَ بِالْمَوْتِ لَا يَفْنٰى حَقِيْقَةً بَلْ هُوَ حَيٌّ بِالْحَيٰوةِ الْأَبَدِيَّةِ وَلَهٗ مَقَامٌ عِنْدَ اللّٰهِ أَحْسَنُ مَا كَانَ لَهٗ فِي الدُّنْيَا فَلَا يَبْعُدُ مِنْهُ الشَّفَاعَةُ كَمَا كَانَتْ لَهٗ یعنی مومن کامل نہیں مرتا۔ بلکہ وہ حیات ابدی سے زندہ ہے۔ اور اسکو اللہ تعالیٰ کے قرب سے رستہ ملتا ہے۔ وہ اپنے غیروں کی شفاعت و امداد کرے گا۔ اور ابی دینار بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ابن عمر میرے ساتھ ایک پرانے گورستان میں گئے اور ایک صاحب کا سر مبارک قبر سے نکلا ہوا دیکھا۔ اور فرمایا کہ اسکو دفن کر دو۔ اور فرمایا کہ ان کے وجود کو مٹی نہیں کھاتی۔ الْأَبَدَانُ لَيْسَ يَضُرُّهَا هٰذَا التُّرَابُ شَيْئًا۔ اور درالسنیہ میں..... نقل ترمذی بروایت ابی سعید خدری تحریر کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے صحابہ کو اس طور طوسل کا طریقہ تعلیم فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِيْنَ عَلَيْكَ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کے لئے مسجد میں جاتے تھے۔ تو اس طور پر دعا مانگتے تھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَتَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِيْنَ عَلَيْكَ وَبِحَقِّ مَخْرَجِيْ اور یہ حدیث ابن سنی نے باسناد صحیح حضرت بلال سے بیان کی ہے۔ اور امام مالک سے اسطرح مذکور ہے کہ ایک روز منصور نے حج کیا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضۂ مبارک کی زیارت سے مشرف ہو کر امام مالک سے پوچھا۔ کہ میں اب کسطرف متوجہ ہو کر دعا مانگوں۔ یعنی قبلہ کیطرف یا حضور کے روضۂ مبارک کیطرف۔ تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ مبارک کیطرف۔ کیونکہ وہ آپکے اور آپکے دادا حضرت آدم علیہ السلام تک وسیلہ ہیں۔ چنانچہ قرآن شریف میں وارد ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ

حاشیہ صفحہ نمبر ۳۲: ؎۱: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَحَيَّرْتُمْ فِي الْأُمُوْرِ فَاسْتَعِيْنُوْا مِنْ أَهْلِ الْقُبُوْرِ۔ نقل از زاد اللبیب و خزانۃ الجلالی وہدیۃ الحرمین صـ۵ و عین العلم شرح مسند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ لاہور صـ۴ ۱۲ یعنی فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جب حیران ہو تم کاموں میں پس مدد چاہو تم اہل قبور سے وَقَالَ حُجَّةُ الْإِسْلَامِ امام محمد غزالی کُلّ من یستمد فی حیوتہ یستمد بعد وفاتہ اور نیز حاشیہ مشکوٰۃ باب زیارت القبور میں لکھا ہے وَقَالَ أَحَدٌ مِنَ الْمَشَائِخِ الْعِظَامِ رَأَيْتُ أَرْبَعَةً مِنَ الْمَشَائِخِ يَتَصَرَّفُوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ كَتَصَرُّفِهِمْ فِيْ حَيَاتِهِمْ مِنْهُمُ الشَّيْخُ الْمَعْرُوْفُ الْكَرْخِيُّ وَالشَّيْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ جِيْلَانِيْ الخ　　خادم شریعت عفا عنہ ۱۲

ظَلَمُوا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ اور بخاری شریف میں بروایت انس بن مالک سے اسی طرح مذکور ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل واستدعاء بارش کے لئے بایں طور کرتے کہ استسقاء کے لئے جب باہر تشریف لے جاتے تو اسطرح کہتے۔ یا اللہ بوسیلہ اس چچا میرے کے تو بارش کر۔ اور یہ ذکر مجالس الابرار میں ہے۔ اور صاحب مواہب اللدنیہ نے بھی اسی طرح لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اے لوگو جب ہمارے سردار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس طرح کیا کرتے تھے تو ہم کیوں نہ کریں۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ بِنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِيْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ عَلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْقِنَا اور کتاب الجواہر المنتظم مطبوعہ مصر صفحہ ۶۲ میں بروایت حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ ایک شخص اعرابی بعد وفات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آپکے مزار شریف پر یوں کہنے لگا کہ یا حبیب اللہ سنا میں نے .... کہ آپکی دعاء مستجاب ہوتی ہے۔ اور جو آپکے پاس آئے تو آپ اسکے لئے بخشش کی دعاء مانگتے ہیں اور اللہ تعالٰی نے حضور کو اس بات کا حکم دیا ہے۔ اور میں نہایت درجہ بدکار ہوں۔ لہذا میرے لئے اللہ تعالٰی سے دعاء مانگو۔ تو اسی وقت قبر سے آواز آئی تجھکو اللہ تعالٰی نے بخش دیا ہے۔ وَقَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَجِئْتُكَ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لِيْ اِلٰى رَبِّيْ فَنُوْدِيَ مِنَ الْقَبْرِ الشَّرِيْفِ اَنَّهٗ قَدْ غُفِرَ لَكَ۔ اور اسی کتاب میں طبرانی سے حدیث مذکور ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ حضور آپ انتقال کے بعد ہمکو سلام کا جواب دیں گے تو آپنے فرمایا۔ ہاں۔ کیونکہ ہمارے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی۔ نقل از مشکوٰۃ کتاب جمعہ۔ اور امام محدث حافظ ابوبکر بن ابی دینا ابوقلابہ سے بایں طور ذکر کرتے ہیں۔ کہ میں ایک روز بصرہ سے شام کو جارہا تھا۔ رات کو میں نے وضو کر کے دو رکعت نماز خندق میں اتر کر پڑھی پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو رہا۔ اور صبح کو صاحب قبر نے سامنے ہو کر مجھے کہا کہ افسوس ہے۔ کہ تو نے مجھے رات کو آرام کرنے نہیں دیا۔ اور حدیث صحیح میں ہے کہ نیک آدمی صاحب قبر کو برے ہمسایہ سے تکلیف ہوتی ہے اور تمام انبیاء و اولیاء مومنین زندہ ہیں چنانچہ قرآن مجید میں سورہ نمل میں ہے بقولہٖ تعالٰی: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ یعنی جو کرے عمل اچھا مرد ہو یا عورت سے بشرطیکہ وہ ایماندار ہو ضرور ہم اسکو زندگی دینگے پاک اور البتہ بدلہ دیں گے ہم انکو ثواب۔ انکا ساتھ بہتر اس چیز کے کہ عمل کرتے تھے۔ اور اگر کوئی غیر مقلد اعتراض کرے کہ قرآن میں صاف صاف حکم ہے کہ سوا اللہ تعالٰی کے کوئی مدد نہیں دے سکتا۔ جیسا کہ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ سے ثابت ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ جو چیز مانگو۔ اللہ تعالٰی سے مانگو وہ خود دیگا۔ اگر غیر سے مانگو۔ یا اسکے سوا کسی نبی ولی کو متصرف مانو گے تو مشرک ہو جاؤ گے۔

مسئلہ توسل

اقول: یہ محض فرقہ وہابیہ نجدیہ کی سراسر جہالت و ناسمجھی کی بات ہے کیونکہ ہم بھی کہتے ہیں کہ حقیقۃً معاون و ناصر و ولی خداوند کریم کی ذات پاک ہے۔ ہاں اگر کوئی مسلمان مستقل متصرف امور میں کسی غیر کو سمجھے تو بیشک وہ شبہ شرک سے خالی نہیں۔ ہاں اگر مطلق کسی کو ولی یا معاون یا ناصر سمجھے تو مشرک نہیں ہوگا۔ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی: اَغْنٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مِنْ فَضْلِہٖ مَا اٰتٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ۔ وَلِقَوْلِہٖ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ یعنی انعام کیا اللہ نے اسپر اور انعام کیا تو نے اے نبی کریم۔ ولقولہ تعالیٰ: یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِقَوْلِہٖ تَعَالٰی۔ وَیُزَکِّیْھِمْ یعنی آپ پاک کرتے ہیں انہیں گناہوں سے۔ ولقولہ تعالیٰ۔ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اللہ سے مددگار تمہارا اور اسکا رسول اور ایمان والے۔ اور حدیث میں دیکھو۔[1] مَا اَغْنَاہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ رواہ البخاری عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ۔ یعنی ابن جمیل کو غنی کر دیا اللہ تعالیٰ نے اور اسکے رسول نے۔ والیضاً۔ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلَاہُ وَجِبْرَائِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی بیشک اللہ تعالیٰ ہے اپنے نبی کا مددگار اور جبرائیل اور نیک مسلمان۔ اور حدیث صحیح میں ہے۔ کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میں خزانہ دیا گیا ہوں۔ اور تقسیم کرتا ہوں۔ اور پہنچاتا ہوں ہر ایک کو حصہ اسکا جو لکھا گیا ہے اسکے لئے اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں: اَللّٰہُ یُعْطِیْ وَاَنَا قَاسِمٌ وَکَانَ یُوْصِلُ عَلٰی کُلِّ اَحَدٍ نَصِیْبَہُ الَّذِیْ کُتِبَ لَہٗ وَاَنَّہٗ اُعْطِیْ مَفَاتِیْحَ الْخَزَائِنَ۔ اور شرح دلائل الخیرات میں صاحب معیار نے اسطرح لکھا ہے کہ جو کچھ اسباب دنیا وغیرہ کا ملتا ہے یہ سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ مبارک[2] سے ہمکو ملتا ہے۔ اور انہی کے دست مبارک میں تمام خزانوں کی کنجیاں ہیں۔ اور ترمذی و حاکم انس سے اسطرح ذکر کیا ہے۔ اَلْاَبْدَالُ فِیْ اُمَّتِیْ ثَلٰثُوْنَ بِھِمْ تَقُوْمُ الْاَرْضُ وَبِھِمْ تُمْطَرُوْنَ بِھِمْ وَبِھِمْ تُنْصَرُوْنَ رَوَاہُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْکَبِیْرِ۔ یعنی میری امت میں تیس ابدال ہیں۔ اور انہی کی برکت سے مینہ برسائے جاتے ہیں۔ اور انہی

---

[1] : یہ آیت امام بخاری نے اپنی حدیث میں بیان کی ہے ۱۲

[2] : کتاب جواہر المنظم مصری صفحہ ۵۲ و مواہب اللدنیہ جلد اول صفحہ ... میں لکھا ہے کہ تمام خزانے مال و دولت و علم اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ دیدیئے ہیں جنکو چاہیں آپ دیں اور جن کو چاہیں نہ دیں۔ اور آپکے ہاتھ میں تمام خزائن کی کنجیاں ہیں۔ اِنَّہٗ خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ الْاَعْظَمُ الَّذِیْ جَعَلَ خَزَائِنَ کَرَامِہٖ وَمَوَائِدَ نِعَمِہٖ طَوْعَ یَدَیْہِ وَتَحْتَ اِرَادَتِہٖ یُعْطِیْ مِنْھَا مَنْ یَّشَاءُ وَیَمْنَعُ مِنْھَا مَنْ یَّشَاءُ الْعَالِمُ بِالصَّوَابِ ھُوَ اللّٰہُ نقل از جواہر المنظم۔ اور کتاب بخاری شریف جلد اول کتاب الجنائز باب صلوٰۃ النبی قبل از باب دفن رجلین و مسلم و نووی میں حدیث شریف کے یہ الفاظ ہیں وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ لَاَنْظُرُ اِلٰی حَوْضِیْ الْاٰنَ وَاِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ الحدیث باقی ذکر مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔

خادم شریعت عفی عنہ

کی برکت سے تم مدد دیئے جاتے ہو۔ اور انبیاء و اولیاء و صلحاء کو ہر لحظہ میں حاضر و ناظر نہ تصور کیا جاوے۔ کیونکہ ہر وقت حاضر و ناظر ہونا خداوند کریم کی ذات پاک کا خاصہ ہے۔ اور انبیاء و اولیاء حاضر بحکم[1] خداوند کریم ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کو بندش نہیں۔ جہاں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں۔ کمامرّ۔ اور کتاب فقہ مثل درمختار و نہر الفائق شرح کنز الدقائق و مراقی الفلاح شرح نور الایضاح و شامی و امام غزالی کتاب احیاء العلوم وغیرہ میں اس طرح لکھا ہے کہ بوقت تشہد اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ پڑھنے کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات کو حاضر سمجھا جاوے۔ اور کلمہ کو حکایت کے طور پر ہرگز نہ پڑھا جاوے۔ وَقِیْلَ ذٰلِكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ اُحْضُرْ شَخْصَهُ الْكَرِیْمُ فِیْ قَلْبِكَ وَیُصَدِّقُ الْمَلَكُ فِیْ اَنَّهٗ یُبَلِّغُهٗ وَیَرُدُّ عَلَیْكَ مَا هُوَ اَدْنٰی مِنْهُ اَیْضًا وَیَقْصِدُ بِاَلْفَاظِ تَشَهُّدٍ مَعَانِیْهَا مُرَادَةً لَهٗ عَلٰی وَجْهِ الْاِنْشَاءِ كَاَنَّهٗ یُحَیِّ اللّٰهُ تَعَالٰی وَسَلَّمَ عَلٰی نَبِیِّهٖ وَعَلٰی نَفْسِهٖ وَاَوْلِیَاءِهٖ لَا الْاِخْبَارِ عَنْ ذٰلِكَ۔ وَفِی الشَّامِیَّةِ لَا یَقْصِدُ الْاِخْبَارَ وَالْحِكَایَةَ عَمَّا وَقَعَ فِی الْمِعْرَاجِ مِنْهُ۔ اور قرآن مجید میں صاف صاف حکم ہے کہ جو زبان سے لفظ صادر ہوں۔ دل میں بھی ویسا ہی اعتقاد ہو۔ تب مومن صادق ہوتا ہے۔ لقولہ تعالیٰ یَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ۔ اور معیار میں ہے اِنَّ الرَّجُلَ لَا یَكُوْنُ مُؤْمِنًا حَتّٰی یَكُوْنَ قَلْبُهٗ مَعَ لِسَانِهٖ مَعَ قَلْبِهٖ اَوْلَا[2] اور ترمذی میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ میں ہر مسلمان کی قبر میں حاضر ہوتا ہوں۔ اور میت کو فرشتے بٹھا کر اس سے پوچھتے ہیں کہ یہ شخص کون ہے

---

[1] ہم اہلسنت وجماعت کے لئے آپکی ذات کے حاضر و ناظر ہونے کے لئے یہ دلائل کافی ہیں۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْهَا وَهُوَ كَائِنٌ فِیْهَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی كَفِّیْ هٰذَا نقل از مواہب اللدنیہ جلد صفحہ ۱۹۲ مطبوعہ مصر۔ اور اسی جلد کے صفحہ ۳۸۷ میں نیز بایں طور لکھا ہے کہ اِذْ لَا فَرْقَ بَیْنَ مَوْتِهٖ وَحَیَاتِهٖ لِاُمَّتِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ بِاَحْوَالِهِمْ نِیَّاتِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ وَعَزَائِمِهِمْ[2] اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی تفسیر جلد اول پارہ دوم تحت آیت وَیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا کے لکھتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے افعال و اقوال و سکنات کو ہمیشہ ملاحظہ فرماتے ہیں۔ اور ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کی ذات کا ہر جگہ تصرف ہے، اور علاوہ اسکے علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب تنویر الملک صفحہ ۸ میں لکھتے ہیں کہ آپکی ذات جسم اطہر کیسا تھ اب تک حیات ہیں اور صاحب تصرف ہیں اور آسمان و زمین کی سیر کرتے ہیں اور اس سے کچھ رائی بھر بھی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَیٌّ بِجَسَدِهٖ وَرُوْحِهٖ وَاَنَّهٗ یَتَصَرَّفُ وَیَسِیْرُ حَیْثُ یَشَاءُ فِیْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ وَفِی الْمَلَكُوْتِ وَبِهَیْئَتِهِ الَّتِیْ كَانَ عَلَیْهَا قَبْلَ وَفَاتِهٖ وَلَمْ یَتَبَدَّلْ مِنْهُ شَیْءٌ الخ باقی ذکر مفصل جلد ۱ میں ملاحظہ کریں۔

(خادم شریعت عفی عنہ)

اور اسکے حق میں تو کیا کہتا ہے۔ تو جواب دیتا ہے کہ یہ بندہ اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہے۔ اور کلمہ پڑھکر سنا دیتا ہے۔ اور الفاظ حدیث کے یہ ہیں فَيَقُوْلَانِ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ فَيَقُوْلُ هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فقط

تحقیق وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ

سوال: اگر کوئی شخص مرغی یا گاؤ یا کسی اور جانور کی اضافت (نسبت) طرف نبی یا ولی کے کرے۔ چنانچہ بکرا پیر عبد الحکیم کا۔ یا مرغی شاہ مدار صاحب کی۔ پھر اس جانور کو اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح کرکے کھانا۔ یا گیارہویں پیران کے نام کی دینی۔ اور میلاد مبارک کرنا اور اسمیں تعظیماً قیام کرنا اور طعام اور اشیاء کو روبرو رکھ کر اس پر سورت پڑھ کر فاتحہ دینا یہ تمام افعال جائز ہیں یا بدعت؟

جواب: یہ تمام افعال جائز ہیں۔ اور مسئلہ حلت و حرمت ذبیحہ میں حال و قول نیت ذابحہ کا اعتبار ہے۔ نہ مالک کا مثلاً اگر مجوسی یا مشرک نے نیت بتوں کی کسی مسلمان سے بکری ذبح کرائی۔ اور مسلمان نے تکبیر کہہ کر ذبح کی۔ تو اسکا گوشت کھانا بیشک جائز ہے۔ اگرچہ مسلمان کے حق میں یہ بات نہایت مکروہ ہے۔ چنانچہ کتاب سبیل الاصفیاء فی حکم الذبح للاولیاء و فتاویٰ عالمگیری و تاتارخانیہ و جامع الفتاویٰ میں ہے۔ مُسْلِمٌ ذَبَحَ شَاةَ الْمَجُوْسِيِّ لِبَيْتِ نَارِهِمْ اَوِ الْكَافِرِ لِاٰلِهَتِهِمْ تُؤْكَلُ لِاَنَّهٗ سَمَّى اللّٰهَ تَعَالٰى وَيُكْرَهُ لِلْمُسْلِمِ اور رد المحتار میں ہے اِعْلَمْ اَنَّ الْمُرَادَ عَلٰى قَصْدِ عِنْدَ اِبْتِدَاءِ الذَّبْحِ۔ اور یہ بات ہر عاقل جانتا ہے کہ تمام افعال میں اصل نیت مکارنہ ہے اور اضافت بمعنی کبھی عبادت آتے ہی نہیں۔ جیسے کہ فرقہ ظاہریہ غیر مقلد لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔ کہ جس شے میں غیر خدا کا نام آجائے اور اسپر اسکا نام مشہور ہو جائے تو وہ حرام ہے۔ بریں عقل و دانش بباید گریست حضرات ان اضافتوں سے حرام کیا بلکہ کراہت بھی نہیں آتی۔ چنانچہ نماز ظہر کی۔ نماز جنازہ کی۔ نماز مسافر کی۔ نماز مقتدی کی۔ نماز بیمار کی۔ پیر کا روزہ۔ زکوٰۃ اونٹ کی۔ کعبہ کا حج۔ داؤد کا روزہ۔ والدین کی نماز۔ مہمان کی روٹی۔ اور ولی کا بکرا کہنے سے غیر مقلدین صاحبان کو کیا زہر چڑھ گیا جواب دو اور صاحب در مختار نے لکھا ہے وَلَوْ ذَبَحَ لِلضَّيْفِ لَا يَحْرُمُ لِاَنَّهٗ سُنَّةُ الْخَلِيْلِ وَاِكْرَامُ الضَّيْفِ اِكْرَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى اور حدیث میں ہے مَنْ ذَبَحَ لِضَيْفِهٖ ذَبِيْحَةً كَانَتْ فِدَاءً مِّنَ النَّارِ رواه الحاکم۔ یعنی جو مہمان کے لئے ذبح کرے وہ ذبیحہ اسکا فدیہ ہو جائیگا آتش دوزخ سے۔ اور در المختار میں بزازیہ سے لکھا ہے۔ کہ جو مطلقاً نیت و نسبت وغیرہ کو موجب جانے اور وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں تصور کرے تو اسکی جہالت و نادانی ہے۔ وَمَنْ ظَنَّ اَنَّهٗ لَا يَحِلُّ لِاَنَّهٗ ذُبِحَ لِاِكْرَامِ ابْنِ اٰدَمَ فَيَكُوْنُ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى فقط هٰذَا لَفْظُ الْقُرْاٰنِ وَالْحَدِيْثِ وَالْعَقْلِ سبحان اللہ جب نفع دینے میں مخل نہ ہوئی تو فاتحہ و ایصال ثواب میں کیا زہر مل گیا۔ اور وَمَا

ثبوت میلاد شریف

اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِاللہِ کے معنے یہ ہیں کہ بوقت ذبح اگر غیر خدا کا نام لیکر ذبح کیا جائے تو بیشک حرام ہے چنانچہ تفسیر حسینی میں لکھا ہے۔ کہ وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللہِ وحرام کرد آنچہ آواز بر دارند بآں در وقت ذبح بغیر اللہ برائے غیر تعالےٰ بنام بتاں یا باسم پیغمبراں بکشند۔ اور صاحب تفسیر بیضاوی وتفسیر کشاف ومدارک وجامع البیان وتفسیر درمنثور وصاحب تفسیر احمدی وغیرہ نے بھی یہی معنی لکھے ہیں۔ اَیْ رَفَعَ بِالصَّوْتِ عِنْدَ الذِّبْحِ الصَّنَمِ فَاَنَّ الْبَقَرَۃَ الْمَنْذُوْرَۃَ لِلْاَوْلِیَاءِ کَمَا ھُوَ الرَّسْمُ فِیْ زَمَانِنَا حَلَالٌ طَیِّبٌ لِاَنَّہٗ لَمْ یَذْکُرِ اسْمَ غَیْرِ اللہِ عَلَیْھَا وَقْتَ الذِّبْحِ وَاِنْ کَانُوْا یَنْذُرُوْنَہَا لَہٗ اور صاحب معالم التنزیل نے اسطرح لکھا ہے وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللہِ اَیْ مَاذُبِحَ لِلْاَصْنَامِ وَالطَّوَاغِیْتِ اور صاحب ردّ فی نے یہ بھی ظاہر کر دیا ہے کہ جو تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ اگر کسی بکری کو غیر کے نام سے مشہور کیا گیا ہو۔ پھر اسکو اسم اللہ سے ذبح کیا جائے تو وہ حرام ہوگی۔ اسکا کھانا جائز نہیں۔ کیونکہ غیر کی تاثیر اسمیں آجاتی ہے۔ سو یہ عبارت کسی دشمن دین نے ملادی ہے۔ اگر کسی کو شک ہو تو تفسیر فوز الکبیر کا مطالعہ کرے۔ اور میلاد مبارک وفاتحہ خوانی نزدیک علمائے اہلسنت والجماعت کار خیر ہے۔ چنانچہ رسالہ تنویر فی مولد البشیر مولفہ علامہ جلال الدین سیوطی ابن عباس سے اس طور حدیث بیان کرتے ہیں اَنَّہٗ کَانَ یُحَدِّثُ فِیْ بَیْتِہٖ وَقَائِعَ وِلَادَتِہٖ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِقَوْمٍ فَیَسْتَبْشِرُوْنَ وَیَحْمِدُوْنَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ فَاِذَا جَاءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ حَلَّتْ شَفَاعَتِیْ۔ یعنی ایک روز حضرت ابن عباس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کا حال واقعہ روبرو ایک کے ظاہر کر رہے تھے۔ اور وہ لوگ حاضرین مجلس نہایت خوش ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف بیان کرتے تھے۔ اسی حال میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے آئے۔ اور فرمایا حلال ہوئی شفاعت میری واسطے تمہارے۔ اور اسی کتاب میں ابی درداء سے روایت ذکر ہے کہ بروز سوموار مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عامر انصاری کے گھر گئے۔ اور عامر انصاری اپنی اولاد وحاضرین مجلس کو میلاد کے بارے میں ترغیب دے رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ایسی مجلس میں رحمت خدا نازل ہوتی ہے اور فرشتے ایسی مجلس کرنے والوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگتے ہیں۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا میلاد مبارک کرنا اور اسمیں خوشبو وچراغ روشن کرنے اور حضور کی تعظیم کی خاطر میلاد کے اختتام پر کھڑے ہو جانا جائز بلا کراہت ہے۔ کیونکہ اجلاس قرآن مجید واحادیث شریف ومیلاد مبارک میں خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوتے ہیں چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی نانویں صدی کے مجدد شرح الصدور میں بایں طور لکھتے ہیں۔ فَقَدْ اَخْبَرَنِی الثِّقَاتُ مِنْ اَھْلِ الصَّلَاحِ اَنَّہٗ شَاھَدَہٗ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِرَارًا عِنْدَ قِرَاءَۃِ الْمَوْلُوْدِ الشَّرِیْفِ وَ عِنْدَ خَتْمِ رَمَضَانَ بَعْضِ الْاَحَادِیْثِ اور شرح برزخ صفحہ ٢٩٩ بحوالہ رسالہ ابلغ الکلام لکھا ہے کہ مجلس میلاد میں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک حاضر ہوتی ہے۔ اسوقت قیام کرنا ضروری اور واجب ہے۔ بِحُضُوْرِ رُوْحَانِیَّۃٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَعِنْدَ ذٰلِکَ یَجِبُ التَّعْظِیْمُ وَالْقِیَامُ اور ابوزید علیہ الرحمۃ کے مولود شریف میں مذکور ہے کہ عِنْدَ ذِکْرِ وِلَادَتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْقِیَامُ وَاجِبٌ لِمَا اَنَّہٗ تَحْضُرُ رُوْحَانِیَّتُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور ایسا ہی امام شعرانی کتاب الانوار القدسیہ میں لکھتے ہیں۔ مسئلہ مشکوٰۃ باب المعجزات میں لکھا ہے کہ غزوہ تبوک میں صحابہ کو بھوک شدید ہوئی۔ تو کہا حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہ یا حضرت ہم لوگوں کا بچا ہوا توشہ منگوالیں۔ پھر ان پر دعا مانگیں تاکہ اس میں برکت ہو۔ فرمایا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اچھا پھر دستر خوان چمڑے کا منگوا کر اسپر بچا ہوا توشہ لوگوں کا جو کہ صرف ایک ٹکڑا روٹی اور مٹھی بھر چینا اور ایک مٹھی کھجوروں کی رکھدی۔ پھر اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا مانگی اور اس کھانے میں اسقدر برکت ہوگئی کہ تمام لشکر نے برتن اپنے پُر کر لئے۔ اور یہ حدیث شریف مسلم نے باب الایمان میں اور طریق پر بھی مروی ہے۔ اور کتاب شرح برزخ صفحہ ۱۰۱ میں لکھا ہے[1] کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند ارجمند حضرت ابراہیم فوت ہوئے تو آپکے پاس ابوذر صحابی چند کھجور خشک کے دانے اور دودھ جس میں جو کی روٹی بھیگی ہوئی تھی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں لاکر رکھدیئے۔ اور آپ نے اسپر سورہ فاتحہ اور تین دفعہ قل شریف پڑھ کر دونوں ہاتھ مبارک کو اٹھا کر دعا مانگی۔ اور ابوذر صحابی کو فرمایا کہ اسکو مجلس میں تقسیم کر دے۔ اور وہ حدیث مبارک یہ ہے۔ وَکَانَ یَوْمُ الثَّالِثِ مِنْ وَفَاتِ اِبْرَاھِیْمَ ابْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَاءَ اَبُوْذَرٍّ عِنْدَ النَّبِیِّ بِتَمْرَۃٍ یَابِسَۃٍ وَلَبَنٍ فِیْہِ خُبْزٌ مِّنْ شَعِیْرٍ فَوَضَعَھَا عِنْدَ النَّبِیِّ فَقَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْفَاتِحَۃَ وَسُوْرَۃَ الْاِخْلَاصِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ اِلٰی اَنْ قَالَ رَفَعَ یَدَیْہِ لِلدُّعَاءِ وَمَسَحَ بِوَجْھِہٖ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبَاذَرٍّ اَنْ یَّقْسِمَھَا بَیْنَ النَّاسِ وَالْحَنَافِیْہِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(نوٹ) فتاویٰ عزیزی صفحہ ۱، ۳، ۷۰ و ۷۱ وفتاویٰ عبدالحی جلد سوم وصراطِ مستقیم اسمٰعیل وہابی نے لکھا ہے کہ فاتحہ دینا طعام وشرینی پر مستحسن ہے اور جائز ہے۔ خادم شریعت عفی عنہ ۱۲

[1] کتاب شرح برزخ واقعی کتب احادیث میں سے ہے۔ اور بستان المحدثین میں شاہ صاحب ایک سو نو[109] کتابیں علم حدیث کی شمار فرماتے ہیں۔ لیکن فرقہ وہابیہ نجدیہ غیر مقلدین کا پیشوا صدیق حسن صاحب ایک ہزار سے زائد کتابیں احادیث کی شمار کرتے ہیں اور کتاب اتحاف النبلا صفحہ ۹۵ میں یہ نسبت کتاب شرح برزخ ملخصاً یہ عبارت مرقوم ہے کہ شرح برزخ از کتب حدیث است اوش بدالموت است وجملہ ابواب او ہفتاد ویک ابواب است ہمہ متعلق باحوال موتٰی وبرزخ ودروے بعد ذکر حدیث شرح میکند الخ اور صاحب کشف الظنون تو بہت کتب حدیث بیان کرتا ہے اور کتاب شرح برزخ کا مؤلف امام ابوسعید سلمی حنفی رحمۃ اللہ علیہ ہے فقط، خادم شریعت،

وَهَبْتُ ثَوَابَ هٰذِهٖ لِرُوْحِ اِبْرَاهِيْم ۔ اور ایسا ہی فتاویٰ اوزجندی[1] وکتاب شرح برزخ صفحہ ۳۳۹ میں مذکور ہے۔ کہ عبداللہ بن مسعود اور ابن ابی دینا نے انس سے روایت کی ہے۔ کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دیتے اور اسکا ثواب میت کو پہنچاتے۔ اور امام نابلسی نے حدیقہ ندیہ میں لکھا ہے کہ روبرو کھانا یا میوہ یا اور کوئی شے ماکولہ کو رکھ کر فاتحہ دینا اور اسکو تناول کرنا مستحب ہے۔ کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اب تک مسلمانوں کا اس پر عمل چلا آتا ہے۔ کہ کتاب در تعظیم فی فضائل القرآن العظیم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وامام نووی اذکار میں اس طرح لکھتے ہیں رویناعن کتاب السنی عن عبد اللّٰہ بن عمر و ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انّہٗ کان یقول علی الطعام اذا قُرِّبَ علیہ اللّٰھمّ بارک لنا فیما رزقتنا وقنا عذاب النّار لا یضرّہ ذٰلک ۔ اور کتاب مائۃ الفوائد میں بایں طور حدیث وارد ہے قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ عِنْدَ اَکْلِ الطَّعَامِ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا مَارَزَقْتَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ لَمْ یَضُرَّہٗ ذٰلِکَ وَبُوْرِکَ لَہٗ فِیْہِ الغرض روبرو طعام رکھ کر اس پر کوئی سورت پڑھنے کی ممانعت کسی حدیث سے نہیں پائی جاتی اور گیارہویں پیران پیر کی کرنی جائز ہے۔ چنانچہ کتاب ماثبت بالسنۃ صفحہ ۱۲۷ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے وھو ہذا۔ هُوَ الَّذِیْ اَدْرَکْنَا عَلَیْہِ سَیِّدَنَا الشَّیْخَ الْاِمَامُ الْعَارِفُ الْکَامِلُ الشَّیْخُ عَبْدُ الْوَهَّابِ الْقَادِرِیُّ الْمُتَّقِیُّ الْمَکِّیُّ فَاِنَّہٗ قُدِّسَ سِرُّہٗ کَانَ یُحَافِظُ فِیْ یَوْمِ عُرْسِہٖ ھٰذَا التَّارِیْخُ الخ وَقَدِ اشْتَھَرَ فِیْ دِیَارِنَا ھٰذَا الْیَوْمُ الْحَادِیْ عَشَرَ وَھُوَ الْمُتَعَارَفُ عِنْدَ مَشَایِخِنَا مِنْ اَھْلِ الْھِنْدِ مِنْ اَوْلَادِہٖ لیعنی وہ تاریخ ہے جسپر ہم نے اپنے پیشوا مقتداء خداشناس شیخ کامل عبدالوہاب قادری پرہیزگار مکے والے کو پایا ہے یہ بزرگ اسی تاریخ کو نگاہ رکھتا تھا۔ یا تو اسی روایت کے اعتماد پر یا اس سبب سے کہ اپنے پیر شیخ کبیر علی متقی کو دیکھا ہو۔ اور ہمارے ملک میں آجکل گیارہویں تاریخ مشہور ہو رہی ہے۔ اور یہی متعارف نزدیک ہمارے مشائخوں

---

[1] اوجندی کتاب واقعی حضرت مولانا محمد بن عبدالعزیز شمس الائمہ کی ہے۔ اور حضرت تلمیذان حضرت شمس الائمہ کرخی علیہ الرحمۃ میں سے تھے۔ اور حضرت اوجندی چھٹی صدی کے امام تھے چنانچہ کتاب صدیق الحنفیہ صفحہ ۲۳۹ میں مسطور ہے۔ اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۲۲۷ وصفحہ ۲۵۱ بحوالہ جواہر اخلاطی وفتاویٰ ذبدہ ومحیط سے اپنا دعویٰ ثابت کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ فتاویٰ اوزجندی بیشک فتاویٰ ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ مولوی عبدالحی وغیرہ کا یہ لکھنا کہ فتاویٰ اوزجندی کوئی کتاب نہیں محض غلط اور کم فہمی پر دال ہے اور جو کسی صاحب نے لکھا ہے قال ملا علی قاری فی الاوزجندی یہ محض کاتب کا سہو ہے۔ فقیر کے نزدیک یوں ہونا چاہیئے تھا قال محمد بن عبدالعزیز فی فتاویٰ اوزجندی فقط العلم عند اللہ ۔۔ خادم شریعت عفی عنہ۔

ہند کے اور اولاد ان کی کے ہوئی۔ اور یہ سُنّت بزرگان دین متاخرین سے ظاہر ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: آذان میں بوقت سننے کلمہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں پر رکھنا جائز ہے یا نہیں۔ اور جنازہ کے ساتھ کلمہ شہادت و درود شریف وغیرہ ذکر خیر بلند اور جنازہ کے آگے نعتیں پڑھتے جانا کیسا ہے؟

ناخنوں کو وقت اذان چوم کر آنکھوں پر رکھنا

جواب: بیشک نزدیک اہلسنت والجماعت کے ناخنوں کو چومنا ایسے موقعہ میں سنت ہے۔ چنانچہ شرح برزخ بحوالہ فتاویٰ مضمرات وحاشیہ و در المختار و کتاب الاذکار المنتخب الابرار و بروایت دیلمی فی الفردوس حدیث مذکور ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مؤذن سے کلمہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ سنا۔ تو دونوں انگشت کو چوم کر آنکھوں پر ملا۔ اور فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو شخص میرے پیارے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح کرے گا۔ اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گی۔ اور یہ حدیث حسن لغیرہ ہے۔ اور محدثین کے نزدیک حدیث ضعیف بھی فضائل اعمال و ترہیب و ترغیب میں معتبر ہوا کرتی ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے۔ ذَكَرَ الدَّيْلَمِيُّ فِي الْفِرْدَوْسِ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ لَمَّا سَمِعَ قَوْلَ الْمُؤَذِّنِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ هٰذَا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا وَّقَبَّلَ بَاطِنَ الْاَنْمُلَتَيْنِ السَّبَّابَتَيْنِ وَمَسَحَ عَيْنَيْهِ فَقَالَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَعَلَ مِثْلَ فِعْلِ خَلِيْلِيْ فَقَدْ حَلَّتْ عَلَيْهِ شَفَاعَتِيْ۔ فقط

جنازہ کے ساتھ ذکر کرنا

اور جنازہ کے ساتھ کلمہ شہادت و درود شریف وغیرہ کا ذکر جہر کرنا باتفاق حنفیہ وشافعیہ جائز بلا کراہت ہے۔ چنانچہ فتاویٰ حیدریہ بحوالہ کتاب وسیلۃ النجات صفحہ ۲۵۶ میں حدیث بروایت ابن عمر بایں طور مذکور ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جنازہ کے پیچھے چلتے ہوئے ہمیشہ ذکر کیا کرتے تھے۔ وہو ہٰذا۔ روی ابن ابی شیبۃ عن ابن عمر رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَمْ يَكُنْ يُسْمَعُ مِنْ رَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَمْشِيْ خَلْفَ الْجَنَازَةِ اِلَّا قَوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور جامع الصغیر من احادیث البشیر امام جلال الدین وعلامہ دیلمی اپنی مسند میں بروایت انس لکھتے ہیں۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جنازہ کے ہمراہ کثرت سے کلمہ طیب کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ اَكْثِرُوْا فِي الْجَنَازَةِ قَوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور طریقہ ندیہ شرح محمدیہ و امام شعرانی عہود المحمدیہ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے کہ جنازہ کے آگے اور پیچھے باواز بلند ذکر کرنا جائز ہے۔ اور اس سے میت و دیگر اموات کی تلقین ہوتی ہے۔ اور غافلوں کے دل اسکی برکت سے روشن ہو جاتے ہیں اور ان کے دل سے غفلت دور ہو جاتی ہے۔ اور اس سے انکار محض جہالت۔ لکن بعض المشائخ روی ذکر الجہری

ورفع الصوت بالتعظیم بغیر تغیر یاد خال حرف فی الجلالۃ قدام الجنازۃ وخلفھا التلقین المیت والاموات والاحیاء۔ اور قرآن مجید سورۂ رعد میں ہے کہ ذکرالٰہی سے مومنوں کے دل آرام پکڑتے ہیں۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ اور خرابطی فی کتاب القبور میں لکھا ہے کہ تمام اصحاب انصار رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کی یہی عادت تھی کہ جنازہ کے ساتھ سورۂ بقرہ پڑھا کرتے تھے۔ قَالَ سُنَّۃٌ فِی الْاَنْصَارِ اِذَا حَمَلُوا الْمَیِّتَ اَنْ یَقْرَؤُا مَعَھَا سُوْرَۃَ الْبَقَرَۃِ وَیَقُوْلُ الْفَقِیْرُ فِیْہِ دَلِیْلٌ عَلٰی سُنِّیَۃِ الذِّکْرِ عِنْدَ حَمْلِ الْجَنَازَۃِ لِاَنَّ الذِّکْرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ الخ اور جو بعض علماء نے ذکر جہر کو جنازہ کے ساتھ مکروہ لکھا ہے۔ وہ باعتبار زمانہ سلف کے ہے اور مکروہ سے مکروہ تنزیہ مراد ہے۔ نہ تحریمہ اور نہ اسکے منع کرنے پر کوئی حدیث وارد ہے۔

سوال: نماز میں انگشتِ شہادت سے اشارہ کرنا بوقتِ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کیسا ہے؟

جواب: اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے۔ بعض نے جائز کہا ہے بعض نے ناجائز۔ اور جو حدیثیں اسکے جواز پر آئی ہیں ان میں نہایت درجہ کا اضطراب ہے۔ اور جو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت وارد ہوئی کہ آپ ایسا کرتے تھے اور ہم بھی ایسا کرتے ہیں اور امام صاحب کا بھی یہی قول ہے۔ سو یہ روایت بھی از قبیل نوادر ہے۔ جو کہ نزدیک محققین احناف کے قابل عمل نہیں ہوا کرتی۔ اور حاشیہ برجندی وفتاویٰ عتابیہ وغیاثیہ وصلوٰۃ مسعودی وفتاویٰ نادر الجواہر ونفع المفتی وصاحب درالمختار وغیرہ نے لکھا ہے کہ اشارہ نہ کیا جاوے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ وَلَا یُشِیْرُ بِسَبَابَۃٍ عِنْدَ الشَّھَادَۃِ وَعَلَیْہِ الْفَتْوٰی اور صاحب خزانۃ الروایات سے تاتارخانیہ نے لکھا ہے وَاَمَّا قَوْلُ الصَّحِیْحِ عَدَمُ الْجَوَازِ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات ۳۱۲ جلد اول صفحہ ۴۴۸ پر عدم جواز رفع سبابہ کا فتویٰ تحریر فرمایا ہے۔ وہو ہذا۔ احادیث نبوی علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام درباب جواز اشارت بسبابہ بسیار وارد شدہ اند وبعض از روایات فقہ حنفیہ نیز دریں باب آمدہ صفحہ ۴۴۹ وغیرہ ظاہر مذہب است آنچہ امام محمد شیبانی گفتہ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُشِیْرُ وَنَصْنَعُ کَمَا یَصْنَعُ النَّبِیُّ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ ثُمَّ قَالَ ھٰذَا قَوْلِیْ وَقَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا از روایات نادر است نہ از روات اُصول وفی المحیط اختلاف المشائخ فیہ مِنْھُمْ مَنْ قَالَ لَیُشِیْرُ وَقَدْ قِیْلَ سُنَّۃٌ وَقِیْلَ مُسْتَحَبٌّ وَالصَّحِیْحُ حَرَامٌ ہرگاہ در روایات معتبرہ حرمتِ اشارت واقع شدہ باشد وبر کراہت اشارت فتویٰ دادہ باشند مامقلداں رانمی رسد کہ بمقتضائے احادیث عمل نمودہ جرأت براشارت نمائیم مرتکب ایں امر از حنفیہ یا علمائے مجتہدین راعلم احادیث معروفہ جواز اشارت اثبات نہ نماید۔ یا انگارد۔ کہ ایہا بمقتضائے آرائے خود بر خلاف

لہ شرح وقایہ میں جو جابجا علمائنا کا لفظ وارد ہے اس سے مراد امام صاحب اور ان کے شاگرد نہیں مؤلف کے گردونواح کے علماء مراد ہیں۔ (ابوالمنظور عفی عنہ)

مسئلہ اشارہ بانگشت شہادت

احادیث حکم کردہ اند بر دو شق فاسد است تجویز نکنند آنرا مگر سفیہ یا معاند ظاہر اصول اصحاب با عدم اشارت است پس عدم اشارت سنت علماء ما تقدم شدہ ؛

سوال : کیا کوئی علم ایسا بھی ہے جسکی خبر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مفصل طور پر بیان نہیں فرمائی؟

جواب : بیشک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہر ایک علم کو مفصل بیان کر دیا ہے۔ لیکن علم باطن کا اظہار مفصل نہیں فرمایا۔ بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اگر میں اسکو ظاہر کر دونگا تو میرا گلا کاٹا جائیگا۔ اور کتاب مرقاۃ بروایت حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے عَنِ الْحَسَنِ قَالَ الْعِلْمُ عِلْمَانِ فَعِلْمٌ بِالْقَلْبِ فَذٰلِكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ وَعِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ فَذٰلِكَ حُجَّةُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ۔ رواہ الدارمی۔ یعنی علم دو قسم پر ہے۔ ایک علم قلبی ہے اسکو علم مکاشفہ بھی کہتے ہیں چنانچہ عین العلم میں ہے قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِذَا دَخَلَ النُّوْرُ فِي الْقَلْبِ انْشَرَحَ یعنی عبادت کرتے ہوئے جب دل انسان کا منور ہو جاتا ہے تو اس سے ایسی باتیں اور طرح طرح کے اسرار ظاہر ہونے لگتے ہیں قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ مِنَ الْعِلْمِ كَهَيْئَةِ الْمَكْنُوْنِ لَا يَعْلَمُهٗ اِلَّا اَهْلُ الْمَعْرِفَةِ بِاللّٰهِ تَعَالٰى۔ یعنی آپ نے فرمایا کہ ایک علم جسکی ہیئت تو ہے لیکن اسکو بدوں اہل اللہ کوئی پہچان نہیں سکتا۔ نقل از نور مکمل تفسیر سورۃ مزمل صفحہ ۳۲۸ و دارمی و شرح عین العلم ؛

سوال : نماز تراویح کی کتنی رکعتیں ہیں؟

جواب : نماز تراویح نزدیک محققین مذہب حنفیہ کے بیس رکعتیں ہیں اور امام مالک و شافعی و امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک بیس رکعت سے زائد ہیں چھتیس انتالیس و اکتالیس چنانچہ ترمذی میں ہے اِخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ فَرَاٰى بَعْضُهُمْ اَنْ يُّصَلِّيَ اِحْدٰى وَاَرْبَعِيْنَ رَكْعَةً مَعَ الْوِتْرِ وَهُوَ قَوْلُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا۔ اور روایت ہے حضرت علی و عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رمضان میں بیس رکعتیں ہیں اور یہی قول ہے سفیان ثوری و ابن مبارک کا اور کہا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے هٰكَذَا اَدْرَكْتُ بِبَلَدِنَا بِمَكَّةَ يُصَلُّوْنَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً

ف تفسیر روح البیان جلد ۳ و مدارج النبوۃ و انسان العیون سے صاحب کلمۃ العلیا صفحہ ۴۰ ایں بایں طور لکھا ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ مجھے علم الاولین و آخرین دیئے گئے ہیں۔ اور کئی قسم کے علوم اللہ تعالیٰ نے تعلیم فرمائے۔ ایک علم ایسا ہے جسکے چھپانیکا مجھ سے عہد لیا گیا ہے۔ کہ میں کسی سے نہ کہوں اور میرے سوا اسکے برداشت کرنیکی کسی کو طاقت نہیں۔ اور ایک ایسا علم ہے جسکے چھپانے اور سکھانیکا مجھ کو اختیار دیا گیا ہے۔ اور ایک ایسا علم ہے جسکے سکھانیکا ہر خاص و عام امتی کی نسبت حکم فرمایا۔ اور جن و انسان و فرشتے یہ سب آپکی امت ہیں اور ایسا ہی مناہج النبوۃ کے صفحہ ۲۴۲ جلد اول اور صاحب تفسیر حسینی علامہ کاشفی متوفی سنہ ۹۱۰ رقام فرماتے ہیں ایک ہزار خداوند کریم کی طرف سے آپ کی ذات والا صفات کو خطاب ہوئے۔ یعنی آپ سے کلام ہوئی۔ العلم عند اللہ فقط خادم شریعت محمد نظام الدین عفی عنہ

حاشیہ: نور مکمل علم باطن ۔ نور مکمل رکعات تراویح

یعنی میں نے شہر مکہ والوں کو بیس رکعت تراویح پڑھتے دیکھا۔ اور علامہ عینی شرح بخاری نے جمہور علماء بیس رکعت تراویح پڑھنے پر قائم کیا ہے۔ وَقَالَ بْنُ عَبْدِ الْبَرِّ وَهُوَ قَوْلُ الْجُمْهُوْرِ وَالْعُلَمَاءِ اور امام بیہقی نے بایں طور حدیث بیان کی ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ رَمَضَانَ بِغَيْرِ جَمَاعَةٍ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان میں بیس رکعت بغیر جماعت پڑھتے تھے۔ اور امام سیوطی نے اپنے مجموعہ میں لکھا ہے کہ بیس رکعت کا پڑھنا بہت بہتر ہے وسنن البیہقی وغیرہ باسناد صحیح عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ الصَّحَابِيِّ قَالَ كَانَ يَقُوْمُوْنَ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَفِيْ عَهْدِ عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ مِثْلَهٗ مجموعہ امام سیوطی صفحہ ۲۶۴ میں یعنی خلافت اصحاب ثلاثہ میں بیس رکعت تراویح لوگ پڑھتے تھے۔ اور یہی سنت ہے خلفاء الراشدین کی جنکی اتباع کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بایں طور حکم فرمایا ہے۔ اِتَّبِعُوْا مِنْ بَعْدِيْ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ اور جو شخص اتباع سنت خلفاء الراشدین کا منکر ہے وہ دراصل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کا منکر ہے اور وہ ناری ہے۔ اور جو حدیث عائشہ صدیقہ سے مسلم و بخاری میں بایں طور مروی ہے سُئِلَتْ عَلٰى قِيَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى عَشَرَ رَكْعَةً الخ یعنی سائل نے مائی صاحبہ سے پوچھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان میں کسقدر قیام کرتے تھے کہا مائی صاحبہ نے کہ رمضان ہو یا غیر ہو آپ کی ذات گیارہ رکعت ادا کرتے تھے۔ صاحبان ذرا غور سے دیکھو کہ اس حدیث میں کہیں تراویح کا نام ہے۔ ہرگز نہیں۔ تو مراد آٹھ رکعت نماز تہجد اور تین رکعت نماز وتر ہیں۔ اور علاوہ اسکے صحاح ستہ میں اس حدیث کے مخالف کئی احادیث ہیں چنانچہ مسلم و بخاری و مشکوٰۃ میں ابن عباس سے روایت ہے صَلٰوتُهٗ ثَلٰثَ عَشَرَ رَكْعَةً یعنی آپ نے تیرہ رکعت سے قیام تمام کیا۔ اور سات اور نو رکعت سے بھی آپ قیام فرمایا کرتے تھے اب غیر مقلدین فرمائیں کہ مائی صاحبہ کا کہنا مَا كَانَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ کہاں تک بنا اسکی صحیح تراویح پر تصور کی جائے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنے رسالہ تراویح میں اسکی یوں تفسیر کرتے ہیں کہ آں روایت محمول بر نماز تہجد است کہ در رمضان وغیر رمضان یکساں بود و روایات زیادت محمول بر نماز تراویح است کہ در عرف آنوقت بقیام رمضان مسمی بود کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ الحدیث الخ نقط

سوال: تصور کسکو کہتے ہیں۔ اور کس لئے کیا جاتا ہے۔ اور تصور شیخ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: تصور اس چیز کو کہتے ہیں جو ذہن میں پیدا ہو کر سامنے آتی ہے۔ اور اسکی پہچان سے دوسری چیز کا علم بھی حاصل ہو۔ اور تصور شیخ صوفیائے کرام اسلئے کراتے ہیں تاکہ طالب المولیٰ اسکے ذریعہ سے افعال قبیحہ و ذمیمہ اور شیطان کے مکر

مسئلہ تصور شیخ

وفریب سے ہر ساعت وہر لحظہ بچتا رہے۔ اور یہ بات بھی تجربہ سے معلوم ہو چکی ہے کہ جب کوئی شخص کسی کا تصور آنکھ میں جما لیتا ہے۔ تو اس تصور بصری کے اثر سے اس چیز کا عامل ہو جاتا ہے۔ اور قوت جاذبہ بھی بڑھ جاتی ہے جس کے ذریعہ سے رابطۂ قلب ومطلوب کا مضبوط ہو جاتا ہے۔ اور ان کے درمیان کشش محبت مقناطیسی ایسی ظاہر ہوتی ہے کہ ایک دوسرے کی جان ہو جاتے ہیں۔ اسکا ثبوت متواتر صوفیائے کرام سے لگاتار چلا آتا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ مولوی عبدالحی جلد ۳ صفحہ ۱۳۲ بحوالہ کتاب قول جمیل تصنیف شاہ ولی اللہ اور کتاب شفاء العلیل مولوی احمد رضا خاں صاحب مجدد مائۃ حاضرہ نے بایں طور نقل کی ہے۔ جب مرشد اس کے پاس نہ ہو تو اسکی صورت اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان خیال کرتا رہے۔ بطریق محبت وتعظیم کے۔ تو اسکی خیالی صورت وہ فائدہ دیگی جو اسکی صحبت فائدہ دیتی ہے۔ الخ اور جو اشیاء ونشانات خداوند کریم نے درمیان آسمان وزمین کے ظاہر کئے ہیں ان میں تفکر وتدبر کرنا ہر ایک انسان کو ضروری ہے۔ کیونکہ اسی تفکر وتدبر کرنے سے دل مطمئن ہو جاتا ہے۔ لہٰذا تصور شیخ میں بھی کوئی گناہ نہیں۔ اور ہمارے فاضلان قادری سروری تو تصور اسم ذات کے قائل ہیں اور اپنے پیشوا کے افعال وفضائل وسیر اپنے دل میں نقش کرتے ہیں۔ اور یہ افعال اپنے وجود میں لا کر فنا فی الشیخ کے مرتبہ کو طے کرتے ہوئے بذریعہ تصور اسم ذات فنا فی اللہ ہو کر مراتب بقا باللہ پر پہنچتے ہیں۔ لقولہ تعالیٰ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ الْيَضًا وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ فقط

سوال: سنتیں صبح کی بوقت اقامت نماز یا قبل از طلوع آفتاب پڑھنی جائز ہیں یا نہ؟

جواب: بیشک جماعت سے علیحدہ ہو کر پڑھنا جائز ہے اور اگر کسی وجہ سے رہ جائیں تو طلوع آفتاب کے بعد ادا کرلیں۔ چنانچہ طحاوی ونصرۃ المجتہدین صفحہ ۶۲ میں حدیث مذکور ہے۔ دَخَلْتُ فِي صَلٰوةِ الْغَدَاةِ مَعَ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَالْإِمَامُ يُصَلِّيْ فَأَمَّا ابْنُ عُمَرَ فَدَخَلَ فِي الصَّفِّ وَأَمَّا ابْنُ عَبَّاسٍ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْإِمَامِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْإِمَامُ قَعَدَ ابْنُ عُمَرَ حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ الخ وَعَنْ عَلِيٍّ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ عِنْدَ الْإِقَامَةِ یعنی کہا حضرت علی نے کہ آپ کی ذات بابرکات بوقت اقامت دو رکعت ادا کر لیا کرتے تھے۔ اور ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ کی ذات میمونہ کے گھر میں دو رکعت نماز سنت بوقت اقامت پڑھ لیا کرتے تھے نقل از عینی شرح بخاری بروایت ابوہریرہ بایں طور حدیث ترمذی میں مذکور ہے قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيُصَلِّهِمَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جس نے نہ پڑھی ہوں سنتیں فجر کی پس پڑھے انکو بعد طلوع آفتاب کے اور بخاری ومسلم میں بروایت ابو سعید خدری حدیث مذکور ہے کہ بعد صبح قبل از طلوع آفتاب کوئی نماز نہ پڑھی جاوے

مسئلہ در بارہ سنتہائے صبح

لَا صَلٰوۃَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ اور جو غیر مقلد حدیث قبل از طلوع پیش کرتے ہیں بالکل ضعیف ہے نقل از ترمذی باقی حال جلد ۵ میں مذکور ہے۔

سوال: وتر میں تین رکعتیں ہیں یا ایک؟

جواب: تین رکعت وتر ہیں چنانچہ مستدرک حاکم و سنن نسائی و موطا امام محمد و آثار امام محمد میں بہت احادیث وارد ہیں۔ عَلَّمَنَا اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْوِتْرَ مِثْلُ صَلٰوۃِ الْمَغْرِبِ وَھٰذَا وِتْرُ النَّھَارِ یعنی کہا ابوالعالیہ نے کہ ہم کو تعلیم دی وتروں کی مثل نماز مغرب کی اور کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُوْتِرُ بِثَلَاثٍ لَا یُسَلِّمُ اِلَّا فِیْ اٰخِرِھِنَّ یعنی آپ کی ذات تین وتر پڑھتے تھے۔ اور نہیں سلام پھیرتے تھے مگر تیسری رکعت پر اور کہا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اَلْوِتْرُ ثَلَاثُ رَکَعَاتٍ یعنی وتر تین رکعتیں ہیں۔ اور علاوہ اس کے بخاری و مسلم نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔

سوال: جمعہ باشرائط فرض ہے۔ یا بدون شرائط۔ اور وہ شرائط قرآن شریف و احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں یا کہ صرف علمائے دین کے قیاس سے؟

جواب: بیشک فرض عین باشرائط اور وہ بارہ شرطیں ہیں۔ چھ اسکے وجوب کی اور چھ اسکے ادا کے لئے۔ چنانچہ کتب معتبرہ حنفیہ میں لکھا ہے ؎

حُرٌّ صَحِیْحٌ بِالْبُلُوْغِ مُذَکَّرٌ مُقِیْمٌ وَ ذُوْ عَقْلٍ لِشَرْطِ وُجُوْبِھَا
مِصْرٌ وَسُلْطَانٌ وَوَقْتٌ وَخُطْبَۃٌ وَاِذْنٌ کَذَا جَمْعٌ لِشَرْطِ اَدَائِھَا

یعنی آزاد ہونا غلام پر واجب نہیں دوم تندرست ہونا بیمار پر واجب نہیں۔ سوم بالغ ہونا۔ نابالغ پر فرض نہیں چہارم مرد ہونا۔ عورت پر جمعہ فرض نہیں۔ پنجم مقیم پر فرض ہے مسافر پر نہیں۔ ششم عقلمند پر فرض ہے۔ دلوانہ پر نہیں۔ اور باقی شرائط اسکی ادا کی ہیں۔ اگر یہ نہ ہوں تو اس دن کی ظہر اسکے ذمہ سے ساقط نہ ہو گی۔ بلکہ ظہر پڑھنی پڑے گی۔ وہ یہ ہیں مصر ہونا۔ بستیوں میں[1] جمعہ فرض نہیں۔ دوم سلطان یا نائب بدول اذن ان کے جمعہ پڑھنا جائز نہیں۔ سوم وقت ظہر چہارم خطبہ۔ پنجم اذن عام۔ ششم جماعت۔ اور یہ تمام شرائط قرآن مجید و احادیث صحیحہ سے پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ خداوند کریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے ایماندارو جب آذان ہو نماز کے لئے جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کی یاد کی طرف اور چھوڑ دو بیچنا الخ

وتر تین رکعتیں ہیں

شرائط جمعہ

[1] اگر گاؤں میں لوگوں نے جمعہ قائم کر دیا ہو تو اسکو بند نہ کیا جاوے لیکن ان لوگوں کو چاہیے جمعہ کے بعد اپنی ظہر نماز ادا کر لیں۔ اور مسئلہ کا ثبوت تین سو ساٹھ کتب معتبرہ میں ہے۔ فقط خادم شریعت عفی عنہ۔

پس معلوم ہوا کہ اس آیت کا حکم مقید مخصوص منہ البعض ہے نہ عام ہے۔ چنانچہ کتب تفاسیر و کتب اصول فقہ میں لکھا ہے وَلَا شَكَّ اِنَّ اِطْلَاقَ قَوْلِهٖ تَعَالٰی فَاسْعَوْا مُقَیَّدًا بِخُصُوْصِ الْمَكَانِ وَخُصُوْصٌ مِّنْهُ كَثِیْرًا كَالْعَبِیْدِ وَالْمُسَافِرِیْنَ الخ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالےٰ کا حکم فَاسْعَوْا کا اطلاق خاص کسی مکان کے ساتھ مقید ہے اور اس سے اور بھی بہت خاص کئے گئے ہیں۔ اور صاحب فتح القدیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ جمعہ جنگلوں اور گاؤں میں بھی درست نہیں۔ چنانچہ قولہ تعالےٰ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ لَیْسَ عَلٰی اِطْلَاقِهٖ اِتِّفَاقًا بَیْنَ الْاُمَّةِ اِذْ لَا یَجُوْزُ اِقَامَتُهَا فِی الْبَرَارِیْ اِجْمَاعًا وَلَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ لَا عِنْدَ الشَّافِعِیِّ الخ اور دوسری بات یہ ہے کہ کلمہ ذکر اللہ سے مراد خطبہ ہے اور خطبہ کے لئے قاضی ہوا کرتا ہے۔ جو کہ بادشاہ مسلمان کیطرف سے لوگوں کی صلاحیت کی خاطر متعین کیا جاتا ہے اور اسکو پورے طور اختیار حدود شرعیہ کے جاری کرنیکا بھی ہوتا ہے۔ اور یہ بات کسی صاحب علم سے پوشیدہ نہیں اور علاوہ اسکے کلمہ وَذَرُوا الْبَیْعَ جسکے معنی بیچنا و خریدنا ہے۔ اس سے بھی مراد قصبہ اور شہر ہے۔ جو آباد ہو۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں ہے۔ حدیث نمبر اول جو کہ وجوب جمعہ پر دال ہے عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَعَلَیْهِ الْجُمُعَةُ اِلَّا مَرِیْضٍ اَوْ مُسَافِرٍ اَوِ امْرَاَةٍ اَوْ صَبِیٍّ اَوْ مَمْلُوْكٍ الخ دارقطنی یعنی جابر سے روایت ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ پڑھنا ایماندار پر فرض ہے۔ مگر مریض اور مسافر اور عورت اور لڑکے پر اور غلام پر فرض نہیں۔ اور اسکے علاوہ جو ادا کی شرطیں ان پر یہ حدیثیں دلالت کرتی ہیں۔ حدیث رَوَی ابْنُ شَیْبَةَ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِیْقَ وَلَا صَلٰوةَ فِطْرٍ وَلَا اَضْحٰی اِلَّا فِیْ مِصْرٍ جَامِعٍ اَوْ مَدِیْنَةٍ عَظِیْمَةٍ ابْنُ حَزْمٍ فِی الْمُحَلّٰی وَرَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ مِنْ حَدِیْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ الخ یعنی روایت کی ہے ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا حضرت علی نے کہ نہ نماز جمعہ نہ عید فطر اور نہ عید قربانی جائز ہے مگر شہر میں جو جامع ہو یا شہر بڑا ہو۔ اور صحیح بیان کیا اسکو ابن حزم نے اور عبدالرزاق نے بھی عبدالرحمٰن سے اسی طرح حدیث بیان کی ہے۔ اور صاحب فتح الباری نے بھی اس حدیث کو باسناد صحیح لکھا ہے۔ اور فتح الباری جلد دوم صفحہ ۳۶۶ میں بروایت حضرت حذیفہ یوں لکھا ہے قَالَ لَیْسَ عَلٰی اَهْلِ الْقُرٰی جُمُعَةٌ اِنَّمَا الْجُمُعَةُ عَلٰی اَهْلِ الْاَمْصَارِ مِثْلِ الْمَدَائِنِ کہا حذیفہ نے کہ جمعہ شہر والوں پر فرض ہے بستی والوں پر فرض نہیں۔ اور بخاری میں بروایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہے کہ لوگ باری باری جمعہ پڑھنے کے لئے اپنے گھروں سے اور چھوٹے چھوٹے گاؤں سے آیا کرتے تھے۔ كَانَ النَّاسُ یَتَنَاوَبُوْنَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِیْ رَوَاهُ بخاری۔ اور کتاب بخاری میں مِنْ اَیْنَ تُؤْتٰی الْجُمُعَةُ بروایت حضرت یوں مروی ہے قَالَ اِذَا كُنْتَ فِیْ قَرْیَةٍ جَامِعَةٍ نُوْدِیَ بِالصَّلٰوةِ مِنْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ فَحَقٌّ عَلَیْكَ یعنی کہا عطاء نے کہ جب تو قریہ جامع میں ہو۔ اور وہاں آذان

دیجاوے جمعہ کی نماز کے لئے تو تجھ پر فرض ہوا جمعہ پڑھنا اگرچہ تونے آذان سنی ہو یا نہ سنی ہو اور قریہ جامع حکم شہر کا رکھتا ہے اور شرطِ دوم آپ نے فرمایا ہے کہ اَلْجُمُعَةُ وَاجِبَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِي جَمَاعَةٍ الخ یعنی آپ نے فرمایا کہ جمعہ ہر مسلمان پر فرض ہے جماعت میں چار شخصوں پر فرض نہیں۔ شرطِ سوم بخاری میں بروایت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بایں طور وارد ہے اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِيْنَ تَمِيْلُ الشَّمْسُ الخ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جمعہ پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا۔ اور شرطِ چہارم خطبہ۔ کہا ابن عمر نے کہ حضور نے خطبہ پڑھا۔ تو آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔ اور لٹکے ہوئے تھے دو لو کنارے دستار مبارک کے پشت مبارک کی طرف۔ نقل کیا اسکو مسلم نے اور ابوداؤد نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بایں طور حدیث بیان کی كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ كَانَ يَجْلِسُ اِذَا صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتّٰى يَفْرُغَ الْمُؤَذِّنُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَخْطُبُ ثُمَّ يَجْلِسُ وَلَا يَتَكَلَّمُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَخْطُبُ رواہ ابو داؤد یعنی کہا ابن عمر نے کہ آپ دو خطبہ پڑھتے تھے جب منبر پر چڑھتے یہاں تک کہ موذن آذان سے فارغ ہو جاتا۔ پھر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے الخ اور ششم شرط جمعہ کے ادا کرنے کی بادشاہ مسلمان ہونا ہے یا اسکا نائب قَالَ ابْنُ مُنْذِرٍ مَضَتِ السُّنَّةُ بِاَنَّ الَّذِيْ يُقِيْمُ الْجُمُعَةَ السُّلْطَانُ اَوْ مَنْ قَامَ بِهَا اَمَرَهٗ فَاِذَا لَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ صَلَّوْا الظُّهْرَ اس حدیث کو صاحب نبراس نے عینی شرح سے نقل کیا ہے یعنی کہا ابن منذر نے کہ یہ سنّت قدیم سے جاری ہے کہ جمعہ کا قائم کرنا بادشاہ کا حق ہو۔ اگر یہ بات نہ ہو۔ تو لوگ اپنی ظہر کی نماز ادا کریں۔ جمعہ کی نماز نہ پڑھیں اور بخاری میں مذکور ہے کہ جمعہ قائم کرنا حق بادشاہ مسلمان کا ہے۔ حدیث ابن عمر کو مطالعہ کریں جس میں یہ کلمہ تحریر ہے۔ يَقُوْلُ كُلُّكُمْ رَاعٍ الخ اور ابن ماجہ سے بایں طور حدیث بیان کی ہے مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ وَلَهٗ اِمَامٌ عَادِلٌ اَوْ جَائِرٌ فَلَا جَمَعَ اللّٰهُ شَمْلَهٗ یعنی فرمایا آپ نے جو شخص ترک کرے جمعہ وباوجودیکہ واسطے اسکے بادشاہ عادل یا ظالم ہو۔ پس نہ دور کرے اللہ تعالٰی پریشانی اسکی۔ وَقَالَ حَبِيْبُ ابْنِ ثَابِتٍ لَا يَكُوْنُ الْجُمُعَةُ اِلَّا بِاَمِيْرٍ وَخُطْبَةٍ وَهُوَ قَوْلُ اَوْزَاعِيْ وَمُحَمَّدُ بْنُ مسلمة ويحي بن عمر المالكي ومن مَالِكٍ اِذَا تَقَدَّمَ رَجُلٌ بِغَيْرِ اِذْنِ الْاِمَامِ لَمْ يُجْزِهِمْ الخ یعنی کہا حضرت حبیب بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہ جمعہ بدوں خطبہ کے و حکم بادشاہ کے جائز نہیں ہوتا۔ اور یہی قول امام اوزاعی و محمد بن مسلمہ و یحی بن عمر مالکی کا ہے۔ اور کہا امام مالک نے کہ اگر کوئی شخص بدوں اذن حاکم آگے ہو کر جمعہ پڑھا دیوے تو تمام لوگوں کی نماز جائز نہ ہو گی۔ اور صاحب البیان نے قول قدیمانہ امام شافعی کا نقل کیا ہے کہ جمعہ نہیں جائز ہوتا مگر پیچھے بادشاہ یا جس کے واسطے اذن دیا گیا ہو۔ اور کہا حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ بادشاہ پر چار حق ہیں۔ ان میں سے ایک جمعہ کا قائم کرنا ہے۔ اور کتاب بیہقی و جواہر النقی جلد اول

صفحہ ۲۲۸ میں لکھا ہے۔ عَنْ اُمِّ عَبْدِ اللّٰہِ الدَّوسیہ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْجُمُعَۃُ وَاجِبَۃٌ عَلٰی اَھْلِ الْقَرْیَۃِ فِیْھَا اِمَامٌ الخ لِاَنَّ الْقَرْیَۃَ اِذَا کَانَ فِیْھَا نَائِبٌ مِنْ جِھَۃِ الْاِمَامِ وَیُقِیْمُ الْحُدُوْدَ یَکُوْنُ حُکْمُہٗ حُکْمَ الْاَمْصَارِ نقل از عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری یعنی کہا ام عبد اللہ دوسیہ نے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جمعہ واجب ہے اہل قریہ پر جس میں امام ہو یعنی بادشاہ اور کہا عمدۃ القاری نے کہ جس گاؤں میں نائب بادشاہ اسلام نے مقرر کیا ہو اور وہاں حدود شرعی بھی جاری ہو جائیں۔ تو اس گاؤں کا حکم مثل شہر کے ہو جائے گا۔ اور صاحب مراقی الفلاح نے صفحہ ۹۹ میں لکھا ہے اَلْمِصْرُ کُلُّ مَوْضِعٍ لَہٗ اَمِیْرٌ قَاضٍ یُنَفِّذُ الْاَحْکَامَ وَیُقِیْمُ الْحُدُوْدَ وَھٰذَا فِیْ ظَاھِرِ الرِّوَایَۃِ قَالَ قَاضِیْخَانْ وَعَلَیْہِ الْاِعْتِمَادُ یعنی مصر وہ جگہ ہے جہاں قاضی ہو یا امیر جو جاری کرے احکام اور قائم کرے حدود شرعیہ کو۔ اور یہی ظاہر روایت ہے۔ اور کہا قاضی خان نے کہ اسی پر اعتماد ہے۔ اور صاحبِ نبراس نے لکھا ہے کہ مسجد بڑی ہو یا بازار وغیرہ جو شرائط فقہاء نے لکھے ہیں وہ سب لوازم شہر کے ہیں ان شرائط کی چنداں ضرورت نہیں ؞

ولایت کفار میں جمعہ کا حکم

سوال: بعض علمائے دین کہتے ہیں کہ جمعہ ولائیتِ کفار میں پڑھنا جائز ہے اور یہ ملک ہندوستان دار السلام ہے۔

جواب: بیشک ولایت کفار میں جمعہ پڑھنا بایں صورت جائز ہے۔ کہ اگر ولایت مسلمانوں میں کفار نے غلبہ پالیا ہو۔ اور مسلمان جمع ہو کر بادشاہ کافر کو درخواست دیں اور وہ ان کو اجازت دیدے اور کہدے کہ بیشک تم لوگ اپنی شریعت کے احکام جاری کرنے کے لئے کوئی والی مقرر کر لو اور وہ والی کوئی امام مقرر کر دے۔ اور اس صورت میں مسلمان جمع ہو کر جمعہ پڑھیں تو جائز ہو گا۔ چنانچہ صاحب ردالمختار باب القضا میں اس عبارت کی شرح کرتے ہیں۔ بِلَادٌ عَلَیْھَا وُلَاۃٌ کُفَّارٌ یَجُوْزُ لِلْمُسْلِمِیْنَ اِقَامَۃُ الْجُمُعَۃِ وَیَصِیْرُ الْقَاضِیْ قَاضِیًا بِتَرَاضِ الْمُسْلِمِیْنَ یَجِبُ عَلَیْھِمْ یَلْتَمِسُوْا وَالِیًا مُسْلِمًا مِنْھُمْ الخ یعنی وہ شہر جس میں حاکم کافر ہیں جائز ہے وہاں کے مسلمانوں کو قائم کرنا جمعہ کا اور ہو جائے کوئی والی ساتھ رضا مسلمانوں کے اور واجب ہے ان پر کہ ڈھونڈلیں حاکم مسلمان اپنا پس اس عبارت سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب تک حاکم مسلمان نہ ہو جمعہ جائز نہیں ہو سکتا ہے۔ اور بعض علمائے فرقہ غیر مقلدین کی بھی چالاکی ہے کہ جلدی سے یہ عبارت معراج الدرایہ و جامع الفصولین کی سنا کر عوام الناس کو دھوکہ میں ڈالدیتے ہیں اور کلمہ یَلْتَمِسُوْا وَالِیًا مُسْلِمًا مِّنْھُمْ کے معنی بھی نہیں کرتے چنانچہ مولوی عبد الجبار غیر مقلد نے اپنے فتاویٰ میں عبارت لکھ کر مسئلہ احتیاط الظہر کو اڑا دیا ہے۔ اور اس ملک ہندوستان کو فی الحال نہ دار السلام کہہ سکتے ہیں۔ نہ دار الحرب چونکہ اس میں تو پورے شرائط دار السلام کے پائے جاتے ہیں نہ دار الحرب

کے۔ اور نہ ہی ہم مسلمانوں کو اس ملک میں قدرت تنفیذ احکام کی ہے۔ لیکن اور ملک والوں کو طاقت تنفیذ احکام کی تو ہے۔ اگرچہ کسی مصلحت کی وجہ سے نہیں کرتے۔ اور ہم لوگ تو مسائل حقہ بیان کرنے سے بھی مجبور ہیں، تنفیذ احکام تو درکنار اگر اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق کرنی ہو تو فتاویٰ شاہ عبدالعزیز جلد اول کا مطالعہ کرو۔

سوال: جمعہ کے بعد احتیاط الظہر کیوں پڑھی جاتی ہے۔ اور اسکا ثبوت کیا ہے۔ اور جمعہ کے بعد کتنی رکعتیں پڑھی جاویں۔ اور دو فرض تو ایک وقت میں جمع ہو ہی نہیں سکتے۔

جواب: احتیاط الظہر دفع شک کے لئے پڑھی جاتی ہے۔ کیونکہ اس ملک ہندوستان میں جمعہ کے ادا کے شرائط جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکے ہیں۔ کچھ اس ملک میں پائے جاتے ہیں۔ اور کچھ نہیں پائے جاتے۔ چنانچہ بادشاہِ مسلم یا اسکا نائب اور حدود شرعیہ کا جاری ہونا اور مصر ظاہر روایت میں اس شہر کو کہتے ہیں جس میں بادشاہ یا نائب بادشاہ حدود شرعیہ کے جاری کرے۔ اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ متعدد جگہ ایک شہر میں جمعہ پڑھنا نزدیک اکثر علمائے دین کے ناجائز ہے۔ کیونکہ شہر مکہ و مدینہ طیبہ میں ایک ہی جگہ جمعہ پڑھا گیا ہے۔ اس لئے بعض علمائے دین نے کہا ہے کہ اگر کئی جگہ شہر میں جمعہ پڑھا جاوے تو جنہوں نے پہلے پڑھ لیا ہوگا ان کا جمعہ ادا ہو جائے گا باقی تمام ظہر کی نماز ادا کریں۔ اگر سب شک کریں کہ پہلے کونسی جگہ ہوا۔ تو اس صورت میں تمام ظہر کی نماز دوبارہ ادا کریں۔ چنانچہ میزان الشعرانی میں ہے وَمِنْ ذٰلِكَ قَوْلُ الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ لَا يَجُوْزُ تَعَدُّدُ الْجُمُعَةِ فِيْ بَلَدٍ الخ یعنی اس مسئلہ میں چاروں اماموں کا قول ہے کہ کئی جگہ میں ایک شہر میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں۔ مگر جب ایک جگہ جمعہ ہوتا ہو۔ اور کہا امام مالک نے کہ جنہوں نے پہلے پڑھ لیا ہے ان کا ہوگا۔ اور احتیاط الظہر کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت حسن بن زیاد جو شاگرد حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور ہم پایہ صاحبین کے ہیں۔ اس سے اور صحابہ تابعین سے ہے۔ چنانچہ کتاب ردالمختار و عینی شرح ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۶ میں لکھا ہے لَمَّا ابْتُلِيَ اَهْلُ الْمَرْوِ بِاِقَامَةِ الْجُمُعَتَيْنِ بِهَا مَعَ اخْتِلَافِ الْعُلَمَاءِ فِيْ جَوَازِهَا اُمِرُوْا بِاِقَامَتِهِمْ بِاَدَاءِ الْاَرْبَعَةِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ اِحْتِيَاطًا وَاخْتَلَفُوْا فِيْ نِيَّتِهَا قِيْلَ يَنْوِي الظُّهْرَ يَوْمِهٖ وَقِيْلَ اٰخِرَ ظُهْرٍ عَلَيْهِ وَهُوَ الْاَحْسَنُ وَقِيْلَ الْاَحْوَطُ اَنْ يَقُوْلَ نَوَيْتُ اٰخِرَ ظُهْرٍ اَدْرَكْتُ وَقْتَهٗ وَلَمْ اُصَلِّهٖ بَعْدُ وَقَالَ الْحَسَنُ اِخْتِيَارِيْ اَنْ يُصَلِّيَ الظُّهْرَ بِهٰذِهِ النِّيَّةِ ثُمَّ يُصَلِّيْ اَرْبَعًا بِنِيَّةِ السُّنَّةِ الخ یعنی جب مرو میں لوگ دو جگہ جمعہ پڑھنے میں مبتلا ہوئے حالانکہ اس مسئلہ میں علماء کا بہت اختلاف تھا۔ اور حکم دیا گیا کہ تم لوگ جمعہ کو پڑھو۔ لیکن اس کے بعد چار رکعت ظہر احتیاطاً ادا کر لیا کرو۔ اور اسکی نیت میں بھی اختلاف ہوا بعض نے کہا اس روز کی ظہر پڑھے۔ بعض نے کہا کہ یوں کہے کہ آخر ظہر کی نیت جسکا میں نے وقت پا لیا۔ اور ابھی اسکو پڑھا

ثبوت احتیاط الظہر

نہیں۔ اور امام حسن بن زیاد کہتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ بہت پسندیدہ امر ہے کہ ظہر اسی طور سے پڑھے پھر چار رکعت سنت پڑھے الخ گویا یہ روایت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ کیونکہ جو روایات ان کے شاگردوں سے حاصل ہوتے ہیں وہ سب امام صاحب سے مروی ہیں دیکھو رد المحتار صفحہ ۴۶ اور نور الشمعہ اور صاحب بحر الرائق و رد المختار و فتح القدیر و میزان الشعرانی نے بوجہ مفقود ہونے شرائط کے دوبارہ احتیاط الظہر کو پڑھنا واجب لکھا ہے۔ اور فتاویٰ خانیہ اور صاحب بحر الرائق نے بھی لکھا ہے کہ ابراہیم نخعی و ابراہیم بن مہاجر جو صحابی تابعین سے ہیں جب دیکھتے اپنے امیروں کو ظالم یا کوئی شرط مفقود تو جمعہ کے اول یا اسکے پیچھے بطور خفیہ ظہر کو ادا کرتے وَلِذٰلِكَ تَاوِيْلَانِ وَحُكِيَ فِي الظَّهِيْرِيَّةِ وَالْخَانِيَةِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيْ وَاِبْرَاهِيْمَ ابْنِ مُهَاجِرٍ اَنَّهُمَا كَانَا يَتَكَلَّمَانِ وَقْتَ الْخُطْبَةِ فَقِيْلَ لِاِبْرَاهِيْمَ نَخْعِيْ فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنِّيْ صَلَّيْتُ الظُّهْرَ فِيْ دَارِيْ ثُمَّ رُحْتُ اِلَى الْجُمُعَةِ تَقِيَّةً وَلِذٰلِكَ تَاوِيْلَانِ اَحَدُهُمَا اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا فِيْ ذٰلِكَ الزَّمَانِ فَرِيْقَيْنِ مِنْهُمْ لَا يُصَلِّي الْجُمُعَةَ لِاَنَّهُ كَانَ لَا يَرَى الْجَائِرَ سُلْطَانًا وَسُلْطَانُهُمْ يَوْمَئِذٍ كَانَ جَائِرًا فَاِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يُصَلُّوْنَ الْجُمُعَةَ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ وَكَانَ فَرِيْقٌ مِنْهُمْ يَتْرُكُ الْجُمُعَةَ لِاَنَّ السُّلْطَانَ كَانَ يُؤَخِّرُ الْجُمُعَةَ عَنْ وَقْتِهَا فِيْ ذٰلِكَ الزَّمَانِ فَكَانُوْا يَأْتُوْنَ الظُّهْرَ فِيْ دَارِهِمْ ثُمَّ يُصَلُّوْنَ مَعَ الْاِمَامِ وَيَجْعَلُوْنَهَا سُبْحَةً اَيْ نَافِلَةً پس اس عبارت[1] سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض اصحاب تابعین میں سے بھی سلطان جائر ہونیکی وجہ سے جمعہ کو ترک کر دیا کرتے تھے؛ اور بعض ظہر کو خفیہ طور پر ادا کر لیتے اور جمعہ کو نفلی طور پر پڑھتے۔ اور علاوہ اسکے کتب فقہ معتبرہ مثل فتح القدیر و شامی و عالمگیری و غرائب ظہیریہ و قنیہ و عینی شرح ہدایہ و شرح سفر السعادت و نہر الفائق و فتاویٰ رحمانیہ و مجمع البحار وغیرہ میں لکھا ہے اِنْ وَقَعَ الشَّكُّ فِي الْمِصْرِ فَلْيُصَلُّوْا اَرْبَعًا فَوْحَقَ الْوَقْتِ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنْ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ وَاخْتَلَفُوْا فِي النِّيَّةِ وَالصَّحِيْحُ اَنْ يَّقُوْلَ اُصَلِّيْ لِلّٰهِ تَعَالٰى اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ صَلٰوةَ الظُّهْرِ الَّتِيْ اَدْرَكْتُ وَلَمْ اُصَلِّهِ بَعْدُ الخ یعنی جب شک پڑ جائے مصر میں تو لوگ چار رکعتیں پڑھیں فرض وقت کے پیچھے نماز جمعہ کے ادا اختلاف کیا انہوں نے نیت میں۔ اور صحیح یہ ہے کہ کہے نماز پڑھتا ہوں واسطے اللہ کے چار رکعت نماز ظہر جو پائی ہے میں نے اور نہیں پڑھا اسکو اور علاوہ ان دلائل کے فقیر نے ۳۶۰ کتب فقہ معتبرہ میں دیکھا ہے ہر ایک صاحب نے اسکو جائز ہی لکھا ہے اور رشید احمد صاحب گنگوہی نے بھی ۱۲۹۷ھ میں اسکے جواز پر فتویٰ دیا تھا۔ جسکا جی چاہے آکر دیکھ لے۔ وہو ہذا۔ و ہرگاہ در بعض شروط بوجہ ما اشباہ پیدا آید اگر بنظر احتیاط چہار رکعت بگذارد رواست و دریں کسے از کلام نیست واللہ اعلم۔ رشید احمد گنگوہی۔ اور علاوہ اسکے جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایک وقت میں دو فرض پڑھنے جائز نہیں سو یہ کہنا بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ حدیث

اور ظہر گھر ادا کر لیتے تھے

[1] یہ عبارت فتاویٰ قاضیخاں کے باب الجمعہ کے خاتمہ پر بھی مسطور ہے۔ خادم شریعت عفی عنہ ۱۲:۔

شریف میں اسکی کہیں ممانعت ظاہراً نہیں پائی جاتی۔ حدیث میں صرف یہ الفاظ ہیں لَا یُصَلِّی بَعْدَ صَلٰوۃٍ مِثْلُهَا۔ یعنی نماز پڑھنے کے بعد ویسی ہیئت پر نماز نہ پڑھنی چاہیئے۔ اور حالانکہ اسکی تفسیر میں علمائے دین وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نہایت درجہ اختلاف ہے۔ اور کہا صاحب عینی شرح کنز الدقائق نے جس نے یہ تاویل کی ہے کہ اس سے تکرار جماعت مسجد محلہ مراد ہے سو یہ بہت بہتر ہے۔ اور صاحب ردالمحتار نے لکھا ہے کہ اگر ہیئتِ اولیٰ بدل جائے تو نماز جماعت بلا کراہت جائز ہوگی۔ اور اہل علم پر یہ بات بھی پوشیدہ نہیں کہ اصحاب کرام اگر تنہا نماز کو ادا کر لیتے تو پھر اگر جماعت ملجاتی تو اسی نماز کو دوبارہ امام کے ساتھ پڑھ لیتے۔ اور اسی امر کی تعلیم بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام کو دیتے۔ اور علاوہ ازیں اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نماز میں کسی طرح کا شک پڑ جاتا۔ تو اس نماز کو دوبارہ ادا کر لیتے۔ چنانچہ دارمی ونسائی ومشکوٰۃ میں بروایت ابوسعید خدری مروی ہے کہ دو صحابی سفر میں نکلے۔ اور ان کو پانی نہ ملا۔ دونوں نے تیمم کر کے نماز پڑھی بعد نماز ادا کرنے کے انکو اسی وقت پانی ملا۔ اور ایک نے وضو کر کے نماز کو دوبارہ پڑھ لیا۔ اور دوسرے نے ایسا نہ کیا۔ اور دونوں نے حضور کی خدمت عالیہ میں یہ ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا جس نے دوبارہ نماز کو پڑھ لیا ہے اسکو دوہرا ثواب ملا۔ اور دوسرے کی نماز بھی ہوگئی۔ لیکن یہ ثواب نہ ملا۔ اور جمعہ کے بعد آپ دو رکعت سُنّت پڑھا کرتے تھے۔ اور کہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم لوگ جمعہ کے بعد چار رکعت ادا کیا کرو۔ اور ابن عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم چھ رکعت کا حکم دیا کرتے تھے۔ نقل از ترمذی اور علاوہ اسکے عینی شرح بخاری سے صاحب نورالشمعہ نے لکھا ہے بایں طور حدیث نقل کر کے دس رکعت بعد نماز جمعہ کے ثبوت کی ہیں۔ وفی سنن سعید بن مسعود عن ابی عبدالرحمٰن السلمی قَالَ عَلَّمَنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَنْ نُصَلِّیَ بَعْدَ الْجُمُعَةِ اَرْبَعًا فَلَمَّا قَدِمَ عَلَيْنَا عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَّمَنَا اَنْ نُّصَلِّيَ سِتًّا یعنی سعد ابن مسعود کی سنن میں عبدالرحمٰن سلمی سے روایت ہے کہ ہمکو ابن مسعود نے سکھایا کہ جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھیں۔ پھر جب حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہمارے شہر میں تشریف لائے۔ تو انہوں نے ہمکو سکھایا کہ ہم چھ رکعت پڑھیں الخ پس اس سے معلوم ہوا کہ چھ چار پر زائد ہیں۔ اور امر زائد مثبت پر ہوا کرتا ہے اور قاعدہ ہے کہ اَلْمُثْبِتُ مُقَدَّمٌ عَلَى النَّافِيْ یعنی مثبت نفی کرنے والے پر مقدم ہوا کرتا ہے۔ پس بعد جمعہ کے چھ رکعت کا پڑھنا مختار رہا۔ اور یہ چار رکعت احتیاطی ملا کر دس رکعت ہوئیں۔ چنانچہ کتب فقہ حنفیہ میں بھی ان کا ذکر ہے اَنْ يُّصَلِّيَ بَعْدَ الْجُمُعَةِ عَشَرَ رَكَعَاتٍ الخ نقل از درالمختار یعنی حاصل کلام کا یہ ہے کہ جمعہ کے بعد دس رکعت پڑھے واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: بسم اللہ شریف سورۃ فاتحہ کے اول یا آخر بآواز بلند پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ہر دو جگہ آواز بلند سے بسم اللہ کا پڑھنا ناجائز ہے۔ چنانچہ مسلم و برہان شرح مواہب الرحمٰن باب صفۃ الصلوٰۃ حضرت انس سے روایت ہے قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَكَانُوْا يَسْتَفْتِحُوْنَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا يَذْكُرُوْنَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فِيْ اَوَّلِ قِرَاءَةٍ وَلَا فِيْ اٰخِرِهَا الخ کہا حضرت انس نے کہ نماز پڑھی میں نے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اصحاب ثلثہ کے پس وہ شروع کیا کرتے تھے الحمد سے اور ذکر کرتے تھے اول اور آخر اسکے بسم اللہ شریف کو اور نہ ہی کبھی ان سے سنا ہے۔

سوال: پڑھنا فاتحہ کا امام کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: فاتحہ کا پڑھنا امام کے پیچھے مقتدی کو ناجائز ہے کیونکہ اسمیں خلاف قرآن مجید و آثار جمہور صحابہ کے لازم آتا ہے چنانچہ تفسیر مدارک، دحسینی ۲۳۱ سورہ اعراف رکوع آخر میں مذکور ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ الخ در اسباب نزول آوردہ کہ جوانے از انصار در عقب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میگذارد و ہرچہ آنحضرت قرأة میفرمود میخواند آیت اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ چوں قرآن خواندہ شود در نماز فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ بشنوید مرآنرا وَاَنْصِتُوْا و خاموش باشید و باامام تلاوت نکنید لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ شاید کہ رحم کردہ شوید، اور مدارک میں یوں ہے۔ وَظَاهِرُهٗ وُجُوْبُ الْاِسْتِمَاعِ وَالْاِنْصَاتِ وَقْتَ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ فِي الصَّلٰوةِ وَجُمْهُوْرُ الصَّحَابَةِ عَلٰى اَنَّهٗ فِيْ اِسْتِمَاعِ الْمُؤْتَمِّ الخ اور تفسیر عماد بن کثیر علی بن طلحہ و ابن عباس سے اسطرح مذکور ہے قَالَ عَلِيُّ بْنُ طَلْحَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قوله وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ يعني فِيْ صَلٰوةِ الْمَفْرُوْضَةِ اور عبد اللہ بن عبد الحمید اور صاحب بیہقی اور امام سیوطی نے تفسیر درمنثور میں ابی العالیہ میں بایں طور حدیث بیان کی ہے اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا صَلّٰى بِاَصْحَابِهٖ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَسَكَتَ الْقَوْمُ فَقَرَءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی روایت کی ابن حمید نے اور بیہقی نے ابو العالیہ سے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھتے صحابہ کے ساتھ قرأت فرماتے تھے تو اصحاب بھی قرأت کرتے تھے۔ پھر یہ آیت اتری اور اصحاب پڑھنے سے چپ ہو رہے۔ اور پڑھتے رہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اور مشکوٰۃ و موطا و ابن ماجہ و ابو قتادہ و ابوہریرہ و ابوموسیٰ اشعری نے بایں طور روایت کی ہے اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا یعنی کہا ابوہریرہ نے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ تم اسکی پیروی کرو کہ جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو جب وہ پڑھے تم چپ رہو۔ اور کتب معتبرہ و حاشیہ مشکوٰۃ و موطا امام محمد میں لکھا ہے کہ عبد اللہ بن عمر زید بن ثابت و جابر بن عبد اللہ سے سوال کیا گیا کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھ لیا جاوے یا نہ۔ انہوں نے فرمایا

بسم اللہ شریف نماز میں جہر پڑھی جاوے

عدم جواز فاتحہ خلف الامام

لَا یَقْرَءُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِیْ شَیْءٍ مِنَ الصَّلٰوۃِ اور صاحب ہدایہ نے اسپر اجماع صحابہ ثابت کیا ہے اور ابن ماجہ نے بروایت جابر رضی اللہ عنہ باین طور حدیث بیان کی ہے مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ پڑھنا امام کا مقتدی کا پڑھنا ہے۔ اور مقتدی کو قرأت پڑھنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ اور موطا امام محمد میں ہے کہ جس شخص نے امام کو رکوع میں پالیا۔ تو اسکی رکعت ہو جائے گی مَنْ صَلّٰی رَکْعَۃً لَمْ یَقْرَءْ فِیْھَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمْ یُصَلِّ اِلَّا وَرَاءَ الْاِمَامِ۔ اور اگر مقتدی بھی قرأت کرے تو دو قرأتیں جمع ہو جائیں گی تو یہ امر غیر مشروع ہو جائیگا۔ اور جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اِقْرَاءْ بِھَا فِیْ نَفْسِکَ تو اس سے مراد تدبر و تفکر ہے اسکے معانی کا دل میں خیال کرنا چنانچہ حاشیہ مشکوٰۃ میں تحریر ہے۔ اور جو حدیث عبادۃ بن صامت سے مروی ہے جسکو غیر مقلدین بحث میں پیش کرتا ہے۔ وہ چند وجوہ سے ضعیف اور قابل عمل نہیں۔ دیکھو فتح المبین صفحہ ۴۱۲ و فتاویٰ صابریہ۔ تمام دلائل فرقہ نجدیہ وہابیہ کو جلد گیارہ[1] میں لکھ کر مع اسناد ان کا ضعف بیان کر دیا گیا ہے۔

سوال: رفع یدین اور آمین بالجہر نماز میں جائز ہے یا نہیں؟

جواب: رفع یدین کرنا نزدیک امام صاحب کے صحیح نہیں۔ اور جو حدیثیں رفع یدین قبل از رکوع اور اسکے بعد کے کرنے کے بارہ میں وارد ہیں وہ تمام منسوخ ہیں اور قابل عمل نہیں اور نہ صحیح ہیں۔ چنانچہ عقود الجواہر المنیفہ و فتح القدیر میں مذکور ہے کہ امام صاحب اور امام اوزاعی کا مناظرہ اس بات پر مکہ معظمہ کے بیچ ہوا تو امام صاحب غالب آئے اور امام اوزاعی لاجواب ہو گئے۔ اور امام طحاوی نے سند صحیح کیساتھ حدیث بیان کی ہے۔ کہ ابن عمر رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے مگر اول تکبیر میں حالانکہ یہ وہی ابن عمر ہیں جو حضور علیہ السلام کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے پھر ترک کر دیا۔ وہو ہٰذا حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ دَاؤُدَ قَالَ حَدَّثَنَا نُعَیْمُ بْنُ حَمَّادٍ قَالَ ثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ سُفیان عن عاصم بن کلیب بن عبد الرحمن الاسود عَنْ علقمۃ عن عبد اللہ عن النبی صَلَّی اللہ علیہ وسلم اِنَّہٗ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِیْ اَوَّلِ تَکْبِیْرٍ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ یعنی تمام آئمہ دین رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ آپ کی ذات پاک پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔ اور جو حدیثیں رفع یدین کرنے کے بارہ میں عبد اللہ بن عمر سے بخاری و مسلم میں درج ہیں وہ تمام منسوخ ہیں۔ چنانچہ عینی شرح بخاری میں لکھا ہے۔ اَنَّہٗ کَانَ بدء الاسلام ثم نسخ اور اس کے نسخ پر یہ دلیل ہے کہ عبد اللہ بن زبیر نے ایک شخص کو

مسئلہ عدم جواز رفع یدین فی الصلوٰۃ

---

[1] اس بارہ میں ایک مستقل رسالہ عدم جواز فاتحہ خلف الامام شائع کر دیا گیا ہے جس میں تمام صحاح ستہ کی روایات پر جرح کر دی گئی جسکو وہابی لوگ جواز فاتحہ خلف الامام میں پیش کیا کرتے ہیں اور ان کی اچھی طرح سے تردید کر دی گئی ہے۔ مناظرین ۸؍ روانہ کر کے طلب کریں۔ اب یہ ذکر جلد گیارہ میں نہیں ہے۔ خادم شریعت۔

رفع یدین رکوع و قومہ کرتے ہوئے دیکھا۔ اور فرمایا کہ ایسا مت کرو۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کام کیا پھر ترک کر دیا۔ اور دوسری دلیل تنسیخ کی یہ ہے جو کہ امام جعفر طحاوی نے سند صحیح کے ساتھ بیان کی ہے۔ وہو ہٰذا۔ حَدَّثَنَا اَبُوْدَاؤُدَ قَالَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عبد الله بن یونس قَالَ اخبرنا ابو بکر بن عباس بن حصین بن مجاهد قَالَ صَلَّیْتُ خلف ابن عُمَر فَلَمْ یکن یرفع یدیه الا فی تکبیرة الاولیٰ الخ یعنی کہا حصین بن مجاہد نے کہ نماز پڑھی میں نے پیچھے ابن عمر کے وہ بدوں پہلی تکبیر کے رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اور ابی شیبہ جو کہ امام بخاری و مسلم کے استاذ ہیں اپنے مصنفہ میں بایں طور لکھا ہے عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ صَلَّیْتُ خَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وابی بکر وعمر فلم یکن یرفع اید یْهِمْ اِلَّا عِنْدَ افتتاح الصَّلٰوة یعنی کہا ابن مسعود نے کہ نماز پڑھی میں نے پیچھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور ابا بکر اور عمر کے تو وہ رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے۔ مگر پہلی تکبیر میں۔ اور اگر کسی نے زیادہ تحقیق کرنی ہو تو شرح سفر السعادت و فتح المبین و فتاویٰ صابریہ جلد سوم کا مطالعہ کریں۔

دربارہ آمین بالجہر۔ آمین بالجہر بھی کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ اور علاوہ اسکے وہ حدیثیں معلولہ و مرجوحہ ہیں چنانچہ شرح سفر السعادت باب نماز میں مذکور ہے اور جس حدیث میں مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ وارد ہے۔ اس سے بھی آمین بالجہر ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اسکے معنی شارحین نے یہ لکھے ہیں۔ یعنی مَدَّ بِالْفِهٖ وَخِفَّتِهٖ مِیْمَهٗ یعنی الف کو کھینچ کر پڑھتے تھے چنانچہ قرآن مجید میں ہے اٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ اور حدیث صحیح ابن مسعود و عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ یہ صاحب چار چیزوں میں اخفاء کا حکم امام کے تئے دیا کرتے تھے۔ وہو ہٰذا۔ اَرْبَعٌ یُخْفِیْهِنَّ الْاِمَامُ التَّعَوُّذَ وَالثَّنَاءَ وَالتَّسْمِیَةَ وَالتَّامِیْنَ كَمَا نَقَلَهٗ فِیْ فَتْحِ الْقَدِیْرِ وَفَتْحِ الْمُبِیْنِ وَفَتَاوٰی صَابِرِیَه اور قرآن مجید میں ہے کہ آہستہ دعا مانگنا چاہیئے اور یہی بہتر و انسب ہے۔ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً اور احادیث صحیح اسی بات پر شاہد ہیں چنانچہ مسند امام احمد و مسند ابو داؤد و ترمذی و تہذیب الآثار و دار قطنی و معجم طبرانی وغیرہ نے بسند صحیح یہ حدیث بیان کی ہے عَنْ وائل بن حجر اَنَّهٗ صَلّٰی مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ قَالَ اٰمِیْنَ واخفی بِهَا صوته یعنی کہا ابن حجر نے کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز پڑھی۔ تو جب آپ وَلَا الضَّآلِّیْنَ پر پہنچے تو آمین آہستہ کہی۔

سوال: سینہ پر ہاتھ باندھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مذہب حنفیہ میں سینہ پر ہاتھ باندھنا جائز نہیں۔ چنانچہ کتاب آثار امام محمد و سنن ابو داؤد میں آثار صحابہ موجود ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ زیر ناف ہاتھ باندھتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ یہ سنت نبی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی ہے۔ اَنَّ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ السُّنَّۃُ وَضْعُ الْکَفِّ عَلَی الْکَفِّ فِی الصَّلٰوۃِ تَحْتَ السُّرَّۃِ اور اصول حدیث میں لکھا ہے کہ جس جگہ السنۃ کذا یا ان من السنۃ کذا کا کلمہ واقع ہو تو وہاں سنت رسول علیہ السلام مراد ہوا کرتی ہے اور اگر کسی نے بہت دلائل اس بارے میں دیکھنے ہوں تو معانی الآثار و فتح المبین کا مطالعہ کرے[1]۔

سوال: کنوئیں میں بلی یا چوہا گر کر مر جائے تو کس قدر پانی اس سے نکالا جائے۔ اور فرقہ غیر مقلدین جو یہ کہتا ہے کہ کنوئیں کا پانی بالکل پلید نہیں ہو سکتا اور اپنے دعویٰ میں حدیث بیر بضاعہ کی پیش کرتے ہیں کہ اسمیں لتے حیض کے اور مردار و گوشت کتوں کے ڈالے جاتے تھے تو حضور نے فرمایا کہ پانی پاک ہے اسکو کوئی چیز پلید نہیں کرتی۔ اور حضور نے بھی اسکو پیا۔ نقل از ابوداؤد و ترمذی وغیرہ۔

جواب: معانی الآثار میں ہے کہ کہا حضرت شعبی نے حَدَّثَنَا ابوبکر قال ثنا ابو عامر العقدی قال ثنا سفیان عن زکریا عن الشعبی فی الطیر والسنور ونحوهما یقع فی البیر قال ینزح منها اربعون دلوا الخ یعنی پرندے اور بلی وغیرہ کے لئے کنوئیں سے چالیس ڈول سے کم پانی نہ نکالا جاوے اور ایک روایت ابی سعید خدری سے بایں طور دارقطنی و طحاوی میں مذکور ہے۔ حدثنا فہد بن سلیمان قال ثنا محمد بن سعید بن الاصبہانی قال ثنا حفص بن غیاث النخعی عن عبد اللّٰہ بن سیرۃ الہمدانی عن شعبی وعن ابی سعید خدری الدجاجۃ فی البیر فتموت فیها قال ینزح منها سبعون دلوا۔ یعنی مرغی اگر گر کر مر جائے کنوئیں میں تو ستر ڈول اس سے پانی نکالا جاوے اور علاوہ اسکے محمد بن خزیمہ و حجاج و ابو عوانہ و مغیرہ بن شعبہ و ابراہیم وغیرہ صحابہ نے کہا کہ اگر کنوئیں میں چوہا گر کر مر جاوے تو چالیس ڈول پانی اس سے نکالا جاوے اور ایک روایت میں بیس اور دس بھی ہے۔ چنانچہ طحاوی و دارقطنی میں بروایت حضرت انس حدیث منقول ہے عَنْ اَنَسٍ اَنَّہٗ قال فی الفارۃ دارقطنی وتقویہ اذا ماتت فی البیر واخرجت من ساعتها ینزح منها عشرون دلوا یعنی جب کنوئیں میں چوہا مرے اور اسی گھڑی نکالا جائے اس سے بیس ڈول پانی نکالا جاوے اور دارقطنی و بیہقی و عبد الرزاق و طحاوی نے حدیث بایں طور نقل کی ہے۔ حدثنا ابو عبد اللّٰہ ابن القوام عن سعید بن محرمۃ عن ابن عباس ان زنجیا وقع فی زمزم فمات فانزل الیه رجلا ثم قال انزعوا ما فیها من الماء الخ ایضا عن ابن عباس وابن زبیر انهما افتیا ینزح البیر کلها حین مات زنجی فی بیر زمزم اخرجه الدارمی یعنی حضرت ابن عباس وابن زبیر سے

[1] ان تمام مسائل کی تشریح اور تفسیر واضح طور پر بدلائل جلد سوم میں مسطور ہے۔ اور فرقہ غیر مقلدین کے اس بارہ میں جسقدر دلائل ہیں وہ سب کے سب ضعیف اور متروک و منسوخ ہیں: فقط: خادم شریعت عفی عنہ۔

فرقہ وہابیہ کے ہر ایک اعتراض کا جواب در بارہ پانی نجس و پاک کے۔

روایت ہے کہ ایک زنگی چاہِ زمزم میں گرکر مرگیا۔ پس اتارا ایک آدمی کو اسکی طرف پھر فرمایا پانی نکالو اس سے الخ پس جب فتویٰ دیا حضرت ابن عباس و ابن زبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے تو اسوقت کسی صحابی نے انکار نہ کیا۔ اور نہ ہی کسی نے اَلْمَاءُ طَهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهٗ شَيْءٌ حدیث پیش کی۔ باوجودیکہ کثرت جماعتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم کی موجود تھی۔ اور علاوہ اسکے نہ تو کسی تابعین و تبع تابعین و جمہور صحابہ سے اسکا انکار ثابت ہوا ہے۔ چنانچہ ابن مدینی استاذ امام بخاری صاحب نے کہا ہے۔ فامر ابن عباس وابن زبیر بنزع الماء کلہ بِحُضُوْرِ الصحابۃ ولم ینکر منھم احد فیکون حدیث القلتین مخالفاً للاجماع یعنی حدیث قلتین کی مخالف اجماع صحابہ کے اس لئے ہوئی کہ روبرو صحابہ کے ابن عباس وابن زبیر نے فتویٰ دیا تھا پھر کسی اصحابی نے انکار نہ کیا۔ لہٰذا یہ حدیث مخالف اجماعِ صحابہ کے ہوئی اور علاوہ ازیں اس حدیث میں اضطراب بھی ہے۔ اور کہا ابن حزم نے لَا حُجَّةَ لَهُمْ فِيْ حَدِيْثِ الْقُلَّتَيْنِ لِاَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُحَدِّدْ مِقْدَارَ الْقُلَّتَيْنِ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقدار قلتین کی بیان نہیں کی۔ اور بعض روایتوں میں دو قلہ تین قلہ چالیس قلہ اور کوئی چالیس قرب بھی روایت کرتا ہے۔ اڑھائی مشک قلتین کا اندازہ کسی حدیثِ صحیح کو چھوڑ کر بلکہ ضعیف سے بھی ثابت نہ ہوگا۔ اور حدیث اَلْمَاءُ طَهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهٗ شَيْءٌ یعنی پانی کو کوئی شے ناپاک نہیں کرتی الخ اگر اس سے خاص بیر بضاعہ مراد لیا جائے تو وہ ایک کنواں جاری پرنالہ تھا جس سے باغوں کو پانی دیا جاتا تھا۔ اگر اس سے عموم مراد لیا جاوے تو صحیحین کی حدیثوں سے منسوخ ہے۔ جس میں پیشاب کی ممانعت اور ہاتھ ڈالنے کی نہی وارد ہے وھو ہٰذا۔ لَا يَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِيْ لَا يَجْرِيْ الخ ثُمَّ لَا يَتَوَضَّأُ مِنْهُ اَوْ يَشْرَبُ اور ایک روایت میں لَا يَغْتَسِلُ اَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ وَهُوَ جُنُبٌ یعنی پانی کھڑے میں نہ پیشاب کرنا چاہئے۔ اور نہ اس سے وضو کرنا چاہیئے۔ اور اگر جنبی نے غسل کرنا ہو تو پانی اس سے لے کر الگ بیٹھ کر نہائے۔ ایضاً لَا يَغْمِسَنَّ يَدَهٗ فِي الْاِنَاءِ حَتّٰى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا یعنی جو شخص تم سے بیدار ہوا پھر ہرگز نہ ڈالے ہاتھ اپنا برتن میں یہاں تک کہ دھوے ان کو تین بار کیونکہ اسکو معلوم نہیں۔ کہ رہا کہاں ہاتھ اسکا رات کو۔ اور بعض علمائے دین نے یہ بھی کہا ہے کہ جب اس کنوئیں کی کیفیت صحابہ نے بیان کی تھی تو اسوقت بالکل صاف تھا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ راوی کا کہنا کہ اسمیں گوشت کتوں کا اور لتے حیض کے ڈالے جاتے تھے یہ بالکل خلاف عادت انسانی کے ہے۔ کیونکہ مسلمان اور منافق اور کافر بھی اس بات کو ناپسند کرتا ہے۔ پھر اصحاب کبار تابعین ایسا کام کب کر سکتے تھے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ وہ نشیب جگہ پر تھا اسمیں خود پلیدی واقعہ ہوکر دوسری طرف سے خارج ہوجاتی تھی۔ غرضکہ اس حدیث پر جمہور صحابہ نے عمل نہیں کیا۔ اور حدیث میں ہے اِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ ایضاً اِنَّ الْاَرْضَ لَا تَنْجُسُ یعنی آدمی جنبی مسلمان نجس

نہیں ہوتا اور زمین نجس نہیں ہوتی۔ پس اس حدیث کے معنی ہیں وہی اَلْمَآءُ طُھُوْرٌ لَا یُنَجِّسُهٗ شَیْءٌ کے معنی ہوتے باقی حال شرح طحاوی و فتح المبین میں دیکھو۔ فقط

بحث شیعہ

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔ امابعد خاکسار ابوالمنظور نظام الدین ملتانی قادری سروری مسلمان بھائیوں کی خدمت بابرکت میں گذارش کرتا ہے کہ شیعہ صاحبان کا دلی مقصود ہمیشہ سے یہی چلا آیا ہے۔ کہ وہ اصحاب ثلاثہ کے فضائل حقہ اور انکی خلافت راشدہ کے انکار میں ہزارہا اوراق سیاہ کریں۔ اور اپنے اباطیل پر طرح طرح کے ملمع چڑھا کر حق کی جانب جانیوالوں کی سدراہ بنیں۔ اور اپنی من گھڑت خلافت بلافصل پر جھوٹی خوشی کے نقارے بجائیں۔ مگر ان کو اب تک اتنا بھی معلوم نہیں۔ کہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔ ذرا اپنے مذہب کی کتابوں کی اوراق گردانی تو کرلی ہوتی۔ پھر ان کو پتہ چل جاتا کہ راستی پر کون ہے۔ اور کذب وافتراء پر کون۔ من گھڑت خلافت پر بلافصل اڑے رہنا اور اپنی کتابوں کو طاق پر رکھے رہنا انصاف کا خون کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔ بعض ان کا گوشہ نشین بن کر دیواروں پر جابجا آہنی تختیاں ٹک سے سیاہ کرکے ان پر سفید حروف سے خلافت بلافصل کی خودساختہ روایت کو کندہ کرتا پھرتا ہے اور کلمہ شریف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نام نامی کو شامل کرکے لوگوں کو دھوکا دیتا ہے۔ تاکہ دل کے کچے دام میں پھنس جائیں اور ان کو اپنا ہم پیالہ و ہم نوالہ بنا کر اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے حق میں سب وشتم سے کام لیں اور اپنے سینوں کو جو اصحاب ثلاثہ کے ساتھ حسد اور بغض کی آگ سے جلے بھنے رہتے ہیں۔ ٹھنڈے کریں اور خود تراش کردہ روایت غدیر[1] پر سرتاپا زور دے کر اسکی صداقت کا گیت گائیں اور اپنی من گھڑتیوں پر اڑے بیٹھے رہیں۔ یہ ہے ماہیت حضرات شیعان پاک کے مذہب کی۔ ہم یہاں پر شیعوں کی کتابوں سے مختصر طور پر اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے فضائل اور

---

[1] فَلَمَّا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْ مَرَضِهٖ وَلَقِیَ عِنْدَهُ الْعَبَّاسُ الْفَضْلُ وَعَلِیٌّ وَاَھْلُ بَیْتِهٖ خَاصَّةً فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنْ یَّکُنْ ھٰذَا الْاَمْرُ فِیْنَا مُسْتَقِرًّا مِنْ بَعْدِكَ فَبَشِّرْنَا وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اِنَّا نُغْلَبُ عَلَیْهِ فَاَوْصِ بِنَا فَقَالَ اَنْتُمُ الْمُسْتَضْعَفُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ ترجمہ: یعنی آپکی مرض الموت میں تمام حاضرین پوچھنے کیلئے حاضر ہوکر نکلے اور باقی حضرت عباس وفضل وعلی واہلبیت رہے۔ اور عباس بولے کہ امر خلافت بعد آپ کے ہمکو ملے تو آپ اسکی بشارت دیں اگر آپ جانتے ہیں کہ ہم باز رہیں گے۔ تو پھر ہمکو وصیت فرمایئے۔ تو آپنے فرمایا کہ تم بوجھ اٹھانے سے میرے بعد عاجز ہو۔ کیا حضرت عباس کو واقعہ خم غدیر کا یاد نہ تھا کہ حضور کے سامنے خلافت کے بارہ میں سوال کیا ؛

خلافت حقہ کا ثبوت دیتے ہیں وہو ہٰذا چنانچہ کتاب نہج البلاغت مطبوعہ مصر الجزو الثانی صفحہ ۸ پر خط امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بنام حضرت امیر معاویہ بایں طور تحریر ہے ۔ وَمِنْ كِتَابٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلٰى مُعَاوِيَةَ اِنَّهٗ بَايَعَنِي الْقَوْمُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا اَبَابَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ عَلٰى مَا بَايَعُوْهُمْ عَلَيْهِ فَلَمْ يَكُنْ لِّلشَّاهِدِ اَنْ يَّخْتَارَ وَلَا لِلْغَائِبِ اَنْ يَّرُدَّ وَاِنَّمَا الشُّوْرٰى لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى رَجُلٍ سَمَّوْهُ اِمَامًا كَانَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ رِضًى فَاِنْ خَرَجَ عَنْ اَمْرِهِمْ خَارِجٌ بِطَعْنٍ اَوْ بِدْعَةٍ رَدُّوْهُ اِلٰى مَا خَرَجَ مِنْهُ فَاِنْ اَبٰى قَاتَلُوْهُ عَلَى اتِّبَاعِهٖ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَوَلَّاهُ اللّٰهُ مَا تَوَلّٰى وَالْعَمْرِيْ يَا مُعَاوِيَةُ لَئِنْ نَظَرْتَ بِعَقْلِكَ دُوْنَ هَوَاكَ لَتَجِدُنِيْ اَبْرَءَ النَّاسِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَلَتَعْلَمَنَّ اَنِّيْ كُنْتُ فِيْ عُزْلَةٍ عَنْهُ اِلَّا اَنْ تَتَجَنّٰى مَا بَدَا لَكَ وَالسَّلَامُ یعنی بیشک میری اس قوم نے بیعت کی ہے کہ جس نے ابابکر الصدیق و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم سے کی تھی ۔ اب کسی شخص حاضر اور غائب کو اختیار نہیں کہ اسکی تردید کرے ۔ کیونکہ یہ کام اجماع مہاجرین و انصار کے حکم سے مضبوط ہو چکا ہے جس شخص کو انہوں نے کمیٹی سے نامزد کر دیا ہو ۔ وہ اللہ کے ہاں پسند ہے ۔ پس اگر نکلا کوئی شخص اس معاملہ سے طعن یا جدائی کر کے پھر لاؤ اسکو جس امر سے بھاگا ۔ پس اگر انکار کیا اس نے تو مار ڈالو اسکو مومنوں کے راستے کی پیروی نہ کرنے کے جرم میں ۔ پھر پہنچاویگا اسکو اللہ پسندیدہ بات پر اور قسم ہے مجھے عمر بخشنے والے کی اے معاویہ اگر تو نظر غور سے بیان کرے تو پائیگا تو مجھے بڑے تمام آدمیوں سے خون عثمان کے سے اور ضرور جانتا کہ تھا میں اسوقت گوشہ میں اس سے اگر تو بدلہ لیتا ہے تو اس سے لے جس پر ثبوت پاوے ۔ والسلام فقط۔

دوسرا خط امیر المومنین کا جو حضرت امیر معاویہؓ کے دو خطوں کے جواب میں لکھا تھا وہ یہ ہے ۔ اَمَّا مَا ذَكَرْتَ مَنَازِلَ الْخُلَفَاءِ وَفَضَائِلَهُمْ فَنَقُوْلُ نَحْنُ وَجَدْنَا اَفْضَلَهُمْ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَبَابَكْرٍ الْعَتِيْقَ وَالصِّدِّيْقَ ثُمَّ عُمَرَ الْفَارُوْقَ الَّذِيْ لَا يَخَافُ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ ثُمَّ ذِي النُّوْرَيْنِ عُثْمَانَ الَّذِيْ يَسْتَحْيِيْ مِنْهُ الْمَلٰئِكَةُ وَلَعَمْرِيْ اِنَّ مَكَانَهُمْ فِي الْاِسْلَامِ تَعَظِيْمٌ فَرَحِمَهُمُ اللّٰهُ الخ اصفہانی شرح نہج البلاغت جلد اول جزو ۱۱ مولوی سلطان المحمود شیعہ یعنی اے معاویہ تو نے مجھے مراتب و فضائل خلفاء کے یاد دلاتا ہے ہم کے دین کے جاری کرنے میں جملہ خلفاء سے افضل حضرت ابا بکر عتیق و صدیق کو پایا ہے پھر حضرت عمر ہیں جو جاری کرنے احکام دین میں کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے ۔ پھر حضرت عثمان ذو النورین ہیں جن سے ملائکہ مقربین بھی حیا کرتے تھے مجھے اپنی عمر کی قسم ہے کہ اسلام میں خلفائے مذکورین کا بڑا مرتبہ ہے ۔ ان پر اللہ تعالےٰ کی رحمت ہو ۔ اور اچھے اجر ان کو ملیں ۔ آمین ۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارہ میں یاد دلانا تیرا پس خدا کی قسم ہے اصل قاتلین تو دار عثمان

ثبوت حقیت خلافت اصحاب ثلاثہ

ہیں ہی قتل کئے گئے تھے۔ اور وہ دونو کنیرہ و سودان ہیں۔ اور ماسوا ان کے محاصرین وغیرہ نے توبہ کرلی ہے اور تو میری بیعت سے انکار مت کر۔ اور تحفۃ الشعریہ مطبع یوسفی مفقصد اول صفحہ ۱۷۸ بروایت کشف الغمہ نقل از مجمع الاصناف سنی سُئِلَ الْاِمَامُ اَبُوْجَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ مِنْ حِلْیَۃِ السَّیْفِ ھَلْ یَجُوْزُ فَقَالَ نَعَمْ قَدْ حَلّٰی اَبَابَکْرِ الصِّدِّیْقُ سَیْفَہٗ فَقَالَ الرَّاوِیْ اَتَقُوْلُ ھٰکَذَا فَوَثَبَ الْاِمَامُ عَلٰی مَکَانِہٖ فَقَالَ نَعَمْ الصِّدِّیْقُ نَعَمْ الصِّدِّیْقُ نَعَمْ الصِّدِّیْقُ فَمَنْ لَمْ یَکُنْ لَہُ الصِّدِّیْقُ فَلَا صَدَّقَ اللّٰہُ قَوْلَہٗ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ حضرت امام ابوجعفر یعنی امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ آیا تلوار کو زیور سے آراستہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا آپ نے ہاں ابوبکر صدیق نے اپنی تلوار کو اراستہ کیا تھا زیور سے۔ پس کہا راوی نے آیا تم کہتے ہو ایسا یعنی کہ آپ بھی ابوبکر کو صدیق کہتے ہیں پس اچھل پڑے امام اپنی جگہ سے۔ پس آپ نے تین دفعہ کہا ہاں میں کہتا ہوں صدیق پس جو کوئی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق نہ کہے اور نہ جانے۔ نہ سچا کیجو اسکے قول کو دنیا و آخرت میں۔ یعنی ان کی صدیقیت کا منکر دونوں جہان میں جھوٹا ہے۔ اور جھوٹے کی سزا خدا کے نزدیک لعنت ہے[1]

فیصلہ باغ فدک

کتب شیعہ میں لکھا ہے کہ مال انبیاء کا صدقہ کا حکم رکھتا ہے۔ چنانچہ کافی کلینی کتاب شیعہ الفصل والجہل باب صفت العلم اصول کافی صفحہ ۱۸ بروایت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور اسکی شرح شافی میں ہے۔ اِنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِرْھَمًا وَلَا دِیْنَارًا وَاِنَّمَا یُوَرِّثُوْا اَحَادِیْثَھُمْ فَمَنْ اَخَذَ بِشَیْءٍ مِنْھَا فَقَدْ اَخَذَ حَظًّا۔ یعنی از انبیا ہرچہ باقی ماندہ اگرچہ ترکہ است دراں ترکہ حکم نیست۔ اور کتب فریقین میں لکھا ہے کہ خاتون جنت نے خلیفہ اول کو بذریعہ قاصد طلب کرکے روبرو اپنے زوج و ابن عباس کے دربارہ باغ فدک گفتگو کی اور خلیفہ اول نے ان کے جواب میں یہ حدیث بیان کی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرِثُ مَاتَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ اور حاضرین کو کہا کہ تم نے یہ حدیث حضور سے بھی سنی ہے یا نہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بیشک ہم نے سنی ہے۔ تب خاتونِ جنت نے سکوت اختیار کیا اور کتاب شیعہ نہج الکرامۃ شیخ ابن مطہر علی نے لکھا ہے کہ خاتون جنت کے وعظ پر خلیفہ اول نے باغ لکھ کر واپس کر دیا۔ وہو ہٰذا کَمَا وَعَظَتْ فَاطِمَۃُ اَبَابَکْرٍ فِیْ فَدَکٍ کَتَبَ لَھَا

---

[1] مفصل ذکر خلافت اصحاب ثلاثہ کا حقیقت مذہب شیعہ اور جلد چہارم سلطان الفقہ میں ملاحظہ کریں۔ خادم شریعت عفی عنہ

کتابًا اور کتاب شرح نہج البلاغت جلد اول جزو ۲ میں لکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے خلیفہ اول سے روایت کی وہو ہٰذا۔ وَغَضَبَ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ بَیْعَتِ اَبِیْ بَکْرٍ وَقَالَ مَا غَضَبْتُ اِلَّا فِی الْمَشْوَرَۃِ وَاَنَا لَنَرٰی اَبَا بَکْرٍ اَحَقَّ النَّاسِ بِہَا اِمَّہٗ لِصَاحِبِ الْغَارِ وَاَنَا لَنَعْرِفُ لَہٗ سُنَّۃً وَلَقَدْ اَمَرَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالصَّلٰوۃِ وَھُوَ حَیٌّ الخ حضرت علی نے حضرت ابوبکر کی بیعت میں اظہار ناراضگی فرمائی۔ اور کہا یہ اسواسطے ہے کہ میں مشورہ میں نہیں بلایا گیا۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ حضرت ابوبکر صدیق سب لوگوں سے بڑھ کر اسکے حقدار ہیں یا واسطے صاحب ہونے غار کے۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ عمر میں بڑے ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زندگی مبارک میں انکو لوگوں میں نماز پڑھانے کا حکم دیا۔

اصحابِ ثلاثہ کا با ایمان ہوکر داخلِ خلد ہونا

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّہُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ الخ
وعدہ کیا اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم سے اور کام کئے اچھے البتہ خلیفہ کریگا انکو بیچ زمین کے جیسا خلیفہ کیا تھا ان لوگوں کو کہ پہلے ان سے تھے۔ اور البتہ ثابت کر دیگا واسطے ان کے دین انکا۔

اور علاوہ اسکے یہ طعن جو شیعہ کا ہے کہ اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم (معاذ اللہ) منافق ہوکر فوت ہوئے اسکے جواب میں یہی ایک آیت کافی ہے اور وہ یہ ہے لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِہِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَۃِ لَنُغْرِیَنَّکَ بِہِمْ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَکَ فِیْہَا اِلَّا قَلِیْلًا مَّلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا۔ یعنی البتہ اگر باز نہ رہیں گے منافق اپنی شرارت سے اور وہ لوگ جو بیچ دل ان کے لئے بیماری ہے اور بدخبر اڑانے والے بیچ شہر مدینہ کے البتہ پیچھے لگا دیں گے تجھ کو ان کے پھر نہ ہمسایہ رہیں گے تیرے بیچ اس کے مگر تھوڑے دنوں لعنت مارے جہاں پائے جاویں اور قتل کئے جاویں خوب قتل کرنا۔

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا شیخین رضی اللہ عنہما کے ایمان کامل اور با ایمان فوت ہونے پر یہ قول ہے۔ ھُمَا اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ کَانَا عَلَی الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَی الْحَقِّ رَحِمَہُمَا اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ (ابوبکر صدیق و عمر فاروق) صاحب الصاف دونوں حق پر تھے۔ اور دو نو حق پر مرے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی مہربانی سے رحمت کرے قیامت کے دن تک۔

(حاشیہ: ارکتاب احقاق الحق شیخ نور اللہ شوستری ... انا عادل تھے)

سوال: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کسقدر تھی۔ کتبِ شیعہ سے جواب دو۔

جواب: تین بیٹے اور چار بیٹیاں۔ چنانچہ اصول کافی مطبوعہ مطبع نولکشور باب مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۲۷۸ تصنیف امام محمد بن یعقوب کلینی میں بایں طور لکھے ہیں۔ وَتَزَوَّجَ خَدِیْجَۃَ وَھُوَ ابْنُ بِضْعٍ وَعِشْرِیْنَ سَنَۃً فَوُلِدَ لَہٗ مِنْھَا قَبْلَ الْمَبْعَثِ الْقَاسِمُ وَرُقَیَّۃُ وَزَیْنَبُ وَاُمُّ کَلْثُوْمٍ وَوُلِدَ لَہٗ بَعْدَ الْمَبْعَثِ الطَّیِّبُ وَالطَّاھِرُ وَالْفَاطِمَۃُ عَلَیْھَا السَّلَامُ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نکاح کیا خدیجہ سے جب آپکی عمر مبارک قریباً ۲۵ سال کی تھی۔ اور آپ کی اولاد پہلے نبوت کے خدیجہ سے قاسم ورقیہ وزینب وام کلثوم ہوئی۔ اور بعد از نبوت حضرت طیب و طاہر و فاطمہ پیدا ہوئی اور حضرت ابراہیم ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ اور اسی طرح کتاب نخبۃ الاخبار صفحہ ۳۶ مطبع عین الفیوض اور کتاب حد تحقیق صفحہ ۸ میں بعینہٖ اسی طور لکھا ہے۔ شرف دامادی میں حضرت عثمان اور حضرت علی شریک ہیں۔ کیونکہ ان کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے دو بیٹیاں دیں۔ کہ وہ دونوں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے پیٹ سے تھیں۔ الخ نقل از اعتساف صفحہ ۱۵۹ [۱]

غیر مقلدوں کے خیالات کی تردید

افسوس اس ملکِ ہندوستان میں غیر مقلدین فرقہ محدثہ نے اسقدر احناف کی مخالفت میں کتابیں طبع فرمائی ہیں کہ جن کے دیکھنے سے ہر ایک ایماندار ذی شعور کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور الاماں کہنا پڑتا ہے۔ چنانچہ ان میں سے ایک آدھ رسالہ بطور نمونہ آپ دیکھ سکتے ہیں۔ (۱) بوئے غسلین از قطرات عشرین۔ اور دوسرا بوئے سرگین۔ ان تمام میں آئمہ دین مجتہدین متقدمین ومتاخرین سلف صالحین پر طعن و تشنیع کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں رکھا۔ اور اپنے زعم میں عالم و فاضل و اہلحدیث ہونے کا دعویٰ بھی کر دیا خدا کی پناہ ایسے الحدیثوں سے۔ اور جو کچھ کہ ان کی زبان سے نکلا۔ چند جملات ان کے بطور مشتے نمونہ از خروارے درج کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین کو یقین آجائے اور وہ یہ ہیں۔ اول فقہ حنفیہ کو جلا دینا چاہیئے۔ دوم کتب اصول فقہ حنفیہ وغیرہ کو خندق کھود کر دفن کر دینا چاہیئے۔ سوم حضرت عمر فاروق کی طرح متداولہ کتب کو جلانا چاہیئے۔ چہارم کتب متداولہ من الناس کے پڑھنے سے ایمان بالکل خارج ہو جاتا ہے۔ پنجم حنفی لوگ صحابہ کرام کی اتنی عزت بھی نہیں کرتے جسقدر اجمیر کے مجاوروں

---

[۱] : شیعہ لوگوں کا مفصل ذکر حقیقت مذہب شیعہ وبم کا گولہ بر رافضی ٹولہ میں مطالعہ کریں۔

خادم شریعت ابوالمنظور عفی عنہ

کیجاتی ہے۔ بستم امام صاحب کے نزدیک مشت زنی واجب اور سود لینا غلام سے مولا کو جائز اور سور کے بال پاک اور محرمات ابدیہ کے ساتھ نکاح کر کے وطی کرنے سے حد لازم نہیں آتی۔ اور ان کے نزدیک شراب حلال۔ کتے کے چمڑے پر نماز پڑھنا جائز۔ امام صاحب لاعلم تھے۔ چند حدیثیں جانتے تھے۔ اور امام صاحب مرجیہ تھے۔ الخ علیٰ ہٰذا القیاس کسی بزرگ نے کیا سچ فرمایا ہے ؎

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد ، میلش اندر طعنۂ پاکاں دہد

بندہ نے بفضل خدا تعالیٰ درجواب دبوسئے غسلین از قطرات عشرین) کتاب جرعہ غسلین در حلق غیر مقلدین) تیار کی ہے۔ اور اسجگہ صرف فرقہ محدثہ کی خدمت میں ادب سے عرض کرتا ہوں کہ تم جو کہتے ہو کہ تمام کتب فقہ کو جلا دینا چاہیئے۔ ان میں ضعیف اور بناوٹی باتیں ہیں۔ اور بہت سے مسائل امام صاحب نے برخلاف قرآن و حدیث بیان کئے ہیں اور امام صاحب بھی مرجیہ تھے۔ تو اس بارے میں عرض ہے کہ بالفرض آپ کی بے ثبات باتوں کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر فرمائیے کہ آسمانی کتاب کے علاوہ کونسی کتاب ہے کہ جسپر عمل کیا جائے۔ اگر کہو کہ سب صحاح ستہ صحیح ہیں کہ ان پر اجماع مومنین ہو چکا ہے۔ تو میں[1] کہتا ہوں کہ یہ بات بھی من گھڑت ہے۔ اور بے دلیل۔ کیونکہ اول تو اجماع مسلمین سے آپ پہلے ہی دست بردار ہو چکے ہیں اور کوئی حدیث بھی ان کے صحیح ہونے پر شاہد نہیں اور نہ ہی ان پر اجماع مؤمنین کا ہوا ہے۔ اور نہ ہی کتب صحاح ستہ ضعف سے خالی ہیں۔ شرح نخبۃ الفکر مطبوعہ دہلی صفحہ ۲۹ میں لکھا ہے اِنَّ الرِّجَالَ الَّذِيْنَ تُكُلِّمَ فِيْهِمْ مِنَ الرِّجَالِ مُسْلِمٌ اَكْثَرُ عَدَدًا مِنَ الرِّجَالِ الَّذِيْنَ تُكُلِّمَ فِيْهِمْ مِنْ رِجَالِ الْبُخَارِيِّ الخ یعنی وہ رجال بخاری کے جن میں کلام کی گئی ہے وہ مسلم کے رجال سے زیادہ ہیں اور علامہ ملا علی قاری نے اس مقام پر یوں تشریح فرمائی ہے۔ فَاِنَّ الَّذِيْنَ انْفَرَدَ الْبُخَارِيُّ بِهِمْ اَرْبَعُ مِائَةٍ وَخَمْسَةٌ وَثَلٰثُوْنَ رَجُلًا وَالْمُتَكَلَّمُ فِيْهِمْ بِالضُّعْفِ نَحْوٌ مِنْ ثَمَانِيْنَ رَجُلًا وَالَّذِيْنَ انْفَرَدَ بِهِمْ مُسْلِمٌ سِتُّ مِائَةٍ وَعِشْرُوْنَ رَجُلًا وَالْمُتَكَلَّمُ فِيْهِ مِنْهُمْ مِائَةٌ وَسِتُّوْنَ رَجُلًا عَلَى الضُّعْفِ كَذَا ذَكَرَهُ الْبُخَارِيُّ فِيْ شَرْحِ اَلْفِيَةِ الْعِرَاقِيِّ نقل از فتح المبین یعنی جن سے امام بخاری نے روایت کی ہے وہ چار سو پینتیس (۴۳۵) آدمی ہیں۔ جن میں قریباً اسّی (۸۰) آدمی ضعیف ہیں۔ اور جن سے مسلم نے روایت کی ہے۔ وہ چھ سو بیس (۶۲۰) آدمی ہیں

---

[1] اور مسلم الثبوت مطبوعہ نولکشور لکھنؤ صفحہ ۱۱۴ میں لکھا ہے کہ بخاری و مسلم کی صحت پر اجماع نہیں چونکہ اسمیں راوی قدریہ و مرجیہ و رافضی و خارجی اور لامذہب اور بدعتی لوگ ہیں جن کی بات پر اعتماد رکھنا ٹھیک نہیں ہوتا۔ اور یہی فیصلہ ابن الہمام صاحب فتح القدیر رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ اور اگر کسی صاحب نے بخاری و مسلم کا پورا حال دیکھنا ہو تو جرح علی البخاری کا مطالعہ کرے۔ خادم شریعت۔

جنمیں سے ایک سو ساٹھ ۱۶۰ آدمی ضعیف ہیں۔ اور علاوہ ان کے ترمذی و نسائی و ابن ماجہ وغیرہا کتبِ احادیث کا تو ذکر ہی کیا صرف بخاری و مسلم شریف کا حال ملاحظہ فرمایئے۔ ان میں ایسی ایسی حدیثیں ہیں کہ جن کے ذکر کرنے سے انسان کو شرم آتی ہے۔ چنانچہ کہانی بندر کی اور بدون انزال صحبت کرنے ساتھ عورت کے غسل کا لازم نہ ہونا اور صحابہ کا متعہ کرنا اور اصحابِ ثلاثہ کا باہمی جھگڑا اور حضور پر ام المومنین کا ناراض ہونا۔ اور حضور کا پانی نجس کو استعمال کرنا وغیرہ وغیرہ فرمایئے کہ کیا یہ تمام باتیں بناوٹی نہیں یا خلاف قرآن مجید نہیں؟ اور ان کے سوا بخاری و مسلم میں ایک بڑی جماعت فرقہ شیعہ و قدریہ و جہمیہ و خارجیہ و مرجیہ کی بھی ہے۔ جن سے انہوں نے روایت کی ہے۔ کیا اب معترضین کفال کے مطابق ان تمام صحاح ستہ کو جلا دینا چاہیئے۔ یا خندق کھود کر دفن کر دینا چاہیئے۔ کیا ان کے پڑھنے سے ایمان خارج ہو جاتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک ایسا تو کسی مسلمان کا حوصلہ نہیں پڑتا۔ اور نہ ہی کوئی مسلمان کتب فقہ کے بارہ ایسا خیال کر سکتا ہے۔ ؎

نباشد نکتہ گیری آدمیت   کہ کارِ سگ بود آہو گرفتن

اور اگر کہو کہ ان میں کوئی حدیث ضعیف وغیرہ نہیں بلکہ تمام صحیح اور قابل عمل ہیں تو اگلی پچھلی باتیں سب کھل جائیں گی۔ پس ہمارا منہ نہ کھولو۔ تو صرف اسجگہ اظہار حق نہ بطور سوئے ظن چند راوی بخاری و مسلم کے نقل کر دیتا ہوں۔ اور ایک ایک حدیث بھی نقل کر دیتا ہوں۔ تاکہ کسی کو انکار کی گنجائش نہ رہے۔ نقلِ کفر کفر نباشد۔ بخاری شریف کے شیعہ راوی ۱ اسمٰعیل بن ابان شیعہ دیکھو کتاب تہذیب التہذیب جزو اول ۲ خالد بن مخلد القلوا کی شیعہ کتاب ایضاً جزو ثالث ۳ سعید بن عمرو جزو رابعہ کتاب ایضاً ۴ جریر بن عبد الحمید جزو ثانی کتاب ایضاً ۵ سعید بن فیروز جزو رابعہ کتاب ایضاً بخاری شریف کے قدریہ راوی ۱ ثور بن یزید ثقہ تو ہے لیکن اسکے قدریہ ہونے میں کسی کو شک نہیں۔ تہذیب التہذیب جزو ثانی ۲ حسان بن عطیۃ المحاربی قدریہ تھا و زکریا بن اسحٰق قدریہ تھا۔ کتاب ایضاً جزو ثالث ۳ حسن بن عمرو قدریہ تھا کتاب ایضاً جزو ثانی ۴ سعید بن عبد العزیز قدریہ تھا کتاب ایضاً جزو ثالث ۵ عبد اللہ بن عمرو قدریہ تھا کتاب ایضاً جزو ۵ + بخاری شریف کے جہمیہ راوی ۱ بشیر بن فسری جہمیہ تھا۔ کتاب میزان الاعتدال صفحہ ۱۴۸ ۲ قطر بن خلیفہ کتاب تہذیب التہذیب جزو ۵۔ ۳ یحیٰی بن صالح ابو حاظی جہمی تھا کتاب ایضاً و علی بن الجعد جہمی تھا کتاب ایضاً۔ بخاری شریف کے راوی جو حضرت علیؓ کے دشمن تھے۔ ۱ اسحاق بن سوید العدوی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا کرتا تھا۔ کتاب ایضاً جزو ثانی ۳ حصین بن الواطی کتاب ایضاً جزو ۲ ۴ قیس بن ابی حازم کا بھی یہی حال تھا۔ کتاب ایضاً جزو ۸۔ بخاری شریف کے خارجی راوی ۱ عکرمہ مولیٰ ابن عباس خارجی تھا۔ تہذیب التہذیب جزو سابع۔

۲ ولید بن کثیر خارجی تھا. کتاب الیضاً جزو ۱۱. ۳ عمران بن حطان خارجی تھا کتاب ایضاً جزو ۸. ۴ داؤد بن الحصین شراۃ کا مذہب رکھتا تھا. کتاب الیضاً جز و ثالث + بخاری شریف کے مرجیہ راوی ۱ شبابہ بن سوار الفزاری مرجیہ تھا. تہذیب التہذیب جزو رابعہ ۲ عبدالحمید بن عبدالرحمٰن الحمانی مرجیہ تھا. کتاب الیضاً جزو ۶. ۳ عثمان بن غیاث البصری مرجیہ تھا. کتاب الیضاً جزو ۷. ۴ عمر بن ذر الہمدانی مرجیہ تھا کتاب الیضاً جزو ۷. ۵ محمد بن خازم ابومعاویہ الفریری مرجیہ تھا کتاب الیضاً جزو ۱۱. ۶ یونس بن ابی بکر مرجیہ تھا. کتاب الیضاً جزو ۱۱. ۷ ابراہیم لیعمی مرجیہ تھا و سالم بن عجلان وقیس بن المسلم الجدلی وخالد بن یحیٰ بن صفوان وبشیر بن محمد السختیانی وابراہیم بن طہمان تقریب التہذیب جزو اول. ایوب بن عائذ الطائی کتاب الضعفاء الصغیر البخاری ص۵. اور امام بخاری کے استاذ سلیمان بن مہران اور ابراہیم نخعی بھی دونوں مرجیہ مذہب کے تھے جن کے ذکر سے بخاری وغیرہ کتب حدیث بھری ہوئی ہیں دیکھو بخاری باب ظلم دون ظلم. حدثنا البشیر بن خالد قال حدثنا محمد عن شعبۃ عن سلیمان عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ لما نزلت الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم الخ پس اس میں سلیمان بن مہران وابراہیم نخعی دونوں کا ذکر موجود ہے. حدثنا احمد بن ابی جریح قال حدثنا شبابۃ الخ (باب الصلوٰۃ علی نفساء) حدثنا محمد بن خلف ابی بکر قال حدثنا ابی یحیی الحمانی (بخاری حسن الصوت بالقراۃ) وحدثنا ابو نعیم قال حدثنا عمر بن ذر[۳] الخ (بخاری اذا دعی الرجل فجاء ھل الیستاذن) حدثنا عبدان قال اخبرنی ابی عن شعبۃ عن عمرو بن مرۃ (بخاری علامۃ الحب فی اللہ) ومن محمد بن یوسف حدثنا ورقاء عن ابی نجیح الخ (بخاری الشک شاہ ...) مسلم شریف کے ضعیف راوی ۱ احمد بن عبدالرحمٰن بن وہب کا حافظہ اخیر میں خراب ہوگیا تھا. تقریب صفحہ ۲. ابان بن تغلب یہ شیعہ ہونے کی وجہ سے کلام کیا گیا. تقریب صفحہ ۱۱. ۳ ابراہیم بن مہاجر بن جابر کا حافظہ خراب تھا. تقریب صفحہ ۱۶. ۴ ابراہیم بن یوسف ابن اسحٰق نہایت وہمی تھا. تقریب صفحہ ۱۷. اسحاق بن منصور السلولی اس میں شیعہ ہونے کا کلام ہے. تقریب صفحہ ۲۳ اسمٰعیل بن رافع کا حافظہ ضعیف تھا. تقریب صفحہ ۲۴. اسمٰعیل بن زیاح مجہول. تقریب صفحہ ۲۴. اسمٰعیل بن عبداللہ زبانی بیان کرنے سے خطا کیا کرتا تھا. تقریب صفحہ ۲۵. اسمٰعیل بن ابی کرابنہ شیعہ اور وہمی تھا. تقریب صفحہ ۳۵، اشعث بن سور الکندری ضعیف. تقریب صفحہ ۲۷، الغرض جب بخاری ومسلم کا یہ حال ہے تو پھر کس لئے ان کو پایۂ اعتبار سے ساقط تصور نہ کیا جائے گا. جواب دو. اور باقی صحاح ستہ کا حال دوسرے جلد میں واضح کردیا گیا ہے. اور اگر کسی کو مفصل حال دیکھنا منظور ہو تو کتاب الجرح البخاری واقوال الصحیح واخبار اہل فقہ ۶ ذی قعدہ ۱۳۲۷ھ صفحہ ۶ کو بھی

مطالعہ کرے۔

مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری کا اعتقاد

(منقول صفحہ ۲۷ کالم ۲۔ اخبار اہلحدیث امرتسر مورخہ ۹/۱۶ ستمبر ۱۹۱۰ء ۱۳۲۸ھ رمضان المبارک ۴/۱۱)

س ۲۵۱: ایک شخص نے اپنی جدّ کی زوجہ سے نکاح کیا۔ اور عورت منکوحہ سے ہمبستر ہوکر جامعت کی۔ اور بعد چند روز کے اس منکوحہ کو حمل رہا۔ اسی حمل سے لڑکا پیدا ہوا۔ اب علمائے شریعت اس بارہ میں کیا حکم صادر فرماتے ہیں۔ نکاح ہوا یا نہ۔ لڑکا کس کی جانب قرار دیا جائے گا۔ اسکے شوہر پر نان ونفقہ واجب ہوگا یا نہ۔

ج ۲۵۱: (بحکم لاتنکحوا مانکح اٰباءکم) حقیقی والد کی منکوحہ سوتیلی والدہ سے نکاح کرنا تو منع ہے۔ مگر جد (دادا) کی منکوحہ کی حرمت منصوص نہیں۔ اس لئے نکاح مذکور صحیح ہوگا بچہ بھی صحیح النسب فقط؛ صاحبان یہ ہے اعتقاد مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری کا اور دیگر اعتقادات غیر مقلدوں کے ہر چہار جلد فتاویٰ نظامیہ یعنی سلطان الفقہ میں درج ہیں

غیر مقلدوں سے خیر خواہی

(مکہ شریف کے جیل میں مولوی نذیر حسین غیر مقلد کی توبہ جسکی نقل بعینہ یہاں تحریر کی جاتی ہے۔)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ حامداً ومصلیاً۔ اما بعد بندہ عاجز سید محمد نذیر حسین تبع سنت والجماعت عقیدۃً وفعلاً اور اسکے سوا جتنے مذاہب ہیں خواہ رافضی خواہ خارجی خواہ وہابی سب کو برا سمجھتا ہوں۔ اور موافق مذہب حنفی کے فتوٰی دیتا ہوں۔ اور حنفی المذہب ہوں۔ وَتُبۡتُ مَا اَخۡطَاۡتُ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی سَیِّدَنَا وَمَوۡلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ　　　راقم سید نذیر حسین بقلم خود ۲۶ ذوالحجہ ۱۳۰۰ھ

ختم شد

حصہ پنجم از فتاویٰ مناظر اسلام علامہ مولانا حضرت نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سوال: قرآن مجید میں کتنے فیصلے اور کتنے احکام ہیں؟ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن و حدیث شریف سے کتنے مسائل استنباط کئے ہیں؟

جواب: قرآن مجید میں صرف تیرہ [۱۳] فیصلے ہیں۔ جو خداوند عالم نے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لوگوں کے دریافت کرنے پر معلوم کرائے جیسے وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ وغیرہ اور قرآن مجید میں صرف پانچسو احکام ہیں۔ اور احادیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین ہزار مسائل ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چند مسائل نکالے اسی طرح سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چند مسائل۔ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چند مسائل نکالے اور اجماع صحابہ و تابعین وغیرہ سے چند مسائل ثابت ہیں۔ یہ کل مسائل چار ہزار کے اندر ہیں۔ غور کرو کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان مسائل کے سوائے پانچ لاکھ مسائل قرآن اور حدیث اور اجماع اور اپنے قیاس سے استخراج کئے۔ جن کے تراسی ہزار قواعد کلیہ ہیں۔ ان تمام مسائل کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ظاہر الروایت میں جمع کیا۔ اور پانچ لاکھ مسائل ہدایہ و وقایہ و کنز الدقائق وغیرہ کتب فقہ میں درج ہیں۔ (نقل از کتاب تفریح الاوثق صفحہ ۳۶۲)

سوال: قرآن مجید و حدیث شریف و فقہ میں کچھ تفاوت ہے یا نہیں؟

جواب: کتاب فتح المبین کے صفحہ ۲۰ میں لکھا ہے کہ ماخذ فقہ کا قرآن مجید و حدیث شریف ہے۔ پس فقہ و حدیث میں فقط تغائر اسمی ہے۔ مسمی ایک ہے یا فرق اجمال و تفصیل کا ہے۔ حاصل دونو کا ایک ہی ہے یا کلیات اور جزئیات کا فرق ہے۔ مدعا ایک ہے۔ غرض اس قسم کی مغایرت حقیقت مغایرت سے نہیں۔ علی ہذا القیاس۔

فقہ شافعی و مالکی و حنبلی بھی ہرگز قرآن و حدیث کے مخالف نہیں۔ بیشک حنفیہ کے نزدیک اس حدیث پر چلنا جائز نہیں جو مؤول اور منسوخ ہو گو وہ بخاری و مسلم میں کیوں نہ ہو۔

سوال: دین اسلام میں اصول کتنے ہیں؟ اور منکر اجماع امت و قیاس مجتہد کس گروہ میں شمار کیا جاتا ہے؟

جواب: دین اسلام میں چار اصول ہیں (۱) قرآن مجید (۲) حدیث شریف (۳) اجماع امت (۴) قیاس مجتہد۔

جیساکہ توضیح تلویح وغیرہ کتب دینیہ میں مذکور ہے اَلْاَدِلَّۃُ الشَّرْعِیَّۃُ عَلٰی اَرْبَعَۃِ اَرْکَانٍ اَلْکِتَابُ ثُمَّ السُّنَّۃُ ثُمَّ الْاِجْمَاعُ ثُمَّ الْقِیَاسُ (ترجمہ) اَدِلّہ شرعیت چار ہیں۔ (۱) کتاب (۲) حدیث (۳) اجماع (۴) قیاس۔ اور اجماع وقیاس مجتہد کا ثبوت قرآن مجید واحادیث شریف سے ثابت ہے۔ چنانچہ اس آیت کریمہ میں ہے۔ وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا (سورۃ النساء پارہ پنجم) ترجمہ: اور جو مخالفت کرے رسول کی اسکے بعد کہ اسپر ہدایت کھل چکی۔ اور چلے مسلمانوں کے راستہ کے سوا دوسرے راستہ۔ توہم اسکو چلائے جائیں گے اسی راستہ پر جس پر وہ چلا۔ اور اسکو دوزخ میں جھونک دیں گے اور وہ بُری جگہ ہے ۞

اور مشکوٰۃ جلد اول کتاب العلم فصل ثانی بروایت عبداللہ ابن عمر بایں الفاظ حدیث مذکور ہے۔ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْعِلْمُ ثَلٰثَۃٌ اٰیۃ محکمۃ اوسنۃ قائمۃ اَوفریضۃ عادلۃ؛ ترجمہ: یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ علم تین ہیں جنکا ماننا ہر ایک مسلمان کو ضروری ہے۔ اوّل آیت مضبوط۔ دوم سنت یعنی حدیثیں۔ سوم فریضہ عادلہ یعنی اجماع امت وقیاس مجتہد۔ اور اسی حدیث کے حاشیہ پر غیر مقلد صاحب مہداۃ صفحہ ۲۶ میں بایں طور لکھتے ہیں۔ اور وہ بعینہٖ عبارت یہ ہے یعنی فریضہ عادلہ اشارہ ہے جو اجماع اور قیاس جو کتاب اور سنت سے نکلا ہو۔ فریضہ اسکو اسلئے کہا کہ اس پر عمل واجب ہے۔ جیسے کتاب اور سنت پر۔ اور معنی عادل کے بھی یہی ہیں۔ اور اس حدیث کے حاصل معنی یہ ہوئے کہ اصول دین کے چار ہیں۔ کتاب وسنت واجماع جو ان کے سوا وہ زائد ہیں۔ انتہٰی اور کتاب ترمذی ابن عمر سے مروی ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَجْمَعُ اُمَّتِی اوقال اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وسلم عَلٰی ضَلَالَۃٍ یعنی فرمایا آپ نے میری امت نہ اکٹھی ہوگی گمراہی پر۔ اور امام بخاری کتاب الاعتصام السنّۃ فضائل حرمین جلد ثانی میں بھی بایں طور حدیث بیان کرتے ہیں باب ما ذکر النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وسلم رغّص علی الاتفاق اھل العلم وما اجمع علیہ الحرمان مکّۃ والمدینۃ الخ یعنی ذکر کیا نبی علیہ السلام نے اور ترغیب دی اہل علم پر کہ جسپر اجماع کیا حرمین مکہ اور مدینہ والوں نے اور اسکے حاشیہ پر علامہ کرمانی نے اسطرح لکھا ہے وقال مالکؒ اجماع اھل المدینۃ حجّۃ یعنی کہا امام مالکؒ نے کہ اجماع اہل مدینہ والوں کا دلیل شرعی ہے اور اسکا انکار کرنا محض جہالت ہے۔ اور قیاس مجتہد کا ثبوت بھی قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے پایا جاتا ہے۔ وہو ہٰذا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار یعنی بعد ذکر کرنے قصہ کفار کے فرمایا اللہ تعالےٰ نے پس عبرت حاصل کروائے عقل والو اور اسکے تحت میں بڑے بڑے علمائے دین ومفسرین مانند فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں اور صاحب

مدارک و معالم بایں طور تفسیر بیان کرتے ہیں۔ فاتعظوا بحالھم فلا تعذروا و لا تعتمدوا علی غیر اللہ سبحانہ واستدل بہ علی ان القیاس حجۃ یعنی نصیحت پکڑو حال ان کے سے اگر تم بھی ایسا کرو گے تو تمہارا بھی یہی حال ہوگا اور نہ عذر کرو اور نہ بھروسہ کرو اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی پر اور یہی دلیل ہے قیاس مجتہدین پر۔ اور سورہ انبیاء میں ارشاد ہے وداؤد وسلیمان اذ یحکمٰن فی الحرث اذ نفشت فیہ غنم القوم وکنا لحکمھم شٰھدین ففھمنٰھا سلیمٰن وکلا اٰتینا حکما وعلما۔ اور یاد کرو تم داؤد اور سلیمان کو جب دونوں فیصلہ کرنے لگے ایک کھیت کے بارے میں جب شب کے وقت اسمیں چر گئیں کچھ لوگوں کی بکریاں ہمارے روبرو تھا اور ہم نے فیصلہ سمجھا دیا سلیمان کو۔ اور ہر ایک کو عطا کیا تھا ہم نے حکم یعنی پیغمبری اور علم۔ یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ایک قوم کی بکریاں رات کے وقت آکر ایک قوم کی کھیتی کو کھا گئیں اور یہ مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پیش ہوا۔ آپ نے کھیتی والوں کو بکریاں دلوادیں۔ اور جب یہ امر حضرت سلیمان علیہ السلام پر واضح ہوا تو آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ کھیتی والے بکریوں کے دودھ سے اسوقت تک نفع اٹھائیں جب تک کہ کھیتی اپنی اصلی حالت پر نہ آجائے .:. اور حدیث صحاح و معالم میں بایں طور مسطور ہے کہ دو عورتوں کے ہمراہ ان کے دو بیٹے تھے۔ اتفاقاً ایک عورت کے لڑکے کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا۔ بعد میں انہوں نے سخت جھگڑا شروع کر دیا۔ آپس میں ایک دوسرے کو کہتی تھیں کہ تیرے بیٹے کو بھیڑیا لے گیا ہے۔ تب حضرت داؤد علیہ السلام نے لڑکا دونوں میں سے بڑی عورت کو دلوادیا۔ فیصلے کے بعد جب ان ہر دو عورتوں کا گذر حضرت سلیمان علیہ السلام سے ہوا۔ تو آپ نے فرمایا چھری لاؤ تاکہ میں تمہارے درمیان اس بچہ کو برابر دو حصہ میں تقسیم کر دوں تب دوسری چھوٹی عورت پکار اٹھی کہ خدا آپ پر رحم کرے۔ ایسا نہ کریں۔ یہ اصل میں لڑکا بڑی کا ہے۔ یہ سنکر حضرت سلیمان علیہ السلام نے لڑکا چھوٹی کو دلوادیا۔ الخ پس اے منکرین قیاس اب فرمایئے کہ یہ قیاس نہیں تو اور کیا ہے۔ اور حدیثوں میں آیا ہے کہ اگر حاکم یا قاضی نے مقدمہ میں کوشش کی اور اچھا انجام پالیا تو اسکو دو اجر ملیں گے۔ اگر کوشش کی اور ٹھیک بات نہ نکلی۔ تو اسکو صرف محنت کا ایک ثواب ملے گا۔ اور علامہ قصوری کتاب توضیح الدلائل صفحہ ۵۲ بحوالہ دارمی و نسائی کے لکھا ہے کہ عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے کوئی مسئلہ پوچھتا، تو آپ، قرآن مجید سے جواب دیتے۔ اگر قرآن میں نہ پاتے تو حدیث شریف سے۔ اگر حدیث میں سے نہ پاتے تو اجماع سے۔ اگر اجماع میں بھی نہ پاتے تو اپنے اجتہاد سے فتویٰ دیا کرتے۔ اور خود مولوی محمد اسمٰعیل نے رسالہ اصول فقہ میں لکھا ہے۔ الادلۃ الشریعۃ اربعۃ الکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس۔ یعنی ادلہ شریعت چار ہیں۔ قرآن مجید و حدیث و اجماع و قیاس الخ اور صاحب نبراس نے بحوالہ کتاب عقد الجید لکھا ہے کہ جو شخص اجماع د

قیاس کا منکر ہے وہ خارجی اور شیعہ ہے۔ وہو ہذا۔ مَنْ لایقبل شہادتہ من المبتدعین لایصح تقلید القضاء وکذا تقلید من لایقول بالاجماع کالخوارج او بالاخبار الاحاد کالقدریۃ او بالقیاس کالشیعۃ یعنی جو شخص اہل بدعت سے ہے اسکی شہادت اور اسکو قاضی بنانا بھی درست نہیں اور اسی طرح جو اجماع کا قائل نہیں اسکو بھی قاضی بنانا جائز نہیں کیونکہ اجماع کا منکر مثل خارجیوں کے ہے اور جو اخبار احاد کا قائل نہیں وہ مانند شیعہ کے ہے۔ انتہی۔ اور کتاب نبراس صفحہ ۴ بحوالہ کتاب مشکوٰۃ الانوار لکھا ہے کہ جو شخص ظاہر روایت پر عمل کرتا ہے وہ فرقہ باطل سے ہے۔ اور فتح المبین صفحہ ۳۰ میں لکھا ہے کہ جو شخص قیاس مجتہد کا منکر ہے اسکو علمائے دین سے شمار نہ کیا جائے۔ اور تہذیب الاسماء میں لکھا ہے وہ گمراہ اور گمراہ کنندہ ہے۔ غرضیکہ فرقہ اہلسنت وجماعت کو چاہیئے کہ اس فرقہ ضالہ سے اجتناب کرے۔

سوال: رتبہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بڑے تھے یا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔ اور غیر مقلدوں کا یہ کہنا کہ امام صاحب کو حدیث کا علم نہ تھا صرف ستڑہ حدیثیں جانتے تھے صحیح ہے یا غلط؟

جواب: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کئی وجوہات سے امام بخاری پر فضیلت رکھتے ہیں۔ امام بخاری نہ تو تابعی اور نہ تبع تابعین سے ہیں۔ کیونکہ ان کی پیدائش ۱۹۴ ہجری میں ہوئی اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ۶۱ یا ۸۰ ہجری (علی اختلاف الاقوال) میں پیدا ہوئے۔ جو زمانہ خیر القرون تھا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ الخ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے دیکھنے والے اور تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ کے ملنے جلنے والے لوگ بہتر ہیں۔ اور امام صاحب درجہ تابعی اور تبع تابعین ہونے کا رکھتے تھے۔ کیونکہ آپکا انتقال ۱۵۰ھ میں ہوا۔ سو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ درجہ کہاں؟ دوسری وجہ یہ ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بیس صحابہ رضی اللہ عنہم کا زمانہ پایا۔ اور تابعی بھی اسی کو کہتے ہیں کہ جس نے بحالت اسلام کسی صحابی کا خواہ ایک لحظہ ہی زمانہ پایا ہو۔ خواہ اس سے حدیث سنی ہو یا نہ سنی ہو۔ اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تو چھ صحابہ اور ایک صحابیہ سے حدیثیں سنیں۔ اور بعض صحابہ امام صاحب کے شروع جوانی تک زندہ رہے۔ اور آپ نے ان کی زیارت کی اور جو آپ کی جوانی تک زندہ رہے وہ تین ہیں (۱) حضرت انس بن مالک خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی وفات ۹۳ھ میں ہوئی۔ (۲) سہل بن سعد جنکا انتقال ۹۱ھ میں ہوا (۳) ابو الطفیل بن واثلہ جنکا انتقال ۱۱۰ھ میں ہوا۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں تو کوئی اصحابی زندہ نہ تھا پس آپکو کسی صحابی کی زیارت کہاں نصیب ہوئی تیسری وجہ فضیلت کی یہ ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس شہر کوفہ کے رہنے والے تھے جو دار الحدیث تھا۔ اور جس میں

ڈیڑھ ہزار صحابہ جلیل القدر نے سکونت اختیار کی۔ اور جس میں ستر اصحاب اہل بدر میں سے داخل ہوئے۔ اور یہ کوفہ وہ شہر ہے جسکے بارے میں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا رُمحُ اللّٰہِ وسیفُ اللّٰہِ و کَنزُ الایمانِ وَجُمجُمَۃُ العَرَبِ وَرَاْسُ الاِسلَامِ وَوُجُوہُ النَّاسِ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس شہر بخارا کے رہنے والے تھے جس میں کسی اصحابی کا قدم کبھی نہیں پہنچا۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پرورش و تعلیم امام جعفر صادق ابن امام باقر رضی اللہ عنہما کی گود اور مجلس سے حاصل کی۔ اور یہ رتبہ امام بخاری کو کہاں حاصل ہوا۔ اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چار ہزار شیوخ (استاد) تھے۔ جن سے آپ نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ ان کا اور ان کے شاگردوں کا مفصل ذکر انشاء اللہ تیسری جلد میں ہوگا :: تعجب ہے کہ جو شخص ۸۰ھ میں پیدا ہو اور ۱۵۰ھ میں اسکا انتقال ہو اور بڑے بڑے صحابہ عادل و ثقہ مثل حضرت اسود اور علقمہ عطا و عکرمہ مجاہد مکحول و حسن بصری سے روایت کی ہو۔ اور خاندان اہلبیت سے فیض ظاہری اور باطنی حاصل کیا ہو۔ کیا ایسے شخص کو صرف سترہ حدیثیں ملیں۔ اور ایک شخص جو ۲۰۰ھ میں ایک معمولی شہر بخارا میں پیدا ہوا۔ اور جس نے کسی صحابی کو بھی نہ دیکھا ہو۔ اور نہ ہی خاندان اہلبیت میں سے کسی کی صحبت میں سے کچھ فیض لیا۔ اور گھر میں بیٹھے بٹھائے چھ لاکھ حدیثیں جمع کر لیں۔ اس بات کو کون صاحب عقل سلیم تسلیم کر سکتا ہے۔ اور اب ناظرین خود تصفیہ فرمالیں کہ کس کو وسائل و ذرائع و مواقع حدیثوں کے جمع کرنے کا امورات مذکورہ بالا میں زیادہ تر دستیاب ہوا۔ اہل انصاف خود انصاف فرمالیں۔ کہ امام صاحب کو جن کے صرف حدیث کے چار ہزار استاد ہیں کسقدر بیشمار حدیثیں یاد ہوں گی۔

سوال: غیر مقلد کہتے ہیں کہ امام صاحب کا حافظہ بہت خراب تھا نہ مجتہد نہ امام نہ عالم۔ صرف زاہد اور عابد تھے۔ اور امام صاحب ثقہ نہیں ہیں۔ بلکہ ضعیف ہیں۔ اور مذہب ان کا مرجیہ تھا۔ چنانچہ کتاب الانصاف مصنفہ غیر مقلد عبدالکریم صفحہ ۴۲ میں مذکور ہے :۔

جواب: متعصبین و دشمنان آئمہ دین و مجتہدین کا یہ دستور ہے کہ حق بات کو چھپانا اور آگے پیچھے کی عبارت اڑا کر عوام الناس کو دھوکہ دینا اور نکتہ چینی بزرگان دین کی کرتے رہنا ؎

نباشد نکتہ گیری آدمیت ؏ کہ کار سگ بود آہو گرفتن

دیکھو بڑے بڑے علمائے دین و محدثین نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب تیار کئے۔ اور آپ سے روایات لے کر کتابیں بنائیں۔ اور آپ کے فیض ظاہری و باطنی سے معمور ہوئے۔ اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مجتہد محدث اور فقیہ زماں اور حافظہ میں حافظ۔ اور ثقاہت میں سب سے اعلیٰ ان کے ہمعصر محدثین نے اپنی اپنی تصانیف میں لکھا

ہے۔ وہو ہذا۔ وقال علی بن مدینی ابوحنیفۃ روی عنہ الثوری وابن المبارک وحماد بن زید وھشیم ووکیع بن الجراح وعباد بن العوام وجعفر بن عون وھو ثقۃ یعنی کہا علی بن مدینی نے کہ ابو حنیفہ ثقہ تھے۔ ان سے روایت کیا ہے سفیان ثوری وعبداللہ بن مبارک وحماد بن زید ووکیع بن جراح وعباد بن عوام وجعفر بن عون وغیرہ نے۔ خیرات الحسان صفحہ ۶۸ .:. اور کتاب خیرات الحسان ابن حجر مکی صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے قال شعبۃ واللہ کان ابوحنیفۃ حسن الفھم جید الحفظ یعنی کہا امام شعبہ محدّث علامہ نے کہ خدا کی قسم کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فہم میں بہت اچھے اور حافظہ میں بہت جید ہیں۔ اور صاحب نصرۃ المجتہدین صفحہ ۱۸۸ میں بایں طور لکھا ہے۔ قال وقیل لیحیی ابن معین یا ابا بکر ابوحنیفۃ کان یُصدق فی الحدیث قال نعم صدوق۔ کہا موصلی نے کہ سوال کیا ایک شخص نے یحی بن معین سے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ روایات میں سچے تھے یا نہیں۔ کہا ہاں وہ صدوق تھے۔ اور ابن حجر مکی شافعی کتاب خیرات الحسان میں لکھتے ہیں مرّ انّہ اخذ عن اربعۃ آلاف شیخ من ائمۃ التابعین وغیرھم ومن ثم ذکرہ الذھبی وغیرہ فی طبقات الحفاظ من المحدثین الخ یعنی یہ بات گذر چکی ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چار ہزار صحابہ تابعین وغیرہ سے حدیث اخذ کی ہے اس لئے امام ذہبی وغیرہ نے ان کو حفاظ حدیث کے طبقہ میں گنا ہے۔ اور جو شخص قلت حدیث ان سے روایت ہونے کا بیان کرتا ہے وہ محض حسد کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ چند حدیثیں حاصل کرنے کے سبب سے اسقدر بیشمار مسائل استنباط نہیں کر سکتا الخ۔ اور کتاب تقریب التہذیب صفحہ ۳۷۴ میں لکھا ہے اَلنُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ الْکُوْفِیُّ اَبُوْحَنِیْفَۃَ الْاِمَامُ یُقَالُ اَصْلُہٗ مِنْ فَارِسٍ وَیُقَالُ مَوْلٰی بَنِیْ تَیْمٍ فَقِیْہٌ مَشْھُوْرٌ مِنَ السَّادِسَۃِ مَاتَ سَنَۃَ خَمْسِیْنَ عَلَی الصَّحِیْحِ اور امام شیخ محی الدین نووی شارح صحیح مسلم نے روضۃ الطالبین میں، بایں طور لکھا ہے اَمَّا الْاِجْتِھَادُ الْمُطْلَقُ فَقَالُوْا اخْتُتِمَ بِالْاَئِمَّۃِ الْاَرْبَعَۃِ حَتّٰی اَوْجَبُوْا تَقْلِیْدَ وَاحِدٍ مِنْ ھٰؤُلَاءِ عَلَی الْاُمَّۃِ ونقل امام الحرمین الاجتماع عَلَیْہِ یعنی کہا علمائے دین نے کہ اجتہاد مطلق ختم ہو چکا ہے۔ ساتھ ائمہ اربعہ کے یعنی امام اعظم و امام شافعی و امام مالک و امام احمد بن حنبل رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قیامت تک ان چار کے سوا مجتہد مطلق کوئی ہونیوالا نہیں پس واجب ہے کہ تقلید ان چار میں سے ایک کی کرے۔ اور حرمین شریفین نے اس پر اجماع قائم کیا ہے۔ اور جو غیر مقلدین فرقہ ظاہریہ وہابیہ نے بحوالہ غنیۃ الطالبین و تاریخ بخاری لکھا ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرجیہ مذہب تھے اس لئے بخاری نے ان سے روایت نہیں کی افسوس معترض کے دل میں اتنا خیال بھی نہیں گذرا کہ میری اس چرپزہ اور بے معنی بات کی کچھ اصل بھی ہے یا نہیں

؎ شیوۂ جور و ستم سیکھو نہ ہرگز اے بتو ، دیکھو دیکھو ہر کسی کا دل دکھانا منع ہے

اگر امام بخاری وغیرہ نے اس لئے حدیثیں امام صاحب سے نہیں لیں کہ وہ مرجیہ مذہب تھے تو یہ کہنا محض غلط ہے کیونکہ امام بخاری وغیرہ نے تمام مذاہب باطلہ کے لوگوں سے حدیثیں لی ہیں جنکا ذکر جلد اول کے ضمیمہ میں گذر چکا ہے اور خود امام بخاری کے استاذ کے استاذ مرجیہ تھے۔ جنکے نام معترضین کو مختصر طور پر بتلا دیتا ہوں تاکہ ناظرین کو یقین آجاوے۔ ابن تیمی مرجیہ تھا کتاب بخاری باب ظلم دون الظلم عمرو بن مرہ مرجیہ تھا کتاب بخاری باب علامات حب اللہ عزوجل۔ زر ہمدانی مرجیہ تھا کتاب بخاری باب المتیمم ہل ینفخ فیہا۔ اور ترمذی ونسائی وابن ماجہ کا حال بھی عنقریب لکھا جائے گا۔ اور اگر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دارقطنی وبخاری نے مرجیہ لکھدیا تو آپ کے اور اوران کے کہنے میں ان کی شان مبارک میں رائی کے دانہ برابر بھی کمی نہیں آسکتی۔ کیونکہ یہ اعتراض اور اتہام تو حضرت علیؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما پر بھی متعصبین نے لگا دیا تھا۔ دیکھو کتاب اقوال الصحیحہ صفحہ ۱۹۰۔ ومیزان الاعتدال صفحہ ۹ جلد اول۔ اور امام صاحب اس اتہام سے تو بالکل بری ہیں کیونکہ خود اپنی کتاب فقہ اکبر مترجم صفحہ ۹ میں لکھتے ہیں کہ ہم نہیں کہتے کہ مسلمان کو گناہ ضرر نہیں کرتا۔ اور نا ہی ہم کہتے ہیں کہ وہ دوزخ میں نہیں جائیگا۔ اور نا ہی ہم کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اگرچہ بدکار ہو پھر گیا دنیا سے مسلمان اور نا ہی ہم کہتے ہیں کہ نیکیاں ہماری خواہ مخواہ مقبول اور گناہ ہمارے معاف ہیں۔ کقول المرجیۃ الخ یعنی جیسا کہ مرجیہ لوگ کہتے ہیں الخ اور کتاب عقود الجواہر المنیفہ جزو اول صفحہ ۱۱ علامہ سید محمد مرتضیٰ لکھتے ہیں کہ یہ بات بالکل خلاف رائے اور بے اصل ہے۔ اگر امام صاحب مرجی یا رائی ہوتے تو آپ کے اصحاب بیشک آپ کی رائے کے برخلاف ہوتے۔ حالانکہ تمام متفق ہیں۔ اور ایک دو شخص کی بات اتنی مخلوقات کے مقابلہ میں کب تسلیم ہو سکتی ہے۔ وَلَمْ یصدق فی دعواہ حتی ان الصلوٰۃ عند ابی حنیفۃ خلف المرجیۃ لا تجوز الخ یعنی اسکو اپنے دعویٰ میں سچا نہ تصور کیا جاویگا یہاں تک کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مرجیہ کے پیچھے نماز جائز نہیں اور امت کا اجماع اس بات پر ہو چکا ہے کہ امام اعظم آئمہ اربعہ میں سے ہیں جن پر سب کا اتفاق ہو چکا ہے۔ پس یہ اتہام امام صاحب پر متعصبین کا ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر امام بخاری ودارقطنی وغیرہ نے امام صاحب کو مرجیہ مذہب میں گنا ہے تو یہ کہنا ان کا چند وجہ سے قابل تسلیم نہیں کیونکہ یہ لوگ ان کے ہم زمانہ وہم طبقہ نہیں ہیں کوئی تیسری صدی اور کوئی چوتھی صدی کا ہے۔ اور یہ محض ان کی سنی سنائی باتیں ہیں جنکی کوئی اصل نہیں چنانچہ کتاب الاقوال الصحیحہ صفحہ ۱۹۲ بحوالہ کتاب شرح مواقف وکتاب ملل نحل میں لکھا ہے کہ یہ اتہام فرقہ خارجیہ ومعتزلہ وغیرہ دشمنان نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر لگا دیا ہے جیسے کہ غسان کوفی وابن زبیریہ

وابن قتیبہ وجابر جعفی وخطیب بغدادی اور حالانکہ جابر جعفی وغیرہ کاذب ومتعصب ہیں۔ چنانچہ کتاب حیوٰت الحیوان جلد اول صفحہ ۲۸۰ اور کتاب اقوال الصحیحہ صفحہ ۵۶ اور ابن حجر مکی نے کتاب خیرات الحسان صفحہ ۶۶ و ۶۷ میں لکھا ہے کہ یہ محض بے اصل اور افتراء امام صاحب پر ہے۔ امام صاحب مرجی نہ تھے۔ اور علاوہ اسکے جو معترض نے غنیۃ الطالبین کا حوالہ دیا ہے۔ کہ پیر صاحب نے امام اعظم کوفی کو مرجیہ لکھا ہے۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ بڑے بڑے علمائے دین ومورخین نے لکھا ہے کہ یہ کتاب حضرت سید عبدالقادر جیلانی کی نہیں یہ کوئی اور عبدالقادر ہے۔ چنانچہ مولوی عبدالعزیز ملتانی نے کتاب کوثر النبی اور مولوی غلام قادر بھیروی نے کتاب نور ربانی کے اختتام پر لکھا ہے کہ یہ کتاب غنیۃ الطالبین جو مشہور ہے پیر صاحب کی نہیں۔ اور بڑے بڑے بزرگان دین کی زبانی سنا گیا ہے کہ یہ کتاب پیر محی الدین سید عبدالقادر کی نہیں انکی کتاب واقعی فتوح الغیب ہے۔ اور مولوی عبدالحکیم فاضل سیالکوٹی اسی کے ترجمہ فارسی میں لکھتے ہیں کہ یہ عبارت کسی مبتدع نے ملادی ہے۔ اور میرا بھی خیال ہے کہ یہ عبارت کسی متعصب دشمن مذہب حنفی نے اسمیں درج کر دی ہے۔ کیونکہ اسی کتاب غنیۃ الطالبین مترجم ترجمہ شیخ محی الدین مطبوعہ اسلامیہ صفحہ ۱۲۰ فصل وَالَّذِیْ یُؤْمَرُ بِہٖ وَیُنْکَرُ عَلٰی ضَرْبَیْنِ میں لکھا ہے کہ نہیں جائز واسطے فقیہ اور واعظ کے کہ تردید اور انکار کرنا مسائل اختلافیہ میں جنکو آئمہ اربعہ نے اجتہاد سے اخذ کیا ہے۔ اور نہیں جائز واسطے شافعی اور حنبلی کے کہ تردید کرے مسائل امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو اور نہیں جائز کسی کو کہ اٹھاوے دل کسی شخص کا مذہب شافعی اور حنبلی سے کیونکہ اٹھانا انکا جماعت میں تفرقہ ڈالنا ہے۔ الخ پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ پیر صاحب کے نزدیک بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحب حق اور سچے مذہب والے تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ جو اتہام امام صاحب کے مذہب پر مرجیہ ہونے کا اسمیں درج ہے کسی متعصب ضدی حسدی وہابی نجدی کا بن بنایا ہے۔ پیر صاحب کا یہ خیال ہرگز نہیں تھا ورنہ اس مذہب کی تردید کرتے اور کتب تواریخ وتصوف میں لکھا ہے کہ پیر صاحب مذہب حنفی کو اعلیٰ جانتے تھے اور آخری عمر کے حصہ کو اسی مذہب پر پورا کیا۔ اور علاوہ اسکے اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ عبارت پیر صاحب کی ہے تو بھی اس سے امام صاحب کا مرجیہ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ وہوہذا واما الحنفیۃ فھم اصحاب ابی حنیفۃ النعمان بن ثابت الخ یعنی اپیر حنفیہ وہ یار ابوحنیفہ بن ثابت کے ہیں۔ انہوں نے یہ زعم کیا کہ تحقیق ایمان ومعرفت خدا کی اور اقرار کرنا ساتھ خدا اور اسکے رسول کے اور ساتھ اس چیز کے جو آئی ہے خدا کے پاس سے اجمالی طور پر جیسے کہ ذکر کیا اسکو بر ہوتی نے کتاب شجرہ میں۔ انتہی پس اب ناظرین احناف فرمائیں کہ اسمیں کہاں لکھا ہے کہ امام صاحب مرجی تھے۔ فقط اِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

سوال: کتاب بخاری میں کوئی حدیث ضعیف ہے یا نہیں۔ اگر اسمیں ضعیف ہیں تو پھر ان کو اصح کتاب بعد کتاب اللہ کس لئے کہا جاتا ہے؟ اور ترمذی ونسائی وابن ماجہ والبوداؤد کا کیا حال ہے؟

جواب: کتاب بخاری ومسلم وابن ماجہ وترمذی ونسائی والبوداؤد ومسند امام احمد حنبل کے بارہ میں علمائے دین محدثین نے لکھا ہے کہ یہ کتابیں ضعف سے خالی نہیں مانند دیگر کتابوں کے ہیں۔ اور یہ کتابیں جو صحاح ستہ کہاتی ہیں مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تائید میں بہت اعلیٰ اور صحیح ہیں۔ کیونکہ ان کے مؤلف شافعی المذہب تھے۔ اور بخاری شریف کو اصح بوجہ تغلیب کے کہا جاتا ہے۔ کیونکہ ان میں اکثر حدیثیں صحیح ہیں۔ اور اسمیں بہت کم ضعیف۔ چنانچہ نصرۃ المجتہدین وشرح نخبہ ملا علی قاری وابن حجر مکی وتذکرہ محمد طاہر پٹنی اور الاجوبۃ الفاضلہ عن الاسئلۃ العشرۃ الکاملہ مولانا مولوی عبد الحی وغیرہ میں دیکھو اور اگر کسی صاحب کو شک ہو تو جلد اول کتاب سلطان الفقہ کے ضمیمہ میں اصل عبارتیں اور صفحہ نوٹ دیکھے۔ اور مرد میدان ہو کر صحاح ستہ کے صحیح ہونے پر دلائل بیان کرے۔

سوال: بخاری شریف کی تمام حدیثیں موافق ومطابق قرآن مجید کے ہیں یا نہیں؟

جواب: بخاری شریف کی بہت سی حدیثیں کتاب اللہ کے برخلاف ہیں چنانچہ کتاب بخاری جلد دوم کتاب خصومات باب اذا ظلم المسلم یہودیا میں حدیث مذکور ہے عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُخَیِّرُوْا بَیْنَ الْاَنْبِیَاءِ یعنی کہا ابوسعید نے کہ فرمایا آپ نے کہ بعض پیغمبر کو بعض سے بہتر مت کہو تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ یعنی دی اللہ نے فضیلت بعض کو بعض پر۔ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیِّیْنَ عَلٰی بَعْضٍ بیشک ہم نے بزرگی دی بعض پیغمبروں کو بعض پر۔ پس ان ہر دو آیت کے برخلاف حدیث مذکور ہے۔ اور یہ کوئی بھی فرد تسلیم نہیں کر سکتا۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے خلاف قرآن مجید کے حکم فرمایا ہو گا۔ اور اسکے علاوہ اور بھی بہت سی حدیثیں اسمیں درج ہیں جنکا ذکر تیسری جلد میں انشاء اللہ ہو گا؟

سوال: کیا بخاری میں حدیثیں ایک دوسرے کی مخالفت میں بھی وارد ہیں یا نہیں؟

جواب: بیشک بخاری میں ایک دوسرے کے خلاف بھی بہت حدیثیں درج ہیں چنانچہ کتاب الصوم باب الحجامت میں لکھا ہے ویروی عن الحسن عن غیر واحد الخ مرفوعاً افطر الحاجم والمحجوم الخ یعنی روایت کی جاتی ہے حسن سے وہ کئی ایک سے مرفوع کرکے کہ روزہ کھولا سنگی لگانے ولے اور لگوانے والے نے۔ عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجم وھو محرم واحتجم وھو صائم یعنی ابن عباس سے روایت ہے کہ آپ نے سنگی لگوائی باوجودیکہ آپ روزہ دار تھے۔ یہ دونو حدیثیں بالکل ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ پہلی حدیث سے

تو یہ ثابت ہوا کہ خون نکالنے والے اور نکلوانے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اور دوسری سے ثابت ہوا کہ آپ نے حالت روزہ میں خون نکلوایا۔ پس اگر پہلی حدیث کو صحیح مانا جاوے تو دوسری غلط۔ اور اگر دوسری کو صحیح تصور کیا جاوے تو پہلی غلط۔

سوال: بخاری میں کوئی حدیث ضعیف بھی ہے یا نہیں؟

جواب: بخاری میں بہت حدیثیں ضعیف ہیں لیکن ناظرین کے واسطے صرف ایک ہی حدیث لکھ دیتا ہوں وہو ہٰذا۔ ویروی عن ابن عباس وجرھد ومحمد بن جحش عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفخذ عورۃ و قال انس حسر النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن فخذہ الخ کتاب بخاری سپارہ ۳ باب مایذکر فی الفخذ یعنی روایت کی جاتی ہے ابن عباس اور جرہد اور محمد جحش سے وہ روایت کرتے ہیں حضور سے کہ ران ستر ہے کہا انس نے کہ کپڑا اٹھایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ران اپنی سے الخ اس حدیث کو علمائے محدثین نے ضعیف لکھا ہے اور اسی طرح مولوی عبدالجبار غزنوی صاحب نے اسی حدیث کے حاشیہ پر بایں طور لکھا ہے۔ اور وہ عبارت بعینہٖ یہ ہے۔ ۲ ابن عباس کی روایت کو ترمذی موصولاً لایا ہے۔ مگر اسکی اسناد میں ابویحییٰ قتات ضعیف ہے۔ اور جرہد کی روایت کو مالک موطا میں الخ اور خود امام بخاری اپنی تاریخ میں بسبب اضطراب اسکو ضعیف لکھا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ۱۲

سوال: چار مذہب کس نے بنائے جبکہ دین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ہے تو یہ کیوں ایک نہیں؟

جواب: ان چار مذاہب کا ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی سے ثابت ہے چنانچہ کتاب بحر الاسرار صفحہ ۱۶۰ میں لکھا ہے۔ وہو ہٰذا۔ وقد ذکر الشعرانی فی المیزان سند الائمۃ الاربعۃ وقدم الامام فقال الامام ابوحنیفۃ عن عطاء عن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن جبرائیل عن اللہ عزوجل ثم اعقبہ بالامام مالک فقال الامام مالک عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن جبرائیل عن اللہ عزوجل ثم اعقبہ بالامام الشافعی فقال الشافعی عن مالک الیٰ اٰخر السند ثم اعقبہ بالامام احمد بن حنبل عن الشافعی عن مالک الیٰ اخر السند رضی اللہ تعالٰی عنھم الخ یعنی تحقیق ذکر کیا شعرانی نے میزان میں سند چاروں اماموں کی اور مقدم کیا ابوحنیفہ کو اور کہا امام ابوحنیفہ نے روایت ہے عطاء سے انہوں نے ابن عباس سے انہوں نے حضرت سے انہوں نے جبرائیل اور انہوں نے عزوجل سے پھر پیچھے لایا اسکے امام مالک کو پس کہا امام مالک نے روایت ہے نافع بن عمر سے انہوں نے حضرت سے انہوں نے جبرائیل سے انہوں نے اللہ عزوجل سے اور پھر اسکے پیچھے آیا امام شافعی کو پھر کہا شافعی نے مالک سے یعنی روایت کی آخر سند تک۔ پھر اسکے پیچھے لایا امام احمد بن حنبل کو۔ روایت ہے شافعی رحؒ سے انہوں نے مالک سے آخر سند

تک راضی رہے اللہ تعالیٰ ان سب سے ۔ اور ایک روایت ابوہریرہ سے باینطور مذکور ہے کہ فرمایا آپ نے ان آدم افتخر بی وانا افتخر برجل من امتی اسمہ نعمان وکنیتہ ابوحنیفۃ وھو سراج امتی یعنی آدم علیہ السلام نے فخر کیا ساتھ میرے اور میں فخر کرتا ہوں ایک مرد سے اپنی امت میں سے نام جسکا نعمان اور کنیت جسکی ابوحنیفہ ہے ۔ اور وہ میری امت کا چراغ ہے ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا آپ نے کہ تمام فخر کرتے ہیں مجھ سے اور ہم فخر کرتے ہیں ابوحنیفہ سے جو شخص اسکو دوست رکھے اس نے مجھے دوست رکھا ۔ اور جس نے اسکو دشمن رکھا اس نے مجھے دشمن رکھا ۔ ہکذا فی تقدمۃ ابی اللیث ۔ اور تقلید شخصی برائے دفع فساد اور باعث مصلحت دین معین ہے ۔ چنانچہ کتاب عقد الجید ۳۶ میں محدث دہلوی نے تحریر کیا ہے اعلم فی اخذ بھذہ المذاھب الاربعۃ مصلحۃ عظیمۃ وفی الاعراض عنھا کلھا مفسدۃ کبیرۃ الخ یعنی تقلید آئمہ اربعہ دین اسلام میں بہت بڑی مصلحت ہے ۔ اور اسکے چھوڑ دینے میں بہت خرابی ہے ۔ چنانچہ ہمارے زمانہ میں مشاہدہ ہورہا ہے کہ دیکھا دیکھی عوام الناس جنکو نہ علم عربی نہ فارسی نہ مشکلات فقہ سے آگاہی بیدھڑک تقلید شخصی کو بدعت اور شرک کہنے لگے ۔ اور اپنے آپ کو میاں مٹھو طوطا کہلوایا ۔ باقی ذکر اسکا تیسرے جلد میں مفصل بادلائل قاطعہ کیا جاویگا ۔

سوال : محدث کسکو کہتے ہیں ۔ اور یہ جو ہمارے زمانہ میں فرقہ غیر مقلدین صرف صحاح ستہ یا مشارق الانوار و مشکوٰۃ پڑھے ہوئے کو محدث کہدیتے ہیں ۔ یہ کیونکر ہے ؟

جواب : محدث وہ ہوتا ہے جسکے دل پر خداوند کریم کی طرف سے القاء ہو اور الہام ۔ اور فرشتے اس سے کلام کریں ۔ چنانچہ کتاب تفریح الاحباب صفحہ ۱۲۷ کے حاشیہ پر حدیث ابوہریرہ مسطور ہے اور وہ حدیث یہ ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد کان فیما قبلکم محدثون وان یکن فی امتی احد فکان عمر رواہ بخاری ۔ یعنی فرمایا آپ نے کہ پہلے نبیوں کی امتوں میں محدث ہوتے رہے ہیں ۔ اگر میری امت میں محدث ہے تو عمرؓ ہے ۔ اور محدث ہونے کے لئے بہت حدود مقرر ہیں ۔ چنانچہ نبراس میں لکھا ہے کہ جب کوئی طالب علم امام بخاری کے پاس حدیث سیکھنے کے لئے آتا تو فرماتے یابنی لا تدخل فی امر الابعد معرفۃ حدودہ والوقوف علی مقادیرہ یعنی اے بیٹے میرے مت داخل ہو کسی امر میں مگر بعد پہچاننے حدود اور واقف ہونے اس کے اندازوں کے ۔ اور کہا اعلم ان الرجل لا یصیر محدثا کاملا فی حدیثہ الابعد ان یکتب اربعا مع اربع کاربع مثل اربع فی اربع عند اربع باربع علی اربع لاربع عن اربع لاربع الخ یعنی جان تو تحقیق آدمی نہیں محدث کامل ہوتا اپنی حدیث میں مگر بعد اسکے کہ لکھے چار کو ساتھ چار کے مشابہ چار کے مثل چار کے بیچ

چارے کے نزدیک چارے کے ساتھ چارے کے اوپر چارے کے واسطے چارے کے واسطے چارے کے الخ اور یہ تمام رباعیات نہیں پورے ہوتے مگر بسبب چارے کے ساتھ چارے کے۔ پس جبکہ پوری ہو جاویں واسطے اسکے تمام آسان ہونگے اوپر اسکے الخ نقل از نبراس علامہ ابن ملا جیون صفحہ ۴۷۔ انشاء اللہ اسکا ذکر جلد چہارم میں کیا جائے گا + کتاب حظ باب ۳ فصل ۴ میں لکھا ہے۔ واما فی زماننا هذا فلا یولد فیه حافظ الحدیث الصنا بل المحدث الکامل بل شیخ الفاضل بل عدم فیه الطالب الصادق والمبتدی الراغب کذا فی نبراس صفحہ ۴۳ یعنی ہمارے اس زمانہ میں کوئی محدث نہیں ہوتا۔ اور نا ہی حافظ حدیث۔ بلکہ شیخ کامل اور طالب صادق اور مبتدی راغب بھی معدوم ہے۔ اور صدیق حسن قنوجی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے فالحدیث فی هذه الزمان قراءة الصبیان دون اصحاب الایقان وهم فی غفلتهم یعمهون الخ یعنی حدیث اس زمانہ میں بچوں کے پڑھنے کے لئے ہے نہ واسطے اصحاب یقین کے اور وہ اپنی غفلت میں حیران ہیں۔ پس ان عبارات سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں محدث کامل چھوڑ ناقص بھی نہیں رہا۔ لہذا صاحبان کو چاہیئے اسقدر پڑھے ہوئے کو محدث نہ کہیں ورنہ مستوجب سزا کے ہونگے۔ چنانچہ حدیث میں ہے احثوا التراب فی وجوه المداحین یعنی فرمایا آپ نے کہ خاک ڈالو ان کے مونہوں میں جو بیجا مدح کرتے ہیں الخ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: مناظرہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اور مناظر کو بوقت مناظرہ کیا کیا کام کرنا چاہیئے؟

جواب: بیشک مناظرہ کرنا بغرض طلب حق و بانیتِ خیر جائز ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ یعنی جبکہ حضور نے مذاہب باطلہ کو اسلام کی طرف دعوت کی تو ان میں سے اہل مذاہب باطلہ و عقائد فاسدہ نے کہا کہ ہم تمہاری دعوت کو نہیں مانتے۔ اور نا ہی ہم تجھکو صادق سمجھتے ہیں۔ تب کہا اللہ تعالے نے کہ اے میرے حبیب کہو انکو کہ اگر تمکو شک ہے اس چیز میں جو اتاری اللہ نے بندے اپنے پر۔ پس لے آؤ اسکو مانند اسکے اور پکارو شاہدوں اپنوں کو سوائے اللہ کے اگر ہو تم سچے۔ غرضیکہ تاریخ معینہ پر مناظرہ ہوا اور وہ تمام عاجز ہو گئے اور آئمہ سلف و خلف سے اسکا ثبوت کتب تواریخ میں موجود ہے۔ اور مناظر کو بوقتِ مناظرہ مضبوط اور پختہ بات کہنی چاہیئے۔ اور بے معنی اور کلمہ مہملہ اور ہنسی اور مذاق اور فحش و بیہودہ بات سے اجتناب کرے۔ اور فریق ثانی کی بات کو غور سے سنے اور اپنے وقت معینہ کا خیال رکھے۔ اور غضب و زبان درازی کو روک رکھے چنانچہ کتب مناظرہ میں لکھا ہے وَيَجِبُ عَلَى الْمُنَاظِرِ أَنْ يَتَحَرَّزَ عَمَّا لَا مَدْخَلَ لَهُ فِي الْمَقْصُودِ وَلِئَلَّا يَخْرُجَ الْكَلَامُ عَنِ الضَّبْطِ وَلِئَلَّا يَلْزَمُ الْبُعْدُ عَنِ الْمَطْلُوبِ

یعنی واجب ہے مناظر کو کہ بچے اس سے جسکو دخل نہیں مقصود میں تاکہ نکل نہ جاوے کلام ضبط سے اور نہ لازم آوے دوری مطلوب سے :-

سوال : غیر مقلد کہتے ہیں کہ ہم لوگ امام صاحب کے پیرو ہیں کیونکہ امام صاحب نے کہا کہ جب میرا قول حدیث صحیح کے برخلاف ہو تو اسکو چھوڑ دو ۔ اور حدیث صحیح کو مان لو تو ہم لوگ ایسا ہی کرتے ہیں ۔ کیا ایسا کرنے میں فی الواقع وہ امام صاحب کے پیرو ہیں ؟

جواب : ان لوگوں کا یہ کہنا کون صاحب عقل سلیم مان سکتا ہے ۔ ؎

کی بناوٹ بہت سی باتوں میں ؎ پھر کہیں چھپتی ہے بنائی بات

خدا تعالیٰ ان کے دھوکے سے مسلمانوں کو بچاوے ۔ اور یہ ہر ایک فرد اہلسنت وجماعت اس بات کا واقف ہے کہ یہ لوگ ہر وقت ہر مسئلہ میں امام صاحب پر اعتراض کرتے رہتے ہیں ۔ اور کتب فقہ حنفیہ کو گندگی اور گوبر سے تعبیر کرتے ہیں اور امام صاحب کو مرجیہ اور لاعلم اور کم عقل اور بے سمجھ اور ضدی اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں دیکھو کتاب بوئے غسلین از عبدالجلیل سامروی اور بوئے سرگین غلام یٰسین دہلوی اور الانصاف از عبدالکریم وغیرہ وغیرہ ۔ اور یہ جو بعض غیر مقلدین ہر دلعزیز وعظ میں عوام الناس کے سامنے مناقب اور تعریف امام صاحب کی کرتے ہیں یہ انکی محض دھوکہ بازی ہے ورنہ کسی مسئلہ میں تو امام کی پیروی کرتے ۔ اور یہ جو امام صاحب نے فرمایا ہے کہ اترکوا قولی بخبر الرسول اللّٰہ اذا اصح الخ یعنی جبکہ میرے قول کو مخالف حدیث صحیح کے پاؤ ۔ تو اسوقت اسکو چھوڑ دو ۔ معترض صاحب پہلے تو امام صاحب کا ایسا کوئی مسئلہ ہی نہیں جو کہ قرآن مجید اور حدیث شریف کے برخلاف ہو اور جسکے ثبوت پر فقیر نے قلم اٹھایا ہے ۔ لیکن پھر بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا انکے کمال تقویٰ و دیانت واحتیاط عمل لصحۃ الروایات پر دلالت کرتا ہے ۔ کہ امام صاحب نے باوجود تحقیق مسائل شرعیہ وتحقیق ودلائل اصلیہ وفرعیہ وفوت توفیق احادیث متناقضہ وملکہ ترجیح مسلک مختار صحابہ تنقید رجال وتصحیح اسانید علی درجہ کمال اپنے شاگردوں کو یعنی امام محمد وابویوسف وغیرہ جنکو یہ طاقت وقوت اجتہاد واستنباط کی تھی کہ بلا کسی غرض وطرفداری کے فرمایا اترکوا قولی بخبر الرسول اذا صح نقل از فضل الموہبی صفحہ ۲ اور فتح المبین صفحہ ۳۸۸ یعنی جبکہ قول میرے کو حدیث صحیح کے برخلاف پاؤ تو اسکو چھوڑ دو اور صاحب موہبی نے بحوالہ ردالمختار ومیزان الشعرانی کے لکھا ہے وَلَا یَخْفٰی اَنَّ ذٰلِکَ لِمَنْ کَانَ اَھْلًا لِلنَّظَرِ فِی النُّصُوْصِ وَمَعْرِفَۃُ مُحْکَمِھَا مِنْ مَنْسُوْخِھَا فَاِذَا نَظَرَ اَھْلُ الْمَذْھَبِ فِی دَلِیْلٍ وَعَمِلَ بِہٖ صَحَّ نِسْبَتُہٗ اِلٰی مَذْھَبِ الخ یعنی ظاہر ہے کہ یہ اشارہ امام کا اس شخص کے حق میں ہے جو نصوص شرع میں نظر اور انکے

محکم و منسوخ کو پہچاننے کی لیاقت رکھتا ہو۔ تو جب صاحب مذہب دلیل ہی میں نظر فرما کر اسپر عمل کرے تو اسوقت اسکی نسبت مذہب کیطرف صحیح ہے اور بیشک جو شخص چار منازل جو کہ مجتہد فی المذہب کے لئے مقرر ہیں انکو طے کیا جائے۔ جیسا کہ امام محمد و امام ابویوسف ہیں تو ایسے شخص کو یہ منصب حاصل ہے نہ کہ صحاح ستہ و توضیح تلویح وغیرہ کتب عبور کنندہ کیلئے

؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اور صاحب فتح المبین علامہ شعرانی نے لکھا ہے وھو محمول علیٰ من اُعطِی قوۃ الاجتھاد الخ یعنی یہ امر اسکے لئے کہ جو شخص طاقت اجتہاد کی رکھتا ہو۔ صاحبان فرقہ وہابیہ کے فریبوں سے بچنا اور انکے ظاہری معنوں پر مت چلنا فقط

سوال: امام صاحب کے کئی مسائل میں صاحبین کس لئے مخالف ہوئے۔ اور ہم مولویوں کو بھی ان پر اعتراض کرنے کا حق ہے یا نہیں؟

جواب: اوپر کی عبارت سے واضح ہو چکا ہے۔ کہ وہ صاحب مجتہد فی المذہب تھے۔ اور ان کو اجازت تھی۔ اور امام ابویوسف صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے امام صاحب کے کسی مسئلہ میں کبھی مخالفت نہیں کی۔ دیکھو الفضل الموہبی صفحہ ۱۳ بحوالہ تذکرۃ الخفاء ما خالفتہ فی شئ قط فتدبرتہ الا رأیت مذھب الذی ذھب الیہ انجی فی الاخرۃ وکنت ربما ملت الی الحدیث فکان ھو ابصر بالحدیث الصحیح منی۔ یعنی کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے کسی مسئلہ میں امام صاحب کے خلاف کرکے غور کیا ہو۔ مگر یہ کہ انہیں کے مذہب کو آخرت میں زیادہ سبب نجات کا پایا۔ اور بار ہا ہو تا کہ میں حدیث کیطرف جھکتا پھر تحقیق کرتا تو امام صاحب مجھ سے زیادہ حدیث کی نگاہ رکھتے تھے الخ اگر صاحبین اور امام صاحب کے درمیان کہیں اختلاف مسائل میں واقع ہوا ہے تو وہاں مسائل فروع میں ہے نہ اصول مذہب میں اور علامہ شیخ الاسلام نے بایں طور لکھا ہے کہ خبردار کہ کسی مجتہد کے قول پر انکار یا اسکو خطا کی طرف مت نسبت کرنا جب تک کہ تمام شریعت مطہرہ کی دلیلوں پر احاطہ نہ کرلو اور جب تک تمام لغات جن پر شریعت مشتمل ہے پہچان نہ لو جب تک کہ ان کے معانی اور رستے جان نہ لو الخ پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کسی عالم فاضل اجل کو بھی یہ حق نہیں کہ ان بزرگان پر اعتراض کرے یا ان کے مخالف ہو کر چلے۔ فتدبروا۔

سوال: بدوں لیاقت و طاقت اجتہاد و استنباط یعنی فقہ کے علم حدیث پڑھنے سے کیا ہوتا ہے؟

جواب: امام سفین ابن عیینہ محدث جو کہ امام بخاری و مسلم و شافعی و احمد کے استاذ ہیں فرماتے ہیں الحدیث مضلۃ الا الفقھاء نقل از موہبی صفحہ ۱۔ یعنی حدیث سخت گمراہ کرنے والی ہے مگر مجتہدوں کو یعنی جسکو قوت اجتہاد کی ہے

اسکو نہیں گمراہ کرتی۔

سوال: غیر مقلد کہتے ہیں کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو علم حدیث نہ تھا۔ صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں کیاان کا یہ کہنادرست ہے یا غلط؟

جواب: یہ محض ان کا تعصب ہے۔ دیکھو کتاب خیرات الحسان میں ابن حجر مکیؒ نے کیا لکھا ہے۔ ایک روز امام اعمش محدث نے امام صاحب سے چند مسائل دریافت کئے۔ آپ نے انکو ہر مسئلہ کا جواب باصواب دیااور امام اعمش نے کہا کہ یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کئے۔ آپ نے کہا جو آپ نے حدیثیں سنی ہیں۔ پھر امام صاحب نے وہ حدیثیں سنا بھی دیں۔ پھر امام اعمش نے کہا حسبک ما حدثتک به فی مائة یوم تحدثنی به فی ساعة واحدة ما علمت انک تعلم بهذه الاحادیث یا معشر الفقهاء انتم اطباء ونحن الصیادلة وانت ایها الرجل اخذت بکلا الطرفین الخ یعنی بس کیجئے جو حدیثیں میں نے آپکو سو دن میں سنائی تھیں۔ وہ آپ ایک ساعت میں سنا دیتے ہیں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ حدیثوں پر عمل کرتے ہیں۔ اے فقہ والو تم لوگ طبیب ہو اور ہم محدث لوگ عطار ہیں۔ یعنی دوائیں پاس ہیں لیکن ان کے استعمال کرنے کا طریقہ یاد نہیں۔ اور تم لوگ مجتہد اچھی طرح جانتے ہو۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۤءُ سبحان اللہ جب کہ بڑے بڑے محدث مثلاً امام حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ وامام موفق رحمۃ اللہ علیہ وامام کردری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مناقب میں کتابیں تیار فرمائیں تو ان متعصبین کی بات کا کیا اعتبار ہوسکتا ہے۔ فافہم۔

سوال: کوئی شخص صرف کتب صحاح ستہ و ترجمہ قرآن مجید اور قدرے علم معقول بھی جانتا ہو کیا ایسے شخص کو کسی مجتہد کے فتویٰ پر عمل کرنا چاہیئے۔ یا صرف قرآن مجید واحادیث کے ظاہری معنوں پر عمل اور فتویٰ دینا چاہیئے؟

جواب: ایسے شخص کو ظاہر معنی قرآن مجید و حدیث شریف پر عمل کرنا اور فتویٰ دینا نہ چاہیئے۔ چنانچہ فاضل سندھی کتاب ذوالفقار صفحہ ۴۸ بحوالہ کتاب نصرۃ الحنفیہ علامہ ملا علی قاری میں لکھا ہے۔ اما العمل بظواهر القرآن والاحادیث فلیس شان المحققین ولا برهان المدققین من اهل السنة وانما هو طریق داؤد الظاهری وامثاله من اهل البدعة یعنی قرآن اور احادیث کے ظاہر معنی پر عمل کرنا شان محققین فقہاء کرام کی نہیں۔ کیونکہ یہ طریقہ داؤد ظاہری اور مانند اسکے اور اہل بدعت کا تھا:

غرضیکہ جب تک علم قرآن مجید اور حدیث شریف کی واقفیت پورے طور پر نہ کرے۔ اور علم معانی ولغات عرب ناسخ و منسوخ صحیح اور غیر صحیح اور طاقت اجتہاد پیدا نہ کرے اسکو قرآن مجید اور حدیث شریف کے ظاہری معنوں پر

فتویٰ نہ دینا چاہیئے۔ اور نہ ہی ظاہر منقول پر عمل کرنا چاہیئے۔ چنانچہ کتاب عقد الجید صفحہ ۳۳ میں مذکور ہے وَفِي الْمَسْئَلَةِ قَوْلٌ آخَرُ وَهُوَ اَنَّهُ اِذَا لَمْ يَجْتَمِعْ اٰلَاتُ الْاجتهاد لا يجوز له الحمل الحديث بخلاف مذهبه لانه لا يدري انه منسوخ او ماول او محكم محمول على ظاهره ومال الى هذا القول ابن الحاجب في مختصره وتابعوه اس مسئلہ میں ایک اور قول ہے وہ یہ ہے کہ جب تک سامان اجتہاد کے نہ ہوں تو مذہب کے خلاف حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ یہ حدیث منسوخ ہے یا اسکی کوئی اور تاویل کی گئی ہے یا یہ حدیث محکم اپنے ظاہر پر ہے۔ علامہ ابن حاجب مع اپنے تابعین اپنی کتاب مختصر میں اس قول کیطرف مائل ہے۔ (الفرۃ المجتہدین)، فتدبروا۔ واللہ اعلم۔

سوال: کوئی شخص قرآن مجید و حدیث شریف پر کب فتویٰ دے سکتا ہے اور وعظ کر سکتا ہے؟

جواب: جبکہ تمام احکام قرآن مجید و احادیث شریف کے یاد رکھتا ہو جیسے احکام خاص و عام و مطلق و مقید و مجمل و مبین اور ناسخ و منسوخ اور احادیث متواتر و احاد و مرسل و منقطع و متصل وغیرہ کی خوب پہچان رکھتا ہو اور صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے اقوال و افعال سے خوب ماہر ہو اور قیاس جلی و خفی و قیاس صحیح اور فاسد اور زبان عرب باعتبار لغات و اصطلاح کے خوب معنے جانتا ہو۔ اور راویوں کا حال بھی اسکو معلوم ہو اور چار منازل بھی طے کر چکا ہو۔ اگر اسمیں یہ تمام شرائط پائی جاتی ہوں تو بیشک قرآن مجید و حدیث شریف پر اسکو فتویٰ دینا جائز ہے۔ ورنہ اسکو قول مجتہد پر فتویٰ دینا اور عمل کرنا لازم ہوگا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی پس اگر تم نہیں جانتے تو صاحبِ ذکر سے پوچھو۔

سوال: قرآن مجید و حدیث سمجھنے کے لئے کسقدر علم ہونا چاہیئے؟

جواب: علم صرف و نحو لغت و معانی وغیرہ قواعد سے ضرور واقف اور ماہر ہونا چاہیئے۔ تاکہ دھوکا میں نہ پڑ جاوے چنانچہ کتاب نبراس بحوالہ کتاب خط فصل و باب اول سے لکھا ہے لَابُدَّ اَنْ يَتَقَدَّمَ مِنْهُ الْعَرَبِيَّةَ لِاَنَّهُ مُتَوَقِّفٌ عَلَيْهَا وَهِيَ علم اللغة والنحو والبيان ونحو ذلك الخ یعنی ضروری ہے کہ سیکھے پہلے علم عربی اسلئے کہ علم قرآن مجید و حدیث شریف اسپر موقوف ہے۔ اور وہ علم لغت و نحو و بیان وغیرہ ہے فَمَنْ لَّمْ يعرف الكلام العربي بمنزل نهو بجهالة عن هذا العلم وهي كونه حقيقة ومجازا وكناية وصريحا وعاما وخاصا ومطلقا ومقيدا ومحذوفا ومضمرا ومنطوقا ومفهوما واقتضاء واشارة وعبارة ودلالة تنبيها وايماء ونحو ذلك مع كونه على فان العربية الذى بنيه النحاة بتفاصيله وعلى قواعد الاستعمال

العرب وهو المعبر عنه بعلم اللغة یعنی جو شخص نہ جانے زبان عربی ساتھ اقسام اسکے کے وہ ایک طرف ہے اسکے سمجھنے سے۔ اور ہونا اس کلام کا حقیقت و مجاز و کنایہ و صریح و عام و خاص مطلق و مقید و محذوف و مضمرات و منطوق و مفہوم و اقتضاء و اشارات عبارت و تنبہ و ایماء اور مانند اسکے اور قادر ہونا بچہ قاعدہ کے جو بیان کیا اسکو نحویوں نے اوپر استعمال کرنے قاعدہ عرب کے جس سے تعبیر کرتے ہیں ساتھ علم لغت کے الخ پس جسکو اسقدر علم نہیں اسکو قرآن مجید کی تفسیر کرنا جائز نہیں ؛

سوال: علم فقہ کا کیا ثبوت ہے؟ اسکو کس نے رواج دیا؟ قرآن مجید اور حدیث شریف سے جواب دو ؛

جواب: علم فقہ کا ثبوت قرآن مجید و احادیث صحیحہ سے ہے۔ وہو ہذا لقولہ تعالےٰ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ، فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ یعنی مومنوں کو یہ بات جائز نہیں کہ تمام وہ غزا میں جائیں۔ کیوں ہر فرقہ سے باہر نہیں گیا اور باقی لوگ فقاہت حاصل کریں۔ یعنی سمجھ دین میں حاصل کریں۔ لقولہ تعالےٰ وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا یعنی جسکو سمجھ دین کی ملی اسکو بہت بھلائی حاصل ہوگی الخ اور فقہ کے معنی سمجھنے اور جاننے کے ہیں۔ اور اسکا پڑھنا ہر ایک مسلمان کو ضروری ہے اور اسکی فضیلت پر کتب علم حدیث مالامال ہیں۔ چنانچہ بخاری و ترمذی و سنن دارمی وغیرہ میں یہ حدیث مذکور ہے مَن يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ یعنی فرمایا آپ نے کہ جسکے ساتھ اللہ نیکی کرنا چاہتا ہے تو اسکو دین میں سمجھ اور شریعت کا بھید اسپر کھولدیتا ہے۔ اور مشکوٰۃ شریف میں ابن عباسؓ سے مروی ہے فَقِيْهٌ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ یعنی فرمایا آپ نے کہ ایک فقیہ ہزار عابد سے بڑھکر شیطان پر سخت تر ہے اور ترمذی اور ابوداؤد میں ہے کہ آپ نے معاذ بن جبل کو قاضی بنا کر یمن کو بھیجا۔ اور فرمایا کہ اگر کوئی مقدمہ تیرے پاس آئیگا تو اسکا کسطرح فیصلہ کرے گا۔ اسنے کہا کتاب اللہ سے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو اس سے نہ پائے تو پھر کیا کرے گا اس نے کہا سنت رسول اللہ سے۔ آپ نے فرمایا اگر یہ بھی نہ پائے تو پھر کیا کرے گا۔ اس نے کہا اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ آپ نے اسکے سینہ پر ہاتھ پھیرا۔ اور اس نے شکریہ ادا کیا۔ اور حدیث میں ہے کہ آپ کی ذات ایک دو صحابہ کے گروہ پر گذری۔ تو فرمایا کہ یہ ایک گروہ دوسرے سے افضل ہے۔ ایک تو رغبت اور عاجزی کے ساتھ دعا مانگتا ہے۔ چاہے اللہ تعالےٰ انکا مقصود دے یا نہ دے۔ اور دوسرا گروہ فقہ سیکھتا ہے۔ اور جاہلوں کو سکھاتا ہے۔ لیکن یہ ان سے افضل و اکمل ہے۔ اور مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ فرمایا آپ نے آویں گے آدمی تمہاری طرف اطراف زمین کے سے سمجھ لینے کے لئے پس جب آویں تو تم ان کے ساتھ بھلائی کرو۔ اور ان کو قبول کرو ؛ اور صاحب شامی نے لکھا ہے

کہ فقہ کا کھیت عبداللہ بن مسعود نے بویا۔ اور علقمہ بن قیس نے اسکو سینچا۔ اور ابراہیم نخعی نے اسکو کاٹا۔ اور حماد بن مسلم نے اسکو مانڈا۔ یعنی بھوسے سے اناج کو جدا کیا۔ اور ابو حنیفہ نے اسکو پیسا۔ اور ابو یوسف نے اسکو گوندھا۔ اور محمد بن حسن نے اسکی روٹیاں پکائیں اور باقی اسکے کھانے والے ہیں۔ غرضیکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اسکو کمال پر پہنچایا۔ اور بابوں پر کتابیں مرتب کیں۔ اور امام مالک نے بھی انہی کی پیروی کتاب موطا میں کی۔ یہاں تک کہ علم فقہ کی ترقی ہوتی گئی۔ ہکذا فی کتاب الحنیفہ صفحہ ۱۵۔

سوال: مسائل مذہب حنیفہ کے کتنی قسم پر ہیں؟

جواب: تین قسم پر ہیں پہلی قسم ظاہر الروایۃ۔ جو کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ وصاحبین سے مروی ہو۔ اور ظاہر الروایۃ کی چھ کتابیں ہیں اور انہی کو اصول ستہ بھی کہا جاتا ہے وہو ہٰذا۔ (۱) مبسوط (۲) جامع الصغیر (۳) جامع الکبیر (۴) زیادات (۵) سیر صغیر (۶) سیر کبیر۔ اور یہ سب کتابیں امام محمد کی تصنیف ہیں۔ اور ان کتابوں کے سوا جو امام محمد وامام ابو یوسف وحسن بن زیاد کی تصانیف ہیں وہ نادر الروایت کہلاتی ہیں۔ اور جو کتابیں ان کے شاگردوں نے تصنیف فرمائی ہیں ان کا نام واقعات رکھا گیا ہے۔ اور بوقت تعارض فتویٰ ظاہر الروایت پر دیا جاتا ہے نہ نادر و واقعات پر۔ اور مولانا مولوی حاجی نور بخش صاحب فاضل صوفی لاہور نے لکھا ہے کہ افسوس کہ بجز کتاب جامع الصغیر کے یہ سب ابتک غیر مطبوع ہیں اور ان کا یک جا ملنا بھی دشوار ہے۔ پس مفتی کو چاہیئے کہ ان امور کو یاد رکھے۔

سوال: اگر کسی عورت کا خاوند عرصہ چھ سال سے گم ہو گیا ہو۔ اگر وہ عورت کسی عالم حنفی سے فتویٰ لے کر دوسری جگہ نکاح کرے تو جائز ہے یا نہیں۔ اگر عالم حنفی المذہب کو اس صورت میں جواز نکاح کا فتویٰ دینا جائز ہے یا نہیں۔ اگر عالم حنفی نے یہ نکاح پڑھا دیا تو اسپر کچھ تعزیر ہے یا نہیں۔ جواب دو۔ بقلم خود منذ احمد الدین حکیم حجام از کلاسکے ۱۲

جواب: عورت مذکورہ جسکا خاوند عرصہ چھ سال سے مفقود الخبر ہے۔ وہ نکاح دوسری جگہ بدوں خبر پانے موت یا طلاق ثلاثہ اپنے خاوند کی سے نکاح نہیں کر سکتی۔ اور شارع علیہم السلام نے اسکی حلت کے دو سبب بیان کئے ایک تو طلاق دوسرا موت۔ اور شک سے کبھی نکاح ٹوٹ نہیں سکتا۔ اور اسکے نکاح منعقد ہونے پر یقین ہے۔ اسلئے اسکا نکاح دوسری جگہ کرنا حرام ہے۔ قال اللہ تعالےٰ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ یعنی منکوحہ عورتیں تم پر حرام ہیں یعنی ان سے نکاح کرنے کا قصد مت کرو۔ اور اسی پر فتویٰ آنحضور علیہ الصلوۃ والسلام واصحاب تابعین وتبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے۔ وہو ہٰذا۔ عَنِ الْمُغِیْرَۃِ بن شعبۃَ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرأۃ امراءۃ المفقود امرأتہ حتی یأتیھا البیان اخرجہ دارقطنی وتقویم صفحہ ۳۳ یعنی روایت ہے

ابن شعبہ سے فرمایا آپ نے کہ عورت گم شدہ مرد کی زوجہ ہے۔ یہاں تک کہ آوے اسکے پاس کوئی واضح خبر۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے باینطور مذکور ہے ان علیاً رضی اللہ عنہ قال فی امراۃ المفقود ھی امراۃ ابتلیت فلتصبر حتی تاتیھا موت او طلاق اخرجہ عبد الرزاق کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیچ حال گم شدہ مرد کے کہ وہ عورت مبتلا ہے۔ پس چاہیئے کہ وہ صبر کرے۔ یہاں تک کہ آوے اسکے پاس خبر موت یا طلاق کی اور کتب معتبرہ میں لکھا ہے روی نحوہ عن عثمان وعلی قیل واجمع الصحابۃ علیہ ولم یعلم مخالف فی عصرھم وعلیہ جماعۃ من التابعین الخ عبد الحی جلد اول صفحہ ۱۴۰ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بعد اختلاف کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اسبات پر متفق ہوئے کہ وہ عورت مفقود الخبر کی ہے یہاں تک کہ آوے اسکو خبر موت یا طلاق کی۔ اور عالم حنفی المذہب کو فتویٰ اس امر میں امام مالک وغیرہ کے مذہب پر نہ دینا چاہیئے۔ ورنہ اس پر تعزیر ہوگی۔ چنانچہ رد المختار شرح در المختار جلد نمبر ۳ صفحہ ۱۹۲ میں مذکور ہے حنفی ارتحل الی مذھب الشافعی یعزر۔ ای اذا کان ارتحالاً لا لغرض محمود شرعاً کما فی التاتارخانیہ اور صفحہ ۱۹۱ میں ہے کہ اما انتقال غیرہ من غیر دلیل بل لم یرغب من غرض الدنیا او شھوتھا فھو المذموم الاثم المستوجب التادیب والتعزیر لارتکابہ المنکر فی الدین واستخفافہ بدینہ ومذھبہ الخ یعنی حنفی شافعی مذہب کیطرف پھر گیا تو تعزیر دی جاوے۔ جبوقت کہ اسکی غرض نیک نہ ہو۔ چنانچہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر وہ صاحب اجتہاد کا نہیں۔ اور غرض دنیا اور شہوت پرستی کے لئے یہ کام کیا تو اس پر تعزیر ہونی چاہیئے۔ کیونکہ اس نے اپنے مذہب اور دین کو حقیر سمجھا۔ اور بدکار اور گناہگار ہوا۔ اور رد المختار باب القضاء میں لکھا ہے واما المقلد المحض فلا یقتضی الا بما علیہ العمل والفتوی فلیس الحکم الا بالتصحیح المفتی بہ فی مذھبہ۔ یعنی قاضی مقلد کو چاہیئے کہ فتوی نہ دے اور اسطرح تغیر احمدی میں ہے اور کتاب نور الہدایہ صفحہ ۱۱ میں لکھا ہے لا خَیْرَ فِیْ اَنْ یکونَ حنفیاً فی بعض المسائل وشافعیاً فی بعض اُخر الخ یعنی نہیں بہتر کہ حنفی ہو بعض مسائل میں اور شافعی ہو بعض میں۔ اور شرح عین العلم میں ہے کہ چاہے شافعی ہو یا حنفی ہو اسکو اسی مذہب پر رہنا چاہیئے۔ اور اگر عالم حنفی المذہب ہو کر ایک دو مسئلہ میں ایک دو وقت دوسرے مذہب پر عمل کرے گا۔ تو ایسے عالم کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔ اور نہ ہی ایسا شخص مذہب معین کا مقلد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جب مقلد نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جس مذہب پر چاہا فتویٰ دیدیا۔ اور عمل کر لیا۔ تو اسمیں تلفیق ہے اور وہ باطل ہے۔ ایسا شخص مرتکب حرام کا ہوتا ہے کیونکہ موصل الی الحرام ہوا کرتا ہے۔ لہذا ایسے عالم سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: موطا امام مالک بروایت حضرت عمر فاروق ہے کہ کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہ جس عورت کا خاوند چار برس سے گم ہو جاوے تو وہ عورت چار ماہ عدت گذار کر بیشک دوسری جگہ نکاح کرلے۔ اور اسی پر فرقہ غیر مقلدین جیسا کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری و میاں عمر الدین وزیرآبادی وغیرہ نے فتویٰ دیا ہے۔ اور بعضے ملا حنفی بھی اس پر فتویٰ دیتے ہیں چنانچہ مولوی نادر شاہ سٹریالی و مولوی عبداللہ ٹونکی فاضل اجل و گنگوہی صاحب وغیرہ وغیرہ یہ کیونکر ہے؟

جواب: بیشک یہ حدیث موطا امام مالک میں ہے لیکن ہم لوگ حنفی چند وجہ سے اسکا جواب دیتے ہیں۔ اول تو یہ فیصلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قرآن مجید و حدیث مرفوع اور فیصلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ و صحابہ تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے برخلاف ہے۔ اور جسکو خود فرقہ غیر مقلدین خاصکر مولوی ثناء اللہ امرتسری رسالہ اہلحدیث صفحہ ۱۷ وقوع طلاق ثلاثہ سے انکار کرتے ہیں، وہ عبارت بعینہ یہ ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت عمر کا یہ حکم شرعی ہے۔ کچھ شک نہیں کہ یہ شرعی نہیں۔ یعنی ایسا نہیں کہ یہ حکم شریعت کا مسئلہ قرار دیا جائے الخ سبحان اللہ جب کہ یہ حضرت عمر فاروق کے فیصلہ کو غیر معتبر بیان کرتے ہیں تو پھر ہم حنفی لوگ بدرجہ افسوس کے ان کو کیا کہہ سکتے ہیں۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فتویٰ اس شخص کے بارہ میں دیا تھا جسکو جن اٹھا کر لے گئے تھے۔ پھر اسکے بعد حضرت عمر فاروق نے خود حضرت علی کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ چنانچہ کتاب عینی شرح کنز و فتاویٰ عبدالحی جلد ۳ و غایۃ الاوطار صفحہ ۵۵ و ہدایہ جلد ۲ میں مذکور ہے ولان النکاح عرف ثبوته والغيبة لا توجب الفرقة والموت فی حيز الاحتمال فلا يزال النكاح بالشك وعمر رضی اللہ عنه رجع الى قول على رضى الله عنه یعنی ثبوت نکاح معلوم است و غائب شدن شوہر موجب فرقت نیست و موت آن محتمل است پس نکاح آں زوال نخواہد شد۔ بسبب شک و جواب مالک اینست کہ عمر رجوع نمودہ بسوئے قول علی رضی اللہ عنہ۔ پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ زوجہ مفقود الخبر کا دوسری جگہ نکاح جائز نہیں۔ کیونکہ نکاح اسکا معروف ہو چکا ہے اور موت احتمال شک ہے۔ اور شک سے نکاح ٹوٹ نہیں سکتا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رجوع کر لیا تھا۔ لہٰذا معترض کو فیصلہ عمر رضی اللہ عنہ کا پیش کرنا کچھ مفید نہیں۔ اور مولوی نادر شاہ سمبڑیالی و عبدالرشید گنگوہی کو علمائے احناف نے فرقہ غیر مقلدین میں گنا ہے۔ اور مولوی عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فتویٰ نہیں بلکہ یہ کسی غیر مقلد متعصب نے ان کے فتاویٰ میں یہ عبارت ملادی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ کئی اور مسائل میں بھی ایسا ہی کیا ہے دیکھو کتاب تعزیۃ المفتری اور علمائے احناف کو چاہیئے کہ فتاویٰ عبدالحی مرحوم پر سوچکر فتویٰ دیا کریں۔ اور مولانا مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی کا حال تو ناگفتہ بہ ہے۔ بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ان اللہ یهدى من يشاء الى صراط مستقيم

سوال: غیر مقلد کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بحالت غضب اپنی منکوحہ موطوءہ کو ایک جلسہ میں یکبارگی تین طلاق دیدے تو ایک ہی واقعہ ہوگی (چنانچہ کتب صحاح ستہ وغیرہ میں ہے اور علمائے حنفی غلطی پر ہیں۔ یہ کیونکر ہے جواب دو۔

جواب: علمائے احناف سلف وخلف و آئمہ اربعہ وغیرہ کے نزدیک ایک دفعہ ایک جلسہ میں تین طلاق دینے سے تین ہی واقع ہوجاتی ہیں۔ اسمیں کسی اہلسنت وجماعت کو شک واختلاف نہیں۔ صرف اختلاف تو اس امر میں ہے کہ یہ امر مشروع ہے یا نہیں۔ امام شافعی وثوری واحمد بن حنبل اسکو مشروع کہتے ہیں۔ کیونکہ خداتعالیٰ نے اسکی اجازت دی ہے۔ اور امام مالک وابوحنیفہ واوزاعی ولیث وغیرہ اسطور پر طلاق دینا حرام وممنوع سمجھتے ہیں۔ لقولہ تعالیٰ: اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْتَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ یعنی طلاق دوبارہ ہے پھر یا تو بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے (یعنی رجوع کر لینا) یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔ اور اگر کوئی اس مقام پر اعتراض کرے کہ جب یہ امر جائز نہیں تو نفاذ کیا معنی۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ کسی امر کا ممنوع ہونا اور چیز ہے۔ اور نافذ ہونا دوسری چیز ہے۔ چنانچہ باپ کو اولاد میں کم وبیش جائیداد سے حصہ کردینا ممنوع اور حرام ہے۔ اگر کسی نے ایسا کر بھی دیا تو اسکا نافذ ضرور ہوگا۔ دیکھو تاریخ شبلی اور ایسا ہی اگر کسی نے اپنی زوجہ کو یکدفعہ تین طلاق دیدی تو تین ہی واقعہ ہوجائیں گی۔ لیکن طلاق دینے والا گنہگار ہوگا۔ چنانچہ سورہ طلاق میں مذکور ہے ومن یتعدّ حدود اللّٰہ فقد ظلم نفسہ یعنی جس نے حدود الٰہی سے تجاوز کیا (یعنی خلاف سنت کے تین طلاق دیدیا) بیشک اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ اور مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۷۶ پر حدیث بایں طور مذکور ہے عَنْ مَالِكٍ بَلَغَهٗ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اِنِّيْ طَلَّقْتُ اِمْرَاَتِيْ مِائَةَ تَطْلِيْقَةٍ فَمَاذَا تَرٰى عَلَيَّ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَلُقَتْ مِنْكَ بِثَلٰثٍ وَسَبْعٌ وَتِسْعُوْنَ اتَّخَذْتَ بِهَا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا رواہ فی الموطا۔ یعنی ایک شخص نے عبداللہ بن عباس سے پوچھا کہ میں نے اپنی عورت کو سو طلاق دیدی ہے۔ پس میرے لئے اب کیا حکم ہے پس کہا ابن عباس نے کہ تین طلاق سے تیری بیوی تجھ سے جدا ہوگئی۔ اور باقی ستانوے رہیں۔ سو بکرٹ تو نے ساتھ ان کے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو ٹھٹھا۔ وَعَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ قَالَ اُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ اِمْرَاَتَهٗ ثَلٰثَ تَطْلِيْقَاتٍ جَمِيْعًا فَقَامَ غَضْبَانَ ثُمَّ قَالَ اَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاَنَا بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ حَتّٰى قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا اَقْتُلُهٗ الخ رواہ النسائی یعنی کسی نے حضور کو خبر دی کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو تین طلاقیں اکٹھی دیدیں۔ پس آپ غصہ میں کھڑے ہوئے اور کہا کیا کھیلا جاتا ہے ساتھ کتاب اللہ کے۔ اور باوجودیکہ میں تمہارے درمیان ہوں۔ یہاں تک کہ ظاہر ہوا ایک شخص۔ اور کہا یا رسول اللہ کیا میں اسے قتل نہ کر دوں۔ اور بخاری ومسلم میں ہے کہ عورت رفاعہ قرظی کیطرف سے۔ اور کہا کہ مجھ کو رفاعہ نے تین طلاقیں

دیدی ہیں۔ اور بعد اسکے میں نے عبدالرحمٰن بن زبیر سے نکاح کیا ہے۔ اور اسکو مانند سر کپڑے کی پایا یعنی جماع کے قابل نہیں۔ پس فرمایا آپ نے کہ تو چاہتی ہے کہ میں رفاعہ کے پاس لوٹ جاؤں۔ اسنے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ تو نہیں جا سکتی یہاں تک کہ تو اس سے لذت نہ چکھے اور وہ تیرے سے ﴿ وَعَنْ حَبِيبِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ إِنِّي طَلَّقْتُ امْرَأَتِي أَلْفًا قَالَ عَلِيٌّ يُحَرِّمُهَا عَلَيْكَ ثَلَاثٌ وَسَائِرُهُنَّ اقْسِمْهُنَّ بَيْنَ نِسَائِكَ (رواه الدارقطنی) یعنی ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے اپنی عورت کو ہزار طلاق دیدی ہیں۔ تو فرمایا حضرت علی نے کہ تین طلاقوں نے تجھ پر عورت کو حرام کر دیا۔ اور باقی کو اپنی عورتوں پر تقسیم کر دے ﴿ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ فِيمَنْ طَلَّقَ ثَلَاثًا قَبْلَ الدُّخُولِ قَالَ لَا تَحِلُّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ رواه البیہقی واجلاث یعنی ابن لیلے نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اس شخص کے حق میں کہ جس نے اپنی زوجہ کو پہلے دخول کے تین طلاقیں دیں۔ فرمایا علی رضی اللہ عنہ نے کہ وہ پہلے پر حلال نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ دوسرے سے نکاح نہ کرے۔ وحمد قال اخبرنا ابوحنیفة عن عبد الله بن عبد الرحمٰن بن ابی حسیان عن عمرو بن دینار عن عطاء عن ابن عباس قال اتاہ رجل فقال انی طلقت امرأتی ثلاثا قال یذهب احدکم فیتلطخ بالنتن ثم یأتینا اذهب فقد عصیت ربك وقد حرمت علیك امراتك لاتحل لك حتی تنكح زوجا غیرك وقال محمد وبه نأخذ وهو قول ابی حنیفة و قول العامة لااختلاف فیه یعنی ابن عباس کا یہ فتوی ہے کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو تین طلاق یکدفعہ دی اور پوچھا کہ میرے لئے کیا حکم ہے۔ کہا ابن عباس نے کہ تم لوگ گندگی میں آلودہ ہو کر پھر مسئلہ پوچھتے ہو پس چلا جا۔ تیری بیوی تجھ سے جدا ہو گئی۔ اور تو نے خدا کی نافرمانی کی اور تجھ پر حلال نہ ہوگی جب تک کہ دوسرا نکاح نہ کرے۔ اور کہا امام محمد نے ہم بھی اسی کو لیتے ہیں۔ اور امام صاحب کا بھی یہی قول ہے۔ اور اسمیں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ اور عینی شرح بخاری جلد ۶ صفحہ ۵۳۷ میں لکھا ہے کہ یکبار تین طلاق دینے سے تین ہی واقع ہو جاتی ہیں۔ اسمیں کسی اہلسنت وجماعت کو اختلاف نہیں۔ لیکن اہل ہوا کو وہو ہذا۔ ومذهب جماهير العلماء من التابعين ومن بعدهم منهم الاوزاعی والنخعی والثوری والبوحنیفة واصحابه ومالك واصحابه والشافعی واصحابه واحمد واصحابه واسحاق والبوثوری والبوعبیدة وآخرون کثیرون علی ان من طلق امرأته ثلاثا وقعن لکنه یاثم وقالوا من خالف فیه فهو شاذ مخالف لاهل السنة وانما تعلق به اهل البدع یعنی تمام علمائے دین اہلسنت وقوع سہ طلاق فی کلمۃ واحدۃ کے قائل ہیں۔ لیکن مخالف اسکے شاذ لوگ ہیں جنکا

تعلق اہل بدعت سے ہے۔ اور مولوی عبدالجبار غیر مقلد غزنوی حاشیہ مہندی میں لکھتے ہیں کہ جمہور علمائے دین کے نزدیک یکبار تین طلاق دینے سے واقعہ ہو جاتی ہیں۔ اور جو غیر مقلد حدیث مسلم وغیرہ کی پیش کرتے ہیں اسکا چند وجہ جواب دیا جا سکتا ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ اخباری و تاریخی طور پر حال واقعہ ہے جس پر چند وجہ محدثین نے بیان کی ہیں اور ان روایات کو ضعیف قرار دے کر بالکل رد کر دیا ہے۔ اگر اسکا کسی صاحب نے مفصل حال دیکھنا ہو تو الابحاث کا مطالعہ کرے۔ اور میں کہتا ہوں کہ جب یہ امر قرآن مجید و احادیث صحیحہ و آثار صحابہ و آئمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بالکل خلاف واقعہ ہے تو پھر کسطور قابل تسلیم ہے۔ اور صاحبان کو لازم ہے کہ اس فرقہ ظاہریہ وہابیہ سے ہرگز کوئی مسئلہ دریافت نہ کریں۔ اور اپنے مذہب پر قائم رہیں۔

سوال: جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ تین طلاق یکدفعہ ایک جلسہ میں کہنے سے طلاق رجعی واقعہ ہوتی ہے۔ ایسے شخص کو کس مذہب میں گنا جاوے۔

جواب: ایسے شخص کو رافضی اور مبتدع گنا جاوے چنانچہ کتاب غنیۃ الطالبین مترجم صفحہ ۲۵ مطبوعہ اسلامیہ لاہور میں میں مذکور ہے وکذالک الروافض والیھود لاتری علی النساء عدۃ وکذالک الروافضۃ والیھود لاتری فی طلاق الثلث شیئاً الخ یعنی اسی طرح رافضی اور یہودی نہیں دیکھتے عورتوں پر کچھ عدت۔ اور اسیطرح رافضی اور یہودی نہیں دیکھتے تین طلاق میں کچھ چیز یعنی تین طلاق یکدفعہ دینے سے حرام نہیں سمجھتے کذا فی عینی شرح بخاری و طحاوی میں ہے عن مالک بن الحارث قال جاء رجل الی ابن عباس فقال ان عمی طلق امرأتہ ثلاثۃ فقال ان عمک عصی اللہ فاثمہ واطاع الشیطان فلم یجعل لہ مخرجاً فقلت کیف تری فی رجل یحلھا لہ فقال من یخادع اللہ یخادعہ رواہ الطحاوی۔ یعنی مالک بن حارث سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ابن عباس سے مسئلہ پوچھا کہ میرے چچا نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دیدی ہیں آپ نے کہا کہ چچا نے نافرمانی کی اللہ کی اور گناہ کیا۔ اور شیطان کا حکم مانا۔ اب اسکے نکلنے کی اللہ نے کوئی تدبیر نہیں کی اور ابن حارث نے کہا جو شخص اس عورت کو اس پر حلال کر دے اسکے حق میں آپ کی کیا رائے ہے۔ آپ نے فرمایا جو شخص اللہ کو فریب دے گا اللہ اسکے فریب کی اسکو خوب سزا دے گا۔ پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسے شخص کے ساتھ موانست و مجالست نہ کریں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: خلع کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اور خلع طلاق ہے یا فسخ اور اسکی عدت کیا ہے؟

جواب: بیشک خلع کرنا جائز ہے۔ جب کہ عورت اور خاوند کے درمیان ایسی کوئی نزاع پیدا ہو گئی ہے کہ وہ

بالکل مٹ نہیں سکتی۔پس اس صورت میں عورت مباح ہے کہ خلع کرالے۔چنانچہ آیت کریمہ میں ہے فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ الخ یعنی اگر خوف کرو تم کہ نہ قائم رکھ سکیں گے اللہ کی حدوں کو۔تو نہیں گناہ ان دونوں پر اس چیز میں کہ بدلہ دیوے عورت ساتھ اسکے۔اور خلع طلاق ہے نہ فسخ۔اور اسکی عدت بھی مانند عورت مطلقہ کے ہے۔چنانچہ کتاب تقویم صفحہ ۲۸۷ و دارقطنی وابن عدی و مسند امام اعظمؒ و موطا امام مالک میں ہے وھو ہذا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْخُلْعُ تَطْلِیْقَۃٌ بَائِنَۃٌ اَخْرَجَہُ الدَّارُقُطْنِیُّ یعنی ابن عباس سے روایت ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ خلع کرنا طلاق بائنہ ہے۔اور ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۴ میں بایں طور حدیث مذکور ہے لِقَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَلْخُلْعُ تَطْلِیْقَۃٌ بَائِنَۃٌ وَلِاَنَّہٗ یحتمل الطلاق الخ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّہٗ قَالَ عِدَّۃُ الْمُخْتَلِعَۃِ عِدَّۃُ الْمُطَلَّقَۃِ اَخْرَجَہٗ مَالِکٌ فِی الْمُوَطَّا یعنی فرمایا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہ بیشک عدت خلع والی عورت کی مانند عدت طلاق والی کی ہے۔پس ان دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ یہی فیصلہ آپ کی ذات اور صحابہ کرام و آئمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے۔اور ان کے برخلاف فتویٰ دینے والا گمراہ اور مبتدع ہے۔ فقط

سوال: نماز جنازہ فرض کفایہ ہونے کی کیا دلیل ہے۔اور غائب میت پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور کئی مرتبہ ایک میت پر مختلف گاؤں میں جنازہ ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟ بقلم خود مولوی حبیب اللہ کمالیہ

جواب: نماز جنازہ کے فرض ہونے پر یہ دلیل ہے وَصَلِّ عَلَیْھِمْ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ یعنی اے نبی ان پر نماز پڑھو کیونکہ نماز تمہاری ان کے واسطے آرام ہے۔اور فرض کفایہ پر یہ دلیل شاہد ہے کہ آپ نے ایک مردے پر خود نماز نہ پڑھی۔اور اصحابوں کو کہا کہ تم اپنے صاحب پر نماز پڑھو پس اگر فرض ہوتی تو آپ ترک نہ کرتے اور خود پڑھتے۔ اور نزدیک علمائے محققین اہلسنت وجماعت کے غائب پر نماز جنازہ پڑھنی جائز نہیں۔اور جو حدیث بخاری و طحاوی شریف میں مذکور ہے کہ آپ نے ایک نجاشی بادشاہ حبش کے رہنے والے پر نماز جنازہ جماعت سے پڑھائی۔اور چار تکبیریں کہیں۔تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ خاصہ آپ کی ذات کا تھا۔اور خصوصیت محض اس کے لئے تھی۔چونکہ اسکا تخت سامنے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رکھا گیا تھا۔اور مولوی عبدالجبار غزنوی بخاری شریف پارہ پانچ صفحہ ۴۷، باب الصفوف علی الجنازہ حدیث ابوہریرہ کے حاشیہ پر بعینہ بایں طور لکھا ہے:۔اس حدیث سے جنازہ غائب پڑھنے کے جواز پر سند پکڑتے ہیں۔لیکن حق یہ ہے کہ یہ حدیث ہر ایک صورت میں دلیل نہیں ہو سکتی اسو جہ سے کہ نجاشی پر حبش میں جنازہ نہیں ہوا تھا کیونکہ وہاں کوئی مسلمان نہ تھا۔سو اگر کسی میت پر ایک شہر والے

جنازہ پڑھ چکے ہیں تو دوسرے شہر میں اسکا جنازہ پڑھنے پر کوئی دلیل اس حدیث میں نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اس صورت کا جنازہ اگر مسنون یا مستحب ہوتا تو سلف صالحین سے اسکی کوئی نہ کوئی نظیر ضرور پائی جاتی۔ باوجودیکہ ایسے ہزارہا واقعہ ہر زمانہ میں ہوتے رہتے ہیں۔ اور سلف صالحین سے جو ہر طرح خیر پر حریص تھے اسکی کوئی نظیر نہیں پائی گئی الخ اور جو معاویہ بن معاویہ مزنی اور زید بن حارثہ اور جعفر طیار پر آپ نے جنازہ پڑھا تھا جیساکہ واقدی اور طبرانی نے بیان کیا ہے تو اسکا جواب شرح وقایہ مترجم جلد اول صفحہ ۱۵ میں لکھا ہے کہ یہ تمام روایات ضعیف ہیں قابل تسلیم نہیں۔ اگر بالفرض یہ بات مان لی جائے تو آپ کے زمانہ میں کئی آدمی غیر ملکوں میں جاکر مرے تو پھر آپ نے ان کا جنازہ کیلئے نہ پڑھا۔ جواب دو اور میت پر دوبارہ جنازہ پڑھنا جائز نہیں جبکہ اسکا وارث ادا کر چکا ہو۔ چنانچہ شرح ہدایہ صفحہ ۱۶۱ میں ہے وَاِنْ صَلَّی الْوَلِیُّ لَمْ یَجُزْ لِاَحَدٍ اَنْ یُّصَلِّیَ بَعْدَہٗ لِاَنَّ الْفَرْضَ یَتَاَدّٰی بِالْاَوَّلِ وَالتَّنَفُّلُ بِهَا غَیْرُ مَشْرُوْعٍ وَلِهٰذَا رَاَیْنَا النَّاسَ تَرَکُوْا عَنْ اٰخِرِهِمُ الصَّلٰوةَ عَلٰی قَبْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الْیَوْمَ کَمَا وُضِعَ یعنی اگر ولی میت نماز جنازہ گذارد و دیگرے رانمی رسد کہ اعادۂ آں نماید زیراکہ بسبب گذاردن ولی نماز جنازہ فرض ادا میشود۔ و بعد ازاں اگر کسے دیگر بار بگذارد پس ایں نفل خواہد بود۔ و نماز جنازہ بطریق نفل مشروع نیست۔ لہذا مردمان نماز جنازہ نمیگذارند۔ بر قبر پیغمبر صلعم و حالانکہ جسد مبارک آں حضرت موجود است در قبر الآن کما کان۔ اور اگر کوئی کہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ چھ مرتبہ کیسلئے پڑھایا گیا جب کہ جائز نہ تھا تو اسکا جواب یہ ہے کہ چھ مرتبہ عوام الناس نے پڑھا تھا اور پھر جب ان کے فرزند حماد نے ادا کیا تو پھر کسی نے نہیں پڑھا۔ چنانچہ کتاب خیرات الحسان صفحہ ۶۲ میں مذکور ہے وَمَنْ صَلّٰی عَلَیْهِ فَقِیْلَ بَلَغُوْا خَمْسِیْنَ اَلْفًا وَقِیْلَ اَکْثَرُ اُعِیْدَتِ الصَّلٰوةُ عَلَیْهِ سِتَّ مَرَّاتٍ اٰخِرُهَا ابْنُهٗ حَمَّادٌ الخ

سوال: نماز جنازہ عورت یا مرد کا کس جگہ کھڑے ہو کر امام ادا کرے؟

جواب: اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے۔ لیکن صحیح تر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے وسط میں امام کو کھڑے ہونا چاہیئے۔ اور مرد کے سینہ کے برابر۔ چنانچہ طحاوی صفحہ ۲۸۷ باسناد صحیح حدیث ابراہیم سے مذکور ہے عَنْ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ یَقُوْمُ الرَّجُلُ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَی الْجَنَازَةِ عِنْدَ صَدْرِهَا یعنی مرد کے جنازہ میں سینہ کے برابر کھڑا ہونا چاہیئے۔ اور بخاری پارہ ۵ میں لکھا ہے کہ آپ نے ایک عورت کے جنازہ کی نماز پڑھی اور وسط میں کھڑے ہوئے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بایں طور مذکور ہے اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْمُ عِنْدَ رَاْسِ الرَّجُلِ وَعَجِیْزَةِ الْمَرْاَةِ الخ یعنی آپ مرد کے سر کے قریب کھڑے ہوا کرتے اور عورت کے جنازہ میں بیں وسط۔ اور ایک روایت صاحبین و امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بایں طور مذکور ہے۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ

عَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ قَالَ یَقُوْمُ مِنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْاَۃِ بِحِذَاءِ الصَّدْرِ۔ اور شرح ہدایہ جلد اول صفحہ ۱۶۲ میں اسطرح لکھا ہے۔ یَقُوْمُ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَی الرَّجُلِ وَالْمَرْاَۃِ بِحِذَاءِ الصَّدْرِ لِاَنَّہٗ مَوْضَعُ الْقَلْبِ وَفِیْہِ نُوْرُ الْاِیْمَانِ فَیَکُوْنُ الْقِیَامُ عِنْدَہٗ اِشَارَۃً فِی الشَّفَاعَۃِ الْاِیْمَانِ۔ وَعَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ اِنَّہٗ یَقُوْمُ مِنَ الرَّجُلِ بِحِذَاءِ رَأْسِہٖ وَمِنَ الْمَرْاَۃِ بِحِذَاءِ وَسْطِھَا یعنی زیرآنچہ سینہ موضع دل است ودرآں نور ایمان است وپس استادن بمحاذی آں اشارت است بسوئے اینکہ شفاعت درحق میّت بجہت ایمان ویست وازابی حنیفہ مرویست کہ ایستادہ شود امام برجنازۂ مرد بمحاذی سراو وبرجنازۂ زن بمحاذی کمروزیرآنچہ انسؓ چنیں کردوگفت کہ ایں سنت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم است فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: جنازہ کی نماز میں چار تکبیریں کہنی چاہییں یا پانچ؟

جواب: نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہیں۔ چنانچہ کتاب بخاری جلد اول میں حدیث مذکور ہے اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعَی النَّجَاشِیَّ فِی الْیَوْمِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ وَخَرَجَ بِھِمْ اِلَی الْمُصَلّٰی فَصَفَّ بِھِمْ وَکَبَّرَ عَلَیْہِ اَرْبَعَۃَ تَکْبِیْرَاتٍ یعنی حضور نے نجاشی کی موت کی خبر سنائی کہ جسدن وہ فوت ہوا۔ اور نکال لے گئے اصحابوں کو نماز جنازہ کی جگہ میں۔ پھر صفیں بنوائیں۔ اور کہیں اوپر اسکے چار تکبیریں الخ اور جو آپ سے مختلف جنازوں پر پانچ چھ سات آٹھ تکبیریں کہنی ثابت ہیں وہ تمام حدیثیں منسوخ ہیں۔ چنانچہ شرح مسلم جلد اول صفحہ ۲۱۰ میں لکھا ہے۔ ھٰذَا الْحَدِیْثُ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ مَنْسُوْخٌ دَلَّ الْاِجْمَاعُ عَلٰی نَسْخِہٖ الخ یعنی یہ حدیث نزدیک علمائے دین کے منسوخ ہے اور دلالت کرتا ہے اجماع امت اسکے نسخ پر۔ اور عبدالبر وغیرہ نے اجماع ثابت کیا ہے کہ چار تکبیروں سے زائد نہ کہی جائیں۔ اور صحیح تر بھی یہی ہے۔ اور صاحب نصرۃ المجتہدین صفحہ ۴۰ بروایت ابن عباس سندِ صحیح سے بایں طور مذکور ہے آخِرُ مَا کَبَّرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْجَنَائِزِ اَرْبَعًا وَکَبَّرَ عُمَرُ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ اَرْبَعًا وَکَبَّرَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَرْبَعًا وَکَبَّرَ الْحَسَنُ عَلٰی عَلِیٍّ اَرْبَعًا وَکَبَّرَ الْحُسَیْنُ عَلَی الْحَسَنِ اَرْبَعًا وَکَبَّرَتِ الْمَلٰئِکَۃُ عَلٰی اٰدَمَ اَرْبَعًا یعنی آخر فعل آپ کا چار تکبیریں کہنا ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنازہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اور عبداللہ بن عمر نے جنازہ عمر پر اور امام حسن نے جنازہ علی پر اور حضرت حسین نے جنازہ حسن پر اور ملائکہ نے حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام پر چار تکبیریں کہیں۔ اور فتح المبین صفحہ ۱۲۱ میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جنازہ کی نماز پڑھی اور چار تکبیریں کہیں اور حضرت علی اور زید بن ثابت اور عبداللہ بن ابی اوفی اور براء بن عازب اور ابن عمر اور ابوہریرہ اور عقبہ بن عامر وغیرہ

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے چار تکبیریں کہیں۔ اور اسپر اتفاق کیا۔ اور سنن ابی حنیفہ کے حاشیہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۲ میں لکھا ہے کہ آئمہ اربعہ کا بھی چار تکبیریں کہنے پر اتفاق ہے۔ وھو ہٰذا۔ اِعْلَمْ اِنَّ تَکْبِیْرَاتِ الْجَنَازَۃِ بِاتِّفَاقِ الْاَئِمَّۃِ الْاَرْبَعَۃِ اَرْبَعٌ ا ھ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: نماز میں رفع یدین و آمین بالجہر و فاتحہ خلف الامام و نماز جمعہ کے بعد احتیاط الظہر کا اور نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب: ان تمام سوالات کا جواب جلد اول میں گذر چکا ہے۔ ہاں اسجگہ صرف اتنا واضح کر دینا کافی ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنا آئمہ اربعہ میں سے کسی نے اسکو اختیار کیا ہے یا نہیں؟ سو امام ترمذی نے لکھا ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنا صحابہ تابعین و آئمہ اربعہ و کسی اہل علم سے ثابت نہیں ہوا۔ وھو ہٰذا وَالْعَمَلُ عَلٰی ھٰذَا عِنْدَ اَھْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَالتَّابِعِیْنَ وَمِنْ بَعْدِھِمْ یَرَوْنَ اَنْ یَّضَعَ الرَّجُلُ یَمِیْنَہٗ عَلٰی شِمَالِہٖ فِی الصَّلٰوۃِ وَرَاٰی بَعْضُھُمْ اَنْ یَّضَعَھُمَا فَوْقَ السُّرَّۃِ وَرَاٰی بَعْضُھُمْ اَنْ یَّضَعَھُمَا تَحْتَ السُّرَّۃِ وَکُلُّ ذٰلِکَ وَاسِعٌ عِنْدَھُمْ۔ صفحہ ۳۴ یعنی عمل اس حدیث پر اہل علم اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تابعین اور تبع تابعین وغیرہ کے نزدیک ہے کہتے ہیں کہ رکھے مرد اپنا ہاتھ داہنا بائیں ہاتھ پر نماز میں۔ کہا بعض نے ناف کے اوپر۔ کہا بعض نے نیچے ناف کے اور یہ ہر دو امر انکے نزدیک جائز ہیں۔ اور صاحب ترمذی نے دو گروہ بیان کئے ہیں۔ لیکن سینے پر ہاتھ باندھنا تو کسی کا مذہب بیان نہیں کیا۔ اور شرح مسلم صفحہ ۱۷۳ میں امام نووی نے بایں طور لکھا ہے یَجْعَلُھُمَا تَحْتَ صَدْرِہٖ فَوْقَ السُّرَّۃِ ھٰذَا مَذْھَبُنَا الْمَشْھُوْرُ بِہٖ قَالَ الْجُمْھُوْرُ مِنْ عُلَمَائِنَا وَقَالَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ وَسُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ وَاِسْحٰقُ بْنُ رَاھُوْیَہ وَھُوَ اَجَلُّ شُیُوْخِ الْبُخَارِیِّ وَاَبُوْ اِسْحٰقَ الخ یعنی رکھے دونوں ہاتھوں کو سینے کے نیچے ناف کے اوپر یہ ہمارا مذہب مشہور ہے اور یہی جمہور ہمارے علماء سے کہتے ہیں۔ اور کہا امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری اور اسحٰق بن راہویہ بڑے استاذ امام بخاری میں سے ہیں۔ اور ابو اسحاق ہمارے اصحاب سے یعنی شافعیہ سے کہ رکھے دونوں ہاتھ نیچے ناف کے الخ غرضیکہ مردوں کو سینے پر ہاتھ باندھنے کسی صاحب مذہب و محدث کے نزدیک جائز نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو ضرور صاحب مسلم و بخاری و ترمذی و امام نووی شافعی بیان کرتے اور حدیث خزیمہ کو لاتے۔ اور جو بعض کتب فقہ میں لکھا ہے کہ شافعی مذہب میں ہاتھ سینہ پر باندھنا سنت ہے۔ تو اسکا جواب علمائے دین نے بایں طور دیا ہے کہ یہ روایت غیر مشہور ہے جو قابل تسلیم نہیں۔ ورنہ امام نووی وغیرہ محدث جو شافعی مذہب تھے کس لئے اس سے انکار کرتے۔ اور حدیث خزیمہ کی تاویل کرتے اور تحت الصدر کا حکم لگاتے۔ نقل از

نصرۃ المقلدین صفحہ ۵۰

سوال: نماز جنازہ مسجدوں میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب: مسجدوں میں جنازہ کی نماز بدوں کسی عذر شدید و خوف و فتنہ کے پڑھنی جائز نہیں۔ چنانچہ ابو داؤد نے ابو ہریرہ سے بایں طور حدیث بیان کی ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلٰى مَيِّتٍ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا شَيْئًا لَهٗ یعنی فرمایا آپ نے جس نے نماز پڑھی میت پر مسجد میں نہیں اسکو کچھ ثواب۔ وَقَالَ مُحَمَّدٌ لَا يُصَلِّيْ عَلٰى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ یعنی نہ نماز پڑھی جاوے میت پر مسجد میں۔ اور اگر نماز جنازہ مسجد میں جائز ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نجاشی کا جنازہ مسجد سے باہر لیجا کر کس لئے ادا کرتے۔ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا نُعِيَ النَّجَاشِيُّ خَرَجَ يُصَلِّيْ عَلَيْهِ فِي الْمُصَلّٰى وَلَوْ كَانَ يَجُوْزُ الصَّلٰوةُ فِي الْمَسْجِدِ لَمْ يَكُنْ لِلْخُرُوْجِ مَعْنًى یعنی جب کہ نجاشی کی موت کی خبر آپ نے دی اور اس پر نماز پڑھنے کا ارادہ کیا اور واسطے ادا کرنے نماز کے باہر گئے۔ اگر جائز ہوتی نماز جنازہ مسجد میں تو نہ نکلتے۔ بلکہ مسجد میں ادا کر لیتے۔ اور شرح مسلم جلد اول صفحہ ۳۱۲ امام نووی نے لکھا ہے کہ اصحاب مسجد میں جنازہ پڑھنے کو عیب سمجھتے تھے۔ وہو ہٰذا۔ فَبَلَغَهُنَّ اَنَّ النَّاسَ عَابُوْا ذٰلِكَ وَقَالُوْا مَا كَانَتِ الْجَنَائِزُ يُدْخَلُ بِهَا الْمَسْجِدَ الخ یعنی خبر پہنچی ازواج مطہرات کو کہ صحابہ نے عیب جانا اسکو اور کہا نہیں جائز کہ جنازے داخل کئے جائیں مسجد میں۔ اور جو حدیثیں مسجد کے بیچ جنازہ کے جواز پر آئی ہیں وہ تمام منسوخ ہیں۔ اگر شک ہو تو کتاب معانی الآثار صفحہ ۳۰۰ اور فتح المبین صفحہ ۱۱۲ میں مطالعہ کریں ؛

سوال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ منورہ کی زیارت کے لئے سفر کرنا۔ اور اس سے حاجت طلب کرنا اور آپکی ذات کو غیب داں سمجھنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب بیشک بخاطر زیارت روضہ مدینہ منورہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سفر کرنا قرآن مجید و احادیث صحیحہ و اجماع امت سے ثابت ہے وہو ہٰذا۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ یعنی اگر یہ لوگ ظلم کریں اپنی جانوں پر داسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اور آپ کے پاس حاضر ہو کر بخشش چاہیں اور آپ بھی ان کے لئے بخشش طلب کریں تو وہ ضرور اللہ تعالےٰ کو توبہ قبول کرنے اور رحم کرنے والا پائیں گے۔ ایضاً بقولہ تعالےٰ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ یعنی جو شخص اللہ اور رسول کی محبت میں اپنے گھر سے بارادہ ہجرت نکلا اور راستہ میں وہ فوت ہو گیا تو اسکا اجر اللہ تعالےٰ کے ذمہ ہوگا۔ پس ان ہر دو آیت سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے روضہ مبارک پر جانے میں بڑا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اور آپ اور آپ کی ذات مہاجرین اور سائلین اور فاجرین کے لئے اللہ تعالےٰ سے طلب مغفرت کرتی ہے۔ اور آپ کی ذات کا طلب مغفرت کرنا صرف زمانہ حیات میں مقید نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے ہے چنانچہ کتاب جوہر منظم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعد وفات چند روز ایک شخص آپکی قبر مقدس پر آکر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بدکردار گنہگار آپ کے در پر طلب بخشش کے لئے آیا ہوں اب میرے لئے خداوند کریم سے مغفرت طلب کریں کیونکہ قرآن مجید میں ہے کہ جو بدکردار آپکے دربار میں آوے تو آپ اسکے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ تب قبر منوّر سے آواز آئی کہ اللہ تعالےٰ نے تجھے بخش دیا ہے۔ اور صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ آپ کی ذات اہل بقیع اور شہداء احد پر تشریف لے جاتی۔ اور علاّمہ ابن حجر مکی کتاب الجواہر منظم صفحہ ۱ میں لکھتے ہیں مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ وَلَمْ يَزُرْنِي فَقَدْ جَفَانِي یعنی فرمایا آپ نے جو شخص حج کرے کعبہ کا اور نہ زیارت کرے میری پس اس نے مجھ پر جفا کیا۔ لقولہ علیہ السلام مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي۔ یعنی فرمایا آپنے جو شخص زیارت کرے مزار میرے کی پس اسکے لئے شفاعت میری واجب ہے۔ وقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام مَنْ زَارَنِي بَعْدَ مَوْتِي فَكَأَنَّمَا زَارَنِي فِي حَيَاتِي یعنی جو شخص بعد وفات میری زیارت کریگا وہ گویا میری حیاتی میں زیارت کرے گا۔ نقل از کتاب طبرانی و جوہر منظم و بیہقی و درالسنیہ۔ پس ان تمام احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ آپکے روضہ منورہ پر جانا ضروری ہے۔ جو شخص بدوں کسی عذر کے آپکے روضہ مقدس پر نہ گیا اُسنے حضور کی ذات پر ظلم کیا۔ ان ظالموں کے لئے مطلق یہ فرمان خداوند کریم کا ظاہر ہے۔ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ یعنی ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔ اور یہ جو حدیث غیر مقلد پیش کرتے ہیں۔ کہ فرمایا آپنے لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِيْ هٰذَا وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى تو اسکے یہ معنی مراد ہیں کہ خیال نماز و تعظیم کی خاطر سفر کرنا سوا ان تینوں کے نہ چاہیئے یعنی کعبہ و مسجد نبوی و بیت المقدس کے کیونکہ ان طرف تعظیم و نماز کیخاطر ضرور سفر کیا جاتا ہے۔ اسلئے محدثین نے لکھا ہے کہ اس عبارت کا مقدر کرنا لازمی ہے ورنہ تمام سفر ناجائز ٹھہرینگے۔ حالانکہ ان کا کوئی منکر نہیں۔ اور دوسری حدیث جو مانعین اپنے دعویٰ باطلہ پر بیان کرتے ہیں۔ کہ فرمایا آپنے لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا یعنی میری قبر کو عید نہ بناؤ۔ تو اسکا جواب بایں طور محدثین نے دیا ہے۔ کہ اول تو یہ حدیث چند وجہ سے قابل تسلیم نہیں۔ کیونکہ اسکے سلسلہ اسناد میں بہت اختلاف ہے۔ ایک روایت میں لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا وارد ہے اور ایک میں لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ وَثَنًا۔ اب خدا معلوم کہ عیداً کا لفظ صحیح ہے یا وثناً کا۔ اور علاوہ اسکے یہ حدیث بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کے طرق میں عبداللہ بن نافع ہے جو کہ مجروح ہے۔ اور دوسرے طرق میں جعفر وہ مجہول الحال ہے۔ دیکھو رسالہ مولوی علاؤالدین صفحہ ۴۹۔ اور وسیلہ پکڑنا بوقت مصیبت

آنحضور کے مزارِ اقدس کا جائز ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ باب الکرامۃ ابی جوزا سے بایں مضمون حدیث مذکور ہے کہا انہوں نے کہ قحط زدہ ہوئے اہل مدینہ قحط سخت میں۔ پس شکایت کی لوگوں نے پاس حضرت عائشہ کے۔ پس فرمایا حضرت عائشہ نے کہ دیکھو قبر پیغمبر کو۔ اور کرو قبر شریف سے چند سوراخ طرف آسمان کی تاکہ نہ حائل رہے درمیان قبر اور آسمان کے چھت۔ پس لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ پس برسا پانی بہت۔ یہانتک کہ پیدا ہوئی گھاس۔ اور فربہ ہوئے اونٹ یہاں تک کہ پھٹ گئے چربی سے یعنی کہ خوب تیار ہو گئے الخ پس اس حدیث سے صاف صاف معلوم ہوا کہ زمانہ خیر القرون میں بھی لوگوں نے مزار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے حاجت طلب کی اور پائی۔ اور اگر لوگ بزرگانِ دین کے مزاروں پر حاجات بوقتِ مصیبت جاکر مانگیں اور فیض حاصل کریں تو اسمیں کوئی گناہ نہیں۔ اور ثبوت اسکا جلد اول میں مفصل گذر چکا ہے۔ اور انوار الانتبا بحوالہ کتاب مواہب و مدخل ابن حاج مکی میں لکھا ہے قَدْ قَالَ عُلَمَاءُ نَا رَحِمَهُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی لَا فَرْقَ بَیْنَ مَوْتِہٖ وَحَیَاتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مُشَاھَدَتِہٖ لِاُمَّتِہٖ وَمَعْرِفَتِہٖ بِاَحْوَالِھِمْ وَنِیَّاتِھِمْ وَعَزَائِمِھِمْ وَخَوَاطِرِھِمْ وَذٰلِکَ جَلِیٌّ عِنْدَہٗ لَا خَفَاءَ بِہٖ۔ یعنی کہا ہمارے علماء دین نے کہ نہیں فرق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور اسحالت میں کچھ اور دیکھتے ہیں اپنی امت کے تمام حال اور پہچانتے ہیں احوال اور نیات انکی۔ اور سب حال ان پر روشن ہیں۔ کوئی ان پر پوشیدہ امر نہیں۔ اور اسی طرح ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں لَا فَرْقَ لَھُمْ فِی الْحَالَیْنِ وَلِذَا قِیْلَ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ وَلٰکِنْ یَنْقَلِبُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ الخ اولیاء کی دونوں حالت حیات و ممات میں کچھ فرق نہیں۔ اور ہر دو حال میں اپنے مریدوں کو مدد دیتے ہیں۔ کما مَرَّ۔

سوال ۲۱ کا جواب: بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلق علم غیب وغیر استقلالی و بالعرضی تھا اور اس سے انکار کرنا کتاب اللہ و احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار لازم آتا ہے۔ وہو ہذا۔ عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی سورہ جن۔ یعنی وہ جاننے والا ہے غیب کا پس نہیں خبردار کرتا اوپر غیب اپنے کے کسی کو مگر جسکو پسند کرتا ہے اپنے پیغمبروں میں سے۔ ولقولہ تعالٰے وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَاءُ پ ۳ یعنی نہیں اللہ خبردار کرتا تمکو اوپر غیب کے لیکن اللہ تعالٰے پسند کرتا ہے پیغمبروں اپنے سے جس کو چاہے۔ لقولہ تعالٰے وَمَا ھُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ سورہ تکویر یعنی وہ نہیں اوپر غیب کے بخیل۔ یعنی وہ غیب کی خبر بتانے پر بخیلی نہیں کرتا۔ اور کتاب مواہب لدنیہ باب اخبار الغیوب روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بایں طور مذکور ہے اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذَا یعنی فرمایا آپ نے کہ خداوند تعالٰے نے تمام دنیا کو میرے سامنے کیا اور میں اسکو دیکھ رہا ہوں

جو کچھ اسمیں ہے اور جو کچھ قیامت تک ہوگا۔ اور دنیا کے تمام اطراف وجوانب میرے سامنے اسطرح ہیں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے میدان بدر میں کہا کہ فلاں صحابی کے فلاں بیٹے کی یہاں اور یہاں قبر ہوگی سو ویسا ہی ہوا۔ اور عینی شرح بخاری صفحہ ۶۸ جلد ۸ اور قسطلانی جلد ۶ صفحہ ۱۸۵ میں مذکور ہے کہ آپکے سامنے ایک صحابی نے قصیدہ پڑھا جس میں یہ شعر تھا۔ اور آپ سن کر خوش ہوئے اور دعا دی۔ وہ شعر یہ ہے ؎

وَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ لَا رَبَّ غَيْرُهٗ ٭ وَاِنَّكَ مَامُوْنٌ عَلٰى كُلِّ غَيْبٍ

یعنی گواہی دیتا ہوں کہ سوا خدا کے کوئی معبود نہیں۔ اور یہ بھی شہادت دیتا ہوں کہ آپکی ذات تو ہر غیب پر مامون ہے۔ پس ان تمام دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ آپکی ذات کو علم غیب مطلق و بالعرض تھا۔ اور اس سے انکار کرنا صریح کفر ہے۔ اور جہاں کہیں نفی علم غیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وارد ہوئی ہے۔ وہاں مراد علم غیب استقلالی و بالذاتی ہے۔ جو خاصہ خداوند کریم کا ہے۔ نہ علم غیب مطلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے۔ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ط

سوال: اپنے آپ کو مذہب محمدی کہلانا کیسا ہے؟

جواب: اپنے آپکو محمدی مذہب سے مشہور کرنا محض جہالت اور بے وقوفی ہے۔ چنانچہ کتاب تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۵۷ رد سوال شیعہ میں لکھا ہے کہ امام نائب نبی است۔ و نائب نبی صاحب شریعت است نہ صاحب مذہب زیراکہ مذہب نام راے است کہ بعض امتیاں را فہم شریعت کشادہ شود و بعقل خود چند قاعدہ قرار دہد کہ موافق آں قواعد استنباط مسائل شرعیہ از ماخذ آں نماید لہذا متحمل صواب و خطا میباشد۔ وچوں امام معصوم از خطا است در زعم شیعہ، و حکم نبی دارد نسبت مذہب باؤ نمودن ہیچ معقول نیست۔ لہذا مذہب را بسوئے خداوند و جبرائیل و دیگر ملائکہ وانبیاء نسبت کردن کمال بیخردی است چنانچہ لا مذہبان خودرا بمذہب محمدی مشہور میکنند۔ پس اینہم کمال بیخردی شد انتہیٰ واللہ اعلم بالصواب ؛

سوال: بوقت ملاقات مصافحہ اور بعد نماز عید وغیرہ کے معانقہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیشک بوقت ملاقات مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنا اور معانقہ بعد نماز عید وغیرہ کے بنیت اظہار محبت اور کپڑوں کے جائز بالاجماع ہے۔ اور بخاری میں عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ کہا انہوں نے عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَفِّيْ بَيْنَ كَفَّيْهِ اَلتَّشَهُّدَ الخ یعنی حضور علیہ السلام نے میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں لے کر مجھے تحیت تعلیم فرمائی۔ اور نیز امام بخاری نے اپنی تاریخ میں بایں طور حدیث بیان کی ہے حَدَّثَنِيْ

اَصْحَابُنَا یَحْیٰ وَغَیْرُہٗ عَنْ اِسْمٰعِیْلَ اِبْنِ اِبْرَاھِیْمَ قَالَ رَاَیْتُ حَمَّادَ بْنَ زَیْدٍ تَجَاوَہٗ اِبْنُ الْمُبَارَکِ بِمَکَّۃَ بِکِلْتَا یَدَیْہِ یعنی مجھ سے میرے اصحاب یحیٰ ابوجعفر بیکندری وغیرہ نے اسمٰعیل بن ابراہیم سے حدیث بیان کی کہ انہوں نے کہا کہ میں نے زید بن حماد کو دیکھا۔ اور ابن مبارک ان کے پاس مکہ معظمہ میں آئے تھے۔ تو انہوں نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔ اور کُتبِ فقہ معتبرہ میں ہے۔ یَجُوْزُ الْمُصَافَحَۃُ وَالسُّنَّۃُ فِیْھَا اَنْ تَضَعَ یَدَیْہِ مِنْ غَیْرِ حَائِلٍ مِنْ ثَوْبٍ اَوْ غَیْرِہٖ کَذَا فِیْ خِزَانَۃِ الْفَتَاوٰی اور قنیہ و شرح تنویر سے علامہ مجدد مائۃ حاضرہ نے لکھا ہے اَلسُّنَّۃُ فِی الْمُصَافَحَۃِ بِکِلْتَا یَدَیْہِ۔ اور شرح مشکوٰۃ فارسی محدث دہلوی نے بایں طور لکھا ہے مصافحہ سنت است نزد ملاقات و باید کہ ہر دو دست بود۔ اور اسی طرح فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ اور جن حدیثوں میں لکھا ہے کہ اصحاب ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا کرتے تھے۔ وہ تمام حدیثیں ضعیف ہیں۔ اور قابل عمل نہیں۔ اگر غیر مقلد کسی حدیث صحیح سے دکھادیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کو منع فرمایا یا ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا حکم فرمایا تو دس روپیہ انعام لیں۔ اور معانقہ کرنا بھی جائز ہے۔ چنانچہ کتاب خانیہ و مجمع الانہر میں لکھا ہے اِنْ کَانَتِ الْمُعَانَقَۃُ مِنْ فَوْقِ قَمِیْصٍ اَوْ جُبَّۃٍ جَازَ عِنْدَ الْکُلِّ الخ اِنْ کَانَ عَلَیْھِمَا قَمِیْصٌ اَوْ جُبَّۃٌ جَازَ بِالْاِجْمَاعِ وَھُوَ الصَّحِیْحُ ھٰکَذَا فِیْ درمختار و شرح وقایہ۔ اور صاحب ابی دینا نے و دیلمی سند الفردوس ابوجعفر سے حدیث بیان کی ہے۔ قَالَ سَئَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُعَانَقَۃِ فَقَالَ تَحِیَّۃُ الْاُمَمِ وَصَالِحُ الخ یعنی فرمایا آپ نے معانقہ تحیت امتوں کی اور ان کی اچھی دوستی بیشک پہلے معانقہ کرنے والا ابراہیم خلیل اللہ ہے۔ اور بخاری و مسلم میں ہے کہ آپ خاتون جنت کے گھر میں تشریف لے گئے اور حسنین کو طلب کیا۔ اور اسوقت خاتون جنت نہلا رہی تھیں۔ اسلئے دیری ہوئی اور حسنین جب نہلا چکے تو دوڑتے ہوئے آئے۔ اور ان کے گلے میں ہار تھا۔ اور آپ نے انکو گلے سے لگالیا۔ اور وہ آپ سے لپٹ گئے۔ اور ام المومنین سے مروی ہے۔ قَالَتْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلْتَزَمَ عَلِیًّا وَقَبَّلَہٗ الخ یعنی کہا عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ دیکھا میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہ آپ نے مولا علی کو گلے سے لگالیا اور بوسہ دیا۔ اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حدیث بیان کی ہے کہ حضرت حسین وہ اپنے والد سے بایں طور حدیث بیان کرتے ہیں اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَانَقَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَقَالَ قَدْ عَانَقْتُ اَخِیْ عُثْمَانَ فَمَنْ کَانَ لَہٗ اَخٌ فَلْیُعَانِقْہُ الخ یعنی آپ نے عثمان بن عفان سے معانقہ کیا اور فرمایا کہ میں نے اپنے بھائی سے معانقہ کیا اور جسکا کوئی بھائی ہو وہ بھی چاہیے تو اپنے بھائی سے معانقہ کرے۔ اور سنن ابوداؤد میں ام المومنین سے بایں طور مروی ہے کَانَتْ اِذَا دَخَلَتْ عَلَیْہِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَيْهَا فَاَخَذَ بِيَدِهَا فَتَقَبَّلَهَا وَاَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهٖ وَكَانَ اِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ عَلَيْهِ فَاَخَذَتْ بِيَدِهٖ فَقَبَّلَتْهُ وَاَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا الخ یعنی جب حضرتِ خاتون جنت رضی اللہ تعالےٰ عنہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو حضورِ پُرنور قیام فرماتے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ اور جبکہ آپ ان کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ حضور کے لئے قیام فرماتیں۔ اور ہاتھ مبارک پکڑ کر بوسہ دیتیں۔ اور حضور والا کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔ اور سید احمد طحطاوی حاشیہ انوار الایضاء میں لکھا ہے کذا تَطْلُبُ الْمُصَافَحَةَ فَهِيَ سُنَّةٌ عَقْبَ الصَّلٰوةِ اور حاشیہ درمختار میں ہے۔ تُسْتَحَبُّ الْمُصَافَحَةُ بَلْ هِيَ سُنَّةٌ عَقْبَ الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا وَعِنْدَ كُلِّ لَقِيٍّ یعنی سنّت ہے بعد ہر نماز کے مصافحہ کرنا اور بوقتِ ہر باری ملاقات کے۔ اور اگر کسی صاحب نے مفصّل حال دیکھنا ہو تو الجبین نامہ حاضر کو مطالع کرے۔ فقط

سوال: ضاد کو ظ یا ز یا ذ پڑھنا قرآن مجید میں جائز ہے یا نہیں۔ اور ض کو مشابہ ظ کے پڑھے جانے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں جواب دو۔

جواب: ضاد کو مشابہ ظ یا ز یا ذ کے پڑھنا سخت حرام و گناہ عظیم ہے۔ کیونکہ ان کے تبدّل ہونے سے معنوں میں بھی تغیر آجاتا ہے۔ اور یہ صریح مفسدِ نماز ہے جیسے کہ عظیم و عذیم و ضالین و ظالین و مغضوب و معظوب و مغذوب میں کسقدر معنوں میں تبدیلی ہو گئی ہے۔ اسلئے علّامہ امام برہان الدّین محمود نے محیط برہانی میں لکھا ہے کہ جو شخص قصداً ض کو ظ پڑھتا ہے کافر ہے و ہوہٰذا۔ سُئِلَ الْاِمَامُ الْفَضْلِيُّ عَمَّنْ يَقْرَءُ الظَّاءَ الْمُعْجَمَةَ مَكَانَ الضَّادِ الْمُعْجَمَةِ اَوْ عَلَى الْعَكْسِ فَقَالَ لَا تَجُوْزُ اِمَامَتُهٗ وَتعمد يُكْفَرُ اور قاضی خاں میں لکھا ہے اِنْ قَرَءَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ بِالظَّاءِ وَبِالذَّالِ تَفْسُدُ صَلٰوتُهٗ یعنی جو غیر المعضوب کی جگہ مغظوب یا مغذوب پڑھے تو نماز فاسد ہو گئی۔ اور ایسے شخص کی امامت بھی جائز نہیں۔ اور فتاویٰ محمدی بحوالہ فتاویٰ حماوی میں لکھا ہے ؎

اگر ظا سے پڑھے گا ضالین — وہ نماز اسکی ہے فاسد بالیقین
اور امامت فاسد ہے اسکی تمام — یاد رکھ یہ مسئلہ اے ذی احترام

نقل از ضیاء الرشاد صفحہ ۱۳۔

اور حدیث شریف میں ہے۔ اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَاَصْوَاتِهَا رواہ البیھقی یعنی فرمایا آپ نے کہ قرآن کو لہجہ عرب و آواز عرب سے پڑھے۔ کیونکہ وہ بہت فصیح ہے۔ بنسبت تمام عجمی کے۔ اور مولوی عبدالجبار غزنوی امرتسری غیر مقلد صاحب اپنے فتاویٰ صفحہ ۲۷ میں بایں طور لکھا ہے کہ ضالین کو ظالین اور مشابہ ض

کو ظاہر پڑھنا شعار روافض ہے۔ اور یہ تمام علمائے حرمین شریفین اور قراءِ عرب وجمہور آئمہ دین کے خلاف ہے اور میں اسکا بالکل قائل نہیں ہوں۔

سوال: جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اکثر فرقہ غیر مقلدین ومرزائی اسکے قائل ہیں۔ اور اسپر حدیثیں بھی بیان کرتے ہیں۔ یہ کیونکر ہے؟

جواب: اگر جرابیں مجلدین ومنعلین۔ اور چلنے پھرنے اور دوڑنے سے اپنی جگہ پر قائم رہیں اور نہ گریں تو بیشک ان صورتوں میں ان پر مسح کرنا جائز ہے۔ ورنہ ناجائز۔ چنانچہ ہدایہ جلد اول صفحہ ۳۸ میں ہے وَلَا یَجُوْزُ الْمَسْحُ عَلَی الْجَوْرَبَیْنِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَا مُجَلَّدَیْنِ اَوْ مُنَعَّلَیْنِ وَقَالَا یَجُوْزُ اِذَا کَانَا ثَخِیْنَیْنِ لَا یَشِفَّانِ + وَلَوْ کَانَ الْجَرْمُوْقُ مِنْ کِرْبَاسٍ لَا یَجُوْزُ الْمَسْحُ عَلَیْہِ الخ اور جو حدیثیں جرابوں کی مسح کے جواز ترمذی وابوداؤد میں آئی ہیں وہ نزدیک محدثین کے ضعیف ہیں۔ قابل عمل نہیں۔ چنانچہ بیہقی نے لکھا ہے کہ کہا سفیان ثوری وعبدالرحمٰن بن مہدی واحمد بن حنبل ویحیٰی بن معین نے کہ حدیث مغیرہ جو ترمذی میں ہے وہ ضعیف ہے۔ اِتَّفَقَ عَلَی الْحُفَّاظِ عَلٰی تَضْعِیْفِہٖ وَلَا یُقْبَلُ قَوْلُ التِّرْمِذِیْ اِنَّہٗ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔ اور جو حدیث ابوداؤد میں موسیٰ سے مروی ہے لَیْسَ بِالْمُتَّصِلِ وَلَا بِالْقَوِیِّ۔ اور علاوہ اسکے خود مولوی عبدالجبار غزنوی نے اپنے فتاویٰ صفحہ ۱۰۲ میں لکھا ہے کہ جرابوں پر مسح بالکل جائز نہیں۔ اور نہ ہی اس بارے میں کوئی حدیث صحیح اسکے جواز پر وارد ہوئی۔ اور یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ وہ جراب جس پر مسح کیا گیا تھا۔ وہ چمڑے کی تھی یا سوت کی یا اون کی۔ کیونکہ جراب کا اطلاق چمڑے کی جراب پر بھی آتا ہے۔ لہٰذا ان جرابوں پر مسح کرنا نہیں چاہیئے۔

اِسْتِفْتَاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرح متین ان مسائل میں جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ ان کا جواب سند صحیح سے دیا جائے۔

سوال اوّل: یہ قدم جو پتھر پر لگا ہوا اکثر گداگر لوگ لے کر گلی کوچوں میں چلتے پھرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ قدم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ آیا صحیح ہے؟

سوال دوم: نکاح کی اجرت نکاح خواں کو لینی جائز ہے یا نہیں۔ اور باکرہ اور ثیبہ کی اجرت میں فرق ہے یا نہیں؟ اور کتنی اجرت لینی چاہیئے؟

سوال سوم: یہ عام لوگ جو زراعت پیشہ فی کھلیان (خلواڑہ) ٹو پہ غلّہ ملا کو دیتے ہیں۔ جسکا نام رسول واہی ہے۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟

سوال چہارم: یہ جو غیر مقلد کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی عورت کو ایک جلسہ میں ہزار طلاق دیدے تو ایک ہی واقعہ ہوتی ہے۔ کیا یہ ٹھیک ہے؟

سوال پنجم: اگر کوئی شخص مشرف باسلام ہو۔ اور اسکے والدین کفر پر ہی مرے ہو تو اسکو نماز میں انکے لئے بخشش کی دعا مانگنی جائز ہے یا نہیں جیسے کہ نماز میں آتا ہے رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وغیرہ۔ فقط بقلم خود خاکسار غلام رسول امام مسجد جامع ونیکے تارڑ۔ جنوری مورخہ ۵ ا ر ۱۹۱۹ء۔

جواب سوال اوّل: کتب حدیث و تواریخ میں لکھا ہے کہ یہ قدم جو ہندوستان میں پتھر پر لگا ہوا ہے اسکا کوئی ثبوت نہیں۔ یہ صرف بعض مدّاحوں نے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیطرف منسوب کردیا ہے چنانچہ کتاب قرۃ العیون جلد ۶ صفحہ ۳۶ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے۔ ذَكَرَ كَثِيْرٌ مِنَ الْمَدَّاحِ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا مَشٰى عَلَى الصَّخْرَةِ غَاصَتْ قَدَمَاهُ فِيْهِ وَلَا وُجُوْدَ لِذٰلِكَ فِیْ كُتُبِ الْحَدِيْثِ الخ وَقَدْ اَنْكَرَهٗ امام برہان الدین الناجی دمشقی الخ وَقَالَ اِنَّهٗ لَمْ تَكُنْ لَهٗ عَلٰى اَصْلٍ وَلَا سَنَدٍ وَلَا رَاٰى مِنْ خَرَاجِهٖ فِیْ شَیْءٍ مِنْ كُتُبِ الْحَدِيْثِ لَا يُوجَدُ فِیْ كُتُبِ الْحَدِيْثِ وَالتَّوَارِيْخِ كَيْفَ يَسُوْغُ نِسْبَتُهٗ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الخ یعنی ذکر کیا بہت مدّاحوں نے کہ جب چلتے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو گھس جاتے تھے دونوں قدم ان کے پتھر میں۔ اور حالانکہ نہیں وجود اسکا کتب حدیث میں۔ اور انکار کیا اسکا امام برہان الدین ناجی دمشقی نے۔ اور کہا انہوں نے نہیں پائی جاتی اصل اور سند اسکی، اور نہ دیکھا کسی کو سلف معتبرین سے کہ اسکا کچھ اصل بیان کرتے۔ اور کہا صاحب شافی نے کہ جسکا ثبوت کتب حدیث اور تواریخ میں نہ پایا گیا ہو پھر کب جائز ہو گا نسبت کرنا اسکا طرف آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی۔ اور بال مبارک اور پارچہ جات وغیرہ اشیاء آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ثبوت کتب حدیث و تواریخ میں موجود ہے۔ اور ان کی زیارت کرنا غایت درجہ کا ثواب اور برکت ہے۔ چنانچہ قرۃ العیون جلد ۶ صفحہ ۵۸ میں لکھا ہے کہ داہنی طرف کے بال آپ نے سب ابو طلحہ کو دیئے۔ اور بائیں طرف کے بالوں کو لوگوں میں تقسیم کرنے کا حکم فرمایا۔ اور اصحاب آپکے بالوں کو اپنی جانوں سے بھی زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ اور یہ اسلئے کیا تاکہ لوگوں کے پاس باقی رہے اور یادگیری ہو۔

مراز الف تو موئے پسند است فضولی میکنم بوئے پسند است

جواب سوال دوم: اجرت نکاح کی نکاح خواں کو لینی جائز ہے۔ کیونکہ اس ملک اور زمانہ میں دستور ہے کہ جب لوگ امام مسجد مقرر کرتے ہیں تو اس سے پہلے یہ وعدہ کر لیتے ہیں کہ اس قریہ یا محلہ میں جو کچھ آمدنی ہوگی وہ سب ملک تیرا ہوگا جیسا کہ قربانی کی کھالیں۔ اور ٹوپہ غلہ فی کھلیان (خلواڑہ) اور فی نکاح پانچ روپیہ ورو پیہ بانگ وغیرہ جو ہوگا وہ سب تجھ کو ملے گا۔ تو اس صورت میں ضرور ان کو دینا واجب ہوگا۔ ورنہ سخت گنہگار ہوں گے کیونکہ قرآن مجید وحدیث شریف میں ہے کہ ایماندار لوگ جو کسی سے وعدہ کرتے ہیں اسکو پورا کرتے ہیں۔ لیکن منافق پورا نہیں کرتے۔ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوْا اور حدیث شریف میں ہے لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَهٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهٗ رواہ البیہقی۔ یعنی جو امانت میں خیانت کرے یا وعدہ کو پورا نہ کرے وہ منافق اور بیدین ہے۔ اور فتاوی الفصول العمادی میں ہے اِذَا عینوا لِلْاِمَامِ مِنْهُمْ شَیْئًا مِنَ الْاَوْقَافِ وَالصَّدَقَاتِ وَالْهَدَایَا وَغَیْرِهَا لِیُعْطِیَهُمْ اَدَاءُهَا الخ اور علامہ ابن حیون نے اپنی کتاب وجیز صفحہ ۳۴ میں لکھا ہے واگر بظاہر نگفتہ اند وقت نصب مقرر بطریقہ رسم وعادت ورواج بلاد خود وا ورا امام کردند پس دریں صورت ہم حصہ مرسوم آں بلاد بریشاں ادا کردن پس امام خود واجب است لِاَنَّ الْمَعْرُوْفَ كَالْمَشْرُوْطِ الخ اور فتاویٰ نوادر صفحہ ۲۳۶ بحوالہ فتاویٰ جامع میں لکھا ہے عن المشتغل بتعلّم العلم وجب علی المسلمین کِفَایَۃً۔ الخ فقط

جواب سوال سوم: رسول واہی معلوم ہوتا ہے کہ اصل لفظ رسول اروا ہی ہے۔ اور رسول واہی بھی درست ہے۔ کیونکہ رسول لفظ عربی ہے اور واہی ہندی ہے جسکے معنے پہنچے ہوئے کھیت کے ہیں۔ یعنی کھیتی انجام پر پہنچ گئی۔ اور اسکا ثبوت یہ ہے کہ اصحاب انصار جو زمینداری کا کام کرتے تھے جب انکی کھیتی پکنے لگتی تو ان سے عمدہ اور اعلیٰ میوہ اور غلہ چن کر مسجد نبوی کے کونے میں جاکر رکھدیتے تاکہ مہاجرین محتاج اور مفلس کھائیں۔ اور دعا کریں۔ اور ایک روز ایک زمیندار نے اس مال میں دو سو صاع کھجوریں ناقص لاکر ڈالدیں۔ یہ فعل اسکا خداوند کریم کو ناپسند آیا۔ اور فرمایا۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ الخ یعنی اے ایماندارو خرچ کرو راہ خدا میں اس چیز سے جو کمایا تم نے اور اس چیز سے جو نکالا ہم نے واسطے تمہارے زمین سے اور نہ قصد کرو بُری چیز دینے کا۔ اور سیپارہ ربع اول میں ہے اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ الخ یعنی ہر ایک کھیت اور میووں سے جسوقت پھل لائے اگرچہ کچا ہو اور دو حق میوے کا

یعنی صدقہ کرو جسدن کھیت کاٹو اور درخت گراؤ اور میوے چنو یہ اہتمام سے صدقہ دینے اور دیر نہ کرنے کے لئے ہے تفسیر حسینی وغیرہ۔ اور مولوی عبداللہ نے انواع جلد دوم صفحہ ۱۶۶ میں بحوالہ فتاویٰ عالمگیری لکھا ہے کہ ضرور جب غلہ مانڈا جائے اور بھوسہ سے غلہ صاف ہو جائے تو اس غلہ واڑہ سے پہلے گنتی ٹوپہ کے صدقہ کیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جواب سوالِ چھارم: اسوال کا جواب نہایت توضیح سے اسی کتاب کے صفحہ نمبر سے شروع ہوتا ہے مطالعہ فرمائیں۔

جواب سوالِ پنجم: دعاء طلب مغفرت کی مسلمان شخص کو اپنے والدین کیلئے جو بحالت کفر مرے ہیں نماز وغیرہ میں نہیں مانگنی چاہیئے۔ لقولہ تعالیٰ وَمَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ یعنی نہیں لائق واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور جو لوگ ایمان لائے ہیں یہ کہ بخشش مانگیں مشرکوں کے واسطے اگرچہ وہ صاحب قرابت ہی کیوں نہ ہوں۔ اور ایسے شخص کو چاہیئے کہ اور دعائیں پڑھے جیساکہ بخاری وغیرہ میں الفاظ وارد ہیں۔ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ

سوال: بعض لوگ نیچری خیال کے کہتے ہیں کہ قبر میں عذاب نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی میت کو زندہ کیا جاتا ہے۔ یہ کیونکر ہے؟

جواب: عذابِ قبر برحق ہے اسکا ثبوت قرآن مجید و احادیث شریف و اجماع امت سے ثابت ہے۔ اور اس سے انکار کرنا کفر و ضلالت ہے۔ لقولہ تعالیٰ سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ پارہ یعنی قریب عذاب کریں گے ہم ان کو دوبار پھر پھیرے جائیں گے بڑے عذاب کیطرف۔ آیت دوم وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ یعنی گھیر لیا فرعون والوں کو عذاب کی برائی نے وہ آگ کہ حاضر کئے جاتے اوپر اسکے صبح و شام اور جب ہوگی قیامت کہا جائے گا داخل کرو فرعون والوں کو سخت عذاب میں۔ پس ان ہر دو آیت سے عذابِ قبر اور عذاب قیامت ثابت ہوا۔ اور بخاری شریف سیپارہ ۵ میں براء بن عازب سے مروی ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے کہ جب بٹھلایا جاتا ہے مومن کو بیچ قبر کے پھر آتے ہیں آنے والے۔ (ملائکہ) اور پھر گواہی دیتا ہے کہ نہیں کوئی لائق بندگی کے مگر اللہ اور پیغمبر اسکا رسول ہے۔ فَذٰلِكَ قَوْلُهُ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ پس قول اللہ تعالیٰ جسکے معنے یہ ہیں کہ ثابت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے ساتھ بات محکم کے بیچ زندگانی دنیا کے اور آخرت میں۔ اور کہا صحابہ نے یہ آیت نازل ہوئی ہے بیچ عذاب

قبر کے ۔ اور بخاری میں ہے کہ سوال کیا حضرت عائشہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عذاب قبر سے ۔ فرمایا آپ نے عذاب قبر برحق ہے اور سعید بن عاص سے مروی ہے کہ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ یعنی سنا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ پناہ مانگتے ہیں عذاب قبر سے ۔ اور کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ صَلَّى صَلٰوةً إِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ۔ یعنی کہ نہیں دیکھا میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد اسکے کہ پڑھی ہو کوئی نماز مگر پناہ مانگی آپ نے عذاب قبر سے ۔ اور کتاب بخاری باب الجنائز میں حضرت انس بن مالک سے روایت ہے ۔ اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهٖ وَتَوَلّٰى عَنْهُ اَصْحَابُهٗ اِنَّهٗ يَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ اَتَاهُ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهٖ فَيَقُوْلَانِ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ الخ یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جب بندہ رکھا جاتا ہے قبر میں اور پیٹھ پھیرتے ہیں ساتھی اسکے تحقیق وہ البتہ سنتا ہے آواز جوتیوں انکی کی ۔ اور آتے ہیں اسکے پاس دو فرشتے پس بٹھلاتے ہیں اسکو ۔ اور کہتے ہیں کیا کہتا تھا تو بیچ حق اس شخص کے پس کہتا ہے مومن میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ بندہ اللہ کا ہے اور پیغمبر اسکا ہے ۔ اَنَّهٗ يُفْسَحُ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ ۔ یعنی پھر اسکو جنت کی بشارت دی جاتی ہے اور قبر اس کے لئے فراخ کی جاتی ہے ۔ اور کہا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہ کافر سے بھی ایسا ہی سوال ہوتا ہے پس کہتا ہے لَا اَدْرِيْ كُنْتُ اَقُوْلُ مَا يَقُوْلُ النَّاسُ فَيُقَالُ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ وَيُضْرَبُ مِنْ حَدِيْدٍ ضَرْبَةً فَيَصِيْحُ صَيْحَةً پس کہتا ہے میں نہیں جانتا ۔ اور میں کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے ۔ پس کہا جاتا ہے نہ سمجھا تو نے اور نہ پڑھا تو نے قرآن اور مارا جاتا ہے لوہے کی گرزوں سے یکبارگی مارا جانا پس نہایت چیختا چلاتا ہے ۔ اور سوائے جنوں اور آدمیوں کے سب آس پاس والے اسکی آواز کو سنتے ہیں الخ ان دلائل کے سوا ہزارہا اور بھی دلائل اس پر شاہد ہیں اور تمام کا اس بات پر اتفاق ہے ۔ اور عقل بھی اس سے مانع نہیں کہ خدا تعالیٰ اسکے تمام بدن یا اسکے کچھ حصہ میں روح ڈالدے اور اسکو دکھ یا سکھ پہنچا دے ۔ اور اگر کہو کہ انسان قبر میں ایک ساعت بھی زندہ نہیں رہ سکتا ۔ کیونکہ وہاں ہوا بالکل بند ہوتی ہے تو میں کہتا ہوں کہ خدا قادر ہے ۔ جیسا چاہتا ہے کرتا ہے ۔ اور اسکے لئے کچھ مشکل نہیں ۔ چنانچہ اصحاب کہف کا قصہ اسپر شاہد ہے ۔ وھو ھذا ۔ وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ۔ یعنی رہے وہ بیچ غار اپنی کے تین سو برس اور زیادہ رہے نو برس اور وہ پس سوتے تھے اور کروٹیں بدلتے ہیں ہم ان کی داہنی طرف اور بائیں طرف اور کتا انکا پھیلا رہا ہے دونو ہاتھ اپنے الخ پس ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ وہ کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں اور نہ انکو وہاں کچھ پہنچتی ہے ۔ اور نہ انکو کچھ خبر ہے ۔ چنانچہ اس آیت میں ہے قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ

لَبِثْتُمْ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ الخ کہا ایک کہنے والے نے ان میں سے کتنا رہے تم۔ کہا انہوں نے ایک دن یا تھوڑا حصہ دن سے الخ غرضیکہ خداوند کریم جس جگہ کسی بشر وغیرہ کو رکھنا چاہتا ہے اسی جگہ کے موافق اسکی مزاج کر دیتا ہے:۔ علاوہ ازیں معترضین کو جنین کی حالت پر غور کرنا چاہیئے۔ کہ باوجودیکہ کئی پردوں میں رحم کے اندر جہاں اسکو کسی طرف سے بھی ہوا نہیں ملتی۔ کسطرح زندہ رہتا۔ پرورش پاتا اور پیٹ کے اندر حرکت کرتا ہے۔ اسمیں خدائے قادر کی کس قدر حکمت پائی جاتی ہے۔ اسیطرح خدا تعالےٰ قبر کے اندر بھی مردہ میں روح ڈال کر زندہ کر دیتا ہے۔ فقط

سوالات از جانب چوہدری غلام لٰسین از فیض پور چک نمبر ۲۴۸ علاقہ سمندری

سوال: جو اشیاء خوردنی ہندو یا عیسائی یا اور کسی غیر مذہب کے ہاتھوں کی بنی ہوئی ہوں ان کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیشک ہندو و عیسائی وغیرہ بد مذہب کی دستی اشیاء ماکولہ بنی ہوئی سے مسلمانوں کو اجتناب کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ لوگ ناپاک و پلید پانی استعمال کرنے سے پرہیز نہیں کرتے اور ان سے عیدوں میں ہدیہ نہ لیا جائے۔ چنانچہ خزانۃ الروایات و محیط وغیرہ میں مذکور ہے لَا يَنْبَغِيْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَنْ يَقْبَلَ هَدِيَّةَ الْكَافِرِ فِيْ يَوْمِ عِيْدِهِمْ وَلَوْ قَبِلَ لَا يُرْسِلُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا۔ اور شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی نے فتاویٰ عزیزی صفحہ ۱۱۷ میں لکھا ہے کہ عیسائیوں کیساتھ نہ کھانا مل کر کھایا جائے اور نہ ہی ان کے برتنوں میں کھانا کھایا جائے۔ کیونکہ یہ لوگ مشرک ہیں۔ اور شراب و خنزیر و حرام اشیاء کو حلال تصور کرتے ہیں۔ لیکن اگر کسی خاکروب کو کوئی مسلمان لاٹھی سے یا کھاری میں روٹی باندھ یا رکھ کر دیوے اور خاکروب اسی طرح اٹھا کر دوسرے مسلمان کو جا دیوے تو اسمیں کوئی قباحت نہیں آتی۔ جیسا کہ فتاویٰ عبد الحیؒ میں ہے۔ فقط۔

سوال: کفّار کی نوکری کرنی جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو کونسی نوکری جائز ہے؟

جواب: نوکری کفّاران در بعض امور جائز و در بعض نا جائز۔ چنانچہ در فتاویٰ شاہ عبد العزیز جلد ۲ صفحہ ۱۱۱ مذکور است: اگر نوکری ارتکاب معصیت کبیرہ متوقع باشد مانندِ محاربہ با مسلمین در پلٹنہا و مانندِ آں شراب و گوشتِ مردار و خنزیر وغیرہ خدمتگاران را ایں قسم روزگار ممنوع است و دیگر روزگار کہ در آں ایں چنیں منہیات نباشد مانند نوشتن امور عدالت و مانند منشی گری و مانند قافلہ رسانی و نگہبانی پولیس و مانندِ آں ممنوع نیست۔ فقط۔

سوال: کتبِ فقہ کو تہمت لگانیوالا اور منکر فقہ کون ہوتا ہے؟

جواب: کتبِ فقہ معتبرہ سے انکار کرنے والا محقق علماء کے نزدیک دائرۂ اسلام سے خارج ہوتا ہے بالعکس شافعیہ

وحنبلیہ وغیرہ کے۔ چنانچہ فتاویٰ عزیزی جلد اول صفحہ ۱۵ میں لکھا ہے کہ اگر منکر شود بجہت آنکہ ایں کتاب از علوم دینیہ است پس ایں خود کفر است۔ اور اسی طرح فتاویٰ عبدالحی جلد اول صفحہ ۱۸ میں لکھا ہے لِاَنَّہٗ اَهَانَ الَّذِيْ يُوْمِنُ اَهَانَ الدِّيْنَ فَقَدْ كَفَرَ۔ اور فتاویٰ بزازی میں ہے اِذَا اَلْقَى الْفَتْوٰى عَلَى الْاَرْضِ اَوْ قَالَ عِنْدَ دُعِيَّتِهِ الْفَتْوٰى رَدِيٌّ اَوْ قَالَ ایں چہ شرح است يَكْفُرُ لِاَنَّهٗ رَدَّ حُكْمَ الشَّرْعِ فقط واللہ اعلم۔

سوال: جو عورت حیض سے پاک ہو۔ اور غسل نہ کیا ہو اس سے وطی کرنی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیشک اگر عورت ایام معینہ حیض سے پاک ہو جاوے اور اس پر وقت نماز کا بھی گذر جائے تو پھر قبل از غسل اس سے وطی کرنا جائز ہے۔ لیکن بہتر ہے کہ غسل کے بعد وطی کرے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیر و جامع الفوائد و شرح وقایہ و برجندی میں مذکور ہے وَحَلَّ وَطْيُ مَنْ قَطَعَ دَمُهَا لِاَكْثَرِ الْحَيْضِ اَوِ النِّفَاسِ قَبْلَ الْغُسْلِ دُوْنَ مَنْ قَطَعَ الْاَقَلَّ مِنْهُ اِلَّا اِذَا مَضٰى وَقْتٌ يَسَعُ الْغُسْلَ وَالتَّحْرِيْمَةَ اور النوارح مولوی عبداللہ دفتر اول صفحہ ۵ اکے حاشیہ پر لکھا ہے کہ بمجرد پاک شدن وطی او حلال گردد۔ ولیکن مستحب است کہ بعد از غسل وطی کند۔ اما زینکہ پیش از عادت خود پاک شود وطی حلال نبود اگرچہ غسل کند تا دمیکہ ایام عادت او تمام نگذرد۔ فقط واللہ اعلم۔

سوال: نماز کی ہر رکعت میں بسم اللہ شریف پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیشک سورۂ فاتحہ کے قبل ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھنی چاہیئے۔ ہکذا فی کتب الفقہ۔

سوال: بڑا بھائی یا کوئی اور ولی نکاح بالغہ کا جبر اً کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: بیشک لڑکی عاقلہ بالغہ کا نکاح بر صیغۂ جبر نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ہدایہ و شرح وقایہ و قدوری میں ہے۔ وَلَا يَجُوْزُ لِوَلِيٍّ اِجْبَارُ الْبِكْرِ الْبَالِغَةِ عَلَى النِّكَاحِ یعنی نہیں جائز ولی کو جبر کرنا کنواری بالغہ کو نکاح پر (ہاں) اکراہ سے نکاح جائز ہے۔ والبکر البالغہ لا تجبر عندنا۔ نقل از شرح وقایہ چلپی صفحہ ۹۳۔

سوال: ورثہ جو کہ شرعی حساب سے لڑکیوں کو ملتا ہے اس ملک میں چونکہ رواج نہیں ہے پھر مومن ورثہ اپنا لڑکیوں کو دیتا ہے۔ کیا اس ملک میں جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ضروری دینا چاہیئے کیونکہ رواج زمانہ بمقابلہ نص ربانی معتبر نہیں بلکہ مردود و متروک ہو کر قابل ہے۔ اور قرآن مجید میں ہے يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ یعنی اللہ تمہیں وصیت کرتا ہے تمہاری اولاد کے حق میں۔ مردوں کے لئے ہے مانند حصہ دو عورتوں کے الخ اور ترکہ لڑکیوں کو بوجہ رفتار زمانہ کے نہ دینا سخت گناہ ہے۔ اور منکر اسکا کافر ہے۔ ہکذا فی کتب الفقہ۔ فقط

سوال: بیع فاسد کون کونسی ناجائز ہے۔ اور کون کون سی جائز ہے؟

جواب: ہر ایک اشیاء بن بیع فاسد ناجائز ہے۔ اور وہ مثل مردار و خون و شراب و خنزیر و حر و بیع ام ولد مدبر مطلق و کاتب اور اسباب عوض شراب وغیرہ کے ہے۔ اور بیع باطل بھی جائز نہیں۔ اور ان کی مثالیں بہت ہیں۔ فقط۔

سوال: اگر نفاس کی حد کے اندر خون بند ہو جاوے تو نماز روزہ تلاوت وطی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیشک اگر عورت نفاس سے ہمیشہ چالیس یوم کے اندر پاک ہو جاتی ہے۔ اور خون پھر بالکل اسکو چالیس یوم کے اندر کبھی نہ آتا ہو تو اس عورت سے وطی وغیرہ جائز ہے۔ ؎

بہتی مدت حیض دی دہ چالی نفاس　　تھوڑی مدت نہ کجھ جتھے رہے تتھے پاک (قرآن السعدین)

سوال: بیعت کسی بزرگ سے کرنی فرض ہے یا واجب یا سنّت؟

جواب: بیعت بزرگان سنّت ہے۔ خواجہ کائنات علیہ السلام اور آل و اصحاب کرام و مشائخ عظام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین سے یہ محمول ہے۔ چنانچہ قرآن مجید و احادیث صحیحہ میں مذکور ہے آیت شریف فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ آیت شریف وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ یعنی جو شخص میری طرف رجوع ہوا۔ اسکے رستے کی پیروی کرو۔ اور فتاویٰ عزیزی صفحہ ۱۴ میں لکھا ہے کہ یہ طریق سنت ہے۔ اور قرآن مجید میں ہے لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ۔

سوال: جس شخص کو مرض سلسل البول کی ہو وہ کپڑا کتنی مدت کے بعد دھووے اور اسکے وضو کی حد کتنی ہے؟

جواب: وضو کی مدت وقتِ نماز تک ہے۔ کپڑا بار بار دھونے اور بدلانے کی چنداں ضرورت نہیں تاوقتیکہ عذر دور نہ ہو۔ فقط۔

سوال: محبت کفار و شیعہ و نیچری و مرزائی وغیرہ سے کرنی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیشک ان کے ساتھ موانست و مجالست و مواکلت کرنا حرام ہے۔ چنانچہ تفسیر عزیزی و غنیہ و صواعق محرقہ میں ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِنَّ اللّٰهَ اخْتَارَنِيْ وَاخْتَارَ لِيْ اَصْحَابًا وَاَنْصَارًا وَاَصْهَارًا وَسَيَاْتِيْ قَوْمٌ يَسُبُّوْنَهُمْ فَلَا تُجَالِسُوْهُمْ وَلَا تُشَارِبُوْهُمْ وَلَا تُوَاكِلُوْهُمْ وَلَا تُنَاكِحُوْهُمْ وَلَا تُصَلُّوْا عَلَيْهِمْ الخ باقی حال سلطان الفقہ حصہ اول و سیف النعمان میں دیکھیں۔

سوال: مونچھوں کا بڑھانا اور داڑھی کا منڈوانا اسلام میں کیسا ہے؟

جواب: بیشک داڑھی کا منڈوانا اور مونچھوں کا بڑھانا گناہ کبیرہ ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ باب الترجل و ترمذی میں ہے

کہ فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے قَالَ مَنْ لَمْ يَأْخُذْ مِنْ شَارِبِهٖ فَلَيْسَ مِنَّا یعنی جو شخص لبوں یعنی اپنی مونچھوں کو نہیں لیتا یعنی کترتا وہ ہم سے نہیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کتراؤ یہ حدیث مسلم وبخاری میں ہے۔ خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ اَوْفِرُوا اللِّحٰى وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ۔ اور قرآن مجید میں ہے لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِيْ۔ یعنی حضرت ہارون نے اپنے بھائی کو کہا کہ میری داڑھی نہ پکڑ۔ اور کتاب شیعہ اطواق الحمایت میں لکھا ہے ثُمَّ قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ وَهِيَ بَيْضَاءُ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ قَطَعَ اللِّحْيَةَ قَبْلَ الْقَبْضِ اَسْوَدَ وَجْهُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَمْ يَنَلْ شَفَاعَتِيْ یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو داڑھی قبل مشت ہونے کے کٹاتا ہے اسکا منہ قیامت کے دن سیاہ ہوگا۔ اور میری شفاعت سے محروم ہوگا۔ نقل از فتاوی برخوردار محمد قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَقْبِضُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ ثُمَّ يَقُصُّ مَا تَحْتَ الْقَبْضَةِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ نقل از آثار امام محمد صفحہ ۳۳۳۔ رَوَى الْاِمَامُ الطَّحَاوِيُّ اَنَّهٗ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَطَعَ شَعْرَةً مِنْ لِحْيَتِهٖ اَوْ مِنْ تَحْتِ لِحْيَتِهٖ لَا يُسْتَجَابُ دُعَاؤُهٗ وَلَا تَنْزِلُ عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ وَلَا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَيْهِ نَظَرَ رَحْمَةٍ وَتُسَمِّيْهِ الْمَلٰئِكَةُ مَلْعُوْنًا وَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ بِمَنْزِلَةِ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى۔ یعنی فرمایا آپ نے جو شخص کٹاوے بال داڑھی اپنی سے نہیں قبول کی جاتی دعاء اسکی اور نہیں اترتی اسپر رحمت اللہ کی اور نہ نظر کرے گا اللہ طرف اسکی رحمت کی اور فرشتے اسکا نام ملعون رکھتے ہیں اور نزدیک اللہ تعالےٰ کے ہوتا ہے بمنزلہ یہود ونصاریٰ کے۔ اور شرح فقہیہ میں ہے اَنَّ مَنْ حَلَقَ اَوْ قَصَّرَ لِحْيَتَهٗ لَا تَجُوْزُ اِمَامَتُهٗ وَفِيْ صَلٰوتِهٖ نَفْسِهٖ كَرَاهَةٌ۔ یعنی جس نے داڑھی منڈائی یا کترائی اسکی امامت جائز نہیں اور فی نفسہ بھی اس کی نماز مکروہ ہے۔

سوال: گلے میں زنجیر اور سونے کی انگوٹھی مرد کو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: دست چپ انگشت خنصر چاندی بقدر سہ ماشہ کی انگشتری اگر بادشاہ یا قاضی یا نمبردار یا متولی وغیرہ کو جسے مُہر لگانے کی ضرورت ہو جائز ہے۔ سوائے ان کے اوروں کو اسکے ترک افضل ہے۔ اور سونے کی انگشتری مردوں کو بالاتفاق حرام ہے۔ و ہر کسے راکہ حاجت مہر کردن باشد مثل متولی وغیرہ نیز حکم قاضی دارد کذافی درالمختار اور مالابدمنہ میں ہے بادشاہ و قاضی را انگشتری برائے مُہر داشتن سنت است و دیگراں را ترک افضل است و زنجیر سونے اور چاندی کی مردوں کے لئے حرام ہے۔ اور لڑکوں کو زیور پہنانا بھی ناجائز ہے۔

سوال: رشوت کس کو کہتے ہیں؟

جواب: کسیکہ مے آید و میرود میان راشی و مرتشی و زیادہ میکند برائے یکے زیادہ میکند برائے دیگر از الغت عرب رائش میگویند و رشوت دادن و گرفتن حرام است و مرتکب مستحق حرام نار است۔ چنانچہ ترمذی و ابن ماجہ از عبداللہ بن عمرو روایت میکند لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرَّاشِیَ وَالْمُرْتَشِیَ یعنی لعنت کردہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رشوت دہندہ و رشوت گیرندہ را۔ اور مالابدمنہ میں لکھا ہے۔ مگر آنکہ دادن رشوت برائے دفع ظلم جائز است۔ اور میرے خیال میں ہرگز دینا جائز نہیں۔ اور ڈرا دھمکا دے کر لینا بھی مسلمان کو حرام ہے۔ اور رشوت یہ ہے کہ زید اور عمر کے درمیان بکر کوئی امر خوف کا ڈال کر کچھ لیوے یا ایک طرف سے کمی کرنا اور دوسری طرف ناحق زیادتی کرنا اور ان سے کچھ لینا رشوت ہے جیسا کہ اکثر اوقات محکوم لوگوں سے سرکاری آدمی کچھ لے کر چھوڑ دیا کرتے ہیں۔ ہاں کسی کا کام اگر محض بر صیغہ اخوت کیا۔ اور اسے کچھ بطور ہدیہ خود بخود دے کر اپنی رضا مندی سے روانہ کر دیا تو یہ لے لینا جائز ہے۔ یا اگر کسی نے کہا تو میرے ساتھ فلاں جگہ چل اور میرا کام کر دے تو میں اسقدر دوں گا یا اس نے کہا کہ تو اسقدر روپیہ دے تب میں یہ کام کروں گا۔ تو اس صورت میں یہ اجرت جائز ہے۔

سوال: سود خوار کی امداد اور سود دلوانا اور گواہی سود والے کی اگر سچی ہو تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیشک از روئے شرح شریف امداد سود خوار اور سود دلوانا اور گواہی سود خوار کی عدالت میں جاکر دینا حرام ہے۔ چنانچہ بخاری شریف پارہ ۹ میں ہے اٰکِلُ الرِّبٰوا وَشَاھِدُہٗ وَکَاتِبُہٗ یعنی ہر تینوں پر خداوند کریم کی لعنت ہے۔ اور قرآن مجید میں ہے وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ یعنی برے کاموں پر امداد مت دو کیونکہ برے کاموں میں کسی کو امداد دیتا ہے وہ منہم ہی شمار ہوتا ہے لقولہ تعالٰی وَمَنْ یَّتَوَلَّہُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْہُمْ عَنْ جَابِرٍ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اٰکِلَ الرِّبٰوا وَمُوْکِلَہٗ وَکَاتِبَہٗ وَشَاھِدَیْہِ وَقَالَ ھُمْ سَوَاءٌ رواہ مسلم۔ یعنی جابر سے مروی ہے کہ لعنت کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سود کھانے والے کو اور سود کھلانیوالے کو اور کاغذ لکھنے والے کو اور اسکے گواہوں کو روایت کیا اسکو مسلم نے۔ اللہ تعالٰے ایسے برے افعال سے ہر مومن کو بچاوے آمین ثم آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقل فتوی اعلحضرت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خانصاحب بریلوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عالم غیر مقلد جو کہ اس دار فانی سے

عالم جادوانی کو رحلت کر جاوے اور اسکی نماز جنازہ ایک غیر مقلد پڑھاوے۔ اور اس غیر مقلد کے پیچھے ایک عالم حنفی المذہب نے غیر مقلد متوفی کے اعمال کو اور غیر مقلد کے اقتداء کو جائز سمجھ کر نماز جنازہ غیر مقلد امام کے پیچھے پڑھے۔ حالانکہ خود عالم حنفی المذہب قبل ازیں لوگوں کو عقائد غیر مقلدین سے منع کرتا ہو پس اس حالت میں جبکہ عالم حنفی المذہب نے غیر مقلد کی نماز جنازہ غیر مقلد امام کے پیچھے جائز تصور کر کے ادا کی ہو تو اس پر از روئے شرع محمدی کیا تعزیر ہوتی ہے۔ اور کیا بلا توبہ و استغفار ایسے عالم حنفی کی اقتدا جائز۔ عقائد و عملیات عالم غیر مقلد متوفی و امام غیر مقلد و ائمہ اربعہ مجتہدین کے مسائل استنباط و اجتہادیہ کہ خلاف حدیث سمجھنا۔ اور ان کے برعکس فتویٰ دینا اور عمل کرنا مثلاً (۱) نماز تراویح ۲۰ رکعت سے کم ہرگز کسی امام کے نزدیک نہیں۔ وہ آٹھ رکعت کا حکم دیتا اور عمل کرتا (۲) مسئلہ طلاق ثلاثہ جو کہ فی کلمۃ واحدۃ او جلسۃ واحدۃ کے کہی گئی ہوں اس طلاق ثلاثہ کو حکم رجعی طلاق کا دے کر بدوں نکاح شوہر ثانی اسکے ساتھ نکاح کرا دیتا ہو۔ اور تقلید شخصی سے بالکل انکار کرتا رہا ہو۔ علاوہ ازیں آمین بالجہر کہنا امام کے پیچھے الحمد پڑھنا ہاتھ سینہ پر باندھنا۔ سورۂ فاتحہ وغیرہ میں ض کی جگہ ظ پڑھنا وغیرہ وغیرہ جائز سمجھنا اور اس پر مداومت کرنا۔ بینوا و توجروا۔

خاکسار محمد ظہیر الدین خان ثمن برج وزیر آباد

جواب: سائل نے جو فہرست گنی ہے وہ غیر مقلدین کے بعض فروعی مسائل باطلہ و اعمال فاسدہ کی ہے ان کے عقائد اور ہیں جنمیں بکثرت کفریات ہیں ان میں بعض کی تفصیل رسالہ الکوکبۃ الشہابیہ میں ہے۔ جس میں ستر وجہ سے ان پر اور انکے پیشوا پر بحکم فقہاء کرام لزوم کفر ثابت کیا ہے۔ کسی جاہل صحبت نایافتہ کی نسبت احتمال ہوتا کہ وہ ان کے عقائد ملعونہ سے آگاہ نہیں۔ ظاہری صورت مسلمان دیکھ کر اقتداء کر لی اور نماز جنازہ پڑھ لی۔ مگر جسے عالم ہونے کا دعویٰ ہو اور ان کے عقائد پر مطلع ہو۔ اور لوگوں کو ان سے منع کرتا رہا ہو پھر انہیں اچھا جان کر انکے جنازہ کی نماز پڑھے اور انکی اقتداء کرے تو ضرور اسکے عقیدہ میں فساد اور اسکے ایمان میں خلل آیا۔ اور وہ بھی منہم شمار ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ۔ اب اس شخص کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں۔ اور اسپر توبہ و تجدید اسلام لازم ہے۔ اور اگر عورت رکھتا ہو تو بعد توبہ و تجدید اسلام تجدید نکاح کرے۔ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا۔ وَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ۔ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ۔ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ۔ نَسْئَلُ اللّٰهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ مُہر مدرسہ اہل سنت و الجماعت بریلی۔ (مُہر محمد اسمٰعیل ابو مطہر بریلوی)، (مُہر محمد امجد علی رضوی بریلوی)، (مُہر مصطفٰی رضا خاں آل الرحمٰن ابو البرکات محی الدین جیلانی)،

(مُہر محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی) (مُہر عبد المصطفےٰ احمد رضا خاں حنفی قادری) الجواب صحیح واقعی فرقہ وہابیہ نجدیہ کے پیچھے نماز عام حنفی کی جائز نہیں ہوتی کیونکہ ان کی نوبت کفر تک پہنچ گئی۔ احقر المسکین امام الدین گکھڑ حنفی سکنہ جلالپور جٹاں

نقل فتویٰ مولوی اصغر علی صاحب روحی: اقول وباللہ التوفیق۔ فرقہ غیر مقلدین جو وہابیہ نجدیہ کے طریق پر چلتے ہیں۔ بوجہ چند عقائد باطلہ کے اہل السنت والجماعت سے خارج ہیں۔ لہٰذا وہ لوگ طریق حضرات سلف یعنی صحابہ وتابعین وتبع تابعین رحمہم اللہ اجمعین کے برخلاف ہیں کیونکہ قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر فرقہ وہابیہ جن کے عقائد مشہور ومعروف ہیں، اہل السنت کا فرقہ نہیں کہلا سکتا بلکہ اہل بدعت وہوا ہیں۔ اور مبتدع از روئے احادیث صحیحہ ہرگز قابل حرمت نہیں۔ بلکہ ان کے احترام پر وعید وارد ہوئی ہے۔ امامت منصب احترام ہے۔ لہٰذا ایسے مبتدع کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اور جو حنفی انکے عقائد کو جائز سمجھ کر پڑھے وہ بھی بدعتی ہے اسکی امامت بھی جائز نہیں فقط۔ حاکسار اصغر روحی پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور۔

نقل مختصر از فتویٰ مولوی نور اللہ شاہ صاحب فاضل اجل چک ۱۶۰ چک بانگا علاقہ لائلپور: بیشک فرقہ غیر مقلدین ضال اور مضالہ ہے انکے پیچھے ہرگز نماز حنفی مذہب کی جائز نہیں۔ اور جو ان کے پیچھے جائز سمجھ کر پڑھے اسکو علانیہ توبہ کرنی چاہیئے۔ اور تعزیر۔ فقط۔

نقل فتوائے علمائے نعمانیہ لاہور: ان تینوں فتووں کے ساتھ مجھ کو اتفاق ہے۔ یقیناً غیر مقلدین فرقہ ضالہ ہے اور قابل امامت نہیں، بیشک غیر مقلدین کے پیچھے نماز درست نہیں۔ اور جو شخص دیدہ دانستہ ان کی اقتداء کرے مبتدع ہے۔ فقط نور محمد کیملپوری۔

واقعی غیر مقلدین قابل امامت مقلدین کے نہیں ہیں۔ مقلدین اہلسنت والجماعت کو ان سے من کل الوجوہ احتراز لازمی ہے ۱۲ غلام محمد خاں ساکن جنڈیال ضلع کیملپور۔

فرقہ وہابیہ کا اعتقاد ہے کہ انبیاء و اولیاء خدا تعالےٰ کے نزدیک مثل چمار کے رتبہ رکھتے ہیں نقل از تقویۃ الایمان مصنفہ مولوی اسمٰعیل پیشوائے این فرقہ اور اپنا نام موحد رکھا ہوا ہے۔ اور حنفیہ کرام کو یہ لوگ مشرک کہتے ہیں۔ اور ظاہر ہے جو مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہوتا ہے۔ مولانا مولوی شیخ احمد کاشمیری رسالہ رجوم الشہابیہ فی رد الوہابیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

بیت

کہ بلاشک این خبیثاں کافر مطلق اند　،　کہ مہین انبیاء و مکفر اہل حق اند

پس جب ایسے اجل علماء کے ان کے کفر پر فتوے ہیں تو پھر ان کی نماز جنازہ اور ان کی اقتداء کسطرح جائز ہو سکتی ہے۔ الغرض غیر مقلدوں کی اقتداء ہرگز جائز نہیں۔ کتبہ محمد عالم امام مسجد گمٹی بازار لاہور۔

غیر مقلدین کے پیچھے نماز مقلدین کی چند وجوہات سے ناجائز ہے۔ محمد امین امام مسجد متصل بر ودخانہ لاہور۔

از جانب مولوی معنوی ابراہیم چک گاگر ضلع ملتان۔

سوال: حقہ پینا نزدیک علمائے دین شرع متین کے جائز ہے۔ یا حرام؟

جواب: اس مسئلہ میں علمائے دین کا بہت اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک مکروہ اور بعض کے نزدیک حرام۔ اور فقیر کہتا ہے کہ بہر حال اسکو ترک کرنا اولیٰ ہے۔ کیونکہ مکروہ پر دوام عمل کرنا بھی حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ اور کتاب در الثمین مؤلفہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی صفحہ ۹ میں لکھا ہوا ہے کہ ایک شخص نے صرف حقہ مہمانوں کے لئے اپنے گھر میں بنا رکھا تھا۔ اور اس سبب سے وہ آپ کی زیارت سے محروم رہا۔ وھو ھذا۔ اَخْبَرَنِیْ سَیِّدُ الْوَالِدِ قَالَ کَانَ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِنَا لَایَشْرِبُ التُّنْبَاکَ وَلٰکِنَّہٗ کَانَ قَدْ ھَیَّاَ الْقِدْرَۃَ لِاَ ضْیَافِہٖ فَرَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی النَّوْمِ اَوِالْیَقْظَۃِ لَا اَدْرِیْ اَیَّ ذٰلِکَ مُقْبِلًا اِلَیْہِ ثُمَّ اَعْرَضَ تَحَوَّجَ ذٰلِکَ الْمَکَانِ قَالَ فَشَدَدْتُ اِلَیْہِ وَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَاذَنْبِیْ فَقَالَ فِیْ بَیْتِکَ الْقِدْرَۃُ وَنَحْنُ نَکْرَھُھَا الخ جناب کے والد کا بیان ہے کہ ہمارے یاروں میں سے ایک شخص خود تو حقہ نہ پیتا تھا لیکن اسنے مہمانوں کے واسطے بنا رکھا تھا تو اسنے دیکھا نبی علیہ السلام کو نیند یا بیداری میں (یہ دریافت نہیں) کہ آپ تشریف لائے اس کی طرف اور منہ پھیر لیا اور اس مکان سے باہر تشریف لے گئے اور کہا اسنے آپ گریزاں ہوئے۔ میں آپ کے پیچھے دوڑا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھ سے کیا خطا ہوئی۔ فرمایا تیرے گھر میں حُقّہ ہے جو ہمیں برا معلوم ہوتا ہے فقط پس اس سے معلوم ہوا کہ جب اسکا بزرگان خدا کے نزدیک گھر میں رکھنا اسقدر برا ہے تو پھر اسکا استعمال کرنا کسطرح جائز ہوگا اور بخاری شریف میں حدیث بدیں مضمون وارد ہے کہ آپ کی ذات خوشبو دار چیز کو بہت محبوب رکھتی تھی۔ نہ بدبو کو۔ اور فرمایا کہ تم اپنے منہ کو مسواک سے صاف اور پاک رکھو اور مسجد میں تھوم و بصل خام کھا کر مت داخل ہو۔ کیونکہ ان کے کھانے سے منہ سے بدبو آتی ہے اور فرشتوں کو ایذاء پہنچتی ہے اور یہ حرام ہے اور فتویٰ جامع الفوائد صفحہ ۲۴ بحوالہ علام الرحمٰن فی نفی حل شرب الدخان لکھا ہے۔

شعر

یہ حُقّہ بڑبڑ کرتا ہے ایہ شیطون کا خایہ ہے ، ایہ لمبا کانا ایسا ہے جیسا شیطوں ذکر چھپایا ہے!

کتنے پیر پیغمبر گذرے کسے نہ دھواں کھایا ہے ، ہُن مُلّاں قاضی پیون لگے انہاں بھی دین گنجایا ہے

پس برادران اسلام وصوفیائے کرام کو چاہیئے کہ اس سے اجتناب کریں اور راہ مستقیم پر چلیں۔ اور باقی مفصل ذکر اسکا انشاء اللہ جلد نمبر۳ میں آئیگا۔

سوال: غیر مقلد کہتے ہیں کہ کتب صحاح ستہ میں یعنی بخاری ومسلم وابن ماجہ وترمذی والبوداؤد میں کہیں امام صاحب کا نام نہیں۔ اگر وہ محدث ہوتے تو ضرور ان کا نام اور ان سے روایات مسطور ہوتیں؟

جواب: کتاب الحنفاء صفحہ ۱۹۱ میں محدث جونپوری نے بایں طور اسکا جواب تحریر کیا ہے کہ فرقہ وہابیہ نجدیہ کو ابتداء سے امام اعظم کوفی حامی سنت سے عداوت تھی۔ ممکن ہے کہ انہوں نے امام صاحب کا نام تمام صحاح ستہ سے بوجہ عداوت نکالدیا ہو۔ کیونکہ اول یہ کتابیں قلمی تھیں اور ان میں امام صاحب موصوف کا نام تھا اور جو ہندوستان میں چھپی ہیں ان میں کہیں نام ونشان امام صاحب کا نظر نہیں آتا چنانچہ کتاب ترمذی کے آخر کتاب العلل میں اس عبارت کو خاص اڑادیا ہے۔ وہو ہذا۔ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ ثَنَا اَبُوْيَحْيٰ الْحَمَّانِيْ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَنِيْفَةَ يَقُوْلُ مَارَأَيْتُ اَكْذَبَ جَابِرِ الْجُعْفِيْ وَلَا اَفْضَلَ مِنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رِبَاحٍ یہ عبارت مصر کی چھپی ہوئی ترمذی میں موجود ہے اور اسی پر ناظرین کو قیاس کر لینا چاہیئے۔ اور علاوہ اسکے انہی کتابوں میں امام صاحب کے شاگردوں کے شاگردوں کے اسماء سے جب یہ کتابیں بھری ہوئی ہیں پھر امام صاحب لاعلم اور ضعیف کہلائیں۔ سبحان اللہ یہ کونسی عقل اور ایمانداری کی بات ہے۔ دیکھو بخاری کی سندوں میں عبدالرزاق حفص بن غیاث حفص بن عمر۔ حفص بن غیاث عبدالرحمٰن بن مہدی ابونعیم ابن ابی زائدہ یونس ابن ابی مریم۔ عثمان ابن ابی شیبہ وکیع وابن المبارک علی بن المدینی علی بن الجعد وغیرہ یہ سب امام صاحب کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اور خود امام بخاری امام صاحب کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ اور کوئی محدث امام صاحب کے بعد نہیں گذرا جس نے امام صاحب موصوف سے کسی نہ کسی واسطہ سے علم حاصل نہ کیا ہو اور فقیر انشاء اللہ تعالےٰ تیسرے اور چوتھے جلد میں بطور شجرہ دکھادیگا اور اسجگہ بھی بخاری کے شاگرد ہونیکا نقشہ لکھدیتا ہے۔ نقل از کتاب الحنفاء صفحہ ۲۸۔
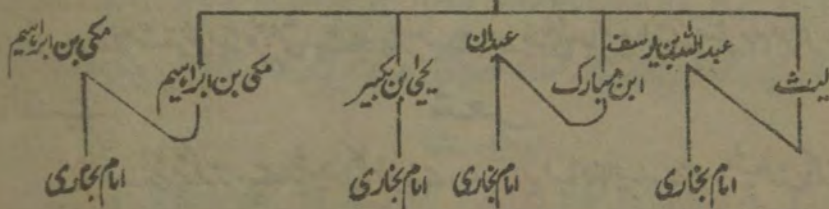
پس اگر امام صاحب ضعیف ہیں تو یہ سب کے سب ان کے نزدیک ضعیف ٹھہریں گے۔ اور تمام صحاح ستہ قابل عمل نہ رہا۔

سوال: از جانب میاں حسن محمد صاحب ٹھیکیدار ڈھونیکے: ابراہیم غیر مقلد کہتا ہے کہ مذہب حنفی میں کتے کی کھال پر نماز پڑھنی جائز ہے۔ یہ کیونکر ہے؟

جواب: یہ محض انکی دھوکہ بازی اور نافہمی ہے۔ کیونکہ اب تک کسی عالم حنفی نے نہ یہ فعل کیا ہے اور نہ ہی اسپر فتویٰ دیا ہے اور علاوہ اسکے ابو المکارم نے لکھا ہے کہ کتا نجس العین اور صحیح یہ ہے کہ کتا نجس العین نہیں کیونکہ اسکا شکار پکڑا ہوا کھانا جائز ہے۔ چنانچہ قاضی خاں میں ہے اور جو بعض کتب فقہ حنفیہ میں لکھا ہے کہ اگر چمڑہ کتے کا دباغت دیا گیا ہو تو اسمیں نماز پڑھنا جائز ہے تو اسکا جواب چند وجہ پر دیا جاتا ہے۔ اول تو یہ روایت مجروح اور ضعیف ہے۔ جو کہ قابل عمل نہیں۔ چنانچہ کتاب نصرۃ المجتہدین صفحہ ۲۴۳ میں مذکور ہے۔ مَا وَقَعَ فِیْ بَعْضِ الرِّوَايَاتِ الضَّعِيْفَةِ الْمَرْجُوْحَةِ مِنْ جَوَازِ لُبْسِ جُلُوْدِ السِّبَاعِ فَذٰلِكَ اِنَّمَا هُوَ ضَرُوْرَةٌ وَدَفْعُ الْحَرَجِ عَمَّنْ لَّا يَجِدُ غَيْرَهَا وَاَمَّا مَعَ وُجُوْدِ الثِّيَابِ فَلَمْ يَقُلْ بِجَوَازِ لُبْسِهَا اَحَدٌ وَّلَمْ يُذْكَرْ فِيْ كُتُبِنَا الخ یعنی جو بعض روایات ضعیفہ مرجوحہ میں ہے کہ درندوں کا چمڑہ پہننا درست ہے پس وہ حکم بوقت ضرورت ہے۔ اس شخص کے حق میں جسکو اور کوئی چیز ستر چھپانے کے واسطے نہ ملے اور بوقت کپڑوں کے ملنے کے کسی حنفی نے اسکے جواز کا حکم نہیں دیا۔ اور نہ کسی کتب حنفیہ میں اسکا ذکر ہے الخ اور بوقت اشد ضرورت تو مردار و لحم خنزیر بھی مباح ہے خود قرآن مجید شاہد ہے۔ ترمذی میں حدیث ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اَيُّمَا اِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ یعنی جس قسم کا چمڑہ دباغت دیا جاوے گا وہ بیشک پاک ہو جائیگا۔ الخ۔ اب حضرات غیر مقلدین کو چاہیئے کہ انکی ضعیف اور مرجوحہ روایت پر فقہ حنفیہ میں جو درج ہے اعتراض نہ کریں اور خود اپنے مذہب کی کتابوں کو بھی دیکھیں اور جواب دیں وہو ہذا اَيُّمَا اِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ۔ شَعْرُ الْاِنْسَانِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيْرِ طَاهِرٌ۔ کنز الحقائق صفحہ ۱۳۔ یعنی کہا وحید الزمان نے کہ دباغت سے آدمی کے بال و چمڑا مردار و سور کا بھی پاک ہو جاتا ہے۔ اور اسی صفحہ میں لکھا ہے کہ لعاب و پسینہ کتے کا بھی ایک قول میں پاک ہے۔ اور طریقہ محمدیہ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ اگر پانی قلیل ہو تو نجاست پڑنے سے پلید نہیں ہوتا۔ اور فتح المغیث صفحہ ۵۲ میں لکھا ہے کہ اگر بلی یا کتا یا سور کنوئیں میں گر کر مر جائے یا ایک لوٹا یا پیالہ یا گھڑے میں اسقدر گوبر یا موت یا شراب یا کوئی نجس شے پڑ جائے جس سے اسکا رنگ اور بو اور مزہ نہ بدلنے پائے یا اس میں کتا یا سور منہ ڈالے تو وہ پانی پاک اور پاک کرنے والا ہے۔ وضوء نماز اس سے درست اور پینا اسکا جائز اور طریقہ محمدیہ صفحہ ۷ سے

صاحب فتح المبین صفحہ ۵۶؟ میں بایں طور لکھا ہے۔ وہو ہذا۔ بول پسر شیر خوار اور پیشاب اور گوبر سوئر کا اور بول کتے اور گدھے اور گھوڑے اور خچر اور بندر اور ریچھ اور بھیڑئیے اور بلی اور شیر وغیرہ حیوانات کا و برازہ چربی و خون و منی و شراب یہ سب چیزیں پاک ہیں۔ نقل از فتح المغیث صفحہ ۵۔ پس اب حضرات غیر مقلدین اس پر عمل کریں اور اپنے بال بچوں اور بیبیوں کو بھی یہ تعلیم دیں۔ اور ہم مذہب حنفیہ کو مہربانی فرماکر قرآن مجید و حدیث صحیح سے انکا ثبوت دیں۔ فقط۔

سوال: کوئی ایسا بھی وظیفہ ہے جو ہر حاجت و ہر مراد دینی و دنیاوی کے لئے کافی ہو اور ہر مصیبت کے لئے مشکلکشا ہو۔؟

جواب: بیشک ایسے بہت سے وظائف ہیں۔ لیکن بندہ کے نزدیک وظیفہ یَا شَیْخ عَبْدُ الْقَادِرُ جِیْلَانِیْ شَیْئًا لِلّٰہِ کا بہت اعلیٰ اور ہر ایک امر اور ہر ایک مصیبت و رفع بلیات کے لئے تیر بہدف ہے۔ اور بندہ نے کئی بار تجربہ کیا ہے۔ اور اسکی ترکیب یہ ہے پہلے دو رکعت نماز نفل بنیت طلب حاجت پڑھے اور ہر دو رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھے اور سلام کے بعد سر بسجود ہو کر یہ کلمات پڑھے۔ یَا شَیْخَ الثَّقَلَیْنِ یَا قُطْبَ الرَّبَّانِی یَا مَحْبُوْبَ السُّبْحَانِیْ یَا مُحْیَ الدِّیْنِ اَبَا مُحَمَّدٍ سَیِّدْ عَبْدُ الْقَادِرُ جِیْلَانِیْ اَغِثْنِیْ وَامْدُدْنِیْ فِیْ قَضَاءِ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ۔ پھر کھڑا ہو کر بغداد کیطرف گیارہ قدم چلے اور ساتھ ہر قدم کے باآواز بلند یہ کلمات پڑھے یَا شَیْخَ الثَّقَلَیْنِ یَا قُطْبَ الرَّبَّانِیْ یَا غَوْثَ الصَّمَدَانِیْ یَا مَحْبُوْبَ السُّبْحَانِیْ اَبَا مُحَمَّدِنِ السَّیِّدُ عَبْدُ الْقَادِرُ جِیْلَانِیْ اور بعد ازیں مراقبہ کرے اور مراقبہ میں ایک سو ساٹھ بار کلمۂ توحید پڑھے پھر سجدہ کرے۔ اور سجدہ میں یہ کلمات تیس ۳۰ بار پڑھے یَا رُوْحَ الْقُدُسِ وَیَا جُنُوْدَ اللّٰہِ وَعِبَادَ اللّٰہِ اَغِیْثُوْنِیْ وَامْدُدُوْنِیْ فِیْ قَضَاءِ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ اٰمِیْنَ اٰمِیْنَ؛ اور ان کلمات کے پڑھنے سے پہلے خوشبودار دھونی دہکا دے۔ اور گیارہ مسکینوں کو حسب طاقت کھانا کھلاوے یا صدقہ دیوے۔ اور یہ کام بوقت شب بطہارت بدن و لباس و جگہ صاف اور گوشہ میں کرے۔ اور اپنے پاس خوشبوئی بھی رکھے۔ انشاء اللہ جس کام کے لئے اور جس نیت سے اس کو بطریقہ مذکورہ بالا پڑھے گا وہ بفضل خدا پورا ہوگا اور قلب بھی منور ہو جائے گا۔ اور اسکی اجازت عزیزان و خریداران فتاویٰ ہذا کے لئے ہے۔ بیشک آزمائیں اور فقیر کو دعا دیں۔ اور اسکے جواز کا ثبوت جلد اول میں مفصل گذر چکا ہے۔ اور کتاب تکملہ امام یافعی و بہجۃ الاسرار و تفریح الخاطر صفحہ ۶۸ اور کتاب نور ربانی علامہ بہروی صفحہ ۵۶ بحوالہ قصیدۂ شیخ عبدالقادر جیلانی سے بایں طور لکھا ہے

ابیات

وَمُرِیْدِیْ اِذَا دَعَانِیْ بِشَرْقٍ اَوْ بِغَرْبٍ اَوْ نَازِلٍ بِحَرِّ طَامٍ

اَغِثْهُ لَوْ کَانَ فَوْقَ هَوَاءٍ ، اَنَا سَیْفُ قَضَاءٍ لِکُلِّ خِصَامٍ
اَنَا فِی الْحَشْرِ شَافِعٌ لِمُرِیْدِیْ ، عِنْدَ رَبِّیْ فَلَا یُرَدُّ کَلَامِیْ
اَنَا شَیْخٌ وَصَارِمٌ وَوَلِیٌّ ، اَنَا قُطْبٌ وَقِدْوَةٌ لِلْاَنَامِ
اَنَا عَبْدُ الْقَادِرِ طَابَ وَقْتِیْ ، جَدِّیْ الْمُصْطَفٰی شَفِیْعُ الْاَنَامِ
فَعَلَیْهِ الصَّلٰوةُ فِیْ کُلِّ وَقْتٍ ، وَعَلٰی اٰلِهٖ بِطُوْلِ الدَّوَامِ

ترجمہ: یعنی میرا مرید جب پکارے مجھ کو مشرق میں یا مغرب میں یا تلے دریا چڑھے ہوئے کے اسکی فریاد کو پہنچوں گا۔ اگر ہوا اوپر ہوا کے۔ میں تلوار ہوں قضاء کی واسطے ہر خصومت کے میں قیامت میں سفارش کرنے والا ہوں اپنے مرید کا اپنے رب کے پاس۔ سو میری کلام نہ رد کی جائے گی۔ میں شیخ الاسلام ہوں۔ اور مقبول عند اللہ۔ اور دوست خدا۔ میں قطب ہوں اور پیشوائے خلق ہوں۔ میں عبد القادر ہوں۔ خوش ہوا وقت میرا۔ جد میری مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو شفاعت کرنے والے ہیں خلق کے۔ پس ان پر صلوات ہر وقت ہو۔ اور ان کی آل پر بھی ساتھ درازی دوام کے فقط اللھم اغفرلی ولمن سعٰی۔

ان اعتراضوں کے جواب جو میرزائی اہلسنت والجماعت پر کرتے ہیں

استفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرح متین مسائل ذیل میں جو نمبروار درج کئے جاتے ہیں۔

۱ : حضرت عیسٰی علیہ السلام جسم عنصری سے آسمان پر اٹھائے گئے یا صرف روح؟

۲ : حضرت عیسٰی علیہ السلام ابتک زندہ ہیں یا نہیں۔ اگر زندہ ہیں تو کیا کھاتے ہیں کیونکہ انسانی زندگی کا مدار اسی پر ہے؟

۳ : حضرت عیسٰی علیہ السلام کا نزول آسمان سے کب ہوگا اور کس شریعت پر انکا عمل ہوگا۔ اور اپنے آپکو نبی کہلائیں گے یا امتی؟

۴ : حضرت عیسٰی علیہ السلام کس ذریعہ سے آسمان پر گئے۔ ہوایا بجلی یا کسی تخت پر سوار ہو کر چلے گئے؟

۵ : حضرت عیسٰی علیہ السلام کہاں دفن ہونگے اور کتنی مدت دنیا میں رہیں گے؟

۶ : حضرت عیسٰی علیہ السلام کی حیات ونزول آسمانی سے انکار کرنا کفر ہے یا نہیں؟

۷ : نبی اور رسول میں کیا فرق ہے؟ اور خلیفہ کے کیا معنی اور اسکی تعریف کیا ہے؟

۸ : مجدد کے کیا معنے اور کسکو کہتے ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی نے جو دعویٰ کیا کہ میں نبی اور رسول اور مجدد زمان اور کرشن جی ہوں اب اسکو کیا مانا جاوے مسلمان یا اسکے برعکس یا اسکے دعویٰ کے موافق؟

۹ : مرزا صاحب کو کوئی شخص نبی یا رسول یا مجدد و کرشن جی مانے یا صرف اسکے افعال کو اچھا سمجھے تو ایسے شخص کا مذبوحہ یا ایسے شخص کے ساتھ کھانا پینا یا ناطہ لینا دینا از روئے مذہب اہلسنت والجماعت جائز ہے یا نہیں۔ قرآن و حدیث سے بلا تاخیر تحریر فرمائیں۔

جواب ۱ : حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی ہوا ہے نہ کہ صرف روحانی۔ کیونکہ قرآن شریف میں روح کا ذکر نہیں صرف قتل و صلیب کی تردید کی گئی ہے کہ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو نہ انہوں نے قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا۔ اس نص قرآنی سے رفع جسمانی ثابت ہے۔ کیونکہ قتل اور صلیب کا فعل جسم پر وارد ہوتا ہے نہ کہ روح پر۔ پس جس چیز کو قتل اور صلیب سے بچایا اسی کو اٹھایا۔ اور روح کو نہ کوئی قتل کر سکتا ہے اور نہ صلیب پر چڑھا سکتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ جسم کا رفع ہوا کیونکہ قتل اور صلیب سے جسم ہی بچایا گیا۔ (۲) جسم و روح مرکبی حالت کا نام عیسیٰ تھا۔ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ میں جو ضمیریں ہیں وہ حضرت عیسیٰ جو کہ روح و جسم دونوں کی مرکبی حالت کا نام ہے انکی طرف راجع ہیں۔ جب عیسیٰ مرکبی حالت میں بچایا گیا اور اسی حالت میں اٹھایا گیا تو ثابت ہوا کہ رفع جسمانی ہوا۔ انجیل میں لکھا ہے کہ مسیح شاگردوں کو دعا دیتا ہوا اور شہد و روٹی کھاتا ہوا اٹھایا گیا جس سے ثابت ہوا کہ جسمانی ہوا۔ کیونکہ صرف روح نہ کھاتا ہے اور نہ ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتا ہے پس جسم مع روح کا رفع بحالت زندگی ہوا چنانچہ شیخ شہاب الدین المعروف ابن حجر تلخیص الحبیر مطبوعہ دہلی مطبع انصاری جلد ۲ صفحہ ۳۱۹، ۳۲۰ پر لکھتے ہیں وَاَمَّا رَفْعُ عِیْسٰی فَاتَّفَقَ اَصْحَابُ الْاَخْبَارِ وَالتَّفْسِیْرِ عَلٰی اَنَّهٗ رُفِعَ بِبَدَنِهٖ حَیًّا۔ یعنی اس پر اتفاق ہے حدیثوں اور تفسیروں کا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی بدن کے ساتھ بحالت زندگی اٹھائے گئے۔

جواب ۲ : حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں جیسا کہ اجماع سے ثابت ہے حیًّا اٹھایا گیا۔ اسکے کھانے پینے اور بول و براز کا جواب یہ ہے کہ آسمانی کرہ ہر ایک زمین سے کئی حصے زیادہ ہے اور جدید علم حکمت سے ثابت ہے کہ ہر ایک دنیاوی اشیاء آسمانی تاثیرات سے معرض ظہور میں آتی ہیں اور اللہ تعالے فرماتا ہے وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ یعنی تمہارا رزق یعنی روزی آسمان میں ہے۔ دوم حضرت آدم علیہ السلام کا ہبوط آسمان سے نصوص قرآنی سے ثابت ہے پس جو کھانا پینا وغیرہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کو ملتا تھا وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملتا ہے۔ یہ کیونکر ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کھانا نہیں ملتا اور بھوکے رہتے ہیں۔ کوئی آسمان پر گیا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کی شکایت سُن آیا ہے تو بتا دے یہ صرف علوم حکمت و فلسفہ سے ناواقفیت کا باعث ہے کہ ایسے ایسے اعتراض کئے جاتے ہیں۔ جب آسمان پر ہیولےٰ یعنی مادہ اور عناصر موجود ہیں تو آسمانی مخلوق کو رزق کا ملنا کیا قیاس فاسد ہے جب کہ علوم جدیدہ سے ثابت ہوگیا ہے کہ مریخ چاند و سورج وغیرہ اجرام فلکی میں نہریں اور جنگل ہیں اور آبادیاں ہیں تو یہ اعتراض بالکل غلط ہے کہ عیسیٰ کھانا کہاں سے ہوگا۔ سوم جب نص قرآنی سے ثابت ہے کہ بنی اسرائیل کے واسطے خوانچہ بالکل تیار پکا پکایا آسمان سے نازل ہوتا تھا تو پھر ایسے ایسے اعتراض مضامین قرآنیہ سے ناواقفیت کا باعث ہے:

جواب ۳: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کی دس نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ حضرت عیسیٰ کا نزول۔ دابۃ الارض کا نکلنا۔ دجال کا خروج وغیرہ وغیرہ پس جب قیامت آنے کو ہوگی تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی ہوگا۔ معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کو دیکھا تو قیامت کے بارہ میں گفتگو ہوئی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پہلے بات حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ڈالی گئی انہوں نے فرمایا کہ مجھ کو خبر نہیں پھر بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ڈالی گئی انہوں نے فرمایا کہ قیامت کی تو مجھ کو بھی خبر نہیں مگر اللہ تعالیٰ کا میرے ساتھ عہد ہے کہ میں زمین پر جا کر دجال کو قتل کروں گا۔ اس حدیث سے ثابت ہے کہ قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ اور دجال بھی نکلے گا۔ پس ثابت ہوا کہ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ اور اسکا علم اللہ تعالیٰ کو ہے ۱۲۔

جواب ۴: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی بذریعہ بدلیوں کے ہوا جیسا کہ انجیل اعمال باب آیت ۹ میں لکھا ہے یہ کہکے اونکے دیکھتے ہوئے اوپر اٹھایا گیا۔ اور بدلی نے اسے انکی نظروں سے چھپا لیا یہ بدلی کا لفظ ثابت کر رہا ہے کہ رفع جسمانی ہوا ورنہ روح کے واسطے بدلی کا ہونا بالکل فضول ہے۔ کیونکہ روح خود عالم علوی سے ہے اور تمام جہان جانتا ہے کہ روح اٹھانے کے واسطے کبھی بدلی نہیں آئی۔ پس مسیح آسمان پر بدلی کے ذریعے سے اٹھایا گیا ہے۔

جواب ۵: حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۴۵ برس زمین پر رہ کر پھر فوت ہونگے اور مدینہ منورہ میں دفن ہونگے جیسا کہ حدیث کے الفاظ میں فَیُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام میرے مقبرہ میں مدفون ہوں گے۔ چونکہ گنجائش ان مختصر جوابوں میں اسقدر نہیں کہ تمام حدیثیں لکھی جاویں۔ اگر کسی نے انکار کیا تو پھر پوری پوری حدیثیں لکھی جائیں گی۔

جواب ۶: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول شرائط الساعۃ میں سے ایک شرط ہے یعنی قیامت کی نشانیوں میں سے

ایک نشانی ہے۔ جیساکہ قرآن مجید میں ہے اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کی دس نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اور یہ مسئلہ اصول ہے کہ اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ یعنی جب شرط فوت ہو تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے۔ جب نزولِ عیسیٰ علیہ السلام شرط ہے قیامت کی جب شرط یعنی نزول عیسیٰ سے انکار ہوا تو مشروط یعنی قیامت سے بھی انکار ہوا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ قیامت کا انکار کفر ہے۔ پس ثابت ہوا کہ نزولِ عیسیٰ کا منکر منکرِ قیامت ہے۔ اور قیامت کا منکر ہرگز مسلمان نہیں۔ نزول کے واسطے حیات شرط ہے کیونکہ طبعی مردے کبھی واپس نہیں آتے۔ زندہ شخص دوبارہ واپس آسکتا ہے جس سے ثابت ہے کہ حیات مسیح کا منکر نزول اصالتاً کا منکر ہے اور کافر ہے

جواب: نبی و رسول میں یہ فرق ہے کہ نبی صاحبِ کتاب و شریعت نہیں ہوتا۔ اور رسول صاحبِ شریعت ہوتا ہے۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اپنی کتاب فصوص الحکم فصل ۱۲ میں لکھتے ہیں۔ نبی وہ ہے جو خلق کے پاس ہدایت کے لئے اور اس کمال کے راستہ بتلانے کے لئے بھیجا گیا ہو جو حضرت علمیہ میں اونکے اعیان ثابتہ کے استعداد کے مقتضاء پر ان کے لئے مقدر ہے۔ اور وہ نبی کبھی صاحب شریعت ہوتا ہے جیسے رسل علیہم السلام ہیں۔ اور کبھی صاحبِ شریعت جدید نہیں ہوتا بلکہ پہلی ہی شریعت میں اوسکے حقائق کو اونکی استعداد کے موافق تعلیم کرتا ہے۔ جیسے بنی اسرائیل کے انبیاء ہیں انتہی، شیخ اکبر کی عبارت سے صاف ظاہر ہے رسول صاحبِ شریعت جدید ہوتا ہے اور نبی صاحبِ شریعت جدید نہیں ہوتا۔ یعنی نبی صرف نبی ہوتا ہے اور رسول نبی بھی ہوتا ہے اور رسول بھی۔ خلیفہ تو صاحب حکومت ہوتا ہے اور حدود شریعت کا نگہبان ہوتا ہے وہ رسول و نبی نہیں ہوتا۔ بعد خاتم خاتم النبیین کے صرف خلفاء ہونگے۔ جو شریعت کی حفاظت کریں گے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل ادب سکھائے جاتے تھے نبیوں سے۔ جب ایک نبی فوت ہوتا تو دوسرا نبی مبعوث ہوتا۔ مگر چونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے یعنی غیر تشریعی نبی جو شریعت سابقہ کی پیروی کرے اور خود بھی نبی کہلائے نہ ہوگا اسلئے میری اُمّت کے امیر یا خلیفے یعنی بادشاہ حدود شریعت کی نگہبانی کریں گے + اور چونکہ میں خاتم النبیین ہوں اسواسطے نبی کوئی نہیں کہلائے گا۔ مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث ہے مفصل دیکھنا ہو تو دیکھ لیں۔ اور خلیفوں کی صفات وغیرہ کا بھی ذکر اُسی کتاب میں ہے۔ یہاں گنجائش نہیں کہ صفات خلیفہ بھی لکھی جائیں۔ مختصر یہ کہ بزدل نہ ہو بہادر ہو۔ تاکہ جنگ میں بھاگ نہ جائے۔ اور اس قابل ہو کہ بیرونی دشمن اسلام کا مقابلہ کر سکے۔ اور جنگ سے ہرگز نہ گھبرائے اور حدود شریعت کی نگہبانی کر سکے۔ اور حدود جاری کرے تاکہ ملک میں امن قائم رہے۔

جواب: مجدد کی تعریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی فرمادی ہے کہ مَنْ یُّجَدِّدُ لَهَا دِیْنَهَا یعنی مجدد

ہر ایک صدی کے سر پر ہوا کرے گا۔ جو دین اسلام کو تازہ کردیا کرے گا۔ مرزا صاحب غلام احمد قادیانی ہرگز مجدد نہ تھے کیونکہ انہوں نے دین محمدی کو ہرگز تازہ نہیں کیا اور نہ ہی کسی مردہ سنت نبوی کو زندہ کیا۔ بلکہ دین عیسوی کو زندہ کیا۔ اور عیسائیوں کے مسئلہ ابن اللہ کی تصدیق کی دیکھو الہام مرزا صاحب اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ وَلَدِیْ یعنی اے مرزا تو ہمارے ولد یعنی بیٹے کی جا بجا ہے۔ دیکھو صفحہ ۸۶ حقیقۃ الوحی۔ دوسری طرف مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ میں مثیل عیسیٰ ہوں۔ اور عیسیٰ بقول عیسائیوں کے خدا کا بیٹا ہے تو مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا ہونا اپنے الہام سے ثابت کر دیا۔ کیونکہ جب مثیل عیسیٰ بمنزلہ یعنی بجائے خدا کے بیٹے کے ہے تو اصل عیسیٰ ضرور اصلی بیٹا خدا کا ثابت ہوا۔ کیونکہ جب مثیل مسیح کو خدا کہتا ہے کو تو میرے بیٹے کی جا بجا ہے تو ثابت ہوا کہ اصل مسیح خدا کا اصل بیٹا ہے۔ مجدد دین محمدی تو نص قرآنی لَمْ یَلِدْ وَلَمْ بر خلاف ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ خدا نے مجھ کو الہام کیا ہے کہ تو میرے بیٹے کی جا بجا ہے۔ پھر مرزا صاحب نے مجسم خدا جو کہ عیسائیوں کا مسئلہ تھا اسکو تازہ کیا ہے کہ آپ اپنی کتاب البریہ صفحہ ۷۹ پر لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔ جب مرزا صاحب خود خدا بن گئے تو عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ثابت ہونے میں کیا شک رہا۔ کیونکہ جب حضرت عیسیٰ کا مثیل خدا بنگیا۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بغیر باپ پیدا ہوئے کیونکر نہ خدا بن گئے۔ پھر مرزا صاحب نے یہ غضب کیا کہ خدا کے نطفہ سے حقیقی صلبی بیٹے بن بیٹھے۔ چنانچہ اپنی کتاب اربعین نمبر۳ کے صفحہ ۳۴ پر لکھتے ہیں۔ کہ خدا نے مجھ کو الہام کیا کہ اَنْتَ مِنْ مَّاءِ نَا وَھُمْ مِنْ فَشَلٍ۔ یعنی اے مرزا تو ہمارے پانی (نطفہ) سے ہے اور وہ لوگ خشکی سے۔ اس الہام میں تو مرزا صاحب حضرت عیسیٰ اور عیسائیوں کو بھی مات کر گئے اور خدا کے حقیقی بیٹے بن گئے اب آپ خود فیصلہ کریں کہ مرزا صاحب دین محمدی کے مجدد ہیں یا دین عیسوی کے جن جن باطل مسائل کو ۱۳ سو برس سے اہل اسلام نے مٹایا تھا وہ مرزا صاحب نے اسلام میں داخل کئے اور پھر مجدد دین محمدی ؎

کارِ شیطاں میکند نامش ولی ، گر ولی اینست لعنت بر ولی

اگر یہی مجدد کا نشان ہے تو بیشک ایسے مجدد کا نہ آنا امت محمدی کے واسطے بہتر ہے۔ پھر مرزا صاحب کا دعوی کرشن ہونیکا بھی ہے۔ یعنی وہ کہتے ہیں کہ خدا نے مجھ کو الہام کیا کہ ہے اور گوپال تیری مہماں گیتا میں لکھی گئی ہے۔ دیکھو لیکچر سیالکوٹ۔ اگر مرزا صاحب کا یہ الہام سچ ہے تو پھر مرزا صاحب کھلے بندوں اسلام سے خارج ہیں کیونکہ کرشن جی کا اوتار مرزا صاحب تب ہی ہو سکتے ہیں جب ان کے مذہب کی پیروی کریں۔ اور کرشن جی کا مذہب یہی تھا جو آجکل آریہ صاحبان اہل ہنود کا ہے یعنی قیامت سے انکار اور آواگون یعنی تناسخ کا اقرار۔ اور قیامت کا انکار صریح کفر ہے پس مرزا صاحب اپنے مقرر کردہ اصول سے کہ میں متابعت تامہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے باعث محمد ہو گیا ہوں درستی اصول کی پابندی سے یعنی متابعت

تامہ کرشن سے کرشن ہوئے۔ جب کرشن ہوئے تو تناسخ کے قائل ہوئے اور کافر ثابت ہوئے۔ میں نیچے کرشن جی کا مذہب لکھتا ہوں، شری کرشن جی ارجن کو فرماتے ہیں سوچ تو ہم تم اور سب راجے مہاراجے کبھی تھے یا نہیں۔ آئندہ ان کا کیا جنم ہوگا ہم سب گذشتہ جنموں میں بھی پیدا ہوئے تھے۔ اور اگلے جنموں میں بھی پیدا ہوں گے۔ جسطرح انسانی زندگی میں لڑکپن جوانی اور بڑھاپا ہوا کرتا ہے اسی طرح انسان بھی مختلف قالب قبول کرتا ہے۔ اور پھر قالب کو چھوڑ دیتا ہے دیکھو گیتا مصنفہ کرشن جی مہاراج اشلوک ۲۲ ادھیائے دام۔ شیخ فیضی نے بھی گیتا کا ترجمہ کیا ہے وہ بھی سن لو۔

زکارِ نکو میرود در بہشت ، بقعرِ جہنم بردہ کارِ زشت
بقیدِ تناسخ کند داد رش ، بانواع قالب دروں آردش
بہ بتہائے معبود در میروند ، بجسم سگ و خوک در میروند

صفحہ ۳۶ گیتا مترجمہ فیضی تقطیع خورد۔ اب صاف ہو گیا کہ کرشن جی قیامت کے منکر تھے جب مرزا صاحب بھی قیامت کے منکر ہوئے تو کافر ہوئے۔ کیونکہ متابعت تامہ سے یہ درجہ پایا ہے اور متابعت تامہ یہ ہے کہ پورا پورا پیرو ہو پس کرشن جی کی پیروی یہی ہے کہ قیامت سے انکار کیا جائے اور تناسخ مانا جاوے وغیرہ وغیرہ۔

جواب ۹: جب مرزا صاحب اصول اسلام کے پابند ہی نہیں رہے جس امر کیواسطے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے اور قیامت کی خبر دیتے آئے۔ اور تناسخ کی تردید کرتے آئے۔ پھر جب مرزا صاحب نے قیامت سے انکار کر دیا تو مسلمان کیسے؟ اب تو یہ معاملہ ہے مصرع: جس جگہ تھا نور ایماں اب وہاں ہے آواگون یعنی تناسخ۔ اور مرزا صاحب کے مرید بھی اسی اعتقاد کے ہوں گے۔ کیونکہ پیر و مرید کا اعتقاد ایک ہی ہوتا ہے۔ پس اگر مرزا صاحب کا یہ الہام سچا ہے کہ میں کرشن ہوں تو پھر ہرگز مسلمان نہیں اور مریدوں کو بھی ساتھ ہی لے ڈوبے ہیں۔ پس ان سے لین دین اور معاملات مسلمانوں والے نہیں ہو سکتے۔ تاوقتیکہ توبہ نہ کریں اور تجدید اسلام نہ کریں۔ المجیب الجواب صحیح
پیر بخش صاحب پوسٹماسٹر نظام الدین ملتانی

بحث شیعہ

دنیا بھر کے اہلِ تشیع صاحبان اصحاب ثلاثہ کے حق میں ہمیشہ زہر اگلا کرتے ہیں اور ان کے اعتراضوں کے جواب باصواب ان کی ہی کتابوں سے مکرر سہ کرر اہل سنت و جماعت کیطرف سے دیئے جا چکے ہیں۔ مگر پھر بھی یہ لوگ اپنی کرتوتوں سے باز نہیں آتے۔ چنانچہ وزیرآباد کے شیعہ صاحبان نے بھی آجکل ایک ایسا انوکھا اعتراض کیا ہے جس کا نہ سر نہ

پاؤں۔ خدا کے فضل سے ہم نے اس اعتراض کا جواب نہایت سنجیدگی اور متانت سے انکی ہی کتابوں سے ایسا دیا ہے کہ شائقین پڑھ کر خود داد دینگے۔ اور اچھی طرح سے معلوم کریں گے کہ شیعہ صاحبان ہمیشہ اوٹ پٹانگ ڈینگیں مارتے رہے ہیں۔ وہ اعتراض یہ ہے کہ جو عنایت علی شاہ صاحب وزیر آبادی مؤلف کتاب تربیت اولاد نے کیا ہے وہ عبارت ہم بعینہٖ لفظ بلفظ درج ذیل کرتے ہیں۔ شائقین ان کی علمی لیاقت کی مزید داد دیں اور ان کی املاء کو پڑھ کر ان کی علمیت کا گیت گائیں اور وہ یہ ہے "جناب رسالت مآب کا جنازہ اصحاب ثلاثہ نے قبل از دفن ہونے آنحضرت صلعم نہ پڑھا۔ اور یہ بات کسی معتبر حدیث اہل سنت۔ اہل حدیث یا شیعہ سے ثابت ہو تو میں مذہب عشا عشری قطعاً ترک کردوں گا (نوٹ) میرے عقیدہ میں اصحاب ثلاثہ دشمن رسول تھے" سیّد عنایت علی۔

جواب: آیئے شیعہ صاحبان اور بگوش ہوش ہو کر سنیئے۔ آپ کے مذہب کی کتاب معتبر جلاء العیون میں بایں طور آپ کے افتراء کا جواب تحریر ہے کہ وقت نماز جنازہ حضرت رسول خدا ابوبکر نے چاہا کہ پیش امام ہو۔ امیر المومنین نے ہٹا دیا ہے۔ اور خود امامت کی۔ بعد اسکے اجازت دی۔ اصحاب دس دس داخل ہوتے اور درود بھیجتے تھے۔ یہاں تک کہ اہل مدینہ و اطراف مدینہ حضرت پر درود بھیجتے تھے الخ اور ایسا ہی کتاب اظہار الہدیٰ صفحہ ۲۰۵ میں ہے۔ اور اصول کافی ۲۳۶ معتبر کتاب شیعہ امام جعفر علیہ السلام سے مذکور ہے عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا قُبِضَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ صَلَّتْ عَلَیْہِ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالْمُھٰجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ فَوْجًا فَوْجًا الخ یعنی کہا حضرت امام جعفر محمد باقر نے کہ جب آنحضور علیہ السلام نے انتقال فرمایا تو تمام ملائکہ و تمام مہاجرین و انصار نے فوجاً فوجاً نماز جنازہ آپ کی ذات پر پڑھی۔ اور کتاب اخبار ماتم جلد اول صفحہ ۶۵ میں بھی لکھا ہے عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ النَّاسُ کَیْفَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْہِ فَقَالَ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَمَامُنَا حَیًّا وَّمَیِّتًا فَدَخَلُوْا عَلَیْہِ عَشْرَۃً عَشْرَۃً فَصَلُّوْا عَلَیْہِ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَلَیْلَۃَ الثُّلَثَاءِ حَتّٰی الصُّبْحِ وَیَوْمَ الثُّلَثَاءِ حَتّٰی صَلّٰی عَلَیْہِ صَغِیْرُھُمْ وَکَبِیْرُھُمْ وَذَکَرُھُمْ وَاُنْثَاھُمْ وَنَوَاحِی الْمَدِیْنَۃِ بِغَیْرِ اِمَامٍ الخ یعنی کہا امام جعفر نے کہ لوگوں نے آپس میں کہا کہ آپ کی فات کا جنازہ کیونکر پڑھیں گے پس کہا حضرت علی مرتضیٰ نے کہ آپکی ذات حیاتی و مماتی میں ہماری امام ہے۔ لہذا آپ کی ذات پر دس دس آدمی کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھو پس روز دو شنبہ نماز شروع ہوئی سہ شنبہ و منگل تک برابر بارہ پہر تک نماز اسی صورت میں ہوتی رہی اور تمام چھوٹوں اور بڑوں اور عورتوں اور مردوں نے اور تمام گرد و نواح مدینہ والوں نے بغیر امام کے نماز ادا کی۔ اور کتاب اہلسنت شمائل ترمذی صفحہ ۳۰ کے حاشیہ پر بایں طور مسطور ہے۔ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ یَدْخُلُ

قَوْمٌ فَوْجًا فَوْجًا وَكُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ يُصَلِّيْ عَلَيْهِ عَلَيْحِدَةً وَقَالَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَا يَوُمُّ عَلَيْهِ لِاَنَّهٗ اِمَامُنَا حَالَ حَيَاتِهٖ وَاِمَامُنَا حَالَ مَمَاتِهٖ وَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَوْصٰى بِذٰلِكَ الْوَجْهِ وَقَعَ التَّاخِيْرُ فِيْ دَفْنِهٖ الخ یعنی فرمایا حضرت ابوبکر صدیق نے کہ لوگ فوج فوج داخل ہو کر آنحضور علیہ السلام کے جنازہ کی نماز ہر ایک نے ان میں سے علیحدہ علیحدہ پڑھی۔ اور کہا حضرت علی نے کہ کوئی امام نہ بنے۔ کیونکہ آپکی ذات ہماری حیات و ممات میں امام ہے۔ اور کہا حضرت ابوبکر صدیق نے اسی طرح حضور نے وصیت فرمائی تھی۔ اور اسی لئے حضور کے دفن کرنے میں دیر ہوئی۔ اور فتح المبین صفحہ ۱۴ میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے آپکے جنازہ کی نماز پڑھی الخ

پس ان عبارات سے صاف صاف معلوم ہوا کہ تمام اصحاب مہاجرین و انصار نے آپکے دفن کرنے سے پہلے نماز جنازہ کی ادا کی۔ اور اسپر یہ دلیل بھی شاہد ہے کہ جب آپکی ذات کا جنازہ تیار ہوا اور دس دس آدمی داخل ہوتے اور نماز پڑھتے تو حضرت عمر فاروق دروازہ میں کھڑے ہو کر لوگوں کو کہتے کہ خالی کرو جنازہ کو اہل اسکے کہ وہ یہ ہے نَادٰى عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ خَلُّوا الْجَنَازَةَ وَاَهْلَهَا الخ نقل از ماثبت بالسنۃ صفحہ ۱۲۴ مؤلفہ شیخ عبدالحق۔ اور اگر شیعہ صاحب کہیں کہ اصحابِ ثلاثہ تو خلافت کے جھگڑے میں مشغول رہے اور جنازہ آپکا نہ پڑھا۔ اگر پڑھا بھی تو بعد دفن کے پڑھا ہوگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ اوپر کی تمام عبارتوں سے صاف معلوم ہو چکا ہے کہ قبل از دفن آپ کے تمام صحابہ نے جنازہ ادا کیا۔ اور اگر معترض صاحب کو سمجھ نہیں آئی تو فقیر دوبارہ تحریر کر دیتا ہے کہ کتاب ماثبت بالسنۃ صفحہ ۱۱۸ میں ابن عباس سے مروی ہے کہ آپنے پیر کے روز سالہ ھ میں ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ کو انتقال فرمایا۔ تو اس الم سے حضرت عمر و عثمان و علی و تمام صحابہ دیوانوں کی طرح ہو گئے تھے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق اپنے خانہ سے دوڑتے ہوئے آئے۔ اور آپ کے چہرۂ مبارک سے کپڑا اٹھایا اور روئے اور بوسہ پیشانی مبارک کا لیا۔ اور جب انکو ہوش آئی تو ابوبکر صدیق نے کہا صبر کرو۔ اور خطبہ پڑھا اور کہا کہ یہ فناہ کا مقام ہے ہر ایک چیز ماسواء اللہ کے فنا ہونے والی ہے۔ اور اسی اثناء میں ایک محلہ بنی ساعدہ میں تنازعہ در بارۂ خلافت شروع ہوا۔ اہل مدینہ یعنی انصار کہتے کہ خلیفہ ہم سے ہونا چاہیئے۔ جبکہ حضرت عمر فاروق نے یہ بات سنی تو ابوبکر صدیق کو ساتھ لے کر بنی ساعدہ یعنی سعد بن عبادہ کے گھر مشورہ کے لئے تشریف لائے۔ اور وہاں تمام مہاجرین و انصار سے گفتگو کی۔ اور تمام مہاجرین و انصار نے ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر خلیفہ اول نے منبر پر خطبہ پڑھا۔ اور حضرت علی اور زبیر کو بھی طلب کیا۔ اور انہوں نے بڑی خوشی سے خلیفہ اول کی بیعت کی۔ اور یہ بہت صحیح ہے نقل از تفریح الاحباب صفحہ ۳۴۔ اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے کتاب مذکورہ صفحہ ۱۲۶ میں لکھا ہے کہ جب یہ مقدمہ طے ہوا تو پھر تمام اصحاب مہاجرین و انصار آپ کی تجہیز و تکفین کیطرف متوجہ ہوئے وھوہٰذا۔ وَلَمَّا فَرَغَ النَّاسُ مِنْ

بَیْعَتِہٖ اَبِیْ بَکْرٍ وَجَمَعَهُمُ اللّٰهُ وَمِمَّا اَهَمَّ بِہٖ اَصْحَابُہٗ بَعْدَ مَوْتِہٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَتَقَرَّرَ الْاَمْرَ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ اَقْبَلُوْا عَلٰی تَجْهِیْزِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْاِشْتِغَالَ بِہٖ اھ یعنی جب لوگ ابوبکر کی خلافت سے فارغ ہوئے۔ اور اللہ نے انکو متفق کردیا اور اس سے کہ جسکا صحابہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے بعد اہتمام کیا تھا اور خلافت ابوبکر پر ٹھیر گئی تو پھر حضور علیہ السلام کی تجہیز و تکفین اور اس کاروبار پر متوجہ ہوئے۔ اور سب سے پہلے تمام صحابہ سے حضرت علی وابن عباس و بنو ہاشم نے آپ پر نماز پڑھی۔ پھر مہاجرین میں سے ابوبکر صدیق وغیرہ نے۔ پھر تمام اصحاب انصار رضی اللہ عنہم نے۔ پس اب معترض شیعہ صاحب کو لازم ہے کہ اس مذہب کو چھوڑ کر توبہ خالص سے مذہب حقہ میں داخل ہو کر نجات حاصل کرے۔ اور اپنے وعدہ کو پورا کرے۔ ورنہ جواب دے تاکہ فقیر ۳ جلد میں اسکا جواب تحریر کردے
نظام الدین ملتانی بقلم خود۔

سوال: شیعہ کہتے ہیں کہ وضو میں پاؤں کا دھونا لازم نہیں صرف مسح کرنا کافی ہے کیونکہ اسی طرح قرآن شریف میں ہے۔ اب کتب شیعہ سے جواب دو۔

جواب: یہ انکی غلطی ہے۔ دیکھو کتاب استبصار معتبر شیعہ میں لکھا ہے۔ عَنْ عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ جَلَسْتُ اَتَوَضَّاءُ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حِیْنَ ابْتَدَءْتُ فِیْ وَضُوْءٍ فَقَالَ لِیْ تَمَضْمَضْ وَاسْتَنْشِقْ واسنن غَسَلْتُ وَجْهِیْ ثَلٰثًا فَقَالَ قَدْ یُجْزِیْكَ مِنْ ذٰلِكَ الْمَرَّتَانِ قَالَ غَسَلْتُ ذِرَاعِیْ وَمَسَحْتُ بِرَأْسِیْ مَرَّتَیْنِ فَقَالَ قَدْ یُجْزِیْكَ مِنْ ذٰلِكَ الْمَرَّةُ وَغَسَلْتُ قَدَمِیْ فَقَالَ لِیْ یَا عَلِیُّ خَلِّلْ بَیْنَ الْاَصَابِعِ لَا تُخَلِّلُ بِالنَّارِ الخ روایت ہے حضرت علی سے۔ کہا بیٹھا تھا میں وضو کرنے۔ پس آ گئے رسول خدا جسوقت شروع کیا میں نے وضو کو۔ پس فرمایا واسطے میرے کہ غرغرہ کر اور ناک میں پانی ڈال اور دانتوں کو صاف کر۔ پھر دھویا میں نے منہ اپنا تین بار پس فرمایا کافی ہے تجھ کو دو مرتبہ۔ پھر دھوئے میں نے کہنیوں تک ہاتھ اپنے اور مسح کیا میں نے سر کا دو مرتبہ پس کہا حضرت نے مجھ کو کافی ہے تجھکو ایک مرتبہ۔ پھر دھوئے میں نے دونوں پاؤں اپنے۔ اور فرمایا مجھے اے علی خلال کر تو انگلیوں کے درمیان تاکہ نہ خلال کیجائیں آگ سے الخ اور اسی کتاب ترتیب وضوء میں لکھا ہے اِنْ نَسِیْتَ الْمَسْحَ رَأْسَكَ حَتّٰی غَسَلْتَ رِجْلَیْكَ فَامْسَحْ رَأْسَكَ ثُمَّ غَسِّلْ رِجْلَیْكَ (یعنی کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے) اگر تو (علی) وضو میں سر کا مسح کرنا بھول جائے یہاں تک کہ تو نے اپنے دونوں پاؤں دھو لئے (اور پھر تجھے سر کا مسح کرنا یاد آ جائے) سر کا مسح کرے پھر اپنے دونوں پاؤں کو دھو۔ پس ان دلائل سے معلوم ہوا کہ پاؤں کا دھونا لازمی امر ہے۔ ورنہ حضرت علی دوبارہ پاؤں نہ دھوتے۔ اور نہ ہی آپ کی ذات بہ تعلیم تاکیداً فرماتی۔ اور علاوہ اسکے یہ جو شیعہ نے کہا ہے کہ قرآن مجید

سے بھی مسح پاؤں کا ثابت ہے۔ سو یہ کہنا ان کا محض جہالت پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں جو کلمہ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ وارد ہے اسکے معنے دھونے منہ اور ہاتھوں کے ہیں وَاَرْجُلَكُمْ فَاغْسِلُوْا کا مفعول معطوف ہے تو اس ترکیب نحوی کے مطابق بھی پاؤں دھونے کے معنے ہوئے فقط اور اگر وامسحوا برؤسکم کے متعلق ہوتا تو مجرور ہوتا۔ اور قرآن مجید میں منصوب ہے فقط۔

سوال: محرم میں تعزیہ نکالنا و گریہ زاری و سیاہ کپڑے پہننا۔ اور نوحہ کرنا۔ اور ڈھول بجانا اور غیر محرم عورتوں کا اس میں داخل ہونا جائز ہے یا حرام؟ کتب شیعہ سے جواب دو۔

جواب: یہ تمام افعال ناجائز ہیں۔ چنانچہ تفسیر عمدۃ البیان میں آیت وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ کی ذیل میں لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت امام حسین کے حق میں نازل ہوئی ہے کیونکہ جو کچھ اس آیت میں لکھا ہے وہ انکے حال پر ہی صادق آتا ہے اور رونا انکی مصیبت پر ثواب عظیم رکھتا ہے۔ لیکن اکثر آدمی محرم میں بدعتیں کرکے اپنے ثواب کو ضائع کرتے ہیں۔ باجے بجاتے اور بجولتے ہیں۔ اور مرثیوں میں جھوٹی روایتیں اپنی طرف سے ایجاد کرکے داخل کرتے ہیں۔ اور غلو کی روایتوں کو مجلس میں بیان کرکے لوگوں کے ایمان کو فاسد کرتے ہیں اور جو راگ شرع میں ممنوع ہے اسمیں مرثیوں کو پڑھتے ہیں۔ اور عورتیں بلند آواز سے مرثیوں کو پڑھتی ہیں۔ اور نامحرم ان کی آواز کو سنتے ہیں ان امور سے مومنین کو ضرور اجتناب چاہیئے اور تعزیوں میں محتاج آدمی اپنی احتیاج کی عرضیاں باندھتے ہیں اور ان میں تصویریں انسان کی بناتے ہیں۔ یہ سب فعل ناجائز اور شرک ہیں۔ الخ اور کتاب معتبر شیعہ انارۃ البصائر مطبوعہ نولکشور جلد ۲ صفحہ ۲۹۵ میں بروایت امام باقر علیہ السلام لکھا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب وفات اپنی جناب سیدہ کو فرمایا کہ فاطمہ جب میں اس عالم سے انتقال کروں تو اپنے منہ کو میرے لئے زخمی نہ کرنا۔ اور اپنے بالوں کو پریشان نہ کرنا اور واویلا نہ کہنا۔ اور میرے اوپر نوحہ نہ کرنا۔ اور نوحہ کرنے والوں کو نہ بلانا جیسا کہ عرب میں رسم تھی۔ بمن عینہ۔ اور اسی کتاب جلد ۲ صفحہ ۲۹۷ میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی ہمشیرہ زینب کو کربلا میں کہا کہ میری مفارقت پر صبر کرو۔ پس جب میں مارا جاؤں تو ہرگز منہ اپنا نہ پیٹنا اور بال اپنے نہ نوچنے۔ اور گریبان چاک نہ کرنا کہ تم فاطمہ زہرا کی بیٹی ہو جیسا انہوں نے پیغمبر خدا کی مصیبت میں صبر فرمایا تھا۔ اسی طرح تم میری مصیبت پر صبر کرنا۔ الخ۔ اور اسی طرح فروع الکافی مطبع نولکشور جلد ۱ صفحہ ۱۲۱ باب الصبر والجزع اور نیز فروع کافی جلد ۳ صفحہ ۱۶۱ میں حدیث باسناد صحیح امام جعفر صادق سے مروی ہے۔ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرْبُ الْمُسْلِمِ يَدَهٗ عَلٰى فَخِذِهٖ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ حِبَاطٌ لِاَجْرِهٖ الخ یعنی فرمایا آپ نے کہ بوقت مصیبت اپنا ہاتھ اپنی ران

پر مارنا پیٹنا اسکے اجر کو باطل کرتا ہے۔ اور کتاب من لایحضر الفقیہ باب نوادر میں بایں طور مذکور ہے مَنْ جَدَّدَ قَبْرًا اَوْ مَثَّلَ مِثَالًا فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ یعنی جس نے از سر نو قبر بنوائی یا تصویر کھینچی پس تحقیق وہ اسلام سے خارج ہوا۔ سُئِلَ الصَّادِقُ مِنَ الصَّلٰوةِ هَلْ يَلْبِسُوا السَّوَادَ فَقَالَ لَا يُصَلِّيْنَ فِيْهَا فَاِنَّهَا لِبَاسُ اَهْلِ النَّارِ وَقَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْمَا عَلَّمَ اَصْحَابَهُ لَا يَلْبِسُوا السَّوَادَ عَنْهُ فَاِنَّهَا لِبَاسُ فِرْعَوْنَ نقل از کتاب شیعہ من لایحضر الفقیہ وتکملہ اظہار الہدیٰ صفحہ ۲۴۲ یعنی سوال کیا گیا امام جعفر صادق سے کہ کیا سیاہ کپڑا پہن کر نماز پڑھیں فرمایا امام نے نہیں نماز ہوتی سیاہ کپڑے سے کیونکہ سیاہ پوشی لباس ہے اہل نار کا۔ اور کہا امیر المومنین نے سیاہ پوشی کے بارہ میں کہ سکھلایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابو نکو نہ پہنو تم سیاہ لباس کیونکہ یہ لباس فرعون کا ہے الخ پس ان دلائل معتبرہ سے معلوم ہوا کہ تعزیہ میں جو امور ظاہر ہوتے ہیں سخت حرام ہیں۔ کیونکہ اسمیں اہانت اہلبیت کی ہے۔ اگر شیعہ صاحبان یہ کہیں کہ ہمارا مقصود اہلبیت کی شجاعت اور صدمات ظاہر کرنا ہے۔ تو پھر میں کہتا ہوں کہ گھوڑے کو ننگا اور کرنا۔ ڈھول بجانا۔ راگ سے مرثیوں کا پڑھنا اور پیٹنا کیا معنے۔ اگر یہ کہیں کہ یزید کا غلبہ اور ظلم اسکا ظاہر کرنا مقصود ہے تو پھر بھی اسمیں محبوب کی ذلت اور اہانت ظاہر ہوتی ہے۔ غرضیکہ دلائل عقلیہ ونقلیہ سے یہ تمام افعال ناجائز و حرام ہیں۔ اہل اسلام کو لازمی ہے کہ ایسے اعمال فاسدہ اور افعالِ باطلہ کو دیکھنے سے بھی اجتناب و پرہیز کریں ورنہ منہم سے شمار ہوں گے۔

نوٹ } فرقہ غیر مقلدین ومرزائی وشیعہ صاحبان کو لازم ہے کہ اس سلسلہ **فتاویٰ نظامیہ** کا مطالعہ کریں۔ اور تعصب وکینہ کی پٹی آنکھوں سے اتار کر اپنے عقائد باطلہ کی درستی کریں اور برادران اہلسنت وجماعت کو بھی واضح ہو کہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر غیر مذاہب کے عقائد باطلہ کے شور و شر سے بچنے کے واسطے **سلسلہ سلطان الفقہ** کا مطالعہ کیا کریں۔ انشاء اللہ تعالےٰ تمام مسائل فقہ ضروریہ کو قرآن شریف وحدیث شریف سے دس جلدوں میں ثابت کر دیا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی ہر ایک مذہب کے اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں تاکہ کسی کو کوئی اور کتاب دیکھنے کی ضرورت نہ رہے خریدیں اور مطالعہ کر کے بد مذہبوں کے اوچھے ہتھکنڈوں سے بچیں اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو بچائیں ؛

تمت ـــــ بالخیر

حصہ ششم از فتاویٰ مناظر اسلام علامہ مولانا حضرت نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سوال: وضو میں فرض، سنتیں اور مستحب کتنے ہیں؟

جواب: وضو میں چار[۴] فرض دس[۱۰] سنتیں اور چھ[۶] مستحب ہیں۔

سوال: وہ کون کونسے ہیں؟

جواب: وضو کے چار فرض یہ ہیں اوّل[۱] منہ دھونا پیشانی کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک۔ اور ایک کان کی لَو سے دوسرے کان کی لَو تک۔ دوم[۲] ہاتھوں کا دھونا کہنیوں تک۔ سوم[۳] سر کے چہارم حصہ کا مسح کرنا۔ چہارم[۴] پاؤں کا ٹخنوں تک دھونا چنانچہ قرآن مجید پارہ ۶ سورۃ مائدہ میں مذکور ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ[۱] اِلَی الْکَعْبَیْنِ۔ یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اے ایماندارو! جس وقت تم نماز کا ارادہ کرو۔ تو اپنے منہ کو دھولو۔ اور ہاتھوں کو کہنیوں تک اور سر کا مسح کرو۔ اور پاؤں کو ٹخنوں تک دھولو۔ اور وضو کی سنتیں یہ ہیں۔ (۱) پہلے ہاتھوں کا دھونا پہنچوں تک (۲) بسم اللہ شریف کا پڑھنا۔ (۳) کلّی کرنا۔ (۴) مسواک کرنا (۵) داہڑی کا خلال کرنا (۶) ناک میں پانی ڈالنا (۷) اور ہر عضو کو تین تین بار پانی سے تر کرنا (۸) کانوں کا مسح کرنا۔ اور مستحب یہ ہیں (۱) ترتیب سے وضو کرنا (۲) پے درپے ہر عضو کو پانی سے تر کرنا۔ (۳) دائیں ہاتھ سے شروع کرنا۔ اور گردن و تمام سر کا مسح کرنا وغیرہ۔ اور ان کا ثبوت تمام کتب صحاح ستّہ وغیرہ میں موجود ہے۔ کہا ابی امامہ رضی اللہ عنہ نے تَوَضَّاءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَغَسَلَ وَجْھَہٗ وَیَدَیْہِ ثَلٰثًا وَمَسَحَ بِرَاْسِہٖ وَقَالَ الْاُذُنَانِ مِنَ الرَّاْسِ۔ نقل از ترمذی صد[۱۵] (ترجمہ) یعنی وضو کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پس دھویا آپ نے منہ کو تین بار۔ اور ہاتھوں کو تین بار اور مسح کیا سر کا۔ اور فرمایا آپ نے دونوں کان بھی شامل ہیں۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا قَالَ اِذَا تَوَضَّاْتَ فَخَلِّلِ الْاَصَابِعَ یَدَیْکَ وَرِجْلَیْکَ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جب تو وضو کرے تو ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کر۔ اور عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں طور روایت ہے رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُخَلِّلُ لِحْیَتَہٗ کہ میں نے دیکھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی ریش مبارک کا خلال کرتے ہوئے۔ نقل از ترمذی صفحہ ۱۷، نیز ابی حیتہ سے ترمذی میں بایں طور حدیث مذکور ہے قَالَ رَاَیْتُ عَلِیًّا اَنْ تَوَضَّاءَ

---

[۱] وارجلکم کا عطف فاغسلو وجوھکم وایدیکم پر ڈالنا صحیح مذہب ہے چونکہ الی الکعبین کا قرینہ دال ہے جو کہ مسح کے لئے مانع ہے
خادم شریعت

فَغَسَلَ كَفَّيْهِ حَتّٰى اَنْقَاهُمَا ثُمَّ مَضْمَضَ ثَلٰثًا وَاسْتَنْشَقَ ثَلٰثًا وَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلٰثًا وَذِرَاعَيْهِ ثَلٰثًا وَمَسَحَ بِرَأْسِهٖ مَرَّةً ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ الخ یعنی میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے دیکھا کہ اپنے اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا حتیٰ کہ انکو خوب پاک کیا۔ پھر تین دفعہ کُلّی کی اور تین دفعہ ناک میں پانی ڈالا پھر تین دفعہ منہ کو دھویا اور تین دفعہ بازوؤں کو کہنیوں تک ترکیا۔ اور ایک بار سر کا مسح کیا۔ پھر دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک دھویا۔ ‌: اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بایں طور مذکور ہے عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيْلٌ لِلْاَعْقَابِ وَبُطُوْنِ الْاَقْدَامِ مِنَ النَّارِ۔ یعنی ایک روز آپ نے مکہ سے مدینہ شریف کیطرف سفر فرمایا تو کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم آگے چلے آئے اور ایک جگہ انتظاری کرنے لگے۔ کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آجائیں تو مل کر نماز ادا کی جائے۔ یہاں تک کہ انتظار میں عصر کی نماز کا وقت فوت ہونے لگا۔ پس نماز کے فوت ہوجانے کے خوف سے جلدی جلدی وضو کیا اور اچھی طرح سے پاؤں کو نہ دھویا۔ کچھ تر ہوئے اور کچھ خشک رہے۔ اتنے میں حضور علیہ السلام تشریف لے آئے۔ آپنے ان کا یہ حال دیکھتے ہی فرمایا وَيْلٌ لِلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ ہلاکت ہے واسطے ایڑیوں کے آگ سے۔ اور ایسا ہی حدیث متواترہ سے پاؤں کا دھونا ثابت ہے۔ اور اس سے کسی صحابی کو انکار نہیں۔ اگر شیعہ صاحبان کہیں کہ حضرت علی اور ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہم اس سے برخلاف ہیں تو میں کہتا ہوں کہ ان کا رجوع کرنا بھی اس مسئلہ میں ثابت ہے جسکا ثبوت فتاویٰ نظامیہ جلد دوم میں کُتبِ شیعہ سے دیا گیا ہے۔ جسکو شک ہو اسکا مطالعہ کرے۔

وَعَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ وَلَاَخَّرْتُ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ یعنی خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ اگر میں اپنی اُمّت پر مشقت نہ جانتا تو ہر ایک نماز کے لئے ان کو مسواک کرنے کا حکم دیتا اور عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کرتا (نقل از مشکوٰۃ)

اور ترمذی صفحہ ۱۱ میں ہے کہ فرمایا آپنے لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَّمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ یعنی اس شخص کا وضو نہیں جس نے وضو میں اللہ تعالےٰ کا نام یاد نہیں کیا۔ یعنی اسکا وضو کامل نہیں ہوا ‌:

عبداللہ بن زید سے مذکور ہے کہ آپنے دونوں ہاتھوں سے مسح کیا۔ اور دونوں ہاتھوں کو آگے لائے اور پیچھے لے گئے پھر لائے اس مقام پر جہاں سے وضو کیا۔ فقط۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَابْدَءُوْا بِمَيَامِنِكُمْ (نقل از قویم ص۸ و ابن خزیمہ۔ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب شروع کرو تم وضو تو دائیں سے کرو ‌:

کتاب معانی الآثار و دیلمی نے سند الفردوس و تاریخ اصبہان و فتح المبین صفحہ ۲۵ ۲ ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے حدیث باین طور نقل کی ہے اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عُنُقَہٗ اَمِنَ الْغُلَّ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے جو شخص وضو کرے اور مسح کرے اپنی گردن کا۔ وہ محفوظ رکھا جائے گا طوقؔ گردن کے عذاب سے روز قیامت میں ؛

بخاری و مسلم میں ہے اِذَا اسْتَیْقَظَ اَحَدُکُمْ مِنْ مَنَامِہٖ لَا یَغْمِسَنَّ یَدَہٗ فِی الْاِنَاءِ حَتّٰی یَغْسِلَھَا ثَلَاثًا یعنی فرمایا آپ نے جب کوئی تم میں سے نیند سے جاگے تو برتن میں ہرگز ہاتھ نہ ڈالے جب تک کہ دھو نہ لے تین بار۔

سوال: کیا وضو کی آیت مجمل ہے یا مفصّل چکڑالوی کہتے ہیں کہ ہر ایک آیت جو قرآن شریف میں ہے مفصّل ہے یہ کیونکر ہے؟

جواب: وضو کی آیت مجمل ہے۔ مفصّل نہیں۔ کیونکہ اسمیں وضو کے لئے ہر عضو کو دو تین دفعہ دھونے کا ذکر نہیں اور سر کے مسح کا بھی مفصّل ذکر نہیں کہ تمام سر کا مسح کرنا فرض ہے یا بعض حصہ سر کا۔ اگر بِرُءُوْسِکُمْ کی (باء) کو زائد تصور کیا جاتے تو تمام سر کا مسح کرنا لازم آتا ہے۔ اور اگر اسے تبعضیہ مانا جاوے تو چوتھا حصہ سر کا مسح کرنا ثابت ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ آیت مجمل ہے۔ اور اسی طرح اکثر قرآن مجید میں آیات بینات مجمل ہیں مفصّل نہیں۔ اور یہ کہنا فرقہ چکڑالوی کا محض فضول ہے ؛

سوال: وضو کن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے۔ قرآن مجید اور حدیث شریف سے جواب دو؟

جواب: وضو ان چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے جو آگے یا پیچھے کی راہ سے نکلیں۔ خواہ وہ چیزیں معتاد ہوں یا غیر معتاد۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ یعنی وضو ٹوٹ جاتا ہے جبکہ آوے تم سے کوئی پاخانہ سے۔ اور فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لَا وُضُوْءَ اِلَّا مِنْ صَوْتٍ اَوْ رِیْحٍ یعنی نہیں ٹوٹتا ہے وضو مگر آواز سے یا بو (یعنی ہوا) سے

سوال: اگر خون اعضاء وضو سے یا ناک سے نکل کر اسی جگہ جم جائے۔ یا جاری ہو جائے یا قے آ جائے یا نیند آ جائے ان سب صورتوں میں وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں۔ ثبوت قرآن مجید و حدیث شریف سے دو۔ امام بخاری اور ان کے معتقدین کی ان امور میں کیا رائے ہے؟

جواب: سوال میں جن جن چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے ان سب سے وضو ٹوٹ جاتا ہے چنانچہ قرآن مجید اور احادیث شریف سے ثابت ہے اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا یعنی خون بہتا ہوا۔ اور کتاب بیہقی اور تقویم صہ۱۳ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسطرح روایت ہے عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ رَفَعَہٗ یُعَادُ الْوُضُوْءُ مِنْ سَبْعٍ الْبَوْلِ وَالدَّمِ

السَّائِلِ وَالْقَيْئِ وَمِنْ دَسْعَةٍ تَمْلَاءُ الْفَمِ وَنَوْمِ الْمُضْطَجِعِ وَقَهْقَهَةِ الرَّجُلِ فِي الصَّلٰوةِ۔ یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے (اور اسکو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا ہے) کہ دہرایا جاتا ہے وضو سات چیزوں سے۔ پیشاب اور بہتے ہوئے لہو اور قے سے جو منہ بھر کر آئے۔ اور کروٹ کے بل لیٹنے سے اور آدمی کے ہنسنے سے فقط۔ اور مشکوٰۃ باب الوضو میں بایں طور حدیث مسطور ہے۔ اِنَّ الْوُضُوْءَ عَلٰى مَنْ نَامَ مُضْطَجِعًا یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تحقیق لازم ہے اس پر وضو جو سو جائے لیٹ کر۔ حدیث دار قطنی و مشکوٰۃ میں ہے اَلْوُضُوْءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ یعنی وضو لازم آتا ہے ہر بہنے والے خون سے اور ابی داؤد میں ہے اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاءَ وَكَانَ صَائِمًا فَتَوَضَّأَ۔ یعنی کہا ابو داؤد نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی اور آپ روزہ دار بھی تھے۔ پس آپ نے وضو کیا :

اور ایک حدیث مسند امام اعظم بایں مضمون درج ہے کہ ایک قوم نماز میں تھی۔ اور ایک اندھا دیکھا کہ وہ گڑھے میں گر پڑا۔ اور قوم نے اسکو دیکھ کر قہقہہ مارا۔ پس فرمایا آپ نے جو کھڑا ہوا تم سے قہقہہ مار کر فَلْيُعِدِ الْوُضُوْءَ وَالصَّلٰوةَ یعنی چاہیئے کہ دہرائے وضو اور نماز کو :

سوال: وضو دار اگر ذکر کو ہاتھ لگائے۔ یا آگ کی پکی ہوئی کوئی چیز کھائے تو اس فعل کے کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

جواب: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ذکر یا فرج کے چھونے اور آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مَسِّ الرَّجُلِ ذَكَرَهُ بَعْدَ مَا يَتَوَضَّأُ قَالَ وَهَلْ هُوَ اِلَّا بِضْعَةٌ مِّنْهُ نقل از ابو داؤد و ترمذی و نسائی و مشکوٰۃ۔ روایت ہے طلق بن علی سے کہ پوچھا کہ اگر کوئی شخص اپنے ذکر کو چھوئے تو پھر اسکے بعد وضو دوبارہ کرے۔ فرمایا آپ نے وہ ایک ٹکڑا ہے اسکے گوشت کا :

اور ابن عباس سے مروی ہے اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَلَ كَتِفَ شَاةٍ ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ یعنی بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت شانہ بکری سے کھایا پھر نماز پڑھی اور وضو جدید نہ کیا۔ (نقل از مشکوٰۃ)

سوال: موزوں پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مسافر اور مقیم کے لئے کتنی مدت مقرر ہے۔ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ بدعت ہے۔ اسکا جواب حدیث صحیح سے دو۔ اجر ملیگا۔

جواب: موزوں پر مسح[1] کرنا حدیث صحیح سے ثابت ہے جیسا کہ کتاب قویم صفحہ ۳۰ میں بایں طور مذکور ہے عَنْ جُرَيْرٍ اَنَّهٗ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ اَخْرَجَهُ اَبُوْ دَاؤُدَ

---

[1] مسح موزوں پر کرنا اہلسنت وجماعت کا مذہب ہے۔ رافضی اسکے منکر ہیں حالانکہ یہ مسئلہ اجماع و حدیث متواترہ سے ثابت ہے۔ ۱۲ خادم شریعت

یعنی جریر سے روایت ہے کہا اس نے دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ آپ نے بول کیا پھر وضو کیا اور پھر آپ نے موزوں پر مسح کیا:

اور مدت مسح مسافر کے لئے تین دن اور تین رات اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات ہے۔ چنانچہ مسلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ لِلْمُقِيْمِ يَوْمًا وَلَيْلَةً وَلِلْمُسَافِرِ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَلَيَالِيْهَا۔ اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ٹھیرائی مدت مسح موزوں کی مقیم کے واسطے ایک دن اور ایک رات اور مسافر کے واسطے تین دن اور تین رات۔ اخرجہ المسلم۔ پس اس سے انکار کرنا مبتدع اور گمراہوں کا کام ہے۔ اور جرابوں پر مسح کرنا ناجائز ہے۔ ہاں اگر اس پر چمڑا لگا ہوا ہو۔ تو کوئی خوف نہیں۔ اور اسکا مفصل ذکر سلطان الفقہ جلد دوم میں گذر چکا ہے۔ اور امام بخاری اور اسکے پیرؤوں کے نزدیک مذکورہ بالا امور سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ نہایت تعجب ہے:

سوال: نہانے میں کتنے فرض ہیں؟

جواب: نہانے میں تین فرض ہیں۔ منہ اور ناک میں پانی ڈالنا۔ اور تین بار تمام بدن کو خوب طور سے پاک صاف پانی سے تر کرنا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا یعنی اگر ہو تم جنب میں تو خوب بدن کو پاک کرو اور حدیث ابوداؤد میں ہے تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ یعنی فرمایا آپ نے کہ ہر بال کے نیچے جنابت ہے۔ اور ترمذی میں ہے فَاغْسِلُوا الشَّعْرَ وَانْقُوا الْبَشَرَةَ یعنی دھوو تم بال اور صاف کرو بدن کو۔ اور دارقطنی و تقویم صـ۱۴ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بایں طور حدیث مذکور ہے عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَضْمَضَةُ وَالْاِسْتِنْشَاقُ لِلْجُنُبِ ثَلٰثًا فَرِيْضَةٌ یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا واسطے جنب کے فرض ہے۔ اور کہا مائی میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نے آپکے نہانے کے لئے آڑ کیا۔ اور آپ نہاتے تھے مقام میں۔ پھر دھوئے دونوں ہاتھ۔ پھر ڈالا دائیں ہاتھ سے بائیں پر پھر دھویا چھپانیکا بدن جہاں جامعت تھی۔ پھر ملا اپنا ہاتھ اوپر دیوار کے۔ پھر وضو کیا جیسے نماز کا وضو ہوتا ہے سوائے دونوں پاؤں کے۔ پھر بہایا آپ نے اوپر اپنے پانی۔ پھر کنارہ کیا۔ اور اپنے پاؤں کو دھویا۔ یہ آپ کا غسل جنابت سے تھا۔ اخرجہ الخمسہ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ يُفِيْضُ الْمَاءَ عَلٰى جَسَدِهِ كُلِّهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ یعنی آپ تمام بدن اپنے پر پانی بہاتے۔ فقط

سوال: سبب نہانے کے کیا ہیں؟ اور کتنے ہیں؟

جواب: نہانے کے سبب چار ہیں۔ احتلام۔ جماع۔ ختنان کے ملنے سے۔ اور حیض و نفاس سے جبکہ عورت پاک ہو۔ اسکو نہانا بھی فرض ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ۔ یعنی قریب نہ ہو تم ان سے یہاں تک کہ وہ خوب پاک نہ ہولیں ۔

بخاری و مسلم میں امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فَهَلْ عَلَى الْمَرْاَةِ مِنْ غُسْلٍ اِذَا احْتَلَمَتْ قَالَ نَعَمْ اِذَا رَاَتِ الْمَاءَ فَغَطَّتْ اُمُّ سَلَمَةَ وَجْهَهَا۔ یعنی پس کیا عورت پر بھی غسل فرض ہے جبکہ احتلام ہو۔ فرمایا ہاں جبوقت کہ وہ دیکھے پانی (یعنی آب منی) پس ڈھانپ لیا امّ سلمہ نے منہ اپنا ۔

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِذَا جَلَسَ اَحَدُكُمْ بَيْنَ شُعَبِهَا الْاَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ وَاِنْ لَّمْ يُنْزِلْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ یعنی جبوقت کہ بیٹھے کوئی تم میں سے عورت کی چار شاخوں میں پھر کوشش کرے (یعنی جماع کرے عورت سے) پس واجب ہوا غسل اگرچہ منی نہ نکلے (اور اسپر اتفاق کیا گیا ہے) ۔

اور مائی صاحبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مشکوٰۃ و ترمذی و ابن ماجہ و تقویم صہ۱۸ میں بایں مضمون حدیث مسطور ہے اِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ۔ یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جبکہ مل گئے دونوں ختنے یعنی تجاوز کیا محل اپنے سے پس واجب ہوگا غسل[1] ۔

اور ترمذی و مشکوٰۃ میں منقول ہے کہ کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہ آپ سے درباره مذی سوال کیا گیا۔ کہ اس سے وضو ہے۔ تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مِنَ الْمَذْيِ الْوُضُوْءُ وَمِنَ الْمَنِيِّ الْغُسْلُ۔ یعنی مذی کے نکلنے سے وضو لازم ہے۔ اور منی کے نکلنے سے غسل ہے ۔

سوال: عیدین۔ جمعہ اور عرفہ کے دن نہانا کیسا ہے؟

جواب: مذکورہ بالا ایام میں نہانا سنّت ہے۔ چنانچہ تقویم صفحہ ۱۸ میں بحوالہ ترمذی مذکور ہے۔ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ النَّحْرِ وَيَوْمَ عَرَفَةَ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کرتے تھے روز فطر اور یوم قربانی اور عرفہ میں ۔

اور ایسا ہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ پہلے عیدین کے غسل کرتے تھے۔ اور ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے

---

[1] فرقہ غیر مقلدین و امام بخاری کے نزدیک صرف جماع کرنے اور ذکر کو فرج میں غائب ہونے پر غسل واجب نہیں ہوتا تاوقتیکہ دونوں کا انزال نہ ہو۔ نقل از نصر الباری شرح صحیح بخاری سپارہ ۲ صفحہ ۱۷۸ ۔

بایں طور مذکور ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غسل جمعہ کا واجب ہے ہر ایک بالغ مسلمان پر۔ اور وہ حدیث یہ ہے۔ غُسْلُ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُحْتَلِمٍ اور ایک حدیث میں اَفْضَلُ بھی وارد ہے۔ واللہ اعلم بالصواب:

سوال: کنوئیں میں کتے۔ بلّی چوہے اور چڑیا وغیرہ کے گرنے سے پانی پاک رہتا ہے۔ یا ناپاک۔ کیونکہ فرقہ غیر مقلدین مسمّی باہل حدیث کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا حیوانوں کے گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ یہ کسطرح ہے؟

جواب: مذکورہ بالا حیوانوں کے کنویں میں گرجانے سے پانی ناپاک ہوجاتا ہے۔ اور اسکا مفصّل ذکر سلطان الفقہ جلد اول میں گذر چکا ہے۔ جسکا جواب اب تک فرقہ غیر مقلدین سے میسّر نہیں ہوسکا:

سوال: نماز میں کتنی شرطیں ہیں۔ اور انکا ثبوت کیا ہے؟

جواب: نماز میں چھ شرطیں ہیں جنکا ثبوت قرآن مجید اور احادیث شریف میں ہے۔ اور وہ یہ ہیں۔ (۱) بدن کا پاک ہونا نجاست حقیقی وحکمی سے (۲) کپڑے کا پاک ہونا (۳) جائے نماز کا پاک ہونا (۴) چھپانا ستر عورت کا (۵) قبلہ کیطرف منہ کرنا (۶) نماز کی نیت کرنا۔ اور ان کا ثبوت یہ ہے وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ۔ اپنے کپڑوں کو پاک وصاف کر۔ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا۔ اگر تم جنبی ہو تو پاک کرو اپنے آپ کو۔ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ یعنی لو تم زینت اپنی کو ہر نماز کے وقت۔ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ یعنی پھیرو تم اپنے مونہوں کو قبلہ کیطرف۔ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔ یعنی حصول ثواب اعمال نیتوں پر منحصر ہے:

سوال: نماز میں کتنے فرض ہیں؟ قرآن شریف اور احادیث شریف سے ثبوت دو:

جواب: نماز میں سات فرض ہیں (۱) اللہ اکبر کہنا (۲) قیام کرنا (۳) مطلق قرأت کا پڑھنا قرآن مجید سے۔ (۴) رکوع کرنا (۵) سجدہ کرنا (۶) اخیر تشہد ادا کرنا (۷) نماز سے کسی کام کے واسطے بفعل خود باہر آنا۔ اور ان کا ثبوت یہ ہے۔ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ۔ اپنے رب کی بڑائی بیان کرو۔ یعنی اللہ اکبر کہو۔ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ یعنی اللہ اکبر کیواسطے کھڑے ہو بخشوع وخضوع۔ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ یعنی پڑھو تم جو تمکو میسر ہوسکے قرآن شریف سے۔ اِرْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا یعنی رکوع کرو اور سجدہ کرو۔ اور ابوداؤد۔ دارقطنی وتقویم ونور الہدایہ وغیرہ میں بایں طور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے۔ کہ جب سکھایا اسکو تشہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ پس جب پڑھ چکا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پس فرمایا آپ نے کہ تمام کرچکا تو نماز اپنی کو۔ اگر چاہے تو کھڑا ہو۔ تو کھڑا ہوجا۔ اور اگر تو چاہے کہ بیٹھے تو بیٹھ جا۔

سوال: غیر مقلد کہتے ہیں کہ مذہب حنفی میں لکھا ہے کہ آمین بالجہر ورفع یدین کرنا مکروہ ہے حالانکہ ان کے پاس اسکا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اگر ہے۔ تو بیان کریں:

جواب: یہ محض انکی دھوکابازی اور لاعلمی ہے کیونکہ کتب حدیث ان دلائل سے بھری ہوئی ہیں۔ اور علاوہ اس کے قرآن مجید بھی اسپر شاہد ہے۔ فرد

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ، چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

کو بطور مشتے نمونہ از خروارے بندہ چند حدیثیں اور آیات تحریر کردیتا ہے تاکہ ناظرین کو یقین آجائے: آیت نمبر (۱) لقولہ تعالےٰ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔ یعنی اپنے رب کو زاری اور آہستگی سے پکارو بیشک اللہ حد سے گذرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا: آیت نمبر (۲) لقولہ تعالےٰ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا یعنی حضرت زکریا علیہ السلام جب اپنے رب کو آہستگی سے پکارا: آیت نمبر (۳) قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا مانگتے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے۔ تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ تمہاری دونوں کی دعا کو قبول کرلیا (جلالین): آیت (۴) وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ یعنی جب سوال کریں بندے میرے مجھ سے پس میں ان کے پاس ہوں: آیت نمبر (۵) وَاذْكُرْ رَّبَّكَ تَضَرُّعًا۔ یاد کرو اپنے جی میں گڑگڑا کر: پس ان آیات سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالےٰ سے دعاء عاجزی اور آہستگی سے مانگنی چاہیئے۔ چنانچہ تمام انبیاء علیہم السلام نے اللہ تعالےٰ سے آہستگی اور گڑگڑا کر دعائیں مانگیں۔ اور صاحب فتح المبین صفحہ ۳۹ میں عطاء سے نقل ہے کہ آمین دعا ہے۔ كَمَا نَقَلَهُ الْبُخَارِيُّ قَالَ عَطَاءٌ اٰمِيْنُ دُعَاءٌ یعنی کہا عطاء نے کہ آمین دعا ہے۔ اور صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے کہ فرمایا ابن مسعود نے اَرْبَعٌ يُخْفِيْهِنَّ الْاِمَامُ التَّعَوُّذُ وَالثَّنَاءُ وَالتَّسْمِيَةُ وَالتَّامِيْنُ۔ یعنی چار چیزیں امام آہستہ کہے اعوذ اور سبحانک اللّٰھم اور بسم اللہ شریف اور آمین۔ اور تبیین الحقائق باب صفۃ الصلوٰۃ میں بایں طور لکھا ہے وَلَنَا حَدِيْثُ وَائِلٍ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اٰمِيْنَ وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُخْفِي الْاِمَامُ اَرْبَعًا التَّعَوُّذُ وَالتَّسْمِيَةُ وَاٰمِيْنُ وَرَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ الخ ہمارے پاس دلیل وائل بن حجر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی اور اخفا کیا اسکو۔ بیان کیا اس حدیث کو امام احمد وابوداؤد اور دارقطنی نے اور فرمایا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہ امام چار چیزوں کو اخفاء کرے اعوذ باللہ اور بسم اللہ شریف اور آمین اور ربنا لک الحمد۔ اور ایک بڑی جماعت صحابہ کا اسپر اتفاق ہے:

حدیث (۱) عَنْ وَائِلِ بْنِ حَجَرٍ اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَ اٰمِيْنَ وَاَخْفٰى بِهَا صَوْتَهٗ یعنی وائل بن حجر سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز پڑھی، تو آپ جب پہنچے ولا الضالین پر تو آہستہ کہی آمین:

حدیث (۲) عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَءَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقَالَ اٰمِيْن وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ یعنی علقمہ بن وائل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، بیشک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا۔ تو آمین کو آہستہ کیا۔ یہ ہر دو حدیثیں مسند امام احمد و مسند ابوداؤد و مسند ابو یعلی و ترمذی و تہذیب الآثار و دار قطنی و معجمہ طبرانی و معلی شرح موطا و مستدرک و طبرانی سے صاحب فتح المبین نے صفحہ ۳۹۵ میں باسناد صحیح لکھا ہے ۔

حدیث (۳) عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَالَ وَلَا الضَّالِّيْنَ قَالَ اٰمِيْن وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ یعنی روایت ہے شعبہ رضی اللہ عنہ سے، وہ روایت کرتے ہیں سلمہ بن کہیل سے، وہ روایت کرتے ہیں علقمہ سے وہ روایت کرتے ہیں وائل بن حجر سے۔ پس فرمایا کہ نماز پڑھی میں نے پیچھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پس آپ نے ولا الضالین کہہ تو کہا آمین آہستگی سے۔ نقل کیا اس حدیث کو ترمذی و ابوداؤد و دار قطنی وغیرہ نے ۔

حدیث (۴) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْن از بخاری و موطا امام مالک۔ یعنی جب امام ولا الضالین کہے۔ تو تم آمین کہو۔ یہ آپ نے نہیں فرمایا کہ جب امام تمہارا آمین کہے تو تم بھی کہو۔ اگر اسطرح سے ہوتا تو ضرور ثبوت آمین بالجہر کا ہو جاتا۔

حدیث (۵) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْن فَاِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ يَقُوْلُوْنَ اٰمِيْن وَاِنَّ الْاِمَامَ يَقُوْلُ اٰمِيْن۔ نقل از نسائی۔ یعنی جب امام کہے ولا الضالین تو کہو تم آمین اسواسطے کہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔ اور امام بھی کہتا ہے آمین الخ پس اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ اگر جہر آمین کہتا۔ تو آپ کی ذات نے یہ کیوں تعلیم فرمائی کہ امام بھی کہتا ہے۔ اور علاوہ اسکے قولوا کے معنی پکارنے کے کہیں نہیں ثابت ہوتے بلکہ کہو تم کے ثابت ہوتے ہیں۔ اگر غیر مقلدین کسی مسلمان حنفی کو شبہ میں ڈالیں کہ حدیث میں علقمہ راوی ہے۔ تو اس نے اپنے باپ سے حدیث نہیں سنی۔ اس لئے حدیث مجروح ہوئی۔ سو اسکا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی کے باب الحد و دفی المراۃ میں سماع علقمہ کا باپ سے ثابت کیا ہے۔ وہو ہذا۔ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ سَمِعَ مِنْ اَبِيْهِ وَهُوَ اَكْبَرُ مِنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ الخ یعنی علقمہ بن وائل بن حجر نے اپنے باپ سے حدیث سنی ہے۔ اور وہ بڑا ہے اپنے بھائی عبد الجبار بن وائل سے۔ اور عبد الجبار بن وائل نے اپنے باپ سے حدیث نہیں سنی اور اسی طرح صحیح مسلم باب ملازمت جماعۃ المسلمین میں مذکور ہے۔ اور صاحب تہذیب التہذیب نے علقمہ کے باپ

سے حدیث سننا ثابت کیا ہے۔ اور جو صاحب تقریب نے لکھا ہے کہ علقمہ کا سننا باپ سے ثابت نہیں۔ سو یہ کہنا انکا محمول ہوگا انکے عدم اطلاع پر یا کلام غیر نقل کرنے پر۔ اسواسطے کہ اثبات مقدم ہے نفی پر۔ ورنہ کیوں حافظ صاحب خود اپنی کتاب تہذیب التہذیب میں علقمہ کا باپ سے حدیث سننا ثابت کرتے :۔

اور اگر حدیث نمبر ۳ پر فرقہ وہابیہ اعتراض کرے کہ شیعہ کے ثقہ ہونے میں کلام ہے۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ صاحب تقریب و عینی شرح بخاری میں لکھا ہے۔ کہ یہ امام المحدثین میں سے ہے۔ اور جو بعض روایت میں ہے مَتٰی بِهَا مُسْتَوْفَزَةً وہ بیان مدعا رفعی ہے جو کہ اول کلمہ یا آخر کلمہ میں واقع ہو سکتا ہے۔ اور مقابل حذف کے ہے نہ مقابل خفض کے۔ اور بعض محدثین نے اس کے معنی اطال کے لکھے ہیں یعنی اسکو کھینچ کر پڑھنا چاہیئے۔ نقل از فتح المبین۔ اور اسکا ذکر جلد اول سلطان الفقہ میں بھی گذر چکا ہے۔ اور فرقہ غیر مقلدین اسی بارہ میں کچھ حدیثیں پیش کرتے ہیں۔ ان سے نہ تو اکثر فعل آپ کی ذات کا ثابت ہوتا ہے۔ اور نہ دائمی۔ اور علاوہ اسکے وہ حدیثیں ضعیف اور منسوخ ہیں۔ اور انشاء اللہ جلد چہارم میں وہ اکثر حدیثیں جو فرقہ غیر مقلدین اکثر اوقات عوام الناس اور کم علم لوگوں کو دکھا کر دھوکا میں ڈالتے ہیں تحریر کی جائینگی۔ اور ہر ایک حدیث پر روشنی ڈال کر جرح قدح کی جائیگی پھر ناظرین یا مسکین کو اچھی طرح واضح ہو جائیگا کہ یہ لوگ سراسر جھوٹے ہیں۔ ناحق امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرتے ہیں اور اپنی زبان سے میاں مٹھو بنتے ہیں۔ ؎ گر ہمیں مکتب و ہمیں ملاّ کار طفلاں تمام خواہد شد :۔

سوال دوم کا جواب : بیشک مذہب حنفی میں رفع یدین کرنا مکروہ ہے۔ اور مذہب حنفیہ کے دلائل مفصلہ ذیل ہیں :۔

حدیث (۱) عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَلَا اُصَلِّيْ بِكُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ اِلَّا فِيْ اَوَّلِ مَرَّةٍ۔ نقل از ترمذی یعنی علقمہ سے روایت ہے کہا کہ فرمایا عبد اللہ بن مسعود نے کیا نہ پڑھاؤں میں تمکو نماز مانند نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ پھر پڑھی نماز اور نہ اٹھائے دونوں ہاتھ آپنے۔ مگر پہلی تکبیر میں۔ اور کہا صاحب ترمذی نے کہ یہ حدیث بہت صحیح ہے۔ اور اسی طرح کی حدیث براء بن عازب سے بھی آئی ہے۔ اور اس حدیث کو صحابہ تابعین نے بھی پسند فرمایا ہے :۔

حدیث (۲) عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ اِلٰى قَرِيْبٍ مِنْ اُذُنَيْهِ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ۔ نقل از ابوداؤد و فتح المبین۔ یعنی کہا ابن عازب نے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع نماز میں دونوں ہاتھ اٹھاتے قریب کانوں کے۔ پھر ساری نماز میں کہیں نہ اٹھاتے :۔

حدیث (۳) حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ دَاوٗدَ قَالَ حَدَّثَنَا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ تَكْبِيْرَةٍ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ یعنی یہ تمام اصحاب رضی اللہ عنہم ایک دوسرے سے روایت بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھاتے تھے دونوں ہاتھ پہلی تکبیر میں پھر نہ اٹھاتے

نماز میں ۔یہ حدیث طحاوی میں ہے ؛

حدیث (۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ صَلَّیْتُ خَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ فَلَمْ یَرْفَعُوْا اَیْدِیَھُمْ اِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ ۔فتح المبین ۔صفحہ ۲۰۲ ۔روایت کیا اسکو اپنی تصنیف میں امام شیبہ نے جو کہ استاد ہیں بخاری اور مسلم کے ۔(ترجمہ) یعنی کہا عبداللہ بن مسعود نے کہ نماز پڑھی میں نے پیچھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے ۔سو انہوں نے رفع یدین نہیں کیا مگر بوقت شروع کرنے نماز کے ؛

حدیث (۵) عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ رَاَیْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَفَعَ یَدَیْہِ فِیْ اَوَّلِ تَکْبِیْرَۃٍ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ نقل از طحاوی و بیہقی و فتح المبین صفحہ ۲۰۳ ۔یعنی اسود سے روایت ہے کہ دیکھا میں نے حضرت عمر بن خطاب کو کہ وہ دونوں ہاتھ اٹھاتے اول تکبیر میں پھر نہ اٹھاتے ساری نماز میں ؛

حدیث (۶) عَنْ عَاصِمِ بْنِ کُلَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ عَلِیًّا کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ ۔نقل از عینی و موطا امام محمد (ترجمہ) یعنی عاصم بن کلیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے ۔پھر ساری نماز میں نہ اٹھاتے تھے ؛

حدیث (۷) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ الْعَشَرَۃَ الْمُبَشَّرَۃَ مَا کَانُوْا یَرْفَعُوْنَ اَیْدِیَھُمْ اِلَّا فِیْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ نقل از نہایہ و کفایہ (ترجمہ) مروی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ عشرہ مبشرہ رفع یدین نہیں کرتے تھے ۔مگر پہلی تکبیر میں ؛

حدیث (۸) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُرْفَعُ الْاَیْدِیْ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا فِیْ سَبْعِ مَوَاطِنَ فِیْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ وَفِی الْعِیْدَیْنِ وَعِنْدَ اِسْتِلَامِ الْحَجَرِ وَعَلَی الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ وَعِنْدَ عَرَفَاتٍ وَعِنْدَ جَمْعٍ وَعِنْدَ رَمْیِ الْجِمَارِ ۔یعنی کہا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ اٹھائے جائیں ہاتھ کسی جگہ نماز میں مگر سات جگہ تکبیر اولیٰ میں ۔اور نماز عیدین کی تکبیروں میں ۔اور بوقت بوسہ دینے حجر اسود کے ۔اور صفا و مروہ میں ۔اور عرفات میں ۔اور مزدلفہ میں اور منا میں بوقت کنکریاں مارنے شیطان کے ۔نقل کیا ہے امام بیہقی اور صاحب ہدایہ نے باختلاف الفاظ کے اور صاحب کفایہ نے اسی کو ترجیح دی ہے کہ رفع یدین نماز میں نہ کیا جائے ؛

حدیث (۹) عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ رَافِعُوْا

اَيْدِيْنَا فَقَالَ مَالِيْ اَرَاكُمْ رَافِعِيْ اَيْدِيْكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ نقل از مسلم والبوداؤد ونسائی وفتح المبین صفحہ ۲۰۳ (ترجمہ) جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ نکلے ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درآنحالیکہ ہم اٹھانے والے تھے اپنے ہاتھوں کو نماز میں۔ تو فرمایا آپ نے کہ کیا ہے مجھ کو کہ تمکو دیکھتا ہوں کہ تم اپنے ہاتھوں کو اسطرح ہو جیسے سرکش گھوڑوں کی دُمیں ہلتی ہیں۔ ہاتھوں کو نماز میں مت اٹھاؤ۔ اور کہا صاحب فتح المبین نے کہ اس حدیث کو محمول کرنا رفع یدین پر بوقت سلام کے تخصیص بلا مخصص ہے ؛

حدیث (۱۰) حَدَّثَنَا اَبُوْدَاؤدَ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُوْنُسَ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْبَكْرِ ابْنُ عَيَّاشٍ بْنِ حُصَيْنِ بْنِ مُجَاهِدٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ بْنِ عُمَرَ فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِلَّا فِيْ تَكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى مِنَ الصَّلٰوةِ۔ نقل از طحاوی (ترجمہ) فرمایا امام طحاوی نے کہ حدیث کی مجھ سے ابوداؤد نے۔ کہا انہوں نے خبر دی مجھ کو احمد بن عبداللہ بن یونس نے۔ کہا انہوں نے خبر دی مجھکو ابوبکر بن عیاش ابن مجاہد نے۔ کہا انہوں نے کہ نماز پڑھی میں نے پیچھے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے۔ سوانہوں نے رفع یدین نہ کیا۔ مگر پہلی تکبیر میں۔ اگر کسی صاحب نے زیادہ دلائل اس باب میں دیکھنے ہوں تو فتح المبین کا مطالعہ کرے۔ فقط ؛

سوال : غیر مقلد کہتے ہیں کہ رفع یدین کی حدیثوں کے راوی قوی ہیں۔ یہ کیونکر ہے ؛

جواب : یہ محض ان کی دھوکا بازی ہے۔ کیونکہ اس بات کا فیصلہ مکہ معظمہ دار حناطین میں ہو چکا ہے۔ کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام اوزاعی کا مناظرہ اس بارہ میں ہوا۔ سو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ غالب آئے۔ اور امام اوزاعی صاحب لاجواب ہو کر سکوت کر گئے۔ جسکا ذکر فتح القدیر و جواہر المنیفہ جلد اول صفحہ ۲۰ اور رسالہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ الضاف و کفایہ شرح ہدایہ میں مذکور ہے۔ اور علاوہ اسکے جو روایات بخاری و مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مذکور ہیں وہ تمام منسوخ و متروک و مجروح ہیں (دیکھو پاکٹ بک حنفیہ) اور عبداللہ بن عمر نے اس فعل کو خود چھوڑ دیا ہے۔ جیساکہ حدیث نمبر ۱۰ میں گذر چکا ہے۔ اور صاحب فتح المبین بحوالہ نہایہ (عینی شرح بخاری) سے بایں طور لکھا ہے۔ اَنَّهٗ كَانَ فِيْ بَدْءِ الْاِسْلَامِ ثُمَّ نُسِخَ۔ یعنی ابتدائے اسلام میں رکوع وغیرہ رفع یدین تھا۔ پھر منسوخ ہو گیا ؛

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ رَاٰى رَجُلًا يُصَلِّيْ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ عِنْدَ الرُّكُوْعِ وَعِنْدَ رَفْعِ الرَّاْسِ مِنْهُ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ اِنَّهٗ شَيْءٌ قَدْ تَرَكَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا فَعَلَهٗ۔ یعنی نہایہ میں مذکور ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے ایک آدمی کو مسجد حرام میں دیکھا کہ نماز میں بوقت رکوع اور قومہ رفع یدین کرتا تھا۔ پس منع کر دیا اسکو حضرت زبیر نے۔ کہ یہ ایک موقعہ کا فعل حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا تھا۔ پھر اسکو ترک کر دیا

اور امام ذیلعی رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے دس برس ابن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت کی ہے انکو اتنی مدت میں رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا مگر پہلی تکبیر میں۔ اور نور الانوار صفحہ ۱۶۱ میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ؛

سوال: غیر مقلد کہتے ہیں کہ خواہ نماز جہری ہو خواہ سرّی ہو جبتک امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھی جاوے نماز ہرگز جائز نہیں ہوتی۔ کیونکہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔ جواب دو اجر ملیگا ؛ راقم حسن محمد دار وگر حافظ آباد۔

جواب: امام کے پیچھے فاتحہ کا پڑھنا خواہ نماز جہری ہو یا سرّی ہرگز جائز نہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَاِذَا قُرِءَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ یعنی جسوقت قرآن مجید پڑھا جاوے تم اسکو سنو۔ اور چپ رہو۔ تاکہ تم لوگ رحم کئے جاؤ۔ اس آیت سے دو حکم ثابت ہوئے۔ ایک سُننا۔ دوسرا چُپ رہنا۔ اور ہمارا عمل ہر دو حکم الٰہی پر ہے۔ کیونکہ ہم جہری نماز میں قرأت امام کانوں سے سنتے ہیں۔ اور منہ سے چپ رہتے ہیں۔ اور نماز سرّی میں سننا غیر ممکن ہے۔ لہٰذا ہم چپ رہتے ہیں۔ چنانچہ صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے۔ اَنَّ الْمَطْلُوْبَ مِنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ اَمْرَانِ الْاِسْتِمَاعُ وَالْاِنْصَاتُ فَيَعْمَلُ بِكُلٍّ مِنْهُمَا وَالْاَوَّلُ يَخُصُّ وَالثَّانِيْ لَايَجْرِيْ عَلٰى اِطْلَاقِهٖ فَيَجِبُ السُّكُوْتُ عِنْدَ الْقِرَاءَةِ مُطْلَقًا ؛

اور تفسیر حسینی و تفسیر عماد بن کثیر و تفسیر معالم التنزیل وغیرہ مفسرین نے لکھا ہے کہ مستند و معتبر و صحیح قول یہ ہے کہ آیت قرأت کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ وہو ہذا۔ (۱) قَالَ عَلِيُّ بْنُ طَلْحَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلُهٗ وَاِذَا قُرِءَ الْقُرْاٰنُ يَعْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ الْمَفْرُوْضَةِ یعنی یہ آیت نماز فریضہ میں نازل ہوئی (۲) ذَهَبَ جَمَاعَةٌ اِلٰى اَنَّهَا فِي الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلٰوةِ۔ اور صاحب معالم نے اختلاف مخالفین کا بیان کرکے لکھدیا کہ وَالْاَوَّلُ اَوْلٰى وَهُوَ اَنَّهَا فِي الْقِرَاءَةِ الصَّلٰوةِ ؛

اور مدارک میں ہے وَجُمْهُوْرُ الصَّحَابَةِ عَلٰى اَنَّهٗ فِي اسْتِمَاعِ الْمُؤْتَمِّ یعنی بڑا گروہ صحابہ کا اس بات پر ہے۔ کہ یہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی ؛

اور حافظ جلال الدین سیوطی نے تفسیر در منثور میں لکھا ہے اَخْرَجَ حَمِيْدٌ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الْقِرَاءَةِ عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا صَلّٰى بِاَصْحَابِهٖ فَقَرَاَ قَرَاَ اَصْحَابُهٗ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَسَكَتَ الْقَوْمُ وَقَرَءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی روایت کی ہے عبداللہ بن حمید اور بیہقی نے باب قرأت میں ابو عالیہ سے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے اور قرأت فرماتے تو صحابہ بھی ساتھ ہی قرأت

کرتے۔ پس نازل ہوئی یہ آیت تو چپ ہو گئے۔ اور قرأت کی نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ؛

اور اسی طرح تفسیر حسینی میں ہے جسکی عبارت سلطان الفقہ میں تحریر ہو چکی ہے۔ اور بھی بہت سی حدیثیں اس بات پر شاہد ہیں کہ امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھی جائے۔ کیونکہ یہ دونوں قرأتیں جمع ہو جائیں گی۔ تو یہ امر غیر مشروع ہو گا ؛

حدیث (۱) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرْأَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرْأَۃٌ رواہ ابن ماجہ وموطا امام محمد یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پڑھنا امام کا پڑھنا مقتدی کا ہے ؛

حدیث (۲) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَرَءَ الْاِمَامُ فَاَنْصِتُوْا یعنی روایت ہے ابو موسیٰ اشعری سے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جب امام پڑھے۔ تو تم لوگ چپ رہو ؛

حدیث (۳) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا رواہ ابو داؤد والترمذی ونسائی ومشکوٰۃ ۲۷، صفحہ یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مقرر کیا گیا ہے امام تاکہ پیروی کی جائے اسکی۔ پس جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی کہو اور جب وہ پڑھنا شروع کرے۔ تو تم اسکی قرأت کو سنو۔ اور چپ رہو ؛

حدیث (۴) عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ کَانَ لَا یَقْرَءُ خَلْفَ الْاِمَامِ رواہ ابن عدی یعنی نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر بیشک امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھتے تھے ؛

حدیث (۵) سُئِلَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ وَزَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالُوْا لَا یَقْرَءُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الصَّلٰوۃِ نقل از طحاوی شرح معانی الآثار وحاشیہ مشکوٰۃ صفحہ ۳، یعنی عبد اللہ بن عمر و زید بن ثابت وجابر بن عبد اللہ سے سوال کیا گیا کہ پیچھے امام کے کچھ پڑھا جاوے کہا تینوں اصحابوں نے کہ نہیں پیچھے امام کے نماز میں کچھ نہ پڑھا جاوے ؛

حدیث (۶) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوۃٍ جَھَرَ فِیْھَا بِالْقِرْأَۃِ فَقَالَ ھَلْ قَرَءَ مَعِیَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ اٰنِفًا فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اِنِّیْ اَقُوْلُ مَالِیْ اُنَازَعُ الْقُرْاٰنَ قَالَ فَانْتَھَی النَّاسُ عَنِ الْقِرْأَۃِ الخ نقل از ترمذی ونسائی وابوداؤد وابن ماجہ ومشکوٰۃ صفحہ ۳، یعنی ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ چکے نماز جس میں جہر قرأت پڑھی جاتی ہے۔ پس

---

[1] وہابی جواب دیں کہ الحمد شریف قرآن ہے یا نہیں، اگر قرآن ہے تو قرآن کا پڑھنا امام کے پیچھے منع ہے جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہے۔ (خادم شریعت)

فرمایا کیا پڑھا ہے کسی نے ساتھ میرے تم سے اب۔ پس بولا ایک شخص ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فرمایا آپ نے کہتا تھا میں کیا ہوا واسطے میرے کہ چھینا جاتا ہے مجھ سے قرآن مجید۔ پس کہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ باز رہے لوگ پڑھنے سے :: الخ۔

حدیث (۷) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا سُئِلَ هَلْ يَقْرَءُ اَحَدٌ مَعَ الْاِمَامِ قَالَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ مَعَ الْاِمَامِ فَحَسْبُهٗ قِرَاءَةُ اِمَامٍ وَكَانَ بْنُ عُمَرَ لَا يَقْرَءُ مَعَ الْاِمَامِ یعنی کہا نافع نے کہ جب ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا جاتا کہ امام کے ساتھ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ تو فرماتے۔ کہ امام کا پڑھنا مقتدی کو کافی ہوتا ہے۔ اور خود ابن عمر جب امام کے ساتھ ہوتے۔ تو کچھ نہ پڑھتے ::

حدیث (۸) اَنَّ سَعْدًا قَالَ وَدِدْتُ اَنَّ الَّذِیْ يَقْرَءُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِیْ فِيْهِ جَمْرَةٌ۔ یعنی حضرت سعد کہتے تھے۔ کہ جو پیچھے امام کے پڑھے اسکے منہ میں انگیارہ ہو ::

حدیث (۹) اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لَيْتَ فِیْ فَمِ الَّذِیْ يَقْرَءُ خَلْفَ الْاِمَامِ الخ از موطا امام محمد یعنی تحقیق فرمایا عمر بن خطاب نے کاش بیچ منہ اس شخص کے جو پڑھتا ہے پیچھے امام کے کنکریاں ہوں۔

حدیث (۱۰) اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ كَيْسَانَ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمْ يُصَلِّ اِلَّا وَرَاءَ الْاِمَامِ نقل از موطا امام محمد صہ ۳۷ یعنی جابر بن عبداللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ کہ تحقیق فرمایا آپ نے جس شخص نے پڑھی ایک رکعت پس نہ پڑھا اسمیں الحمد کو پس نماز نہ ہوئی مگر وہ رکعت ہووے پیچھے امام کے ::

حدیث (۱۱) عَنْ مُوْسٰى ابْنِ سَعْدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ يُحَدِّثُهٗ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ قَرَءَ خَلْفَ الْاِمَامِ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ نقل از موطا امام موسے بن سعد اپنے دادا سے حدیث کرتے ہیں تحقیق اس نے کہا کہ جو شخص پڑھے پیچھے امام کے اسکی نماز نہیں ہوتی ::

حدیث (۱۲) حَدَّثَنَا اَبُوْ حَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْحَسَنِ مُوْسٰى بن ابی عائشة عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى خَلْفَ الْاِمَامِ فَاِنَّ قِرَاءَةَ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ نقل از موطا و آثار و مسند امام اعظم عَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَصَحِيْحٌ سَنَدُهٗ فِی الْفَتْحِ صہ ۱۴۶ قَالَ الْعَيْنِیُّ هُوَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ اَمَّا اَبُوْ حَنِيْفَةَ فَاَبُوْ حَنِيْفَةَ وَمُوْسٰى بْنِ عَائِشَةَ الْكُوْفِیُّ مِنَ الثِّقَاتِ الْاَثْبَاتِ مِنْ رِجَالِ الصَّحِيْحَيْنِ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ مِنْ كِبَارِ الشَّامِيِّيْنَ نقل از جامع الآثار صفحہ ۵ ۳ یعنی حضرت جابر بن عبداللہ

سے روایت ہے کہ بیشک فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے جو شخص پیچھے امام کے ہو پس قرأت امام کی اسکی قرأت ہوتی ہے روایت کیا اسکو امام محمد نے اپنی موطا میں امام ابو حنیفہ سے ساتھ سند صحیح کے۔ کہا علامہ عینی نے کہ یہ حدیث بہت صحیح ہے۔ چونکہ اسکا راوی موسیٰ بن عائشہ کوفی ثقات میں سے ہے۔ یہ حدیث صحیحین کی حدیثوں سے زیادہ صحیح ہے۔ اور عبداللہ بن شداد کبائر شامیوں میں سے ہے۔ اور کفایہ میں ہے کہ فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہ الحمد کا پڑھنا مقتدی کا خلاف دین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے۔ اور صاحب فتح المبین نے عینی سے نقل کیا ہے کہ فرمایا عبداللہ بن مسعود نے کہ مٹی بھر جائے اسکے منہ میں جو امام کے پیچھے پڑھے۔ وہ سنت پر نہیں۔ ذکر کیا اسکو صاحب طحاوی نے۔ اور کہا ابو بکر بن ابی شیبہ نے جو امام کے پیچھے پڑھے وہ فاسق ہے۔ اور یہ وہ ابی شیبہ ہے جو بخاری و مسلم کا استاذ ہے نقل از فتح المبین ص۲۱۴ فقط :۔

اور علاوہ اسکے اسی کتاب میں لکھا ہے کہ انشی اصحاب فاتحہ خلف الامام سے سخت منع کرتے تھے۔ ان میں سے چند صحابہ کے اسماء یہ ہیں۔ جابر بن عبداللہ۔ ابی سعید خدری۔ ابوہریرہ۔ ابن عباس۔ انس بن مالک۔ عبداللہ بن مسعود۔ ابو بکر صدیق۔ عمر فاروق۔ عثمان بن عفان۔ علی بن ابی طالب۔ عبدالرحمٰن بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص۔ زید بن ثابت۔ عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن عباس۔ نقل از عینی و فتح المبین صفحہ ۲۰۷، پس اسلئے صاحب ہدایہ نے اسپر اجماع صحابہ کا قائم کیا ہے۔ اور جو حدیثیں غیر مقلد جواز فاتحہ خلف الامام کی پیش کرتے ہیں۔ وہ ضعیف اور نا قابل عمل ہیں۔ کیونکہ اسمیں خلاف قرآن مجید و آثار صحابہ و جمہور کے ہے :۔

سوال: کیا غیر مقلد لوگ جو حدیثیں جواز فاتحہ خلف الامام یعنی امام کے پیچھے فاتحہ کے پڑھنے کے واسطے پیش کرتے ہیں ضعیف ہیں۔ اور خلاف قرآن مجید مذکور ہیں یا نہیں۔ جواب نمبر وار دو :۔

وہ حدیثیں جو غیر مقلد جواز فاتحہ خلف الامام کے بارے میں پیش کرتے ہیں مفصلہ ذیل ہیں :۔

حدیث (۱) لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ :۔ حدیث (۲) لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِھَا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ :۔ حدیث (۳) مَنْ صَلّٰی صَلٰوۃً لَمْ یَقْرَأْ فِیْھَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَھِیَ خِدَاجٌ :۔

حدیث (۴) لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَاِنَّہٗ لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِھَا الخ :۔

حدیث (۵) نَحْنُ نَکُوْنُ وَرَاءَ الْاِمَامِ یعنی لوگوں نے کہا کہ ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں۔ ابوہریرہ نے کہا اِقْرَأْ بِھَا فِیْ نَفْسِکَ :۔

جواب: حدیث نمبر اول و دوم و سوم سے فاتحہ خلف الامام ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ انکے معنی یہ ہیں کہ جب فاتحہ نہ

پڑھی جاوے نماز نہیں ہوتی۔ سو یہ حکم صرف تنہا کے لئے ہے نہ خلف الامام کے وقت۔ اور اسکے ہم سب لوگ حنفی المذہب قائل اور عامل ہیں۔ چنانچہ ابو داؤد قَالَ سُفْيَانُ لِمَنْ يُصَلِّي وَحْدَهٗ یعنی نہیں نماز ہوتی جو نہ پڑھے الحمد۔ پس زیادہ کیا سفیان نے جو اس حدیث کا راوی ہے۔ کہ یہ حکم واسطے اس کے ہے جو اکیلا نماز پڑھے۔

اور کتاب جامع ترمذی مطبوعہ نولکشور صفحہ ۴۲ میں صاف لکھا ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جب انسان اکیلا نماز پڑھے۔ وہو ہذا۔ اَمَّا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ فَقَالَ مَعْنٰى قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ اِذَا كَانَ وَحْدَهٗ۔ وَاحْتَجَّ بِحَدِيْثِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ حَيْثُ قَالَ مَنْ صَلّٰى رَكْعَةً لَّمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمْ يُصَلِّ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ وَرَاءَ الْاِمَامِ قَالَ اَحْمَدُ فَهٰذَا رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَاَوَّلَ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ اَنَّ هٰذَا اِذَا كَانَ وَحْدَهٗ (ترجمہ) لیکن امام احمد حنبل نے فرمایا کہ معنی اس قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ یہ ہیں۔ کہ جب انسان اکیلا نماز پڑھے۔ اور استدلال انکا حدیث جابر سے ہے۔ کہا انہوں نے کہ جو شخص کوئی رکعت سوائے الحمد کے پڑھے۔ تو نماز اسکی نہ ہوگی۔ مگر جب امام کے پیچھے ہو۔ کہا امام احمد بن حنبل نے کہ جابر بن عبد اللہ ایک صحابی ہیں آپ کی ذات کے۔ پس انہوں نے مطلب اس حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ یعنی پڑھنے والا جب اکیلا ہو۔ ہاں اگر دو منٹ کیواسطے انکی بات کو تسلیم بھی کریں۔ تو پھر بھی ان دلائل سے نفی ذات نہیں نکلتی۔ بلکہ نفی کمال کی ہے چنانچہ علامہ عینی وصاحب مسعودی وغیرہ نے لکھا ہے لَا صَلٰوةَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِي الْمَسْجِدِ وَلَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ یعنی نہیں نماز کامل ہوتی مسجد کے ہمسایہ کی مگر مسجد میں۔ اور نہیں ایمان کامل اس شخص جس نے امانت میں خیانت کی۔ اگر اسکے ظاہر معنی لئے جائیں کہ ہمسایہ مسجد کی نماز بالکل نہیں ہوتی۔ اور جو امانتدار نہیں وہ بے ایمان کافر ہے۔ تو پھر یہ قاعدہ جمہور علماء کے برخلاف ہوگا۔ حالانکہ اس امر کا کوئی عالم بھی قائل نہیں ۔ اور حدیث نمبر ۱۴ جسکے یہ معنی ہیں کہ نہ پڑھو کچھ مگر سورہ فاتحہ کیونکہ اسکے سوا نماز نہیں ہوتی۔ سو اس حدیث کے صحیح ہونے میں بہت اختلاف ہے کیونکہ بعض نے اسے صحیح لکھا ہے اور بعض نے ضعیف بھی کہا ہے۔ چنانچہ علامہ زیلعی نے لکھا ہے فَاَضْعَفَهٗ اَحْمَدُ وَجَمَاعَةٌ یعنی اس حدیث کو امام احمد اور ایک جماعت نے ضعیف لکھا ہے۔ اور امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ جملہ استثنائیہ اسکا صحیح نہیں اور طریق اسناد اسکے میں محمد بن اسحاق بن یسار راوی ہے جو قابل سند بیان کرنے کے نہیں کیونکہ اسکے حق میں یحییٰ قطان جسکو تمام محدثین نے مانا ہے وہ محمد بن اسحاق کی نسبت لکھتے ہیں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْحَا

كَذَّابٌ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن اسحاق بڑا جھوٹا آدمی ہے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسکو دجال لکھا ہے اور سلیمان بن تیمی نے نیز اسکو کذاب کہا ہے۔ اور صاحب نسائی نے لکھا ہے۔ قوی نہیں ہے۔ اور دار قطنی نے اس سے دلیل پکڑنے کو منع کیا ہے۔ اور صاحب تقریب نے اسکو مدلس لکھا ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بھی اپنی کتاب الضعفاء الصغیر کے صفحہ ۲۶ پر لکھا ہے کہ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ غرضیکہ یہ حدیث نزدیک محدثین اہل انصاف کے مضطرب ہے قابل عمل نہیں ؛ اور حدیث نمبر ۵ جو ابوہریرہ کا قول ہے کہ اِقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ یعنی دل میں پڑھ سو اسکے معنی محدثین نے تدبر اور تفکر کے لئے ہیں۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف مطبوعہ گلزار محمدی صفحہ ۷ کے حاشیہ پر لکھا ہے اَلْمُرَادُ بِهٖ هُوَ التَّذَكُّرُ فِي الْقَلْبِ لَا التَّلَفُّظُ بِاللِّسَانِ اور علاوہ اسکے خود ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسکے برخلاف روایت بیان کی ہے ؛

سوال: مذہب چکڑالوی کی نماز کسطرح پر ہے۔ اور اسکا ثبوت کیا ہے؟ اور کیا یہ نماز موافق حکم خداوند کریم کے ہے۔ یا حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے۔ یا صرف عبداللہ چکڑالوی کے گھر کی بنی ہوئی ہے۔ جواب دو اجر ملیگا ؛

جواب: نماز چکڑالویوں کی صلوٰۃ القرآن جو انہی کی بنی ہوئی ہے اسمیں بایں طور مسطور ہے (تکبیر اولیٰ) مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ پ ۲۱۔ سبحانک اللّٰہم کی بجائے اِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ الخ اِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وغیرہ۔ اور رکوع کی تسبیح یہ ہے سُبْحَانَ رَبِّنَا اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا وغیرہ پ ۱۵ التحیات ان کا یہ ہے رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِينَا اَوْ اَخْطَأْنَا الخ وغیرہ دعائیں مذکور ہیں۔ نماز کی نیت یوں ہے وَقُلْ رَبِّ اَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَاَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيرًا۔ اور درود یہ ہے سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ٥ اور سلام یہ مقرر کر رکھا ہے۔ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اِنَّهٗ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ٥

یہ نماز جو عبداللہ چکڑالوی نے اپنے زعم سے تیار کی ہے اسکا ثبوت قرآن مجید کی آیات بینات کے سیاق وسباق سے ظاہر نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی کہیں خداوند کریم نے اپنے حبیب کو بایں طور فرمایا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو رکوع اور سجود اور التحیات اور بوقت تکبیر اولیٰ وغیرہ مقامات میں یہ آیات پڑھا کر۔ اور اپنی امت کو بھی اسی طرح تعلیم نماز کی دیا کر۔ اگر کوئی چکڑالوی صاحب بایں الفاظ قرآن مجید سے دکھا دے۔ تو مبلغ ایک صد روپیہ انعام لے ؛

اور مولوی ثناء اللہ صاحب غیر مقلد امرتسری نے اپنے رسالہ دلیل الفرقان صفحہ ۶ میں نماز ایجاد شدہ کا مفصل جواب تحریر کر دیا ہے۔ لہذا فقیر کو دوبارہ جواب تحریر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ اور علاوہ اسکے مولوی صاحب مذکور نے یہ سوال بھی چکڑالویوں پر کیا ہے جسکا جواب اب تک ان کی طرف سے نہیں ملا۔ اور وہ سوال یہ ہے ؛

الغرض ساری صلوٰۃ قرآنی پر ہمارا ایک ہی سوال ہے۔ اور وہ اسکا جواب دیں۔ اور ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ تمام ملا قرآنی مل کر بھی چاہیں۔ تو نہ دے سکیں گے۔ اور ہم بھی انہی کی تائید میں ہمیشہ مضمون لکھا کریں گے۔ وہ سوال یہ ہے کہ یہ آیات جو آپ نے موقعہ بموقعہ کے لئے انتخاب کی ہیں۔ سو یہ انتخاب آپ نے محض اپنی رائے سے اور اجتہاد سے کیا ہے۔ یا قرآن مجید کی کسی آیت سے۔ اگر اپنی رائے سے کیا ہے۔ تو کیا دوسرے شخص کا بھی حق ہے کہ ان کے علاوہ اور آیات ان کی بجائے تجویز کرے۔ اسی طرح تیسرے کا چوتھے کا۔ پھر پانچویں کا۔ علیٰ ہذا دنیا بھر کے جہلا کو جانے دو۔ علماء کا حق ہے کہ اپنی اپنی سمجھ کے موافق آیات انتخاب کر کے علیحدہ علیحدہ نماز تجویز کر سکتے ہیں۔ پھر کیا سب نمازوں کا نام صَلٰوۃُ الْقُرْاٰن ہی رکھیں گے۔ اور یہ بھی دعویٰ کریں گے کہ قرآن نے سب احکام مفصل بیان کر دئے ہیں۔ ایسے ہو تو کسی کو ان کے سمجھنے میں شک نہیں ہو سکتا۔ اور حدیث کی کوئی حاجت نہیں۔ اور اگر یہ انتخاب کسی آیت قرآنی سے ہے۔ تو وہ کونسی آیت ہے؟

(نوٹ) انشاء اللہ تعالےٰ اقسام وحی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر جلد چہارم میں مفصل تحریر کیا جائیگا :

سوال :۔ اہلسنت والجماعت کی نماز قرآن میں کسطرح پر ہے۔ اسکا ثبوت دو۔

جواب : اسکا ذکر اسی جلد میں ہو چکا ہے اور مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری نے بھی اپنے رسالہ میں اسی طرح تحریر کر دیا ہے۔ کَبِّرْ پ۱۵، قُوْمُوْا لِلّٰهِ پ۲، اِرْكَعُوْا پ۱، اُسْجُدُوْا پ۱، قِيَامًا وَّقُعُوْدًا پ۳، سَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ پ۲۷، سَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْاَعْلٰی پ۳۰، فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ پ۲۹ :

پس یہ وہ نماز ہے جو خداوند کریم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی سکھلائی۔ اور آئمہ دین اس نماز کو پڑھتے چلے آئے ہیں۔ پس ہمکو بھی اسلئے اسی طرح حکم ہوا۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ پ۲۱ کہ تم ایماندار بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو کیونکہ وہ تمہارے لئے نیک نمونہ ہے وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

اِسْتِفْتَاء

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک شخص مسمی کرم الٰہی ناگی غیر مقلد علاقہ سیالکوٹ ساکن موضع کوٹلی لوہاراں غربی نے ایک کتاب بطرز کامن بنائی ہے۔ اور کامن کرم الٰہی ناگی سے مشہور ہے اور اسمیں لکھا ہوا ہے کہ میلاد کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدعت ہے۔ اور بوقت میلاد مبارک آپکی روح مبارک نہیں آتی۔ اور اسقاط کرنا اور وظیفہ یا شیخ عبد القادر۔ یا علی مشکل کشا کرنا۔ اور عورتوں کو بیعت کرنا۔ اور تقلید شخصی کرنا۔ اور حنفیوں کو مشرک و کافر کہنا۔ اور نقشبندی وغیرہ خاندانوں کو بدعتی و مشرک کہنا۔ اور تصور پیر کرنا۔ غرضیکہ ان تمام افعال کو بدعت و حرام و شرک لکھ دیا ہے۔ اور پیر

جماعت علی شاہ صاحب فاضل اجل اور بزرگ اکمل کی سخت توہین کی ہے۔ شاید علمائے دین کی نظر سے یہ کتاب گذری ہوگی۔ کیا ایسی کتاب عورتوں کو پڑھنا اور پڑھانا جائز ہے یا حرام۔ اور اگر حرام ہے تو پھر ایسی کتاب کو کس لئے گورنمنٹ میں درخواست دیکر بند نہیں کرایا جاتا۔ اور اگر اسطرح بند نہیں کرایا جاتا تو پھر اسکا جواب دیں تاکہ عوام الناس اس سے فائدہ حاصل کریں مع کتاب مذکورہ سے کنارہ کریں۔

السائل خاکسار سلطان احمد از کمالپور علاقہ لائلپور متصل سٹیشن سالار والا۔

جواب:۔ بیشک یہ کتاب بندہ کی نظر سے گذری ہے۔ اس کتاب کا پڑھنا پڑھانا عورتوں کو ناجائز اور حرام ہے۔ کیونکہ اسمیں توہین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور علمائے دین وصوفیائے کرام کی موجود ہے۔ اور جو آیات اسمیں درج ہیں۔ وہ تمام کفار مکہ وبت پرستوں اور بتوں کی مذمت کے بارہ میں نازل ہوئی تھیں۔ سو مؤلف کتاب نے انکا مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور اولیائے عظام کو قرار دیا ہے۔ وہو ہٰذا۔ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ (ترجمہ) اور جنکو پکارتے ہو اسکے سوا وہ مالک نہیں ایک چھلکے کے۔ اگر تم انکو پکارو۔ وہ تمہاری پکار کو نہیں سنتے۔ اور اگر سنیں نہیں پہنچیں تمہارے کام پر۔

غرضیکہ مؤلف نے جو آیات اپنی کتاب میں درج کی ہیں۔ وہ سب کی سب بے موقعہ اور بے محل درج کی ہیں۔ اور خواہ مخواہ زور دیکر بزرگان اسلام کو انکا مصداق بنایا ہے اور مسلمانان حامی دین کو مشرک و بدعتی لکھ مارا ہے۔ ؎

خدایا مفتری را رو سیاہ کن ، زقہر قہر وانِ خود تباہ کن

ان اعتراضوں کا جواب جلد اول سلطان الفقر وعقول زندگی در جواب اصول زندگی میں مفصل دیا گیا ہے جنکو شک ہو دیکھ لیں۔ اور بیعت کرنا عورتوں کو بایں طور جائز ہے کہ شیخ کپڑے کا دامن عورتوں کو حجاب میں بٹھا کر ان کے ہاتھ میں پکڑائے اور شرک وبدعت ومنہیات وغیرہ کے ترک کرنے پر تلقین کرے۔ اور گناہ صغیرہ وکبیرہ سے توبہ کرائے اور ان سے اس بات کا اقرار لے کہ آئندہ ان منہیات پر عمل نہ کرنا ہوگا۔ اور احکام خدا ور سول علیہ السلام پر عمل کرنا ہوگا۔ اور بیعت کرنا عورتوں کا قرآن کریم پارہ ۲۸ میں بایں طور مذکور ہے۔ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ الخ : اور حدیث شریف بھی اس پر شاہد ہے چنانچہ طبرانی وبیہقی وابو داؤد سے صاحب نور مکمل سورۂ مزمل صفحہ ۲۳۷ میں ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو کہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کہ جمع کرو عورتیں اہل انصار کو ایک گھر میں۔ پس جب جمع ہوئیں سب عورتیں تو حضرت

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دروازے کے باہر بیٹھ کر انکی طرف کپڑے کا دامن کیا۔ اور کہا پکڑو اسکو اور بیعت کرو۔ اس بات پر کہ ہم شرک اور بدعت اور برے کام نہ کریں گی ؛

اور ایک روایت حضرت مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بخاری میں بایں طور مذکور ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قولی بیعت عورتوں سے لی ؛

اور ایک روایت بخاری میں بایں طور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ ایک باندی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہاتھ پکڑ کر جس جگہ چاہتی لے جاتی[1] عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَتْ اَمَةٌ مِنْ اِمَاءِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ تَأْخُذُ بِيَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنْطَلِقُ بِهٖ حَيْثُ شَاءَتْ رواہ البخاری۔ پس ان دلائل قاطع سے ثابت ہوا کہ عورتوں کو بیعت کرنا جائز ہے۔ اور اس سے انکار کرنا گمراہوں کا کام ہے ؛

اور علاوہ اسکے امید ہے کہ حضرت زبدۃ العلماء پیر جماعت علی شاہ صاحب کتاب کامن کرم الٰہی ناگی اور زلیخا عبد الستار اور اصول زندگی و بوئے غسلین کو زیر نظر فرما کر بہت جلدی کوئی تجویز فرماویں گے۔ کیونکہ یہ انہی کا فرض ہے۔

سوال: غیر مقلد کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص نماز فجر اور عصر و مغرب پڑھ چکا ہو پھر جماعت مل جائے تو اسمیں شریک ہو جانا اسکو جائز ہے۔ یہ کیونکر ہے۔ اسکا جواب حدیث شریف سے دو ؛

جواب: مذہب حنفی میں ان تینوں نمازوں میں بعد ادا کرنے نمازوں کے جماعت میں شریک ہونا جائز نہیں چنانچہ صحیح مسلم میں ابو امامہ سے حدیث مذکور ہے صَلِّ الصُّبْحَ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ (ترجمہ) یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ صبح کی نماز پڑھو بعد اسکے نہ نماز پڑھو یہاں تک کہ آفتاب طلوع کرے۔ اور سنن بیہقی صاحب نصر نے صفحہ ۱۱۱ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں طور حدیث نقل کی ہے كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ اِلَّا الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز فرض کے بعد نفل پڑھتے تھے۔ مگر فجر اور عصر کے نہیں پڑھا کرتے تھے ؛

اور ابی سعید خدری سے مسلم نے بایں الفاظ حدیث بیان کی ہے لَا صَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ الخ (ترجمہ) یعنی نماز نفلوں کی جائز نہیں بعد نماز صبح کے جب تک سورج طلوع نہ کرے۔ اور نہ بعد عصر کے جب تک سورج غروب نہ ہو ؛ اور بخاری میں ہے کہ کہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ منع کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان ہر دو وقتوں کے بعد نماز پڑھنے کو۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ؛

---

[1] یہ حدیث بخاری سے اہل حدیث کے تئے لی گئی ہے۔ ورنہ اہلسنت والجماعت کے ہاں قابل عمل نہیں ؛

سوال: غیر مقلد کہتے ہیں کہ امام صاحب کے مذہب میں اندھے کی امامت مکروہ ہے۔ یہ کیونکر ہے؟
جواب: صاحب درمختار نے لکھا ہے کہ اندھے کی امامت اسوقت مکروہ تنزیہی ہے کہ اگر اس قوم میں اور کوئی ایسا عالم اللہ پرہیزگار مثل اسکے ہو۔ ورنہ اندھے کی امامت جائز بلاکراہت ہوگی ؛
اور صاحب نصرۃ المجتہدین نے صفحہ ۱۲۹ میں بحرالرائق سے نقل کیا ہے قَیَّدَ کَرَاهَةَ اِمَامَةِ الْاَعْمٰی فِی الْمُحِیْطِ وَغَیْرِہٖ بِاَنْ لَّا یَکُوْنَ اَفْضَلَ الْقَوْمِ فَاِنْ کَانَ اَفْضَلَهُمْ فَهُوَ اَوْلٰی۔ (ترجمہ) یعنی مقید کیا ہے اندھے کی امامت کے مکروہ ہونے کو محیط وغیرہ میں ساتھ اسکے کہ نہ ہووے اندھا بہتر لوگوں سے۔ اور اگر اندھا اور لوگوں سے علم میں زائد ہو۔ پس اسکا امام ہونا بہتر ہے ؛
اور حدیثوں میں جو آیا ہے کہ آپ نے ام مکتوم اور عتبان کو امامت مدینہ کی سپرد کی۔ تو اسکی بھی یہی وجہ تھی کہ تمام اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین جو صحیح و سلامت تھے جنگوں میں آپ کے ساتھ اپنی جانوں کو نثار کرنے کے لئے چلے گئے تھے اور باقی مدینہ کے رہنے والوں سے وہی بہتر اور علم میں زائد تھے۔ اسلئے آپ نے انکو ہی خلیفہ مقرر فرمایا۔ ہکذا فی نہر فائق و نصرۃ وغیرہ ؛ اور فتاوٰی جامع الفوائد صفحہ ۳۵ میں لکھا ہے اِمَامَةُ الْاَعْمٰی جَائِزٌ وَالْبَصِیْرُ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ یعنی اندھے کی امامت جائز ہے اور افضل اس سے بینا ہے ؛
اور جن لوگوں نے اندھے کی امامت کو مکروہ لکھا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ اکثر اندھے نجاست میں رہتے ہیں۔ اگر ایسے نہ ہوں تو ان کے پیچھے نماز بلاکراہت جائز ہے۔ جیساکہ کتب مبسوط میں مسطور ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ؛
سوال: جو شخص کہ عاق والدین اور استاد اور مرشد کا ہو اسکی امامت جائز ہے یا نہیں۔ اور عاق کن امور سے ہوتا ہے؟
جواب: ایسے شخص کے پیچھے نماز ناجائز ہے۔ تاوقتیکہ وہ ان سے راضی نہ ہو جائیں۔ اور توبہ خالص نہ کرے۔ چنانچہ جامع المتفرقات و جامع العجائب سے صاحب انتباہ نے بایں طور عبارت نقل کی ہے وَرُوِیَ اَنَّ السَّلَفَ رِضْوَانَ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ کَانُوْا لَا یَصْحَبُوْنَ مَعَ مَنْ یَجْلِسُ فِیْ مَجْلِسِ الْعَاقِ وَلَا یُصَلُّوْنَ خَلْفَهُمْ مَخَافَةً بِاقْتِدَائِهٖ قَالُوْا وَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَهُوَ مَعَ عَاقٍ (ترجمہ) یعنی متقدمین رحمہم اللہ تعالےٰ ان لوگوں سے مل کر نہیں بیٹھتے تھے جو عاق کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے۔ اور نہ ہی ان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ اس خوف کے مارے کہ اسکا اقتدا نہ ہو جائے یعنی ہم ان کے پیرو خیال کئے جائیں۔ پس فرمایا کرتے تھے جس نے ایسا کیا پس وہ عاق ہے ؛ اور فتاوٰی جامع الفوائد ص ۳۵ میں لکھا ہے وَلَا یَجُوْزُ شَهَادَةُ الْعَاقِ وَاِمَامَتُهٗ وَتَسْقُطُ عَدَالَتُهٗ وَلَا یُعْتَبَرُ قَوْلُهٗ وَلَا یُعْمَلُ بِفَتْوَتِهٖ لَوْ کَانَ مُفْتِیًا یَعْنِیْ اِنَّ الْعُقُوْقَ مِنَ الْکَبَائِرِ الْمَنْصُوْصَةِ الْمُسْقِطِ لِلْعَدَالَةِ نقل از تحفۃ الفقہا و خانیہ یعنی

عاق کی گواہی اور امامت اور عدالت شرعاً منظور اور جائز نہیں۔ اور نہ ہی اسکا فتویٰ قابل عمل ہے ؛

اور مختار الفتاویٰ میں بایں طور لکھا ہے وَيَنْبَغِي لِلْمُتَعَلِّمِ اَنْ يُعَظِّمَ اُسْتَاذَهٗ لِاَنَّ فِي تَعْظِيْمِهٖ بَرَكَةً وَمَنْ لَمْ يُعَظِّمْ شِئْتُمْ فَهُوَ عَاقٌّ لَا تُقْبَلُ صَلٰوتُهٗ وَلَا اِمَامَتُهٗ وَيَفُوْرُ وَيَشْهَدُ وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى فِي زَمَانِنَا ؛ اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۴۲۵ میں لکھا ہے کہ جو شخص عاق استاذ کا ہے اسکی مذبوحہ اور امامت اور عدالت نزدیک امام صاحب و امام ابویوسف و امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے جائز نہیں ؛

اور صاحب عجائب الاخبار نے بایں الفاظ حدیث بیان کی ہے کہ حق استاذ کا فرض ہے جو اس سے منکر ہووہ کافر ہے حَقُّ الْاُسْتَاذِ فَرْضٌ مَنْ اَنْكَرَ مِنَ الْفَرْضِ فَقَدْ كَفَرَ الخ از انتباہ ؛

اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۴۲۵ میں بدیں مضمون عبارت درج ہے۔ نقل است از امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ و فتاویٰ کابل میگوید کہ عاق آں راگفتہ اند کہ استاذ شاگرد را امر معروف نماید چنانچہ نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ وغیر آں اگر طاقت آں دارد و شاگرد اباآرد و منحرف گردد و یا طریقۂ شریعت گذشتہ بر راہ ضلالت و بدعت و خمر خوری و بنگ و بوزہ نوشیدن استقامت کند۔ و یا بمنکوحہ و یا بمادر و یا بخواہر استاد بنظر شہوت بیند، و یا در مذمت و غیبت اشتغال نماید آنگاہ و عاق شود۔ و عقب او نماز درست نمیشود۔ و شہادت او در محکمۂ عدالت جائز نہ بود۔ و بغیر اینہا بافعالِ دیگر عقوق نشود ؛ الخ

اور اسی فتاویٰ میں لکھا ہے کہ وَلَا تُقْبَلُ عِبَادَتُهٗ اِنْ كَانَ الْاُسْتَاذُ مِمَّنْ تَعَلَّمَ مِنْهُ حَرْفًا مِنَ الْقُرْاٰنِ اَوْ تَعَلَّمَ مَسْئَلَةً مِنَ الْمَسَائِلِ الْفِقْهِ اَوِ الْحَدِيْثِ اَوِ النَّصِيْحَةِ مِنَ الْحَسَنَاتِ اَوِ الذِّكْرِ اَوْ لَقَّنَ كَلِمَةً طَيِّبَةً كَذَا فِي الشِّرْعَةِ ؛

پس طالبانِ حق کو لازم ہے کہ بزرگانِ دین کی تعظیم و تکریم بجالائیں۔ مثنوی۔

کیف مدّظل نقش اولیاء است ، گو دلیل نور خورشید خدا است

بے ادب خود را نہ تنہا داشت بد ، بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

اور مشکوٰۃ شریف باب مساجد میں بایں مضمون حدیث مذکور ہے کہ ایک شخص ایک قوم کا امام تھا اس نے قبلہ کی طرف تھوکا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کہ اسکے پیچھے نماز مت پڑھو کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کو ایذاء دی ہے ؛

اور فتاویٰ ذخیرہ میں لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ عاق کے پیچھے نماز نہ پڑھی جاوے۔ وہوہذا وَلَا يَجُوْزُ الْاِقْتِدَاءُ

عَلٰی عَاقِ الْاُسْتَاذِ بِالْاِجْمَاعِ فقط واللہ اعلم بالصواب ::

سوال :- بے غیرت اور دیوث کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- نہیں جائز۔ چنانچہ کتاب مختر شافی و فتاوی جامع الفوائد صفحہ ۳۴ میں مذکور ہے۔ فَاِذَا خَرَجَتِ الْمَرْاَۃُ مِنْ بَيْتِ الزَّوْجِ عَلٰی رِضَائِہٖ وَلَا يَمْنَعُهَا فَهُوَ دَيُّوْثٌ لَا يَجُوْزُ الصَّلٰوۃُ خَلْفَہٗ لِاَنَّهَا مَا اُمِرَتْ بِالْقَرَارِ فِی الْبَيْتِ (ترجمہ) یعنی جب کہ عورت گھر سے نکلے اور مرد منع نہ کرے۔ تو وہ مرد دیوس ہے۔ اسکے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ::

سوال :- قرأت کتنے آواز بلند سے پڑھنی چاہیے۔ اور قرأت میں سُر بنا بنا کر قرآن شریف پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب : بیشک اسقدر بلند پڑھنا جائز ہے کہ پڑھنے والے کو تکلیف محسوس نہ ہو۔ چنانچہ موطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ میں حدیث مذکور ہے۔ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَجْهَرُ بِالْقِرَاْۃِ فِی الصَّلٰوۃِ وَاَنَّہٗ كَانَ يَسْمَعُ قِرَاْۃَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عِنْدَ دَارِ اَبِیْ جَهْمٍ قَالَ مُحَمَّدٌ اَلْجَهْرُ بِالْقِرَاْۃِ فِيْمَا يُجْهَرُ فِيْہِ بِالْقِرَاْۃِ حَسَنٌ مَا يَجْهَدُ الرَّجُلُ نَفْسَہٗ الخ یعنی تحقیق حضرت عمر بن خطاب ایسا نماز میں قرأت کو پکار کر پڑھتے تھے۔ کہ سنتے تھے وہ نزدیک دار ابی جہم کے اور کہا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہ زور سے قرأت نماز میں پڑھنی چاہیئے۔ جن نمازوں میں پکار کر پڑھنے کا حکم ہے۔ مگر جب تک کہ پڑھنے والے کو تکلیف نہ ہو ::

اور صاحب جامع الفوائد نے صفحہ ۳۵ میں بایں طور تحریر کیا ہے۔ امام بلند بخواند کہ صف اول بشنود وسخت بلند بخواند الخ ::

اور اگر کوئی شخص قرآن مجید میں خوش الحانی برائے حصول ثواب و کمالیت ترتیل بلا تکلف اقتضاء طبیعت کے پڑھے۔ اور رعایت اخفاء اور اظہار اور غنہ اور قلقلہ وغیرہ حروف بھی کرے تو یہ تغنی جائز بلکہ مسنون ہے۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے مَا اَذِنَ اللّٰہُ لِشَیْءٍ مَا اَذِنَ النَّبِیُّ حَسَنَ الصَّوْتِ بِالْقُرْاٰنِ يَجْهَرُ بِہٖ (ترجمہ) یعنی نہیں سنتا اللہ تعالے کسی چیز کو مثل نبی کی آواز کے کیونکہ وہ خوش آوازی سے پڑھتا ہے قرآن کو ::

اور ابن ماجہ و دارمی وغیرہ میں مروی ہے۔ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ زَيِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِكُمْ۔ یعنی زینت دو قرآن کو آوازوں سے ::

اور ایک روایت میں اسطرح بھی آیا ہے سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ حَسِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِهِمْ

فَاِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ يَزِيْدُ الْقُرْاٰنَ حَسَنًا (رواہ الدارمی) یعنی براء بن عازب سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے اچھی طرح پڑھو قرآن کو ساتھ آوازوں کے اس واسطے کہ خوش آوازی زیادہ کرتی ہے قرآن کی خوبی کو :

اور ایک روایت بخاری میں اسطرح بھی مذکور ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ یعنی کہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ نہیں وہ شخص ہمارے کامل طریقہ پر جو نہ خوش آوازی کرے ساتھ قرآن کے :.

اور ایک دن کا ذکر ہے کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔ کہ دیکھا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اسکی قرأت سن رہے ہیں۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر مجھ کو پتہ ہوتا تو میں ضرور قرأت قرآن مجید کی خوش الحانی سے کرتا : پس ان دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ خوش الحانی و ترتیل و تحسین صوت سے قرآن شریف کا پڑھنا جائز ہے۔ اور اس سے کسی سلف صالحین نے انکار نہیں کیا۔ اور جو خوش الحانی اقتضاء طبیعت سے صادر نہ ہو بلکہ اظہار اسکا بناوٹ اور مطابق قواعد الحان موسیقی اور حرفوں اور شدّوں اور مدّوں میں کمی اور زیادتی پیدا ہو جائے تو ایسی خوش الحانی حرام اور مکروہ نزدیک سلف صالحین کے ہے چنانچہ شرح منیر الکبیر میں امام سرخسی رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا ہے اِنَّهٗ كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ رَفْعَ الصَّوْتِ عِنْدَ الْقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ وَالْوَعْظِ الخ

اور مشکوٰۃ شریف میں ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پڑھو قرآن مجید کو مطابق الحان عرب کے اور ان کی آواز کے۔ اور بچو تم طور اہل عشق اور اہل کتاب کے سے۔ کیونکہ وہ بطور موسیقی کے پڑھتے ہیں۔ اور آئیگا وہ زمانہ کہ وہ قرآن پڑھیں گے اوپر طریقہ نوحہ اور راگ کے۔ پس حالیکہ انکے حلقوں میں نہ تجاوز کرے گا قرآن یعنی انکو کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اور فتنہ میں رہیں گے : واللہ اعلم بالصواب :

سوال :۔ امام اور مؤذن کو اجتماع اہل محلہ کے نماز کے لئے کسی امیر کے واسطے انتظاری کرنا جائز ہے۔ یا حرام ہے :

جواب : انتظاری کرنا بعد اجتماع محلہ کے نماز میں امراء وغیرہ کے لئے ناجائز ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص شریر اور فسادی ہو تو دفع شرارت کے لئے فقہاء نے انتظاری کرنا جائز لکھا ہے۔ وہو ہٰذا۔ لَا يَنْتَظِرُ الْاِمَامُ وَالْمُؤَذِّنُ اَحَدًا بِعَيْنِهٖ بَعْدَ اجْتِمَاعِ اَهْلِ الْمَحَلَّةِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ شَرِيْرًا وَفِي الْوَقْتِ سَعَةٌ فَيُعْذَرُ الخ لَا يَنْتَظِرُ لِرَئِيْسِ الْمَحَلَّةِ لِاَنَّ فِيْهِ رِيَاءً وَّاِيْذَاءً نقل از جامع الرموز و قنیہ و اشباہ و شرح منیہ و فتاویٰ جامع الفوائد ص۳۵ فقط

سوال :۔ نماز تراویح میں اگر امام نابالغ ہو۔ تو بالغ اسکی اقتداء کریں یا نہ؟ :

جواب :۔ اس مسئلہ میں علمائے دین کا بہت اختلاف ہے لیکن صحیح تریہ ہے کہ نابالغ کی اقتدا نہ کریں ۔ اور اسی پر فتویٰ ہے نقل از ترغیب الصلوٰۃ و خزانہ و فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۳۴ فقط :۔

سوال :۔ اگر کوئی شخص فرض عشاء کے پڑھ چکا ہو ۔ پھر نماز تراویح امام کے ساتھ پڑھے یا نہ ؟

بقلم خود عمر الدین ولد حاجی نظام الدین فتح یجاں

جواب :۔ بیشک اس مسئلہ میں اختلاف ہے لیکن صحیح تریہ ہے کہ جماعت تراویح و وتروں میں اسکو شریک ہو جانا صورت بالا میں جائز ہے ۔ چنانچہ علامہ ابراہیم حلبی نے شرح منیہ میں لکھا ہے ۔ اِذْ لَمْ یُصَلِّ الْفَرْضَ مَعَ الْاِمَامِ قَبْلَ لَا یَتْبَعُہٗ فِی التَّرَاوِیْحِ وَلَا فِی الْوِتْرِ وَکَذَا اِذَا لَمْ یُصَلِّ مَعَ التَّرَاوِیْحِ لَا یَتْبَعُہٗ فِی الْوِتْرِ وَالصَّحِیْحُ اَنَّہٗ اَنَّہٗ یَجُوْزُ اَنْ یَتْبَعُہٗ فِیْ ذٰلِکَ کُلِّہٖ ہکذا فی فتاویٰ سعدیہ صفحہ ۷۶ اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۴۳ میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے فرض امام کے ساتھ نہ پڑھے ہوں تو وتر امام کے کیساتھ نہ پڑھے ۔ ہکذا فی الحواشی ۔ لیکن قول اول بہت صحیح ہے ۔ واللہ اعلم بالصواب :۔

سوال :۔ کسی شخص نے نماز تراویح پڑھ لی ہو ۔ یا کچھ امام کے ساتھ پڑھی ہو ۔ تو پھر وہ وتر امام کے ساتھ پڑھے تو جائز ہے یا نہیں ؟۔

جواب :۔ بیشک اسکو ہر صورت میں امام کے ساتھ وتر پڑھنے جائز ہیں ۔ چنانچہ فتاویٰ قنیہ و ابوالمکارم و فتاوی عالمگیر میں لکھا ہے ۔ وہو ہذا ۔ وَاِذَا صَلّٰی مَعَہٗ شَیْئًا مِّنَ التَّرَاوِیْحِ اَوْلَمْ یُدْرِکْ شَیْئًا مِّنْھَا اَوْ صَلَّیْہَا مَعَ غَیْرِہٖ لَہٗ اَنْ یُّصَلِّیَ الْوِتْرَ مَعَھُمْ ھُوَ الصَّحِیْحُ ۔ نقل فتاویٰ سعدیہ صفحہ ۷۶ و جامع الفوائد صفحہ ۴۳ ۔

سوال :۔ دیوار یا صحن یا سقف مسجد پر تیمم جائز ہے یا نہیں :۔

جواب :۔ اسمیں اختلاف ہے اور صحیح تریہ ہے کہ نہ کیا جائے ۔ کیونکہ مسجد جائے ادب و وقف برائے نماز ۔ ہکذا فی فتاویٰ سعدیہ صہ ۱۸ :۔

سوال : تیمم کتنی ضرب ہیں ۔ حدیث سے جواب دو ۔

جواب : دو ضربیں ہیں ۔ ایک ہاتھوں کے لئے ۔ اور ایک منہ کے لئے ۔ جیساکہ دار قطنی و طبرانی میں حدیث مذکورہ ہے اَنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ قَالَ التَّیَمُّمُ ضَرْبَتَانِ ضَرْبَۃٌ لِّلْوَجْہِ وَضَرْبَۃٌ لِّلْوَجْہِ وَضَرْبَۃٌ لِّلْیَدَیْنِ اِلَی الْمِرْفَقَیْنِ یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ تیمم دو ضربیں ہیں ایک ضرب واسطے منہ کے اور ایک واسطے ہاتھوں کے کہنیوں تک فقط :۔

سوال: علمائے دیوبند کے عقائد کیا ہیں۔ انکی کتابوں کی بعینہٖ عبارت تحریر کریں۔ تاکہ ناظرین کو یقین آجائے :
جواب: ان کے اکثر عقائد تاریخ وہابیہ دیوبندیہ وکوکبۂ شہابیہ وحسام الحرمین وغیرہ رسالوں میں درج ہیں۔ اور ان کے ایمان وغیرہ پر علمائے دین مکہ معظمہ کی مواہیر بھی لگی ہوئی ہیں۔ لیکن مختصر طور پر فقیر بھی انکے عقائد باطلہ کو نمبروار انہی تصنیفات سے بعینہٖ عبارت درج کر دیتا ہے۔ وہو ہذا :
عقیدہ (۱) شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے۔ بعینہٖ براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ از مولوی رشید احمد گنگوہی :
عقیدہ (۲) شیطان کو یہ وسعت علم نص سے ثابت مان کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وسعت علم ماننے والے کو یوں کہنا کہ تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ بعینہٖ براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ :
عقیدہ (۳) بعض علوم غیب مراد ہیں تو اسمیں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید عمرو بکر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ بعینہٖ از کتاب حفظ الایمان صفحہ ۷ مصنفہ مولوی اشرفعلی تھانوی :
عقیدہ (۴) بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو۔ تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ صفحہ ۳ تحذیر الناس قاسم نانوتوی :
عقیدہ (۵) عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ کتاب ایضاً صفحہ ۲۳ :
عقیدہ (۶) عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ انکے عقائد عمدہ تھے۔ حنبلی مذہب تھا۔ ان کے مقتدی اچھے ہیں : اور علاوہ انکے اور بہت سے عقائد ہیں۔ مثلاً مجلس میلاد مبارک حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جنم گھنیا کا سوانگ ہے۔ براہین قاطعہ صفحہ ۱۴۸۔ وتر کی ایک رکعت کو قوت ہے۔ براہین صفحہ ۴ جسکو ایک وقت کی نماز کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو اس سے حج ساقط ہے۔ براہین صفحہ ۳۷۔ سطر ۱۹۔ دیسی کوا حلال ہے۔ خدا پاک کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔ براہین صفحہ ۲۰۔ مطبوعہ بلالی ۱۳۲۱ھ ۱۴ رمضان کو چھپی ہے :
نوٹ :- باقی عقائد فرقہ غیر مقلدین کے معہ جوابات انشاء اللہ جلد چہارم میں بیان ہونگے :
سوال :- مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری اپنے رسالہ اہلحدیث میں لکھتا ہے کہ ہم عبدالوہاب نجدی کے پیرو نہیں بلکہ بعض افراد بھائی ہمارے اسکی بود و باش سے بھی ناواقف ہیں۔ اور یہ محض انکا جھوٹ اور دل آزاری کا سبب ہے۔

جواب :۔ بیشک یہ فرقہ وہابیہ غیر مقلدین محمد بن عبدالوہاب نجدی کا پیرو ہے۔ کیونکہ انکے عقائد اور انکے عقائد مساوی ہیں۔ بلکہ بہت سے عقائد ان سے بڑھ کر نوبت کفر پہنچ چکے ہیں جنکا ذکر مفصل فقیر نے سیف النعمان علیٰ اہل الطغیان میں نمبروار تحریر کر دیا ہے۔ اور یہاں صرف بطور نمونہ ابن عبدالوہاب کے رسالہ کی عبارت نقل کی جاتی ہے۔ تاکہ ناظرین خود اس پر قیاس کر لیں۔ اور سمجھ لیں کہ کون لوگ ان کے پیرو ہیں۔ وہو ہذا۔ فمن اعتقد انہ اذا ذکر نبی فیطلع هو علیہ صار مشرکا وھذا الاعتقاد شرک سواء کان مع نبی او ولی او ملک او جنی او صنم او وثن وسواء کان یعتقد حصولہ بذاتہ او باعلام اللّٰہ تعالیٰ بای طریق کان یصیر مشرکا و من اعتقد النبی وغیرہ ولیہ وشفیعہ فھو والوجھل فی الشرک سواء اما السابقون فاللات والسواع والعزی واما اللاحقون محمد وعلی وعبدالقادر ولم یقل فی حاجتہ یااللّٰہ وقال یا محمد وان اعتقد عبداً غیر متصرف فی الکل صار مشرکا وکفاک قدوۃ فی ذٰلک شیخنا تقی الدین ابن تیمیہ وقد ثبت ان السفر الی قبر محمد ومشاھدہ ومساجدہ واثارہ وقبر ولی وسائر الاوثان شرک اکبر الخ نقل از عجالہ صفحہ ۲۹۔ یعنی جو کوئی یہ اعتقاد کرے کہ نبی کا نام لینے سے نبی اسپر مطلع ہو جاتا ہے۔ تو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ پھر خواہ یہ اعتقاد کسی نبی کے ساتھ ہو۔ یا ولی یا فرشتہ یا جن یا بھوت یا صنم یا بُت کے ساتھ ہو۔ پھر خواہ یہ اعتقاد کرے کہ اسکا علم اس نبی وغیرہ کو بذاتہ حاصل ہوتا ہے۔ یا اللہ تعالےٰ کے اعلام سے۔ الغرض جس طریقے سے یہ اعتقاد ہو۔ اس سے مشرک ہو جاتا ہے اور جو کوئی نبی وغیرہ کو اپنا ولی اور شفیع ہونا اعتقاد کرتا ہے۔ تو وہ اور ابوجہل دونو شرک میں برابر ہیں۔ پہلے بت لات اور سواع اور عزے تھے۔ لیکن پچھلے بت محمد اور علی اور عبدالقادر ہیں۔ جو شخص اپنی حاجت کیوقت یا اللہ نہیں کہتا یا محمد کہتا ہے اگرچہ اسکو ایک بندہ عاجز سب باتوں میں اعتقاد کرتا ہے۔ تو بھی مشرک ہو جاتا ہے۔ اور تجھ سے اس بات میں ہمارے شیخ تقی الدین ابن تیمیہ بس ہے۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ محمد کی قبر مشاہدہ اور مساجد اور آثار کیطرف یا کسی دوسرے نبی یا ولی کیطرف سفر کو جانا شرک اکبر ہے۔ فقط

پس ناظرین انصاف کی نظر سے دیکھیں کہ کیا اس فرقہ غیر مقلدین وہابیہ مسمے اہلحدیث کے عقائد نہیں۔ کیا یہ باتیں تقویۃ الایمان وصراط مستقیم واصول زندگی ومترجم قرآن مجید وحید الزمان وخود رسالہ اہلحدیث ثناء اللہ امرتسری میں تحریر نہیں۔ پھر کیا ہم لوگ انکو عبدالوہاب نجدی کے متبع اور پیرو نہیں کہہ سکتے۔ اور فقیر نے جو کچھ ان کی کتابوں میں بنظر غور وانصاف دیکھا ہے۔ حلفاً کہتا ہے کہ یہ لوگ دائرہ اہلسنت والجماعت کیا بلکہ دائرۂ اسلام سے بھی خارج سمجھے جا سکتے ہیں۔ اور اسجگہ ان کی کتابوں سے بطور نمونہ چند عبارتیں بعینہٖ نقل کی جاتی ہیں تاکہ ناظرین کو یقین آجائے۔ وہو ہذا :۔

عقیدہ کفریہ (۱) انکو اپنا وکیل و سفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر و شرک تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو اللہ کا بندہ اور مخلوق ہی اسکو سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہیں۔ خواہ یہ معاملہ انبیاء و اولیاء سے ہو۔ تفویۃ الایمان صفحہ ۸ سطر ۳ سے ۱۰ تک مصنفہ مولوی اسمٰعیل شہید ؛

عقیدہ کفریہ (۲) جسکا نام محمد اور علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ تفویۃ الایمان صفحہ ۴۲ سطر ۱۱۔

عقیدہ کفریہ (۳) خواہ یوں سمجھئے کہ اللہ نے انکو قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ہے کتاب ایضاً صفحہ ۱۰۔

عقیدہ کفریہ (۴) اللہ تعالےٰ عرش پر بیٹھا۔ عرش اسکا مکان ہے۔ دونو قدم کرسی پر رکھے ہیں۔ کرسی اسکے قدم رکھنے کی جگہ ہے (اور وحید الزمان نے اس پر یہ لفظ زیادہ کئے ہیں۔ کہ جب وہ کرسی پر قدم رکھتا ہے تو کرسی چرچر کرتی ہے۔ نقل از الاحتویٰ علی العرش استویٰ صفحہ ۱۰ و ۶۰۹ مصنف صدیق حسن بھوپالی و ترجمہ قرآن وحید الزمان آیۃ الکرسی کے حاشیہ پر ؛

عقیدہ کفریہ (۵) پس ہر روز اعادہ ولادت تو مثل ہنود کے ہے کہ سانگ کھنیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے۔ یہ مجلس پر اشرار محل معاصی اتباع ہوا و کید شیطان ہے۔ فتویٰ رشید احمد گنگوہی ؛

عقیدہ کفریہ (۶) انبیاء و اولیا بھوت پری ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ تفویۃ الایمان ؛

عقیدہ کفریہ (۷) ظلمت بعضہا فوق بعض۔ زنا کے وسواس سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے۔ اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے بعینہٖ صراط مستقیم مطبوعہ مطبع احمدی لاہور صفحہ ۹۳ مصنفہ مولوی محمد اسمٰعیل شہید ؛

عقیدہ کفریہ (۸) اہلحدیث کا مذہب ہے کہ سوائے خدا کے علم غیب کسی مخلوق کو نہیں۔ نہ ذاتی۔ نہ وہبی۔ نہ کسبی۔ رسالہ اہلحدیث صفحہ ۱۱۔ مصنفہ مولوی ثناء اللہ امرتسری ؛

الغرض انکے فرقہ دیوبندیہ وہابیہ کے اور بھی بہت سے کفریات انکی کتابوں میں درج ہیں جنکی تردید میں رسالہ الکوکبۃ الشہابیہ و تاریخ وہابیہ و دیوبندیہ و فتح المبین وغیرہ بنی ہوئی ہیں۔ اور فقیر بھی انشاء اللہ تعالےٰ ہر ایک جلد میں ان کے کفریات سے برادران اہلسنت والجماعت کو آگاہ کرتا رہیگا۔ اور اسجگہ صرف علمائے دین کا فتویٰ جو ایسے لوگوں پر لگا ہوا ہے خادم شریعت تحریر کر دیتا ہے ؛

لَا شَكَّ فِي كُفْرِ مَنْ يَّعْتَقِدُ اَنَّ عِلْمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِلْمَ الشَّيْطَانِ سَوَاءٌ وَكَذَا بَقِيَّةُ الْمَسَائِلِ الْاَرْبَعِ الْمُحَرَّرَةِ فِي هٰذَا الْاِعْلَانِ سَوَاءٌ كَانُوْا مِنْ اَهْلِ الدِّيُوبَنْدِ اَوْ غَيْرِهِمْ وَاِلَيْهِمْ اِخْوَانِي

اَلْمُسْلِمِیْنَ جَمِیْعَ اَبْنَاءِ الْعَالَمِ اَنْ یَّعْتَزِلُوْا اَصْحَابَ هٰذِهِ الْعَقِیْدَةِ الْکُفْرِیَّةِ حَفِظَنَا اللّٰهُ مِنَ الْعَقَائِدِ الزَّائِفَةِ اٰمِیْنَ ثُمَّ اٰمِیْنَ :- حَرَّرَهٗ الفقیر احمد موسیٰ المصری المنونی امام جامع مسجد کلکتہ

(ترجمہ) اس شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں جو یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور شیطان کا علم دو نو برابر میں اور ایسا ہی حال ہے چاروں مسائل مذکورہ کے اعتقاد کرنے کا۔ ایسے اعتقاد کرنے والے خواہ دیوبندی ہوں یا کسی دوسرے مقام کے ہوں۔ تمام مسلمان بھائیوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ ان اعتقاد کفریہ سے احتیاط کریں۔ اور بچیں۔ اللہ تعالےٰ ہم کو ان گمراہ عقیدوں سے بچاوے۔ آمین ثم آمین :- کتبہ الفقیر احمد موسیٰ المصری المنونی امام مسجد جامع کلکتہ فقط :

سوال :- غیر مقلد موتفہ الاحتساف وغیرہ لکھتے ہیں۔ کہ امام اعظم کوئی بجہت حفاظ علم حدیث میں ضعیف تھے۔ اور غیر مقلد عبدالکریم اپنی کتاب الانصاف صفحہ ۲۳ و ۲۵ میں لکھتا ہے کہ امام اعظم و اسمٰعیل و حماویہ سب کے سب مرجیہ اور لاعلم تھے۔ صرف سترہ حدیثیں جانتے تھے اور صاحب صحاح ستہ ان سے کئی کروڑ ہا درجہ ہر فن میں زیادہ تھے۔ اگر یہ محدث ہوتے تو ان کا صحاح ستہ میں کہیں ذکر ہوتا۔ بلکہ ان کو امام بخاری و نسائی و خطیب بغدادی ضعیف اور مرجیہ اور فسادی لکھتے ہیں۔ یہ بات کسطرح پر ہے۔ جواب دو :

جواب :- ان لوگوں کے دلوں میں ابتداء سے یہ مرض تعصب چلا آیا ہے۔ اور اس مرض ملعونہ کے علاج کرنے سے بقراط و جالینوس جیسے حکماء بھی عاجز ہو چکے ہیں۔ اصل بات یہ ہے ؎

خدایا مفتری را روسیاہ کُن　　　ز قہر قہروان خود تباہ کن

میرے صاحبان فقیر نے جلد دوم سلطان الفقہ میں ان تمام اعتراضوں کے جواب مفصل تحریر کر دیئے ہیں۔ اور یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ واقعی امام صاحب کا صحاح ستہ میں نام درج ہے۔ لیکن متعصبین نے نکالدیا ہے۔ اور یہاں صرف بطور نمونہ نقشہ تحریر کیا جاتا ہے۔ اور جسقدر محدثین دنیا میں امام صاحب کے زمانہ سے لے کر اب تک گذرے ہیں سب کے سب بواسطہ یا بلاواسطہ امام صاحب کے شاگرد ٹھہرتے ہیں۔ اور اگر امام صاحب ضعیف ہیں تو پھر نزدیک قواعد و اصول محدثین کے سب کے سب ضعیف ہوں گے۔ وہ نقشہ یہ ہے۔ یاد رکھو۔ نقل از کتاب الحنفاء صفحہ ۲۴۔

نقشہ اگلے صفحہ پر دیکھیں

اب حضرات غیر مقلدین کو چاہیئے کہ بخاری و مسلم و نسائی و دار قطنی وغیرہ محدثین کی کتابوں کو چھوڑ دیں۔ کیونکہ جب امام صاحب ضعیف فی الحدیث واصحاب الرأے وبعض الناس محروم و محجوب آپ کے منہ سے کہلائیں تو پھر یہ کتابیں کسطرح صحیح مانی جائیں۔ کیونکہ ان کتابوں کے مؤلف جبکہ سب کے سب امام صاحب کے شاگردوں کے شاگرد قدم بقدم ہو کر چلے آتے ہیں۔ پس جب امام صاحب ضعیف فی الحدیث ہیں۔ تو یہ ضعف تمام محدثین ہیں پیدا ہو گیا۔ وہ خواہ بخاری و مسلم و نسائی و دار قطنی و بیہقی و ابن ابی شیبہ و طبرانی وغیرہ ہوں۔

ہٹ دھرم تہمت لگانا چھوڑ دے ، راستی پر آ خدا کو مان کر

میرے پیارے ناظرین! اس فرقہ وہابیہ الحدیث سے بچیں۔ یہ فرقہ وہ ہے جسکی خبر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بایں طور فرمائی ہے۔ لَعَنَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا یعنی اس امت کے پچھلے لوگ پہلے لوگوں کو برا کہیں گے۔ اور فرمایا یَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ يَاْتُوْنَكُمْ مِنَ الْاَحَادِيْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ فَاِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يَفْتِنُوْنَكُمْ (رواہ مسلم) یعنی آخر زمانہ ہیں فریبی اور مکار

اور جھوٹے لوگ آئیں گے۔ اور لائیں گے تمہارے پاس حدیثیں کہ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے بھی نہ سنی ہونگی اور تم اپنے آپ کو ان سے بچاؤ۔ اور انکو اپنے سے۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں تمکو گمراہ کر دیں۔ اور فتنہ میں ڈالیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ لوگ آئمہ مجتہدین پر ہمیشہ لعن طعن کرتے رہتے ہیں۔ اور تمام فقہاء حنفیہ کو کافر اور مشرک اور بدعتی کہتے رہتے ہیں۔ دیکھو بوئے غسلین و ظفر المبین وغیرہ اور باقی نقشہ انشاء اللہ جلد چہارم میں درج کیا جائے گا۔ فقط۔

سوال: حقہ نوشی مباح ہے یا حرام اور نزدیک حکماء کے اسمیں کیا نقصان ہے یا نہیں؟:

جواب: اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے۔ بعض نے قطعی حرام لکھا ہے اور بعض نے مکروہ تحریمی۔ اور خادم شریعت کی تحقیق اسمیں یہ ہے کہ اسکو چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ اسمیں نہایت درجہ کا اختلاف ہے۔ چنانچہ اسکی حرمت پر صاحب الفتن نے بہت دلائل لکھے ہیں۔ وہو ہذا۔ اَلدُّخَانُ حَرَامٌ مُطْلَقًا وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى وَلَا يَجُوْزُ اِسْتِعْمَالُهٗ مُطْلَقًا اھ نقل از واقعات الحسامی (ترجمہ) دہواں حرام مطلق ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اسکا استعمال کرنا بھی مطلقاً ناجائز ہے۔

اور صاحب درمختار کتاب الشربة و صاحب غایۃ الاوطار صفحہ ۲۶۸ میں بایں طور لکھا ہے۔ قال شیخنا النجم والتتن الذی حدث وکان حدوثہ بدمشق سنۃ خمسۃ عشر بعد الالف یدعی شاربہ انہ لا یسکر وان سلم لہ فانہ مفتر وھو حرام بحدیث احمد عن ام سلمۃ قالت نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل مسکر ومفتر قال ولیس من الکبائر تناولہ المرۃ والمرتین ومع نھی ولی الامر عنہ حرام قطعاً علی استعمالہ ربما اضر بالبدن نعم الاصرار علیہ کبیرۃ کسائر الصغائر (ترجمہ) کہا ہمارے استاذ نجم شافعی نے کہ تمباکو جو نئی پیدائش ہے۔ اسکی پیدائش دمشق شام میں ایک ہزار پندرہ سال ہجری میں ہوئی۔ اسکے پینے والا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نشہ نہیں لاتا۔ اگر اسکے عدم سکر کو مان لیا جائے تو البتہ وہ مفتر ہے۔ اگرچہ عقل کو زائل نہیں کرتا مگر حواس کو منکسر و ضعیف کرتا ہے۔ اور جو چیز مفتر ہے۔ وہ حرام ہے۔ بدلیل اس حدیث کے جو مسند احمد میں حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسکر و مفتر یعنی نشہ لانے والی اور سُستی کرنے والی چیز سے۔ کہا شیخ مذکور نے کہ تمباکو کا ایک یا دو بار استعمال کرنا گناہ کبیرہ نہیں ہے اور باوجود منع کر دینے سلطان وقت کے وہ یقیناً حرام ہے۔ علاوہ اسکے یہ کہ اسکا استعمال اکثر بدن کو ضرر کرتا ہے۔ ہاں اسکو ہمیشہ استعمال کرنا کبیرہ گناہ ہے جیسے باقی صغائر کا دوام کبیرہ ہو جاتا ہے:

اور شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بایں طور لکھا ہے کہ حقہ کشی کو تین امر لازم ہیں ایک بدبو کا آنا حقہ کش کے منہ سے۔ دوسرے ملابست آتش کی تیسرے دہواں نکلنا منہ سے کہ مشابہ اہل دوزخ ہے۔ ہرچند یہ کراہت تنزیہی کا موجب

ہے۔لیکن باجتماع امور ثلاثہ کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہے اور فتاوی عبدالحی جلد اول صفحہ ۸۰ اور جلد سوم صفحہ ۲۳۲ میں بھی اسکو مکروہ تحریمی لکھا ہے۔ اور حکماء نے بھی اسکو مُضر لکھا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۱۸۱ میں بایں طور مسطور ہے قَالَ اَفْلَاطُوْنُ لَوْلَا الْغُبَارُ وَالطِّیْنُ وَالدُّخَانُ تَعَاشَ النَّاسُ دَهْرًا طَوِیْلًا وَقَالَ جَالِیْنُوْسُ اِجْتَنِبُوْا عَنْ ثَلَاثٍ اَلدُّخَانُ وَالطِّیْنُ وَالْغُبَارُ الخ وَقَالَ حَکِیْمُ اَبُوْعَلِیْ سِیْنَا لَوْلَا الدُّخَانُ وَالطِّیْنُ وَالْغُبَارُ تَعَاشَ ابْنُ اٰدَمَ اَلْفَ عَامٍ۔ فَثَبَتَ بِاِجْمَاعِ الْحُکَمَاءِ اَنَّهٗ مُغَیِّرٌ وَالْمُضِرُّ حَرَامٌ الخ بہر صورت فقیر کے نزدیک بھی اس سے پرہیز کرنا بہتر ہے۔ لقولہ علیہ السلام اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ وَبَیْنَ ذٰلِكَ مُشْتَبِهَاتٌ لَا یَعْلَمُهُنَّ کَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَی الشُّبُهَاتِ۔ یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال ظاہر ہیں اور حرام بھی ظاہر ہیں۔ اور انکے درمیان شبہ والی چیزیں ہیں۔ اکثر لوگ ان کو نہیں جانتے۔ پس جو بچ گیا مشتبہات سے پاک ہوا اسکا دین ؛؛

اور حدیث میں ہے کہ دَعْ مَا یُرِیْبُكَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُكَ یعنی فرمایا آپ نے کہ چھوڑ و اس چیز کو جو تم کو شک میں ڈالے۔ اور عمل کرو اس چیز پر جسمیں یقین ہو۔ شک وشبہ نہ ہو۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ یعنی اللہ کے نزدیک زیادہ پرہیزگار آدمی بہتر ہے۔ وَاِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ بر رسولاں بلاغ باشد وبس۔ باقی ذکر اسکا جلد دوم میں گذر چکا ہے۔ اگر کسی صاحب کو زیادہ دلائل دیکھنے کی ضرورت ہو تو فتاوی جامع الفوائد ورسالہ الفتن کو مطالعہ کرے فقط

سوال:۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو اگر مجددِ زماں مانا جائے تو بجا ہے یا نہیں ؟ ؛؛

جواب:۔ مرزا صاحب مذکور ہرگز مجدد زمان نہیں مانا جاسکتا۔ کیونکہ مجدد کے لئے چند شرائط مقرر اور متعین ہیں۔ چنانچہ کتاب مجالس الابرار مجلس ۸۳ میں بایں طور مسطور ہے کہ مجدد وہ ہو سکتا ہے جسکی لیاقت علمیت وبزرگی کو علمائے وقت تسلیم کرلیں۔ نہ یہ کہ وہ اپنی زبان سے میاں مٹھو طوطا کیطرح مجدد ہونے کا اپنے منہ سے دعویٰ کرے اور کہلائے۔ اور مرزا صاحب میں یہ صفت کہاں۔ دیکھو اسکی عبارت عربی جو یہاں بطور نمونہ مشتے از خروارے تحریر کر دی جاتی ہے جسپر ادنی لیاقت والے طالب العلم بھی اعتراض کرتے ہیں۔ اور ہنسی اڑاتے ہیں۔ اور مرزا صاحب کی چند تصانیف سے کتاب اعجاز المسیح کی چند غلطیاں پیر مہر علی شاہ صاحب نے سیف چشتیائی اور صاحب فیصلہ آسمانی میں بایں طور نقل کر دی ہیں۔ وہو ہذا۔ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهٗ اِعْجَازُ الْمَسِیْحِ وَقَدْ طُبِعَ[1] فِیْ مَطْبَعِ ضِیَاءِ الْاِسْلَامِ فِیْ سَبْعِیْنَ

---

[1] طبع کی ضمیر راجع طرف قصیدہ کے ہے اور قصیدہ مونث ہے لہذا طبعت ہونا چاہیئے تھا۔ اور قد طبع فی سبعین یوما کی بجائے صنفت کا لفظ زائد ہونا چاہیئے تھا تاکہ معنی صحیح ہو جاتے :۔ خادم شریعت :۔

يَوْمًا مِنْ شَهْرِ الصِّيَامِ وَرَمَضَانَ مِنَ الْهِجْرَةِ سنہ ۱۳۱۸ وَمِنْ شَهْرِ النَّصَارٰی ۲ فروری سنہ ۱۹۰۱ء مقام الطبع قادیان ضلع گورداسپور ؛

اب ناظرین انصاف فرمادیں کیا یہ عبارت صحیح ہے ۔کیا مہینہ رمضان شریف نشر دن کا بھی ہوتا ہے ۔اور امید ہے کہ مرزائی صاحبان اسجگہ بھی کچھ تاویل کریں گے ۔حالانکہ یہ تمام عبارت بے ربط اور خلاف محاورہ عرب کے ہے اور غلطی دوم ضلع گورداسپور کی بجائے غور داسفور ہونا چاہیئے ۔(۳) غلطی باہتمام الحکیم فضل الدین بعد التعریب فضل الدین، (۴) غلطی صفحہ ۲ من کل نوع الجناح ۔نوع الجناح ۔کیونکہ کل معرفہ پر احاطہ اجزاء کا افادہ دیتا ہے اور وہ یہاں پر مقصود نہیں غلطی صفحہ ۳ ۔کل امرہم علی التقویٰ ۔اس مقام پر کل امرہم ہونا چاہیئے تھا چونکہ کل مجموعی خلاف ہے ؛ غلطی صفحہ ۴: فلا ایمان لہ او یضیع ایمانہ ۔دو دفعہ ایمان کے لفظ کا تکرار بیقاعدہ اور خلاف محاورہ عرب ہے ۔؛ غرضیکہ مرزا صاحب نے کہیں تو مقامات حریری وغیرہ کتب سے عبارتیں چرائی ہیں لفظی اور کہیں معنوی تحریف قرآن مجید واحادیث شریف کی گئی ہے ۔جسکو پیر صاحب موصوف نے اپنی تصنیف چشتیائی میں صفحہ ۷ تا ۱۸ قلمبند کر دیا ہے ۔اور انشاء اللہ تعالےٰ فقیر بھی ہر ایک جلد میں چند اغلاط مرزا غلام احمد قادیانی کے لکھتا رہے گا ؛

اور دوسری شرط مجدد کی یہ ہے کہ وہ اپنے ظاہر اور باطن کو مطابق شریعت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رکھتا ہے ۔اور اقوال وافعال اسکے ہرگز برخلاف شریعت کے نہیں ہوتے ۔اور مرزا صاحب میں یہ ہر دو صفتیں موجود نہیں نہ تو مرزا صاحب نے باوجود استطاعت وفارغ البالی ومرفہ الحالی حج کیا ۔اور نہ ہی پتلی روٹی گیہوں کی کھانے سے تین روز متواتر باز رہے ۔اور نہ ہی فرش چمڑے اور کھجوروں کے پتوں سے بنایا ۔اور نہ ہی مرزا صاحب نے کباب اور زردے اور پلاؤ کھانے سے منہ پھیرا ۔اور نہ ہی جھوٹے الہام بیان کرنے سے زبان کو روکا ۔اور نہ ہی نبیوں کی توہین کرنے سے قلم بند کیا ۔اور نہ ہی ۲۲ کروڑ مسلمانوں کی پارٹی پر کفر کا فتویٰ لگانے سے شرم کی ۔اور نہ ہی قرآن مجید اور احادیث شریف اور اجماع امت کے اقوال کی تحریف معنوی کرنے سے قلم کو تھاما ؛

تیسری شرط مجدد کی یہ ہے کہ جو بدعت اور بت پرستی اور برے کام لوگوں کے درمیان مروجہ اور قائم ہو چکے ہوں ان کو وہ اپنی ایمانی طاقت اور استقامت اور حوصلہ اور حلیمی سے دور کر دیتا ہے ۔مرزا صاحب نے تو بجائے ان باتوں کے بدعت اور بت پرستی کی بیخ قائم کی چنانچہ اپنی تصویریں بنوا کر ٹکٹوں میں تقسیم کیں ۔حالانکہ یہ بالکل برخلاف قرآن مجید و احادیث صحیحہ واجماع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہے ۔اور علاوہ اسکے اپنے آپ کو خدا کہلانا اور آسمان وزمین کے پیدا کرنے پر اپنے آپ کو قادر سمجھنا جیساکہ کتاب البریہ وحقیقت الوحی ودافع البلاء وغیرہ میں مذکور ہے ۔علاوہ اسکے

خود مرزا صاحب کا دعویٰ کرشن جی کا بھی ہے جسکی تعلیم شرک و بدعت سے بھری ہوئی ہے۔ چنانچہ گیتا ترجمہ فیضی سے پوسٹ ماسٹر پیر بخش صاحب نے بایں طور ابیات نقل کئے ہیں :-

ابیات

من از ہر سہ عالم جدا گشتہ ام ، تہی گشتہ از خود خدا گشتہ ام
منم ہر چہ ہستم خدا از من است ، فنا از من است و بقا از من است
باشجار پیپل بدانی مرا ! ، برگہائے نارو بدانی مرا
اگر گوش داری چناں میشوی ، خدائے شومی و خدائے شوی

تمت

ہمہ شکل اعمال بگرفتہ اند ، بہ تقلیب احوال دل گفتہ اند
گرفت از زندانِ آمد شدہ اند ، زبید انشی خصمِ جانِ خود اند

اب ناظرین مرزا صاحب کے کلمات اور بھی بغور و ہوش دیکھئے۔ اور سنئے۔ اور انصاف فرمایئے۔ وہو ہذا۔ (ترجمہ) میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں۔ اور یقین کیا۔ کہ وہی ہوں۔ من عینہ کتاب البریہ مصنفہ مرزا صاحب صفحہ ۷۸ سطر ۴ :-

اللہ تعالے میرے وجود میں داخل ہو گیا۔ اور میرا غضب اور حلم اور تلخی و شیرینی اور حرکت اور سکون سب اسی کا ہو گیا۔ اور اسی حالت میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جسمیں کوئی ترتیب و تفریق نہ تھی۔ پھر میں نے منشاءِ حق کے موافق اس کی ترتیب و تفریق کی۔ اور میں دیکھتا تھا کہ اسکے خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا۔ اور اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ پھر میں نے کہا۔ اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔ پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہو گئی اور میری زبان پر جاری ہوا۔ اَرَدْتُ اَنْ اَسْتَخْلِفَ فَخَلَقْتُ اٰدَمَ۔ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ من عینہ کتاب البریہ صفحہ ۷۹ سطر ۳ سے ۹ تک :-

اور آگے چل کر اسی کتاب کے صفحہ ۱۹۲ میں جہاں یہ مضمون چھڑا ہوا ہے کہ امام مہدی و عیسیٰ مسیح میں ہوں۔ اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر چکے ہیں۔ اور جو لوگ انکو زندہ ہو کر آسمان پر مانتے ہیں وہ جاہل اور احمق اور نادان ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث کو غور سے نہیں سمجھتے اور جب انکو پوچھا جائے کہ اسکے آسمان سے اترنے اور جانیکا کیا ثبوت ہے۔ تو پھر نہ کوئی

آیت پیش کر سکتے ہیں اور نہ کوئی حدیث[1]

پناہ بخدا۔ میرے صاحبان دیکھو مرزا صاحب کا کسقدر جھوٹ بولنا ثابت ہے۔ حالانکہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب فاضل اجل عالم بے بدل مدظلہ العالی لاہور میں خود بحث کرنے کے لئے مع بسیار علمائے دین کے تشریف لائے۔ اور مرزا صاحب بھاگ گئے۔ اور ایسا ہی پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری کے مقابلہ کرنے سے بھاگتے رہے۔ آخر الامر اُسکے دعویٰ کی تردید میں کتاب سیف چشتیائی و شمس الہدایت تیار ہوئیں اور اسی طرح ہزارہا علمائے دین جواب بدلائل قاطعہ اب تک دے رہے ہیں۔ اور خاصکر اب بھی رفیق پیر بخش صاحب پنشنر پوسٹ ماسٹر انجمن تائید الاسلام کیطرف سے مستقل طور پر رسالہ ماہواری نکلتا ہے۔ جسکے جواب دینے میں مرزا صاحب اور مرزا کے پیرو لاَ نُسَلِّمُ کا سبق پڑھ کر لاجواب ہوگئے۔ اور انشاء اللہ ہوتے رہیں گے ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ، چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اور اب فقیر بھی مرزا صاحب کے گدی نشینوں اور متبعین کو نوٹس دیتا ہے کہ اگر مرزا صاحب اور آپ لوگ سچے ہیں تو بیس ہزار روپیہ جو مرزا صاحب نے کتاب البریہ کے صفحہ ۱۹۲ میں بطور انعام اس دعویٰ پر ارقام فرمایا ہے۔ براہ مہربانی بصیغۂ منی آرڈر روانہ فرمایا جاوے اور اپنی تحریر مطالب کے مطابق جواب ملاحظہ کرلیں۔ مطالبہ یہ ہے:۔

" اگر اسلامی تمام فرقوں کی حدیث کی کتابیں تلاش کرو۔ تو صحیح تو کیا کوئی وضعی حدیث بھی ایسی نہ پاؤ گے جسمیں لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے تھے۔ اور پھر کبھی زمانہ میں زمین کیطرف واپس آئیں گے۔ اگر کوئی ایسی حدیث پیش کرے تو ہم ایسے شخص کو بیس ہزار روپیہ تک تاوان دے سکتے ہیں۔ اور توبہ کرنا اور تمام اپنی کتابوں کو جلا دینا اسکے علاوہ ہوگا۔ جسطرح چاہیں تسلی کرلیں۔" مِن عینہٖ کتاب البریّہ

اور صفحہ ۱۹۳ میں یوں لکھا ہے کہ جہاں کسی کا واپس آنا بیان کیا جاتا ہے۔ عرب کے فصیح لوگ رجوع بولا کرتے ہیں۔ نہ نزول۔" من عینہٖ۔

اب ناظرین نے مرزا صاحب کی عبارت کا مطلب تو سمجھ لیا ہوگا۔ کہ جو بعض حدیثوں میں حرف نزول کا لفظ وارد ہے وہ غیر فصیح ہے۔ یہ لفظ ذی عزت آدمی کی خاطر بھی بولا جاتا ہے۔ اور یہ عام محاورہ ہے نزول من السماء۔ اور رجوع کا کلمہ کسی حدیث وضعی کتاب مذہب اسلامیہ میں بھی اسکا ثبوت نہیں۔ اور اگر کوئی شخص دکھا دے تو اسکو بتیس ہزار[۲۰۰۰]

[1] خادم شریعت نے بیس حدیثیں اور دس آیتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر بوقت مناظرہ جھوک بوسن علاقہ ملتان میں مناظرہ قادیانی کے پیش کیں اور اسکو لاجواب کیا اور اس علاقہ سے ان کا تخم اڑا دیا۔ اور جدید طبع رسالہ قہر یزدانی برقلعہ قادیانی کو ملاحظہ کریں جو خادم شریعت کا بنا ہوا ہے۔ خادم شریعت

ہزار علاوہ سزا اور تاوان کے دوں گا"۔

میرے صاحبان ذرا انصاف سے حدیثوں کو ملاحظہ فرمائیے اور دیکھیں کہ ان میں رجوع اور نزول من السماء کا کلمہ ہے۔ یا نہیں، اگر ہے تو میرزائی صاحبان سے تحریر شدہ تاوان لے دیں، اور اگر وہ نہ دیں تو سمجھ لو یہ کذاب ہیں۔ اور نہ ہی مرزا صاحب صادق اور مجدد ہو سکتے ہیں۔ اور وہ دلائل یہ ہیں۔

حدیث (۱) قَالَ الْحَسَنُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْيَهُوْدِ اِنَّ عِيْسٰى لَمْ يَمُتْ وَاِنَّهٗ رَاجِعٌ اِلَيْكُمْ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ نقل از تفسیر در منثور وسیف صفحہ ۲ (ترجمہ) یعنی کہا حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے مخاطبین اہل یہود کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک نہیں مرا وہ تمہاری طرف آنیوالا ہے قیامت سے پہلے۔ تو اس حدیث میں رجوع کا لفظ موجود ہے اور حدیث بھی صحیح ہے۔

حدیث (۲) روی اسحق بن بشیر وابن عساکر عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلم فعند ذٰلك ينزل اخی عیسٰی ابن مریم من السماء۔ نقل از کنز العمال (ترجمہ) یعنی کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نزدیک ہے کہ میرا بھائی عیسیٰ بن مریم آسمان سے نزول فرمائے گا (اس حدیث میں کلمہ من السماء کا موجود ہے)۔

حدیث (۳) فَاِنَّهٗ لَمْ يَمُتْ اِلَى الْاٰنِ بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلٰى هٰذِهِ السَّمَاءِ روی ابن جریر وابن حاتم عن ربیع قَالَ اِنَّ النَّصَارٰى اَتَوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَنْ قَالَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ رَبَّنَا حَيٌّ لَا يَمُوْتُ وَاِنَّ عِيْسٰى يَاْتِيْ عَلَيْهِ الْفَنَاءُ۔ نقل از سیف ۱۳۴۔ یعنی کیا تم لوگوں کو علم نہیں کہ رب ہمارا زندہ ہے۔ اس پر کبھی موت نہیں آئے گی۔ اور عیسیٰ پر موت آئیگی۔

حدیث (۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ يُدْفَنُ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَيْهِ فَيَكُوْنُ قَبْرُهٗ رَابِعًا۔ نقل از مشکوٰۃ (ترجمہ) یعنی فرمایا کہ دفن ہونگے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور ابوبکر و عمر کے اور ان کی قبر چوتھی ہو گی۔

حدیث (۵) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ مِنَ السَّمَاءِ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ رواہ بیہقی فی کتاب الاسماء والصفات۔

ناظرین کیا حدیث نمبر اول میں رجوع اور حدیث نمبر ۲ و ۵ میں کلمہ من السماء کا واقعہ ہے یا نہیں۔ اب مہربانی فرماکر

نوٹ:۔ کنز العمال اور در منثور خادم کے دفتر میں موجود ہیں۔ خادم شریعت۔

میرزائی صاحبان کو لازم ہے کہ ایفائے عہد کریں۔ یا مرزا صاحب کی اتباع سے توبہ کریں۔ اور علاوہ اسکے مرزا صاحب کے اور بھی کلمات ہیں۔ اصل کو غور سے دیکھیں اور انصاف کریں۔ کہ کیا یہ مطابق قرآن مجید و احادیث شریف و اجماع مسلمین و آئمہ دین مجتہدین و مجددین کے ہیں یا نہیں۔ و ہو ہذا اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ اَوْلَادِیْ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ نقل از کتاب دافع البلاء و معیار اہل الاصطفا صفحہ ۶ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۶۔ اور معنی ان کے یوں کئے جاتے ہیں کہ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ اولاد۔ تو مجھ سے ہے۔ اور میں تجھ سے ہوں ؎

ناظرین! کیا مرزا صاحب کا یہ کہنا سچ ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہ صریح جھوٹ ہے اور خداوند کریم پر افتراء باندھا ہوا ہے چنانچہ قرآن شریف خود اسکی تردید کرتا ہے۔ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ (ترجمہ) نہیں جنا اسنے کسی کو۔ اور نہ جنا گیا وہ کسی سے (آیت دوم) لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ۔ اور (آیت سوم) وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا الخ۔ اَلَّذِیْنَ کَذَبُوْا عَلٰی رَبِّھِمْ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ (آیت چہارم) فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ یَکْتُبُوْنَ الْکِتٰبَ بِاَیْدِیْھِمْ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ ھٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ لِیَشْتَرُوْا بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا الخ

پس ان تمام مذکورہ بالا آیات بینات سے واضح ہوا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھے۔ یعنی خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کرے یا خود خدا بنے یا اپنے ہاتھ سے کوئی کتاب لکھ کر کہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے جو میرے منہ سے نکلتا ہے بس وہ ظالم۔ لعنتی اور دوزخی ہے ؎

اور دیکھو مرزا صاحب نے جو اشتہار بہ نسبت موت لیکھرام ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء صفحہ ۳ کالم ۲ سطر ۳۳ و ۳۴ میں دیا تھا لکھا ہے۔ قرآن خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ اور ازالۃ الاوہام صفحہ ۵۳۳ میں بایں طور لکھا ہے کہ براہین احمدیہ خدا کا کلام ہے۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۳۰۳ میں لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام یوسف نجار (یعنی یوسف ترکھان) کا بیٹا ہے۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۶۲۸ و ۶۲۹ میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جھوٹے ہوتے ہیں۔ خدا کی پناہ ایسے مجددوں سے ؎

میرے صاحبان انصاف فرمایئے کہ جس آدمی کے یہ الفاظ ہوں کیا وہ آدمی بقانون شریعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان بھی رہ سکتا ہے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ ہاں بقول شخصے (سو چوہے کھا کے بلی حج کو چلی)

الغرض مرزا صاحب کسی صورت میں بھی مجدد نہیں ہو سکتے۔ اور باقی ذکر جلد چہارم میں ملاحظہ کریں۔ واللہ اعلم بالصواب ؎

بحث شیعہ

سوال :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں جو ذیل میں درج ہیں :- (۱) آل کے معنے کیا ہیں۔ اور آیت تطہیر میں ازواج نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام داخل ہیں یا خارج۔ کیونکہ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی بی بیاں اس سے خارج ہیں۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو بُرے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ اور اسکو امام نہیں مانتے۔ جواب دیں ؛

راقم بہادر شاہ ولد مہر شاہ ٹھٹہ کلیاں ڈاکخانہ حافظ آباد ؛

جواب :- اہل بیت کے معنی ہیں گھر کے رہنے والے۔ اور اسکا اطلاق چند معنوں کیطرف مضاف ہوا کرتا ہے۔ کبھی تو اہل کرابت کو اہل بولتے ہیں۔ یعنی وہ اقرباء آپ کی ذات کے جنکو مال زکوٰۃ لینا حرام ہے۔ جیسے آل بنی ہاشم۔ آل حضرت عباس۔ آل علیؓ۔ آل جعفرؓ۔ اور کبھی اسکا اطلاق آل وعیال پر بھی ہوتا ہے۔ یعنی آپ کی ازواج مطہرات واولاد۔ اور بیت بھی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ بیت نسب۔ بیت سکنیٰ۔ بیت ولادت۔ بیت نسب مثلاً عبدالمطلب اولاد بنی ہاشم کی جہت سے ہوئی۔ اور بیت سکنیٰ مثل ازواج مطہرات۔ اور بیت ولادت مثل حضرت خاتون جنت و حسنین علیہم السلام ؛

جواب سوال نمبر دوم :- اہل بیت کو آیت تطہیر سے یعنی ازواج مطہرات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خارج کرنا اور سمجھنا نہایت بُرا ہے۔ کیونکہ سیاق وسباق آیت شریف اسی بات پر شاہد ہے۔ چنانچہ تفسیر معالم التنزیل جلد سوم میں آیت تطہیر کے ذیل میں لکھا ہے وَاَرَادَ بِاَهْلِ الْبَيْتِ نِسَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّهُنَّ فِيْ بَيْتِهٖ وَهُوَ رِوَايَتُهٗ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ یعنی خداوند کریم نے اپنے حبیب کی بیبیوں کا ارادہ کیا ہے۔ کیونکہ اسکے گھر میں ہیں۔ اور یہ راوی بہت معتمد ہے ؛

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ فِيْ بَيْتِيْ نَزَلَتْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ الآيه قَالَتْ فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى فَاطِمَةَ وَعَلِيٍّ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ فَقَالَ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اَنَا مِنْ اَهْلِ الْبَيْتِ قَالَ نَعَمْ (ترجمہ) یعنی کہا مائی ام سلمہ زوجۂ مخبر صادق نے کہ آیت تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی۔ پھر آپ نے حضرت علی اور فاطمہ اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضوان اللہ علیہم کو طلب فرماکر فرمایا یہ میرے اہل بیت ہیں۔ اور بطور استفہام کے میں میں نے عرض کیا کہ میں اہل بیت سے نہیں ہوں۔ فرمایا آپ نے ہاں۔ ایسا ہی تفسیر کشاف و مدارک و تفسیر کبیر میں ہے ؛

اور صاحب تفسیر بیضاوی نے جلد دوم میں بایں طور لکھا ہے وَتَخْصِیْصُ اَھْلِ الشِّیْعَۃِ اِنَّ اَھْلَ الْبَیْتِ عَلِیٌّ وَفَاطِمَۃُ وَابْنَاھُمَا وَھٰذَا التَّخْصِیْصُ لَایُنَاسِبُ مَاقَبْلَ الْاٰیَاتِ وَمَا بَعْدَھَا۔

(ترجمہ) یعنی تخصیص جو شیعہ لوگ کرتے ہیں کہ اہل بیت صرف چار حضرات ہیں۔ سو یہ انکا کہنا غیر مناسب اور قواعد کے برخلاف ہے۔ کیونکہ ماقبل اور مابعد آیت شریف کے ازواج مطہرات کا ذکر ہے۔ اور درمیان جملہ سے بیبیوں کا ذکا لدینا کونسا قاعدہ ہے ؛

اور ترمذی شریف جلد دوم ابواب التفسیر میں حدیث عمر بن ابی سلمہ سے باسناد صحیح بایں معنی مذکور ہے کہ عمر بن ابی سلمہ کہتا ہے کہ آپ کی ذات پر یہ آیت تطہیر ام سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی۔ پھر آپنے چار شرفاء کو بلاکر چادر کے نیچے کیا اور ان کے لئے دعا مانگی۔ اور علاوہ اسکے خود قرآن مجید اس بات پر شاہد ہے۔ دیکھو سورۂ ہود میں رَحْمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ اِنَّہٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔ سبحان اللہ جب یہاں اہل بیت سے مراد حضرت خلیل کی بیوی سارہ ہے۔ تو آپ کی بیبیوں کو کس قانون سے اہل بیت سے خارج سمجھا جاسکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہ محض اہل شیعہ کا تعصب اور عناد ہے۔ ورنہ کیوں آیت تطہیر سے نکالتے۔ کیا بوقت نزول آیت ازواج موجود نہ تھیں۔ یا آپ کے گھر میں نہ رہتی تھیں۔ جواب دیں ؛

اور جو حدیث زید بن ارقم سے صحیح مسلم وغیرہ کتب میں موجود ہے۔ اسکے جواب علمائے دین و محققین نے کئی طرح سے دیئے ہیں۔ اول تو زید بن ارقم مجتہد نہیں۔ اور دوسرا نہ ہی کوئی فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔ اور تیسرا یہ صرف اپنی رائے بیان کی ہے۔ جو اکثر مفسرین مجتہدین وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بالکل برخلاف ہے۔ اور صاحب تفسیر حسینی کی تحریر آخیر کو بھی اِسی پر قیاس کرلینا چاہیئے۔ پس ان تمام دلائل قاطعہ سے یہ ثابت ہوا کہ آیت تطہیر کا نزول دربارہ حق ازواج مطہرات خصوصًا ہے۔ اور دربارۂ اولاد بر چہار معصوم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عمومًا اور نص جلی بھی اس پر شاہد ہے اور باقی اسمیں اگر کسی صاحب کو شک ہو تو مرد میدان ہوکر آئے اور بیان کرے۔ یا دلائل تحریر کرے۔ فقیر بھی انشاءاللہ تعالےٰ بہرحال جواب دینے پر تیار ہے ؛

جواب سوال سوم :۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نہایت درجہ کے متقی اور صاحب ورع تھے۔ جن کے حق میں بڑے بڑے علمائے دین نے قصائد ومناقب لکھے ہیں۔ اور ان کے ذریعہ تمام بلاد روشن ہوئے۔ چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وعبداللہ بن مبارک سے چند ابیات بطور نمونہ یہاں نقل کئے جاتے ہیں ؛

دوسرے صفحہ پر دیکھیں

ابیات

لَقَدْ زَانَ الْبِلَادَ وَمَنْ عَلَیْهَا ، اِمَامُ الْمُسْلِمِیْنَ اَبُوْحَنِیْفَهْ
بِاَحْکَامٍ وَّاٰثَارٍ وَّفِقْهٍ ، کَاٰیَاتِ الزَّبُوْرِ عَلَی الصَّحِیْفَهْ
اِمَامٌ صَارَ فِی الْاِسْلَامِ نُوْرًا ، اَمِیْنًا لِلرَّسُوْلِ وَ لِلْخَلِیْفَهْ
فَمَا فِی الْمُشْرِقِیْنَ لَهٗ نَظِیْرٌ ، وَلَا فِی الْمَغْرِبِیْنَ وَلَا بِکُوْفَهْ
بِاَنَّ النَّاسَ فِیْ فِقْهٍ عِیَالٌ ! ، عَلٰی فِقْهِ الْاِمَامِ اَبِیْ حَنِیْفَهْ
فَلَعْنَةُ رَبِّنَا اَعْدَادَ رَمْلٍ ، عَلٰی مَنْ رَدَّ قَوْلَ اَبِیْ حَنِیْفَهْ

یعنی ایک روز کا ذکر ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں میں بیٹھے تھے کہ امام صاحب کا ذکر مبارک آگیا سو اصحاب نے امام صاحب کے مناقب پوچھے۔ سو ان کے شان میں مذکورہ بالا ابیات بیان کئے۔ اور ان کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے ؛

(ترجمہ ابیات مذکورہ بالا) یعنی بیشک زینت دیدی شہروں کو اور جو اس پر ہیں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے۔ اور آیات اور احادیث و فقہ اسلام میں اور نائب اور امین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ اور ان کی برابری کا کوئی آدمی مشرقین اور مغربین میں نہیں ہے۔ اور علم فقہ میں لوگ انکے اہل و عیال ہیں۔ پس ہمارے رب کی لعنت بتعداد ذرات ریت اس شخص پر ہو جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو رد کرے۔ **شعر**

بر بلنداں سخن بسوئے خود است ، تف بسوئے فلک بروئے خود است

ناظرین! یہ لوگ کچھ ایسے عقل کے اندھے ہیں کہ جان بوجھکر خواہ مخواہ ہم لوگوں کو ستاتے ہیں اور اپنی کتابوں کو نہیں دیکھتے ہیں۔ تاکہ انکو خود پتہ لگ جائے۔ اور معلوم ہو جائے کہ ان بزرگوں کی کیا شان تھی۔ اور ہم کیا بک رہے ہیں۔ لو صاحب فقیر یہاں پر مختصر طور پر کچھ فضائل ان کی کتابوں سے ہی تحریر کر دیتا ہے۔ وہو ہذا۔ شیعہ محاسن برقی صاحب نے امام جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا امام موصوف نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں کہ۔ "من بینم ترا کہ تو زندہ خواہی کرد سنت جد را بعد متروک شدن آں و ہدایت خواہی کرد مردم را خدا مددگار تو باد"۔ روی ابو المحاسن ابن علی باسناد عن ابی البختری قال دخل ابوحنیفۃ علی ابی عبد اللہ علیہ السلام فلما نظر الیہ الصادق قال کان النظر الیک وانت تحی سنت جدی۔ نقل از شرح تجرید ابن مظہر و بدر الدجی یعنی جبکہ داخل ہوئے ابوحنیفہ رضی حضرت جعفر صادق علیہ السلام پر جب نگاہ کی امام نے طرف اسکی فرمایا کہ

ہیں تجھ کو ایسا دیکھتا ہوں کہ گویا میرے جد کی سنت کو زندہ کرے گا بعد مٹ جانے اس کے کے۔ اور ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ بن موسیٰ رضی اللہ عنہ بادشاہ منصور کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تو وہاں سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا بھی گذر ہوا۔ ابن موسیٰ نے امام صاحب کو دیکھ کر بادشاہ سے کہا ھٰذا العالم الدنیا الیوم۔ اور کتاب حقائق الحق بحث خامس مطلب شافی میں لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ امام جعفر رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ اور کتاب شیعہ منہج الکرامتہ نہج الحق سے بدر الدجیٰ نے نقل کیا ہے کہ سند فتویٰ کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد باقر و زید شہید و امام جعفر علیہ السلام سے حاصل کی ؛

ایک روز کا ذکر ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ خانہ کعبہ میں بیٹھے تھے اور لوگ ان کی چاروں طرف جمع تھے۔ اور مسائل پوچھ رہے تھے۔ اور آپ ہر ایک کو جواب بالصواب دے رہے تھے۔ کہ اچانک آپ کے سر پر امام جعفر صادق علیہ السلام آکھڑے ہوئے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جب دیکھا تو کھڑے ہو کر کہا یا ابن رسول اللہ اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں آپ سے پہلے آپکی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جاتا۔ تاکہ یہ دیکھتا اللہ تعالےٰ نے مجھ کو بیٹھا ہوا۔ اور آپ کھڑے رہیں۔ اور کہا امام جعفر رضی اللہ عنہ نے کہ بیٹھ اے ابوحنیفہ۔ لوگوں کو جواب دو۔ کیونکہ میں نے دیکھا ہے اس شغل میں اپنے باپوں کو۔ نقل از تکملہ اظہار الہدیٰ صفحہ ۴۹ پس اب اہل شیعہ کو آب شرم میں ڈوب مرنا چاہیئے۔ اور آئندہ کسی بزرگ پر لعن طعن کرنے کے لئے زبان دراز نہیں ہونا چاہیئے۔ اور باقی ذکر فضائل امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انشاء اللہ جلد چہارم میں ہوگا ؛

سوال :۔ متعہ کرنا جائز ہے یا حرام۔ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ کتب فریقین میں اسکا ثبوت ہے۔ اس کا جواب کتب شیعہ سے دو ؛

جواب :۔ متعہ کرنا ہر دو کتب فریقین میں لکھا ہے کہ حرام ہے۔ یہ صرف ان کے مطالعہ کا قصور ہے۔ اور دل میں فرقہ وہابیہ کی طرح رائی بھر انصاف نہیں۔ دیکھو کتاب معتبر شیعہ من لایحضرہ الفقیہ (کتاب النکاح باب المتعہ) سے صاحب اظہار الہدیٰ نے صفحہ ۲۳۴ میں بایں طور حدیث نقل کی ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ سُئِلَ فِی الرَّجُلِ یَتَزَوَّجُ بَاکِرَۃً مُتْعَۃً قَالَ اَلْبَاکِرَۃُ الْعَیْبُ اِلٰی اَھْلِیْھَا۔ یعنی باکرہ سے متعہ کرنا خاندان اسکے کو بٹہ لگانا ہے۔ اور ایسا ہی کتاب شیعہ استبصار باب تحلیل المتعہ میں لکھا ہے کہ فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہ حرام کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت گھر کے گدھے و نکاح متعہ کو ؛ اور کتاب شیعہ محاسن برقی میں بایں طور لکھا ہے قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّکَ رَجُلٌ تَائِہٌ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

(نوٹ) شیعوں کے امام زمان علامہ حائری لاہوری نے اپنے فتاویٰ جلد ہفتم صفحہ ۲۸ میں صاف تحریر کر دیا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے پس پھر ہم لوگوں ان کی اتباع کرتے کیا عیب ہے ؛ خادم شریعت ؛

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَہٰی عَنِ الْمُتْعَۃِ - یعنی فرمایا امیرالمومنین نے واسطے ابن عباس کے کہ تحقیق تو مرد عیاش ہے بیشک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع کر دیا متعہ سے الخ - اور قرآن مجید بھی اس پر شاہد ہے وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حَافِظُوْنَ اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِھِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ الخ یعنی جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں مگر اپنی بیبیوں یا وہ جو ملکیت میں ہے انکی - اگر ان کے سوا کسی سے صحبت کریں تو وہ لوگ حد سے گذرنے والے ہیں - پس اب شیعان پاک کو چاہیے کہ اس آیت کو ناسخ فما استمتعتم کا تصور کریں - اور یہ بھی سوچیں کہ متعہ حکم نکاح کسطرح رکھ سکتا ہے - اور حفاظت شرمگاہ اس میں کسطرح ہو سکتی ہے - ہرگز نہیں ہو سکتی - کیونکہ یہ زنا ہے نکاح نہیں - نکاح کی چند شرطیں ذیل میں درج ہیں جو متعہ میں ہرگز نہیں پائی جاتیں - (اول) منکوحہ عورت سے جو اولاد ہوتی ہے وہ وارث ترکہ ہوتی ہے - (دوم) منکوحہ مطلقہ کو تین حیض عدت گذارنی پڑتی ہے - (سوم) منکوحہ پر لعان و ظہار و ایلاء و طلاق واقع ہو سکتی ہے - (چہارم) منکوحہ ایک مرد سے زیادہ شوہر نہیں رکھ سکتی - (پنجم) منکوحہ پر زوج کے حقوق و حفاظت مال لازم ہوتی ہے - اور اسی طرح مرد پر زوجہ کے حقوق ہوتے ہیں - غرضیکہ نکاح میں بہت شرائط قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں - اور متعہ اور زنا میں رائی بھر فرق نہیں - اور انشاء اللہ تعالےٰ اسکا مفصل ذکر جلد چہارم میں تحریر کیا جائیگا - فقط -

چند سوالات ایک مرزائی کے مع جوابات

ایک دن کا ذکر ہے کہ فقیر مورخہ ۲۹ ستمبر ستمبر ۱۹۱۹ء کو علاقہ لائلپور موضع میترانوالی میں اپنے رفیقوں کے ملنے کی خاطر گیا - اور رفیقوں میں سے ایک رفیق مسمی عبدالحکیم عطار نے مفصلہ ذیل اعتراضات تحریر شدہ فقیر کے سامنے پیش کر دیئے - اور کہا یہ تمام اعتراض ایک مرزائی نے بندہ کیطرف تحریر کئے ہیں - اور کہتا ہے کہ ان اعتراضوں کے جوابات اب تک کسی حنفی یا شیعہ یا اہل حدیث نے نہیں دیا - اور نہ دے سکتے ہیں - لہٰذا عرض ہے کہ آپ مہربانی فرما کر ان اعتراضوں کے جوابات تحریر فرمائیں - اور امید قوی ہے کہ آپ انکے اعتراضوں کے جوابات بالصواب دندان شکن دے سکتے ہیں - کیونکہ آپ کو اللہ تعالےٰ نے علم ظاہری اور باطنی بذریعہ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ بے حساب عطا کیا ہوا ہے - اور وہ اعتراضات تحریر شدہ یہ ہیں :-

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ چند سوالات بخدمت علمائے حنفیہ و اہل حدیث و اہل تشیع و مشائخ صوفیہ :-

سوال :(۱) اللہ تعالےٰ نے مسیح کی پیدائش کی خبر اسکی والدہ کو دی - اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی بشارت انکی

والدہ کو نہیں دی۔ پس افضل کون ہوا ؟

سوال: (۲) مسیح کی والدہ کی نسبت فرمایا کہ وہ صدیقہ ہے۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کو صدیقہ نہیں فرمایا پس افضل کون ہوا ؟

سوال: (۳) مسیح کی ولادت خرق عادت سے ہوئی۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش خرق عادت سے نہیں ہوئی پس افضل کون ہوا ؟

سوال: (۴) مسیح کا جسم عنصری زمین سے آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہے۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اٹھایا جانا ثابت نہیں۔ پس افضل کون ہوا ؟

سوال: (۵) مسیح کا بغیر خورد و نوش آسمان پر رہنا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا نہ ہونا۔ پس افضل کون ہوا ؟

سوال: (۶ و ۷) مسیح نے مردے زندہ کئے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مردہ زندہ نہیں کیا۔ پس افضل کون ہوا ؟

سوال: (۸) مسیح نے اندھوں کو بینا بنایا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی اندھا بینا نہیں بنایا۔ پس افضل کون ہوا ؟

سوال (۹) مسیح لوگوں کو بتایا کرتے تھے کہ تم فلاں چیز کھاتے ہو۔ اور اسقدر گھر میں جمع رکھتے ہو۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں بتایا پس افضل کون ہوا ؟

سوال (۱۰) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے فرمایا وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ اور فرمایا وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى اور مسیح کو فرمایا وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ پس افضل کون ہوا ؟

سوال (۱۱) مسیح اب تک زندہ ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے۔ پس افضل کون ہوا ؟

سوال (۱۲) مسیح کے مرنے کا ذکر قرآن شریف میں نہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم مر گئے۔ پس افضل کون ہوا ؟

سوال (۱۳) مسیح لوگوں کو ہدایت کے لئے دوبارہ آئیں گے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں آئیں گے۔ پس افضل کون ہوا ؟

سوال (۱۴) مسیح دجال کے لئے اترے گا اور دجال کو پامال کرے گا اور صلیب توڑے گا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ دجال کے لئے آویں گے۔ نہ دجال پامال کریں گے۔ نہ صلیب کو توڑیں گے۔ پس افضل کون ہوا۔ ثبوت قرآن مجید سے دیا جاوے ؟

بقلم الہ داد احمدی

نوٹ:۔ ان تمام اعتراضوں کے جواب تحریر کرنے کے واسطے اس جلد میں گنجائش نہیں رہی۔ صرف تھوڑا سا بیان نمبر اول و دوم کے بارہ میں تحریر کیا جاتا ہے۔ جو مفصلہ ذیل ہے۔ اور باقی سوالوں کے جوابات انشاء اللہ تعالےٰ جلد

چہارم و پنجم میں حسب استعداد فقیر تحریر ہوں گے :
جواب: سوال اول و دوم میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کو آپ کی پیدائش کی بشارت نہیں دی گئی۔ اور نہ ہی ان کی والدہ کو صدیقہ کہا گیا ہے۔ اور مسیح کی والدہ کو بشارت بھی دیگئی۔ اور صدیقہ بھی کہا گیا۔ لہذا کون شان میں افضل ہے :
افسوس ابتک معترض کو معلوم نہیں ہوا۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان مبارک باتفاق جمیع المسلمین تمام انبیاء علیہم السلام پر کئی وجوہات سے زیادہ ہے۔ اور فقیر انشاء اللہ جلد چہارم میں مفصلہ بتاکر دکھاویگا۔ اور یہ جو معترض کے دل میں خیال گذرا ہے کہ جسکی والدہ کو پیشگی بشارت دیگئی۔ اسکی شان زیادہ ہے۔ اسکی نسبت انصاف فرمایئے کہ جس شخص کی نسبت بشارت روز میثاق سے لے کر آدم علیہ السلام تک اور آدم علیہ السلام سے لے کر یکے بعد دیگرے انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضرت ابراہیم و اسمٰعیل و حضرت موسیٰ و عیسےٰ علیہم السلام کی زبان فیض ترجمان سے ظاہر ہوئی اسکا شان زیادہ ہوگا یا جسکی بشارت صرف ایک عورت کو دیجائے۔ یعنی ایک شخص کی نسبت ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کو بشارت دی گئی ہو۔ اور دوسرے شخص کی نسبت صرف ایک عورت عفیفہ کو بشارت ملی ہو۔ اب بتایئے کہ کس کی عزت و منزلت عند اللہ زیادہ ہوگی۔ ان دلائل قاطعہ کے ثبوت دو تین آیات بھی تحریر کی جاتی ہیں۔ تاکہ ناظرین کو یقین آجائے۔ وھو ہذا: وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ (ترجمہ) یعنی جسوقت عہد لیا خداوند کریم نے پیغمبروں سے کہ جسوقت دوں میں تمکو کتاب اور حکمت سے۔ پھر جب آوے تمہارے پاس سچا کرنے والا اس چیز کا جو پاس تمہارے ہے۔ ضرور اسکے ساتھ ایمان لائیو۔ اور ضرور مدد دیناالخ تب تمام ارواح انبیاء نے اسپر اقرار کر اور اسکی تائید پر یہ آیت ہے۔ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ وَاَخَذْنَا مِیْثَاقًا غَلِیْظًا ۝ یعنی جب ہم نے نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ بن مریم سے پکا اقرار لیا۔ اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آیا۔ تو انہوں نے بھی خود اپنی قوم کو بشارت دی اور کہا وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰۃِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ۔ اور ایسا ہی انجیل میں ہے چنانچہ استثنا کی کتاب باب ۵ سے ۱۸ تک مذکور ہے۔ غرضیکہ عرب کے تمام مذاہب کے مردوں اور عورتوں کو پہلے سے آپ کی تشریف آوری کی خبر کتابوں سے ظاہر ہو چکی تھی۔ یہاں تک کہ بوقت مصیبت حضور کی ذات کا وسیلہ پکڑتے تھے اور یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ خاندان اسمٰعیل سے پشت بہ پشت نبی آخر الزمان نسب ہاشمی سے ہونگے۔ چنانچہ

قرآن مجید میں ہے وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ یعنی اے میرے حبیب تو نمازیوں میں پھرتا چلا آیا ہے۔ اس آیت شریف سے ثابت ہوا کہ آپ کا خاندان آدم علیہ السلام سے لے کر جہاں کہیں آپ نے ٹکانا کیا ہے۔ وہ سب کے سب صادقین و موحدین ہوئے۔ اور مائی مریم پر مخالفین نے الزام زنا وغیرہ لگایا۔ تو خداوند کریم نے ان کی بریت بیان کی۔ اور کہا کہ تم لوگ جھوٹے ہو۔ وہ عفیفہ اور صادقہ ہے۔ اور مائی آمنہ رضی اللہ عنہا پر تو کسی فرد نے کسی قسم کا الزام الزام نہیں لگایا۔ تو پھر خداوند کریم کو کیا ضرورت تھی کہ خواہ مخواہ ایک بے ضرورت قصہ بیان کرتا۔ اور بشارتیں دینا۔ باقی بیان انشاء اللہ تعالےٰ جلد چہارم و پنجم وغیرہما میں کیا جاتے گا۔ فقط وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی ؎

خُطْبَةُ الْجُمُعَةِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِمَنْ قَدْ تَحَيَّرَ اَوْ خَيَالًا ۔ وَالشُّكْرُ لِمَنْ صَوَّرَ حُسْنًا وَجَمَالًا

فَرْدٌ صَمَدٌ عَنْ صِفَةِ الْخَلْقِ بَرِئٌ ۔ رَبٌّ اَزَلِيٌّ خَلَقَ الْخَلْقَ كَمَالًا

لَا شِبْهَ وَلَا مِثْلَ وَلَا كُفُوَ لِمَوْلٰی ۔ لَا وَلَدَ وَلَا وَالِدَ لَا عَمَّ وَخَالًا

لَا ضِدَّ وَلَا نِدَّ وَلَا حَدَّ لِرَبِّيْ ۔ اَلْاٰنَ كَمَا كَانَ وَلَمْ يَلْقَ زَوَالًا

لَا مِثْلَ لِمَنْ صَوَّرَ مِثْلًا وَّنَظِيْرًا ۔ مَنْ قَالَ سِوٰی ذٰلِكَ قَدْ قَالَ مُحَالًا

لَا قَبْلَ وَلَا بَعْدَ وَلَا وَقْتَ زَمَانًا ۔ لَا مَانِعَ لَا حَاجِبَ لِلّٰهِ تَعَالٰی

اَلْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ حَقًّا ۔ وَالْبَاطِنُ مَوْلَايَ وَلَا قِيْلَ وَقَالًا

اَشْهَدُ بِاللّٰهِ هُوَ الْوَاحِدُ حَقًّا ۔ اَشْهَدُ بِالْاَحْمَدِ لِلّٰهِ تَعَالٰی

فَاَصَلِّ عَلٰی اَفْضَلِ رُسُلٍ وَّنَبِيٍّ ۔ فِيْ كُلِّ صَبَاحٍ وَّمَسَاءٍ وَّزَوَالًا

يَا قَوْمِ لَنَا التَّوْبَةُ لَيْلًا وَّنَهَارًا ۔ وَالطَّاعَةُ لِلّٰهِ تَقَدَّسَ وَتَعَالٰی

اِنْ شِئْتَ مِنَ الْخَوْفِ اَمَانًا وَّسَلَامًا ۔ لَا تَهْوِ بِمَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی

اِنْ شِئْتَ مِنَ النَّارِ نَجَاتًا وَّفَلَاحًا ۔ فَاعْبُدْهُ لَقِيْنًا بِعَدُوٍّ وَّاٰصَالًا

طُوْبٰی لِمُصَلٍّ بِصَفَاءٍ وَّبِصِدْقٍ ۔ قَدْ يَحْصُلُهُ الْقُرْبُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی

طُوبیٰ لِمُصَلٍّ بِخُضُوعٍ وَّخُشُوعٍ مَنْ خَشَعَ فَقَدْ نَالَ مِنَ اللّٰہِ مَنَالًا
هَیْهَاتَ لِمَنْ ضَیَّعَ عُمْرًا بِهَوَاءٍ بِشِقَاقٍ وَّفُجُورٍ اَوْ فَسَادًا وَّخَیَالًا
هَیْهَاتَ لِمَنْ یَّرْغَبُ عَنْ ذِکْرِ الٰہٖ تَدْ یَجْمَعُ لِلنَّفْسِ عَذَابًا وَّ بَالًا
یَارَبِّ فَبَارِکْ لِلْمُصَلِّیْنَ جَمِیْعًا عِلْمًا وَّ بَیَانًا وَّجَمَالًا وَّکَمَالًا
کہو صلّ علےٰ سیّدنا احمد مرسل پہنچے شب معراج کو جو عرش سے بالا
ہوتا نہ اگر وہ نہ ہوتا کوئی موجود نور اس کے سے پیدا ہوئے سب ادنیٰ و اعلیٰ
بعد اسکے ابوبکر پہ رحمت ہو خدا کی تھا جان سے اور مال سے جو عاشق والا
بعد اسکے عمر پر کہ وہ تھا شمع فروزاں گھر دین کا آیسے ہوا جس سے اجالا
عثمان پہ بعد اسکے کہ تھا جامع قرآن جو علم و حیا جود کا تھا لولوئے لالا
بعد اسکے علی پر کہ وہ تھا حیدر کرار خیبر کو کیا فتح بیک آن ہے بھالا
اور خیر نساء فاطمہ زہرا پہ ہو رحمت جس گوہر عفت کو پیغمبر نے تھا پالا
بعد اسکے حسن اور حسین آل نبی پر صلوٰۃ خداوند تواتر و توالا
عمین شریفین جو حمزہ و عباس رحم اللہ علیهم رضی اللہ تعالےٰ

بَارَکَ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ فِی الْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ وَنَفَعَنَا وَاِیَّاکُمْ بِالْاٰیَاتِ وَالذِّکْرِ الْحَکِیْمِ اِنَّهٗ تَعَالٰی جَوَادٌ کَرِیْمٌ مَلِکٌ بَرٌّ رَّءُوْفٌ الرَّحِیْمُ ہ جلسہ کند و باز ایستادہ خطبہ ثانی بخواند۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِیْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَحْبَابِهٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ ہ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ہ اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ وَاخْذُلْ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ دِیْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ عِبَادَ اللّٰہِ رَحِمَکُمُ اللّٰہُ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ہ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ یَذْکُرْکُمْ وَادْعُوْهُ یَسْتَجِبْ لَکُمْ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ تَعَالٰی اَعْلٰی وَاَوْلٰی وَاَعَزُّ وَاَجَلُّ وَاَتَمُّ وَاَهَمُّ وَاَعْظَمُ وَاَکْبَرُ ہ

تمّت

حصہ ہفتم از فتاویٰ مناظر اسلام علامہ مولانا حضرت نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ　　نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

سوال:۔ وتر میں کتنی رکعتیں ہیں اور اسمیں کتنے سلام ہیں؟

جواب:۔ وتروں کی نماز تین رکعت ہیں۔ اور تیسری رکعت تشہد کے بعد سلام ہے۔ چنانچہ حاکم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان کی ہے۔ اور یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر ہے۔ وھو ہذا۔ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُوْتِرُ بِثَلٰثٍ لَا یُسَلِّمُ اِلَّا فِیْ اٰخِرِھِنَّ ۔ نقل از فتح القدیر باب الوتر (ترجمہ) فرمایا مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ آپ تین رکعت وتر کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور نہ سلام پھیرتے تھے۔ مگر اسکے آخر میں اور ایسا ہی نسائی میں ہے۔ کہ آپ دو رکعت وتر میں سلام نہ پھیرا کرتے تھے۔ ابو داؤد و ترمذی و طحاوی و ابن ماجہ و فتح القدیر باب الوتر میں بایں طور حدیث صحیح مذکور ہے۔ کہ آپ تین رکعت وتر پڑھتے تھے پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی اور دوسری رکعت میں قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور تیسری رکعت میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ معوذتین پڑھتے اور تیسری رکعت پر سلام پھیرتے تھے۔ اور موطا میں عطا بن یسار سے نیز حدیث بایں طور مذکور ہے قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلْوِتْرُ کَصَلٰوۃِ الْمَغْرِبِ (ترجمہ) یعنی کہا عطاء نے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ نماز وتروں کی مثل نماز مغرب کے ہے۔ اور اجماع مسلمانوں کا بھی اسی پر ہے۔ کہ وتروں کی نماز تین رکعت ہے۔ وھو ہذا۔ حَدَّثَنَا حَفْصٌ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنِ الْحَسَنِ قَالَ اِجْتَمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی اَنَّ الْوِتْرَ ثَلٰثٌ لَا یُسَلِّمُ اِلَّا فِیْ اٰخِرِھِنَّ (ترجمہ) حسن بصری سے روایت ہے کہ اجماع مسلمانوں کا اس بات پر ہے۔ کہ نماز وتروں کی تین رکعتیں ہے۔ اور نہ سلام پھیری جاوے مگر آخر رکعت میں (نقل از فتح المبین صفحہ ۱۴۲ و طحاوی و فتح القدیر) اور کہا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے اَلْوِتْرُ ثَلٰثٌ کَثَلٰثِ الْمَغْرِبِ الخ (ترجمہ) یعنی وتر تین رکعت ہے بمثل

نوٹ:۔ وتروں کی دوسری رکعت میں آپکی ذات تشہد بیٹھا کرتے تھے۔ چنانچہ کتاب مجمع الزوائد صفحہ ۱۹۹ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم کان لا یزید فی الرکعتین علی التشھد رواہ ابو یعلی و مسلم ص ۱۹۲ فی کل رکعتین التحیۃ الحدیث فقط: خادم شریعت عفی اللہ عنہ ۱۲

نماز مغرب کے ر نقل از فتح المبین صفحہ ۱۳۶ باقی ذکر اسکا اول جلد میں سے مطالعہ کریں۔ فقط۔

سوال :۔ نماز فجر میں دعا قنوت پڑھنا کیسا ہے؟

جواب :۔ برائے دفع کسی حادثہ و محاربہ کے مستحب ہے۔ ورنہ اسکے پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور آپکی ذات بابرکات نے بھی صرف ایک ماہ برائے دفع شرارت مخالفین یہ دعا پڑھی اور بددعا کی۔ وہو ہذا۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمْ يَقْنُتْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفَجْرِ قَطُّ اِلَّا شَهْرًا وَاحِدًا اِلَّا اَنَّهٗ حَارَبَ حَيًّا مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ يَدْعُوْا عَلَيْهِمْ۔ نقل از فتح القدیر باب الوتر (ترجمہ) یعنی آپ کی ذات نے نہیں دعا قنوت کو پڑھا۔ کبھی نماز فجر میں مگر ایک ماہ تک۔ اسواسطے کہ آپ محارب ایک قبیلہ مشرکین کے ساتھ تھے۔ دعا قنوت کو پڑھا اور دعاء کی ان پر فقط۔

سوال :۔ نماز قصر یعنی چار رکعتوں کی بجائے دو رکعتوں کا پڑھنا کتنے میلوں پر حکم ہے۔ جواب احادیث صحیحہ سے دو۔

جواب :۔ سفر   کی تعداد میں اختلاف ہے۔ لیکن امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح تر مذہب یہ ہے کہ تین یوم کی مسافت گھر سے ہو تو نماز کو قصر کرے۔ چنانچہ حدیث موطا امام محمد و معانی الآثار میں ہے اَخْبَرَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّهٗ كَانَ يُسَافِرُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ اَلْبَرِيْدَ فَلَا يَقْصُرُ الصَّلٰوةَ قَالَ مُحَمَّدٌ اِذَا خَرَجَ الْمُسَافِرُ اَتَمَّ الصَّلٰوةَ اِلَّا اَنْ يُّرِيْدَ مَسِيْرَةَ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ كَوَامِلَ بِسَيْرِ الْاِبِلِ وَمَشْيِ الْاَقْدَامِ فَاِذَا اَرَادَ ذٰلِكَ قَصَرَ الصَّلٰوةَ حِيْنَ يَخْرُجُ مِنْ مِّصْرِهٖ وَيَجْعَلُ الْبُيُوْتَ خَلْفَ ظَهْرِهٖ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ (ترجمہ) روایت ہے نافع سے کہ وہ سفر کرتے تھے حضرت عبداللہ کے ساتھ ایک برید تک تو نماز کو قصر نہیں کرتے تھے۔ برید ایک پڑاؤ کو بولتے ہیں جو کہ ۱۲ میل سے زائد نہ ہو۔ اور کہا امام محمد نے کہ جب مسافر گھر سے نکلے تو قصر نہ کرے۔ مگر جبکہ تین دن کے سفر کا ارادہ رکھتا ہو۔ اور اتنی مسافت ہو کہ اونٹ لادا ہوا ہو اور اسکے ساتھ آدمی آرام سے چل کر تین یوم میں پہنچ جائے۔ جسکی مسافت کا اندازہ ۳۶ میل کا ہوتا ہے۔ اور قصر کرے جبکہ نکلے گھر سے پیٹھ دیوے اسکو۔ اور یہی قول ہے ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ کا اور نافع سے روایت ہے اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا خَرَجَ اِلٰى خَيْبَرَ قَصَرَ الصَّلٰوةَ (ترجمہ) یعنی جب نکلتے عبداللہ بن عمر طرف خیبر کے جو ۹۶ میل ہے تو نماز کو قصر کرتے۔ اور ایک حدیث میں اسطرح ہے کہ فرمایا آپ نے کہ مقیم مسح کرے موزوں پر ایک دن اور ایک رات اور مسافر تین دن اور تین رات اور یہی حدیث مذہب حنفیہ کی حجت ہے۔ اور اگر کسی شخص نے سفر میں پندرہ یوم کسی جگہ مقام کرنا

ہو تو نماز قصر نہ کرے بلکہ پوری پڑھے اور اگر اس سے کم رہنا ہو تو قصر کرکے پڑھے یعنی دو رکعتیں فرض پڑھے چنانچہ کتاب الآثار امام محمد صفحہ ۳۹ اور صاحب طحاوی نے ذکر کیا ہے۔ وہو ہذا۔ حَدَّثَنَا اَبُوْحَنِیْفَۃَ حَدَّثَنَا مُوْسٰی بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اِذَا کُنْتَ مُسَافِرًا فَوَطَّنْتَ نَفْسَكَ عَلٰی اِقَامَۃِ خَمْسَۃَ عَشَرَ یَوْمًا فَاَتِمَّ الصَّلٰوۃَ وَاِنْ کُنْتَ لَا تَدْرِیْ فَاقْصُرْ الخ (ترجمہ) یعنی جب آئے تو کسی شہر میں اطمینان سے اور تو مسافر ہو اور نیت کرے تو پندرہ یوم اور رات رہنے کی تو پورا کر نماز کو اگر نہیں جانتا تو کہ کب جاویگا تو قصر کر اسکو۔ اِذَا قَدِمْتَ بَلْدَۃً وَاَنْتَ مُسَافِرٌ وَفِیْ نَفْسِكَ اَنْ تُقِیْمَ خَمْسَۃَ عَشَرَ یَوْمًا وَلَیْلَۃً فَاَکْمِلِ الصَّلٰوۃَ بِهَا وَاِنْ کُنْتَ لَا تَدْرِیْ مَتٰی تَظْعَنُ فَاقْصُرْهَا الخ اور علاوہ اسکے کہا امام ابی شیبہ نے کہ اگر کوئی نہ جانے کہ کب یہاں سے روانہ ہونگا وہ نمازیں قصر ہی کرے۔ اگرچہ گذر جائے اسپر ایک سال اور جب مسافر مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھے۔ تو چار رکعت ہی پڑھے۔ لیکن نیت چار کی نہ کرے۔ اور موطا امام محمد صفحہ ۸۰ میں ہے اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اخبرنا نافع عَنْ اِبْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ اِذَا کَانَ یُصَلِّیْ مَعَ الْاِمَامِ بمنٰی یُصَلِّیْ اَرْبَعًا وَاِذَا صَلّٰی لِنَفْسِهٖ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاْخُذُ اِذَا کَانَ الْاِمَامُ مُقِیْمًا وَالرَّجُلُ مُسَافِرًا وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحِمَهُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ (ترجمہ) روایت ہے نافع سے کہ ابن عمر چار رکعتیں پڑھتے تھے امام کے ساتھ اور جب تنہا ہوتے تو قصر کرتے نماز کو اور کہا امام محمد نے اسی پر ہے عمل ہمارا جب امام مقیم ہو اور مقتدی مسافر ہو اور ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ اور نماز کے قصر کرنے پر قرآن مجید بھی شاہد ہے۔ چنانچہ پارہ ۵ رکوع ۱۲ میں ہے فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ۔ (ترجمہ) یعنی سفر میں اگر تم بعض نمازوں میں قصر کر لوگے تو تم پر کچھ مضائقہ نہیں۔ یعنی تمکو اس امر سے مواخذہ نہیں کیا جاویگا۔ اور واضح ہو کہ مِنَ الصَّلٰوۃِ میں من بعضیہ ہے۔ جیسا کہ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَلَیْسُوْا سَوَاءً مِنْ اَهْلِ الْکِتَابِ اُمَّۃٌ قَائِمَۃٌ میں ہے۔ اور نماز ظہر و عصر و عشاء میں قصر کرنا جائز ہے۔ نہ شام و فجر میں چنانچہ احادیث سے یہ بات ثابت ہے۔ اور علاوہ اسکے موطا امام محمد میں بایں طور حضرت ابن عباس سے حدیث مذکور ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْصُرُوا الصَّلٰوۃَ فِیْ اَقَلِّ مِنْ اَرْبَعَۃِ بُرُدٍ مِنْ مَکَّۃَ اِلٰی عُسْفَانَ اَخْرَجَهٗ مَالِكٌ۔ نقل از کتاب قویم صفحہ ۱۳۳ (ترجمہ) یعنی کہا ابن عباس نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کم

نوٹ:۔ مذہب حنفی میں مسافر کے لئے دو رکعتیں فرض ہیں اس سے زائد پڑھنی گناہ اور باطل ہے چونکہ اس پر اجماع ہے اور ہمارے علماء نے اسکو فجر پر قیاس کیا ہے۔ اور امام شافعی نے صوم پر اور حالانکہ یہ باطل ہے۔ اور آیت کا جواب فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِهِمَا میں ہے:۔ فقط خادم شریعت:۔

کرو نماز کو چار برد سے کم سفر میں مکہ سے عسفان تک (برید ۱۲ میل کا ہوتا ہے۔) اور صحابہ کرام جبکہ خیبر میں جاتے تو نماز میں قصر کرتے۔ خیبر ۹۶ میل مدینہ منورہ سے ہے ؛

سوال :- وقت ظہر کا کسو قت تک باقی رہتا ہے۔ اور فجر کی نماز کسو قت پڑھنی بہتر ہے :-

جواب :- نماز ظہر کا وقت آفتاب کے ڈھل جانے سے شروع ہوتا ہے۔ اور دو مثل تک رہتا ہے۔ اور یہی مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ اور امام صاحب کے دلائل یہ ہیں۔ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ (ای لِزَوالِھا) اور صاحب ہدایہ جلد اول صفحہ ۶۴ میں بایں طور لکھا ہے زَالَتِ الشَّمْسُ وَقْتُ الظُّھْرِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ لِاِمَامَتِہٖ جِبْرَائِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِی الْیَوْمِ الْاَوَّلِ حِیْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَاٰخِرُ وَقْتِھَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ اِذَا صَارَ ظِلُّ کُلِّ شَیْئٍ مِثْلَیْہِ سِوَی فَیْئِ الزَّوَالِ وَقَالَا اِذَا صَارَ الظِّلُّ مِثْلَہٗ وَھُوَ رِوَایَۃٌ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَفَیْئُ الزَّوَالِ وَھُوَ الْفَیْئُ الَّذِیْ یَکُوْنُ لِلْاَشْیَاءِ وَقْتَ الزَّوَالِ لَھُمَا الخ (ترجمہ) ابتداء وقت ظہر کا ڈھل جانے افتاب سے ہے۔ کیونکہ جبرائیل علیہ السلام نے اول روز آپ کی ذات کو وقت مذکور میں نماز پڑھائی تھی۔ اور آخر وقت اسکا ہر چیز سے دو چند سوائے اصلی سایہ کے ہو جانے تک رہتا ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر چیز کے سایہ سوا سایہ اصلی کے برابر ہونے تک آخر وقت نماز ظہر کا رہتا ہے۔ اور دلیل امام صاحب کی یہ ہے۔ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اَذَّنَ مُؤَذِّنُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الظُّھْرَ فَقَالَ اَبْرِدْ اَبْرِدْ اَوْقَالَ اِنْتَظِرْ اِنْتَظِرْ وَقَالَ شِدَّۃُ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَھَنَّمَ فَاِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلٰوۃِ حَتّٰی رَاَیْنَا فَیْئَ التُّلُوْلِ الخ (نقل از بخاری کتاب مواقیت الصلوۃ) (ترجمہ) ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مذکور ہے۔ کہ کہا کہ اذان دینے لگا موذن آپ کی ذات کا وقت ظہر میں تو فرمایا آپ نے ٹھنڈے وقت میں دے۔ اور فرمایا آپ نے انتظار کر انتظار کر اور فرمایا سخت گرمی جوش ہے آگ جہنم سے پس جب سخت ہو گرمی تو ٹھنڈے وقت میں پڑھو نماز کو اور تاخیر کی آپنے یہاں تک کہ دیکھ لیا ہم نے سایہ ٹیلوں کا الخ اور اسی کتاب میں بروایت ابو ہریرہ بایں طور مذکور ہے۔ اِنَّہٗ قَالَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوۃِ الخ یعنی فرمایا آپ نے جس وقت سخت گرمی ہو تو ٹھنڈا کر کے پڑھو نماز کو اور نیز بخاری پارہ ۳ ابرد بالظہر میں ابی ذر غفاری سے بایں طور حدیث مذکور ہے قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَاَرَادَ الْمُؤَذِّنُ اَنْ یُّؤَذِّنَ لِلظُّھْرِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبْرِدْ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ یُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَہٗ اَبْرِدْ حَتّٰی رَاَیْنَا فَیْئَ التُّلُوْلِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ شِدَّۃَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَھَنَّمَ فَاِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوۃِ الخ

(ترجمہ) یعنی کہا ہے راوی نے کہ تھے ہم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سفر میں پس چاہا موذن نے کہ اذان دیوے ظہر کی تو فرمایا آپ نے ٹھنڈے وقت میں دے۔ پھر چاہا کہ اذان دیوے تو فرمایا اس سے کہ ٹھنڈے وقت میں دے یہاں تک کہ دیکھ لیا ہم نے سایہ ٹیلوں کا۔ پھر فرمایا نبی علیہ السلام نے بیشک سختی گرمی کی جوش جہنم سے ہے پس جب سخت ہو گرمی تو ٹھنڈا کر کے پڑھو نماز کو پس ان دلائل قاطع سے یہ بات ثابت ہوئی کہ نماز ظہر کا آخر وقت دو مثل تک رہتا ہے۔ کیونکہ موذن نے اپنی عادت مالوفہ پر اول وقت میں اذان دینا شروع کیا تو آپ نے اسکو بار بار روکا یہاں تک کہ ٹیلوں کے سایہ نظر آنے لگے تو آپ نے اسکو اجازت دی اور فرمایا کہ آئندہ اس بات کو یاد رکھنا کہ گرمی کے موسم میں نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا کہ نماز میں اچھی طرح دل لگ جائے۔ اور خضوع وخشوع سے نماز ادا ہو جائے اور حدیث مسلم اس پر شاہد ہے وھو ہذا۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَقْتُ الظُّهْرِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَتْ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُوْلِهٖ مَالَمْ يَحْضُرِ الْعَصْرُ وَوَقْتُ عَصْرٍ مَالَمْ تَصْفَرِّ الشَّمْسُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ مَالَمْ تَغِبِ الشَّفَقُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ الْاَوْسَطِ وَوَقْتِ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ مَالَمْ تَطْلُعُ الشَّمْسُ اَخْرَجَهٗ مُسْلِمٌ وَقَوِیم صفحہ ۴۶

(ترجمہ) یعنی کہا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہ فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت ظہر کا جب ڈھلے آفتاب اور ہو جائے سایہ مرد کا اسکی لمبائی کے برابر یہاں تک کہ نہ آئے وقت عصر کا اور نہیں جاتا وقت عصر جبتک کہ نہ زرد ہو آفتاب اور وقت نماز مغرب کا جب تک کہ نہ غائب ہو زردی پچھم کی۔ اور وقت نماز عشاء کا پوری آدھی رات تک اور وقت نماز صبح کا طلوع فجر سے جب تک نہ طلوع کرے آفتاب اور نماز فجر کو پوری سفیدی میں پڑھنا افضل ہے۔ چنانچہ موطا امام محمد صفحہ اول وقویم صفحہ ۴۹ میں حدیث بایں طور مذکور ہے عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَاِنَّهٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ اَخْرَجَهٗ اَصْحَابُ السُّنَنِ ۵ (ترجمہ) رافع ابن خدیج سے روایت ہے کہ بیشک فرمایا ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوب سفیدی میں پڑھو نماز فجر پس اسکا پڑھنا سفیدی میں بڑا ثواب رکھتا ہے الخ پس ان تمام احادیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ نماز فجر کو اسفار میں پڑھنا اور نماز ظہر اور عصر کو اول وقت میں ادا کرنا افضل ہے۔ ہاں اگر موسم گرما میں گرمی کی شدت ہو تو اسوقت دوسری مثل میں نماز ادا کرنا بہتر ہے۔ چنانچہ حدیثوں سے صاف صاف ثابت ہو چکا ہے۔ اور علاوہ اسکے اختلاف سے بھی بچاؤ ہو گا۔ اور قرآن مجید میں ہے فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا (ترجمہ) بیشک نماز مومنوں پر فرض ہے۔ مقررہ اوقات میں فقط۔

سوال :۔ یہ پانچ نمازیں ہیں۔ اور پانچ اوقات کا ثبوت قرآن مجید سے دو۔ کیونکہ فرقہ چکڑالوی اسبات کا منکر ہے۔

جواب :۔ بیشک قرآن مجید میں ان ہر دو مسئلوں کا ذکر بہت جگہ پر ہے۔ لیکن اسجگہ صرف دو آیتیں حوالہ کے طور پر تحریر کر دی جاتی ہیں۔ وھوھذا :۔ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى :۔ (ترجمہ) نگہبانی کرو نمازوں کی اور نماز درمیانی کی پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ نمازیں پانچ ہیں۔ کیونکہ چار عدد کا وسط ثابت نہیں ہو سکتا۔ اگر پانچ عدد ہونگے۔ تو پھر پانچواں عدد چار کا وسط ہو جائیگا۔ چنانچہ آیت اسکی صاف تفسیر کر رہی ہے۔ وھو ہٰذا قولہ تعالےٰ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ط وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ الخ (ترجمہ) پس پاکی وتقدس کرو اپنے رب کی جسوقت تم لوگوں کو شام ہو اور جسوقت تمکو صبح ہو۔ کیونکہ آسمان اور زمین میں وہی اللہ ہے۔ تعریف کے لائق اور اپنے رب کو یاد کرو جبکہ تم کو عشاء اور ہو جبکہ تم کو وقت ظہر۔ پس ان ہر دو آیات سے صاف صاف ثابت ہوا کہ نمازیں بھی پانچ ہیں۔ یعنی وقت نماز صبح و نماز ظہر۔ و نماز عصر۔ و نماز عشاء و مغرب۔ اور ایسا ہی عبد اللہ چکڑالوی نے اپنے رسالہ صلوٰۃ القرآن صفحہ ۱۹ میں لکھا ہے اور وہ عبارت اسکی یہ ہے۔ فجر دو فرض۔ ظہر چار فرض۔ عصر چار فرض۔ مغرب تین فرض۔ عشاء چار فرض۔ جمعہ دو فرض عیدین دو فرض۔ تہجد دو نفل۔ فقط۔ باقی ذکر انشاء اللہ تعالےٰ کسی اور جلد میں ہوگا :

سوال : آذان نماز کب سے شروع ہوئی۔ اور کسطرح ہوئی۔ اور اسکا ثبوت کیا ہے۔ جواب دو :

جواب :۔ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ مکہ معظمہ میں شروع ہوئی۔ اور بعض نے کہا کہ مدینہ طیبہ میں اور صحیح تر یہ ہے کہ جب آپکی ذات بابرکات مکہ سے مع صحابہ کرام ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے اور دن بدن اسلام میں ترقی ہونے لگی۔ تو صحابہ نے بطور مشورہ آپ کی ذات سے کہا کہ اب اس امر میں نہایت تکلیف ہے کہ لوگوں کو ہر نماز کے لئے خانہ بخانہ کوچہ بکوچہ آوازیں دیں اور بلائیں۔ اور ایک وقت معین پر ہر ایک کے لئے اسطرح دشوار ہے۔ سو کوئی ایسی چیز ہو جسکو سن کر سب لوگ جمع ہو جائیں۔ اور نمازیں اکٹھے ہو کر ادا کر لیں۔ تو ہر ایک نے اپنی اپنی رائے بیان کی۔ کسی نے کہا بلند مکان پر آگ جلائی جائے اور اسکو لوگ دیکھتے ہی دوڑ کر آجائیں۔ اور بعض نے کہا ناقوس بجایا جائے۔ اور بعض نے کہا سینگ۔ غرضیکہ یہ رائیں بھی صحابہ میں پاس نہ ہوئیں۔ کیونکہ ان چیزوں میں مشابہت غیر مذاہب مثل یہود و نصاریٰ کے پائی جاتی ہے۔ لیکن آپ نے حکم ناقوس بنانے کا کر دیا۔ اور ایک روایت میں یوں بھی وارد ہے کہ آپنے ناقوس کو بھی منع کیا ہے۔ لیکن روایت ابو داؤد کی اسپر شاہد ہے کہ آپنے

؎ جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مکہ میں ایمان لائے تو باآواز بلند آذان دلائی گئی۔ نقل از حملہ حیدری کتاب شیعہ فقط :۔

حکم دیا ہے کہ تم ناقوس بنالو تو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالے عنہما نہایت غمناک ہو کر چلے آئے۔ اور خواب میں اسکو کلمات سکھائے گئے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے بھی اسکی تصدیق اور تائید کی اور فرمایا آپ نے کہ شکر ہے اللہ تعالے کا کہ میرے صحابہ کو سچ حق الہام ہوتے ہیں۔ اور وہ حدیث یہ ہے۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ رَبِّهٖ قَالَ لَمَّا أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاقُوْسِ يُعْمَلُ لِيُضْرَبَ بِهٖ لِلنَّاسِ يَجْمَعُ الصَّلٰوةَ طَافَ بِيْ وَأَنَا نَائِمٌ رَجُلٌ يَحْمِلُ نَاقُوْسًا فِيْ يَدِهٖ فَقُلْتُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اتَبِيعُ النَّاقُوْسَ قَالَ وَمَا تَصْنَعُ بِهٖ فَقُلْتُ نَدْعُوْا بِهٖ إِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ أَفَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى مَا هُوَ خَيْرٌ مِّنْ ذٰلِكَ فَقُلْتُ لَهٗ بَلٰى فَقَالَ تَقُوْلُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَأْخَرَ عَنِّيْ غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ قَالَ تَقُوْلُ إِذَا أَقَمْتَ الصَّلٰوةَ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَلَمَّا أَصْبَحْتُ أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهٗ بِمَا رَأَيْتُ فَقَالَ إِنَّهَا لَرُؤْيَا حَقٌّ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَقُمْ مَعَ بِلَالٍ فَأَلْقِ عَلَيْهِ مَا رَأَيْتَ فَلْيُؤَذِّنْ بِهٖ فَإِنَّهٗ أَنْدٰى صَوْتًا مِّنْكَ فَقُمْتُ مَعَ بِلَالٍ فَجَعَلْتُ أُلْقِيْهِ عَلَيْهِ وَيُؤَذِّنُ بِهٖ قَالَ فَسَمِعَ ذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهٖ فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَاءَهٗ وَيَقُوْلُ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُ مِثْلَ الَّذِيْ أُرِيَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ (رواہ ابوداؤد) کتاب تفریح الاحباب صفحہ ۲۰۱ وقویم صفحہ ۴۵ (ترجمہ) عبداللہ بن زید بن عبدربہ سے روایت ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقوس بنائے جانے کا حکم فرمایا کہ نماز میں جمع ہونے کے لئے لوگوں کے اسکو بجائیں۔ تو مجھے ایک شخص خواب میں دکھائی دیا۔ کہ وہ اپنے ہاتھ میں ناقوس اٹھائے ہوئے ہے میں نے اس سے کہا اے خدا کے بندے کیا یہ ناقوس بکتا ہے۔ اس نے کہا اس سے تو کیا کرے گا۔ ... ... میں نے کہا اس سے لوگوں کو نماز کے لئے بلائیں گے۔ اس نے کہا کہ میں اس سے بہتر چیز بتاؤں تجھ کو میں نے کہا ہاں اس نے کہا پہلے چار مرتبہ اللہ اکبر کہے پھر دو مرتبہ اشہد ان لا الہ الا اللہ اور دو دفعہ

اشہدان محمد رسول اللہ۔ اور دو دفعہ حیّ علی الصلوٰۃ اسی طرح دو دفعہ حی علی الفلاح۔ پھر دو دفعہ اللہ اکبر۔ اور ایک دفعہ لاالہ الا اللہ کہو۔ یہ کہہ کر وہ شخص تھوڑی دیر مجھ سے پیچھے ہٹ کر کہنے لگا۔ جب جماعت کھڑی ہووے تو پہلے دو مرتبہ اللہ اکبر کہو اور پھر دو ہی دفعہ اشہدان لاالہ الا اللہ کہو۔ پھر دو دفعہ اشہدان محمد رسول اللہ اور دو دفعہ حی علی الصلوٰۃ اور اسی طرح حی علی الفلاح کہہ کر دو دفعہ قد قامت الصلوٰۃ کہے اور پھر اللہ اکبر دو دفعہ کہے اور لاالہ الا اللہ پس جب میں نے صبح کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اس خواب کو جو میں نے دیکھا تھا۔ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا بیشک یہ خواب حق ہے۔ اگر اللہ نے چاہا۔ تو بلال کے ساتھ کھڑا ہو کر کہ جو کچھ دیکھا ہے۔ اس سے سکھلا اور بتا تاکہ بلال ان کلموں کے ساتھ اذان دے کیونکہ بلال تجھ سے آواز میں زیادہ ہے۔ پس میں نے بلال کے ساتھ کھڑے ہو کر انہی لفظوں کو بتانا شروع کیا۔ بلال ان لفظوں سے اذان دیتے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب گھر میں سے یہ آواز سنکر اپنی چادر سنبھالتے ہوئے باہر آئے اور کہنے لگے اے رسول خدا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے جیسا کہ عبد اللہ نے خواب میں دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا شکر ہے کہ میرے اصحاب پر حق الہام ہوتے ہیں۔ اور بخاری میں اسطرح پر ہے۔ كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ حِيْنَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ يَجْتَمِعُوْنَ فَيَتَحَيَّنُوْنَ الصَّلٰوةَ لَيْسَ يُنَادِيْ لَهَا فَتَكَلَّمُوْا يَوْمًا فِيْ ذٰلِكَ یعنی جب آئے مسلمان مدینہ منورہ میں پس وقت ٹھیراتے نماز کا پس نہ اذان دی جاتی تھی واسطے اسکے پس انہوں نے کلام کیا ایک دن اس میں پس کہا بعض نے بنالیا جاوے ناقوس نصاریٰ کے اور کہا بعض نے بوق پس کہا حضرت عمر نے نہیں مقرر کرتے تم آدمی جو پکارے ساتھ نماز کے پس فرمایا آپ کی ذات بابرکات نے اے بلال کھڑا ہو اذان دے ساتھ نماز کے اور آذان کا ثبوت قرآن مجید میں ہے چنانچہ سورہ جمعہ میں اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ آیت لقولہ تعالےٰ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ الآیۃ یعنی جب پکارتے ہو تم طرف نماز کی پکڑتے ہیں اسکو ٹھٹھا اور کھیل اس سبب سے کہ وہ ایک قوم ہے۔ نہیں سمجھتی۔ پس ان تمام دلائل قاطعہ سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ اقامت میں بھی ہر ایک کلمہ کو اذان کیطرح تکرار کرے نہ کہ جیسا بعض فرقہ وہابیہ کا دستور العمل ہے۔ ہکذا فی البخاری باب الاذان ؛

سوال:۔ غیر مقلد کہتے ہیں کہ یہ تقلید حرام و بدعت ہے جو حنفی شافعی حنبلی مالکی وغیرہ میں ہے۔ کیونکہ یہ چوتھی صدی کی بنی ہوئی ہے۔ کیا یہ ان کی بات سچ ہے۔ انصاف سے جواب دو ؛

السائل فضل الٰہی مستری وزیر آباد۔ محلہ لکڑ منڈی ۲۰ نومبر ۱۹۱۹ء

جواب :- تقلید دو قسم پر ہے (۱) تقلید مثل کفار ور سوم آباو اجداد کی اور یہ تقلید بالکل حرام اور مردود اور شرک اور کفر ہے۔ اور اس تقلید کی حرمت پر خود قرآن مجید شاہد ہے لقولہ تعالیٰ ھٰذَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ آبَاءَنَا کیونکہ وہ بجز اس بات کے اور کوئی دلیل نہیں رکھتے۔ اور اسی تقلید کو خود مولانا رومی صاحب نے بھی بدیں الفاظ رد کیا ہے

ابیات

بشنو ایں قصہ بے تہدید را	تا بدانی آفت تقلید را
آں مقلد صد دلیل و صد بیاں	بر زباں آرد ندارد ہیچ جان
بسکہ تقلید است ایمان او	روئے ایماں را ندیدہ جان او
بس خطر باشد مقلد را عظیم	از رہے رہزن ز شیطان رجیم
خلق را تقلید او بر باد داد	ہفت صد لعنت بریں تقلید داد

اور دوم تقلید انبیاء و اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم و آئمہ دین شرح متین کی ہے۔ اور یہ تقلید جسمیں ہم بحث کرتے ہیں جائز بلکہ فرض ہے۔ اور اس پر یہ دلائل شاہد ہیں۔ لقولہ تعالیٰ۔ اِتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا (ترجمہ) ابراہیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کر۔ آیت دوم۔ لقولہ تعالیٰ۔ اِتَّبِعْ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ یعنی اس شخص کی پیروی اور اتباع کر جو میری طرف جھکا ہوا ہو۔ آیت سوم لقولہ تعالیٰ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ (ترجمہ) اے رب ہمارے ہمکو راستہ گروہ مضبوط پر چلا جو انبیاء اور صالحین اور شہداء و آئمہ دین کا ہے یعنی جس راستہ پر وہ چلے ہیں۔ آیت چہارم لقولہ تعالیٰ فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (ترجمہ) پس پوچھ لو تم صاحب ذکر سے اگر تم لوگ ناواقف ہو۔ آیت پنجم۔ لقولہ تعالیٰ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ۝ (ترجمہ) اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو اور اسکی پیروی کرو جو تم میں سے صاحب امر ہو۔ پس ان تمام آیات بینات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ تقلید یعنی اتباع ہر ایک فرد کو لازم ہے کہ انبیاء و شہداء و ائمہ دین شرع متین کی کرے اور اسمیں کوئی قباحت نہیں۔ اور اگر فرقہ وہابیہ یہ کہے کہ ہم لوگ تو اس تقلید کو جائز کہتے ہیں۔ صرف تقلید ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرنے کو حرام یا بدعت سمجھتے ہیں۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ آپ بتائیے کہ آئمہ اربعہ دین حق پر تھے یا نہیں۔ اگر تھے تو پھر ہم لوگ ان میں سے ایک

ــہ تقلید کے معنی اتباع اور پیروی کے ہیں چنانچہ کتب لغت اور کتاب حسامی مع نامی صـ۸۶ حاشیہ صفحہ ہ میں بایں طور لکھا ہے التقلید اتباع الرجل غیرہ فیما تسمعہ بقول او فی نعلہ علی زعم انہ محسن بلا نظر والدلیل الخ :- خادم شریعت عفی عنہ ۱۲:-

امام کی تقلید کرلیں۔ تو کیا ہم دین سے خارج ہو جائیں گے۔ جواب دو۔ کیا یہ حکم خداوند کریم کا نہیں۔ اِتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ یعنی اتباع کر اس شخص کی جو میری طرف جھکا ہوا ہو۔ کیا آیت کریمہ سے تقلید شخصی ثابت نہیں ہوتی تو ہم صرف دو تین حدیثیں بھی بیان کر دیتے ہیں۔ وہو ہذا۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرَ (ترجمہ) فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ پیروی کرو بعد میرے ابو بکر اور عمر کی اور حدیث دوم فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ حدیث سوم قولہ علیہ السلام اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ (ترجمہ) یعنی فرمایا آپ کی ذات بابرکات نے میرے اصحاب مانند ستاروں کے ہیں جو ان میں سے کسی ایک کا اتباع کرے گا وہی ہدایت پر ہوگا اور وہی اسکو جنت میں لے جائیگا۔ بس اب غیر مقلد صاحب فرمایئے کیا اب تقلید شخصی ثابت ہوئی یا نہیں۔ کیا امام صاحب تابعی تھے یا نہیں۔ کیا دوسرے امام خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم کے مصداق ہیں یا نہیں۔ جواب دو۔ پس ہم مقلد لوگ آئمہ اربعہ میں سے ایک کی تقلید کو فرض سمجھتے ہیں۔ کیونکہ آئمہ اربعہ دین حق پر تھے صرف فرق ان کا فروعی مسائل میں تھا نہ اصول دین میں اور ان آئمہ دین کی تقلید تو بڑے بڑے علمائے دین شرع متین نے کی ہے۔ چنانچہ امام بخاری و مسلم و صاحب ترمذی و نسائی و عبداللہ بن مبارک و صاحب فتح القدیر و شامی و صاحب ہدایہ و صاحب قدوری و قاضی خاں و عالمگیر و حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ غرضیکہ تمام آئمہ دین و مفتیان شرع متین سب کے سب اپنے آپکو مقلد ہی کہلاتے چلے آئے ہیں اور صاحب نبراس صفحہ ۸ بحوالہ حطہ فی ذکر الصحاح ستہ باب ۳ فصل ۵ مطبوعہ مطبع نظامی سے بایں طور لکھا ہے۔ وَطَرِیْقَتُہٗ ھٰذَا کُلِّہٖ مَذْهَبُ حَنَفِیٍّ وَشَرْعُہٗ حَقَّۃٌ اور صاحب نبراس نے صفحہ ۸ و فتح المبین صفحہ ۳۸۱ میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کتاب الانصاف سے اسطرح امام بخاری کے بارہ میں لکھا ہے۔ وَمِنْ ھٰذَا الْقَبِیْلِ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ الْبُخَارِیُّ فَاِنَّہٗ مَعْدُوْدٌ فِیْ طَبَقَاتِ الشَّافِعِیَّۃِ اِلٰی اَنْ قَالَ وَاسْتَدَلَّ شَیْخُنَا الْعَلَّامَۃُ عَلٰی اِدْخَالِ الْبُخَارِیِّ فِی الشَّافِعِیَّۃِ بِذِکْرِہٖ فِیْ طَبَقَاتِهِمْ وَکَلَامُ النَّوَوِیِّ الَّذِیْ ذَکَرْنَاہُ شَاهِدٌ لَّہٗ (ترجمہ) اسی قبیلہ سے ہیں محمد بن اسمٰعیل بخاری پس تحقیق وہ شمار کئے گئے ہیں طبقات شافعیہ سے اور جن علماء نے ان کو ذکر کیا ہے طبقات شافعیہ میں ان میں سے ایک تاج الدین سبکی ہیں۔ اور کہا اس سبکی نے کہ تحقیق اس نے فقہ سیکھی اور حمیدی نے امام شافعی سے اور دلیل پکڑی ہمارے شیخ علامہ نے اوپر داخل کرنے بخاری کے علمائے شافعیہ میں ساتھ ذکر اس بخاری کے

طبقات شافعیہ میں اور کلام نووی کا جسکو ذکر کیا ہم نے اسکا شاہد ہے۔ اور قسطلانی شرح بخاری صفحہ ۲۸ و ۳۱ مطبوعہ مطبع نولکشور میں اسطرح لکھا ہے قَالَ الشَّيْخُ تَاجُ الدِّيْنِ سبکی ذَكَرَهُ يَعْنِي الْبُخَارِيَّ اَبُوْعَاصِمٍ فِي طبقات اصحابنا الشافعية (ترجمہ) کہا شیخ تاج الدین سبکی نے ذکر کیا اسکو یعنی بخاری کو ابوعاصم نے بیچ طبقات ہمارے اصحاب شافعیہ کے اور باقی ائمہ محدثین کے مقلد ہونے کے دلائل مفصل طور پر انشاء اللہ تعالےٰ جلد پنجم میں مذکور ہوں گے۔ اور علاوہ اسکے جن لوگوں نے اس تقلید مجید کو برا کہا ہے۔ انکو علمائے دین شرع متین نے فرقہ اہل ہوا یہ اور مبتدع لکھا ہے۔ چنانچہ صاحب طحطاوی نے لکھا ہے۔ وَهٰذِهِ الطَّائِفَةُ النَّاجِيَةُ قَدِ اجْتَمَعَتِ الْيَوْمَ فِي الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ وَهُمُ الْحَنَفِيُّوْنَ وَمَنْ كَانَ خَارِجًا مِنْ هٰذِهِ الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ فِيْ ذٰلِكَ الزَّمَانِ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْبِدْعَةِ وَالنَّارِ (ترجمہ) یہ گروہ نجات حاصل کرنے والا ہے۔ آج کے دن جمع ہے۔ چار مذاہب میں وہ لوگ حنفی۔ شافعی و مالکی و حنبلی ہیں۔ اور جو ان چار مذاہب سے آج کے دن خارج ہوا وہ بدعتی اور دوزخی ہے اور عقد الجید صفحہ ۳۱ و ۳۲ میں لکھا ہے کہ ائمہ اربعہ کی تقلید سے انکار کرنا گویا بڑی جماعت سے خارج ہونا ہے۔ اور فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ رواہ ابن ماجہ۔ پس اس حدیث شریف سے ثابت ہوا جس نے بڑی جماعت سے منہ پھیرا وہ جہنم کا ایندھن ہوا کیونکہ آپ نے فرمایا کہ میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہ ہو گی اور جو اس جماعت کثیر سے ایک بالشت بھر خارج ہوا تو وہ شیطان کے پھندے میں پھنس کر جہنم میں جا پڑا۔ اب صاحبان انصاف فرمائیے کہ جماعت ائمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کثیر ہے یا فرقہ غیر مقلدین وہابیہ نجدیہ کثیر ہے اور تقلید شخصی اور غیر شخصی ہر دو انبیاء کے زمانہ سے لے کر اب تک چلی آتی ہے اور آخر تک چلی جائیگی۔ اگرچہ دشمنان دین اس بات کو برا مانتے ہیں۔ اور تقلید ائمہ اربعہ کی دوسری صدی سے شروع ہوئی ہے۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کتاب انصاف میں صفحہ ۵۹ پر لکھتے ہیں وَبَعْدَ الْمِائَتَيْنِ وَظَهَرَ فِيْهِمُ الْمَذْهَبُ الْمُجْتَهِدِيْنَ بِاَعْيَانِهِمْ وَقَلَّ مَنْ كَانَ لَا يَعْتَمِدُ عَلٰى مَذْهَبِ مُجْتَهِدٍ بِعَيْنِهٖ وَكَانَ هٰذَا هُوَ الْوَاجِبُ فِيْ ذٰلِكَ الزَّمَانِ۔ (ترجمہ) اور بعد دو صدیوں کے لوگوں میں معین مجتہدوں کا مذہب اختیار کرنا ظاہر ہوا اور اسوقت اس سے کم آدمی تھے۔ کہ مجتہد معین پر اعتماد نہ رکھتے ہوں۔ اور اس وقت میں پابندی مذہب معین کی واجب تھی۔ اور عقد الجید مترجم صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے وَلَمَّا انْدَرَسَتِ الْمَذَاهِبُ الْحَقَّةُ اِلَّا هٰذِهِ الْاَرْبَعَةُ كَانَ اِتِّبَاعُهَا اتِّبَاعًا لِلسَّوَادِ الْاَعْظَمِ وَالْخُرُوْجُ عَنْهَا خُرُوْجًا عَنِ السَّوَادِ الْاَعْظَمِ (ترجمہ) جب وہ سچے مذہب والے ان چار مذاہب کے نیست و نابود ہونگے۔ تو ان کی

پیروی کرنی بڑی انہوکی پیروی کرنی ہے۔ اوران سے باہر نکلنا بڑے جتھے سے باہر ہونا ہے اس لئے امام بخاری وابن تیمیہ وابن القیم وشوکانی وامام نووی وخطائی وسیوطی و ذہبی وقسطلانی وعلامہ عینی وملا علی قاری وشاہ رفیع الدین وشاہ عبدالحق محدث دہلوی وشاہ عبدالعزیز وغیرہ علمائے دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین یکے بعد دیگرے جسقدر دنیا میں گذرے ہیں کسی نے تقلید سے قدم باہر نہیں رکھا۔ باوجودیکہ یہ لوگ اپنی بزرگی وعلم میں کمالیت رکھتے تھے۔ پس جبکہ ایسے ایسے علمائے دین مقلد ہوکر دین محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جان نثار ہوئے تو ان بیچاروں کے کہنے سے کون صاحب تسلیم کرسکتا ہے۔ اور اگر کوئی غیر مقلد کہے تو دیکھائیں۔ کہ کس کتاب معتبر میں لکھا ہے۔ ہم اسکے جواب پر تیار ہیں۔ اور باقی جلد اوّل ودوّم وسوّم میں ملاحظہ کریں۔ فقط :

سوال :- بیع سلم کی کتنی شرائط ہیں۔ اور یہ جائز ہے یا نہیں اور رہن میں مرتہن کو نفع اٹھانا کیسا ہے۔

السائل چودہری پیر اندتہ از ربیسوال۔ ضلع لائلپور۔

جواب :- بیشک بیع سلم جائز ہے۔ اوراسپر قرآن مجید واحادیث وکتب فقہ شاہد ہیں۔ قولہ تعالےٰ اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی الخ وحضرت ابن عباس نے کہا ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے حلال کیا بیع سلم ایک معین مدت تک ذکر کیا اسکو صاحب نورالہدایہ اور شیخین نے اور اسکی شرطیں یہ ہیں (۱) بیان کرنا سلم فیہ کا مثلاً گیہوں ہے یا جو (۲) بیان اسکی نوعیت کا (۳) بیان اسکی صفات کا یعنی عمدہ ہے یا ناقص (۴) بیان مقدار پیمانہ معتبرہ سے (۵) ذکر مدت ادائیگی (۶) بیان مقام جہاں ادا کی جائے (۷) بیان مقدار رأس المال اگر یہ شرائط نہ پائی جائیں تو بیع سلم ناجائز ہے۔ نقل از قدوری وہدایہ وشرح وقایہ وغیرہ : اور مسئلہ رہن کے نفع اٹھانے میں علماء کا اختلاف ہے خواہ راہن اجازت دے یا نہ دے۔ ہر دو صورت میں محققین کے نزدیک ناجائز ہے اور یہی اصح ہے اور اسی پر حدیث بیہقی شاہد ہے اور کتاب غایۃ الاوطار شرح درالمختار جلد ۴ صفحہ ۳۰۸ پر بھی اسی طرح مذکور ہے لَا یَحِلُّ لِلْمُرْتَہِنِ ذٰلِکَ وَلَوْ بِالْاِذْنِ لِاَنَّہٗ رِبٰو الخ اور مضمرات میں ہے اگر بکری گروی رکھے اور مرتہن کو راہن نے کہا کہ بکری کا بچہ کھاؤ اور دودھ پیو۔ پس اسطرح مرتہن پر کوئی تاوان نہیں اور اسی طرح صاحب باغ نے مرتہن کو اجازت اسکے پھلوں کے کھانے کی دی اور صاحب مضمرات نے تہذیب سے نقل کرکے کہا کہ مرتہن کو نفع ناجائز اگرچہ اسے اجازت دو۔ اور محمد بن اسلم سے منقول ہے کہ مرتہن کو باوجود اجازت نفع ناجائز ہے۔ اور اسکو بیاج سمجھا۔ اور مصنف نے اُسے مکروہ تحریمی کہا اس سے اجتناب ضروری ہے۔ باقی مفصل ذکر جلد پنجم میں ہے۔ فقط :

اعتراض: از جانب میاں عمر الدین وزیر آبادی و عبد الجلیل سامری مصنف بوئے غسلین امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں محرمات یعنی ماں بہن دھی سے نکاح کرنے سے حد لازم نہ ہونا۔ اگرچہ اسکو علم ہو:

جواب: عہ دروغ آدمی را کند بے وقار۔ افسوس ہے کہ معترض صاحب نے بہتان صریح و طوفان قبیح آئمہ دین مجتہدین خصوصاً فقہائے کرام احناف پر بلا سوچے سمجھے باندھا اور دروازہ فتنہ فساد پردازی و دغابازی و جعلسازی و افتراء پردازی کا کھول دیا۔ اور شب و روز اپنی عادت سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بنانیکی کر لی اور بمقتضائے ہمچو دیگرے نیست۔ اپنے آپ کو فاضل اجل سمجھ کر اہل حدیث ہونے کا نقارہ بجایا عہ ما اہل حدیثم دگر آنرا نشناسیم۔ خدا کی پناہ ایسے اہل حدیثوں سے۔ شعر

خدایا مفتری را رو سیاہ کن زقہر قہروان خود تباہ کن

معترض صاحب کو لازم تھا کہ بزرگان دین پر نکتہ چینی بے سوچے سمجھے نہ کرتے ؎

بنا شد نکتہ گیری آدمیت کہ کار سگ بود آہو گرفتن

دوسری بات معترض کو یہ لازم تھی کہ اگر مطیع عبد الوہاب نجدی و ابن تیمیہ و برادر مولوی محی الدین صاحب نومسلم بنارسی و مصنف بوئے غسلین ہو کر حسد۔ عداوت و تعصب کا گلے میں ہار اور دل میں نقش جمانا تھا۔ اور شہر وزیر آباد اور اسکے گرد و نواح میں لوگوں کے دلوں میں فساد کا بیج بونا تھا اور اپنے مذہب جدیدہ باطلہ کو ظاہر کرنا اور مذہب آئمہ اربعہ خصوصاً مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا باطل کرنا منظور تھا۔ تو ذرا عبارت اصلی کتب فقہ حنفیہ مع صفحہ تحریر کرنی چاہیئے تھی۔ تاکہ ناظرین کو اطمینان ہو جاتا۔ اور لیاقت و استعداد علوم عربیہ یعنی قرآن مجید و احادیث شریف اور فقہ دانی کا راز اچھی طرح واضح ہو جاتا اور انصاف اس بات کا مقتضی تھا کہ تحقیق حق کا مدار اصول موضوعہ طبقات سبعہ مراتب مجتہد فیہ فقہائے کرام احناف پر بٹھر لیتے۔ اور جو علامات بزرگان دین نے فتویٰ دینے کی مقرر کی ہیں تحریر کرتے اور روایات مرجوعہ وغیرہ مشہور کا حال بیان کرتے اور روایات مرجوع و مطروح وغیرہ مشہورہ کا حال بیان کرتے تاکہ کسی فرد بشر کو چوں و چرا کا موقعہ نہ ملتا اور جو امر مختلف فیہ تھا ہر ایک پر واضح ہو جاتا لیکن معترض صاحب نے ان امور کو ترک کر دیا اور جلدی سے بید ھڑک امام صاحب کے مذہب پر اعتراض کر دیا عہ گفتہ گفتہ من شدم بسیار گو۔ اور معترض صاحب کو اتنا بھی خیال نہیں آیا کہ اگر عوام الناس میری من گھڑت بات سن کر لاعلمی کے باعث تسلیم کر لینگے۔ اور بزرگان دین پر لعن طعن شروع کر دیں گے تو میرا ٹھکانا کہاں ہوگا۔ اور علاوہ ازیں یہ بات بھی صادق ہو جائے گی اَلصِّدْقُ يُنْجِي وَ الْكِذْبُ يُهْلِكُ اور بقول

ؔ سنبھل کر رکھنا قدم دشتِ خار میں مجنوں   کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

معترض صاحب نے شاید تصنیف بنارسی یعنی الجرح علی ابی حنیفہ کی تردید کا مطالعہ نہیں کیا جسمیں ہمارے مکرم مسمی مولانا مولوی حاجی نور بخش صاحب ایم۔ اے حنفی. نقشبندی توکلی ممبر انجمن نعمانیہ لاہور و مولانا مولوی حافظ احمد علی صاحب عالم باعمل و فاضل بے بدل بٹالوی نے ان بیہودہ سوالات کے دندان شکن جواب باصواب لفظ بلفظ دیئے ہیں۔ ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم   چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

معترض صاحب ذرا بنگاہ غور دیکھئے اور پردۂ تعصب کو گوش ہوش سے دور کر کے سنئے کہ کسقدر علمائے احناف کے قلم سے درفشانی و علم معانی کی فراست ظاہر ہو رہی ہے (شعر) عالموں کے دماغ کو پہنچو بیعلم اتنا تیرا دماغ نہیں. دعویٰ تو فاضلیت کا ہے لیکن معلوم اتنا بھی نہیں کہ حد شرح کسکو کہتے ہیں ۔ اور تعزیر کس لئے ہوتی ہے ۔ اور مخالف ہونا اور خلاف کرنا کس کو بولتے ہیں ۔

جھوٹ کہنے سے تو باز آؤ خدا کے واسطے   چپ رہو اب منہ نہ کھولو تم خدا کے واسطے

معترض بکتب فقہ حنفیہ میں تو صاف صاف لکھا ہے کہ محرمات یعنی ماں ۔ بہن ۔ لڑکی ۔ دادی ۔ نانی ۔ پھوپھی ۔ خالہ ۔ رضائی بہن بھتیجی ۔ پوتی ۔ دہتی ۔ بھانجی اور ساس سے نکاح کرنا حرام ہے ۔ اگر کوئی محرمات ابدیہ کو حلال جان کر نکاح کرے تو اسکو قتل کر دینا چاہیئے ۔ کیونکہ وہ شخص شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منکر ہے ۔ ہکذا فی فتح القدیر و عالمگیر و قاضی خاں و شرح وقایہ و ہدایہ و کنز وغیرہ باب المحرمات۔ اور آپ کی عبارت تحریر شدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص جسکو علم ہو کہ یہ میری ماں یا بہن ہے ۔ اور مسائل محرمات سے ناواقف ہے کہ یہ حلال ہیں یا حرام اور شبہ فی العقد میں آگر اس نے نکاح کر لیا تو کیا معترض صاحب اگر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر تعزیر کا حکم لگا دیا تو اس میں کس حدیث کی مخالفت امام صاحب نے کی جبکہ تعزیر بالقتل بھی وارد ہے ۔ اور اس عبارت سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ محرمات کیساتھ نکاح کرنا نزدیک امام صاحب کے جائز ہے ۔ بلکہ یہ تو ایک مسئلہ کی صورت پر مبنی ہے ۔ نہ یہ کہ محرمات سے نکاح کرنا درست ہے بلکہ اگر کسی شخص جاہل بے وقوف نے اپنی محرمات سے بواسطہ عملی نکاح شبہ بالعقد کر لیا تو اسپر تعزیر ہونی چاہیئے جو کہ قاضی و حاکم وقت کی رائے پر موقوف ہوگی. خواہ حاکم و قاضی اسکو سیاستاً قتل کرا دیں یا کوئی اور سزا مقرر کر دیں چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے اِدْرَءُ الْحُدُوْدَ بِالشُّبُہَاتِ کیونکہ شبہ بالعقد ہے ۔ اور شبہات سے شرعاً حد ساقط ہو جاتی ہے ۔ اور شبہ تین قسم پر ہوا کرتا ہے ۔ شبہ فی المحل. شبہ فی الفعل ۔ و شبہ بالعقد ۔ پس یہ مسئلہ امام صاحب علیہ مطابق

حدیث شریف کے ہے جیساکہ ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اِدْفَعُوا الْحُدُوْدَ عَنْ عِبَادِ اللّٰہِ مَا وَجَدْتُمْ لَہٗ مَدْفَعًا اور ترمذی و بیہقی و حاکم نے یوں بیان کیا ہے اِدْرَءُ الْحُدُوْدَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ مَا اسْتَطَعْتُمْ معترض صاحب حدیث شریف سے تو صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ شبہات میں حد کا ساقط کر دینا چاہیئے۔ اگر کوئی شخص محارم سے بدون نکاح کے صحبت کرے تو بالاتفاق اس پر حد لازم ہوگی۔ ہکذا فی کتب الفقہ اور امام صاحب اور صاحبین میں نزاع صرف محارم فی العقد میں ہے نہ حِلت و حرمت میں۔ اور جو معترض صاحب نے حدیث بنا پر تردید مذہب امام صاحب کے تحریر کی ہے۔ کہ ایک شخص نے اپنے باپ کی بی بی سے نکاح کیا اور اسکے لئے آپ نے حکم دیا کہ گردن اسکی ماری جاوے اور مال اسکا لے لیا جاوے۔ جناب من اس حدیث سے تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ شخص احکام شریعت سے انکار کرتا تھا اسلئے اس پر حکم مرتد ہونے کا لگا دیا گیا تھا۔ کیونکہ مال چھین لینا اور گردن مارنا تو لوازمات کفریہ سے ہے نہ حد میں۔ جیساکہ اس حدیث کی شرح لمعات باب المحرمات میں مذکور ہے کَانَ الرَّجُلُ اِعْتَقَدَ حِلَّہٗ وَاَنْکَرَ حُکْمَ الشَّرِیْعَۃِ فَکَانَ مُرْتَدًّا فَلِذٰلِکَ اَمَرَ بِقَتْلِہٖ وَاَخْذِ مَالِہٖ اور جو آپ نے قتل کا حکم دیا تھا وہ صرف تعزیراً و سیاستاً تھا جیساکہ لواطت حیوانات و شراب خوری تا بار چہارم اور دزدی یعنی چوری تا بار پنجم میں ہے۔ حالانکہ بالاتفاق قتل ان امور میں حد شمار نہیں کیا جاتا اور ان میں صرف تعزیراً و سیاستاً قتل کا حکم تصور کیا جائے گا۔ اور زنا کی صرف دو حدیں ہیں۔ محصن کو سنگسار کرنا۔ یہانتک کہ مر جائے۔ اور اگر غیر محصن ہو تو حد اسکی صرف سَو دُرّہ ہے۔ اور علاوہ ازیں تعزیر قتل سے بھی ہو جاتی ہے۔ ہکذا فی در المختار اور فرق صرف حد و تعزیر میں یہ ہے اَنَّ الْحَدَّ مُقَدَّرٌ وَالتَّعْزِیْرُ مُفَوَّضٌ اِلٰی رَأْیِ الْاِمَامِ وَاِنَّ الْحَدَّ یُدْرَأُ بِالشُّبُہَاتِ وَالتَّعْزِیْرُ یَجِبُ مَعَ الشُّبُہَاتِ ط پس معلوم ہوا کہ حد شبہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔ اور تعزیر شبہ سے واجب ہوتی ہے۔ جیساکہ امام ابوحنیفہ اور ابن عدی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِدْرَءُ الْحُدُوْدَ بِالشُّبُہَاتِ۔ معترض صاحب ذرا غور سے دیکھئے کہ کسقدر امام صاحب کے مذہب کی تائید میں احادیث مبارکہ پکار پکار کر بیان کر رہی ہیں۔ اور آپنے تو موافقت کا نام مخالفت رکھدیا ہے۔ حالانکہ اسمیں کوئی مخالفت نہیں پائی جاتی کیونکہ شبہ عقد میں حد ساقط ہو جاتی ہے۔ جیساکہ مشکوٰۃ باب الولی میں حدیث بطلان نکاح پر خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حد کو ساقط کر دیا اور تعزیراً حکم مہر کا مرد کے ذمہ لگا دیا۔ وہو ہذا۔ اَیُّمَا امْرَأَۃٍ نُکِحَتْ بِغَیْرِ اِذْنِ وَلِیِّہَا فَنِکَاحُہَا بَاطِلٌ بَاطِلٌ بَاطِلٌ فَلَہَا الْمَھْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِہَا پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی عورت بدون اذن ولی

کے نکاح کرکے وطی کرے تو اس پر حد نہ کی جاویگی اگرچہ یہ نکاح باطل اور نادرست ہوا اور قرآن مجید و فرقان حمید میں نکاح محرمات کے لئے کسی جگہ حد کا ذکر نہیں آیا اور نہ دیکھا گیا ہے۔ ہاں اگر حدیث شریف میں اس مسئلہ کے بارے میں ذکر حکم رجم یا سَو درہ مارنے کا ہو چکا ہو تو بیان فرمائیں۔ کہ ہم امام صاحب کے قول کو چھوڑنے پر تیار ہو جائیں۔ اور بخدا وعدہ خلافی ہرگز نہ کریں گے۔ لیکن جب ان کا قول ہر طرح موافق ہو تو پھر ہم کسطرح آپ کی طرح بلا وجہ مخالفت حق کی کرسکتے ہیں ؛

نوٹ :۔ اگر کسی صاحب کو اسکے علاوہ کوئی اور اس معاملہ پر اعتراض ہو تو ہم اسکا جواب باصواب انشاءاللہ کسی دوسری جلدوں میں لکھیں گے فقط والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ ؛

اعتراض ۲ : از جانب میاں عمر الدین غیر مقلد وزیر آبادی بعد تشہد اگر قصداً و ارادتاً گوز مارے تو نماز کا صحیح اور تمام ہونا۔ اور اگر بے قصد گوز مارے تو نماز کا ہونا بروایت ابی سعید کے برخلاف ہے ؛

جواب :۔ معترض صاحب! حق تو یہ تھا کہ پہلے قاعدہ اصول حنفیہ کا کسی اصولی حنفی سے معلوم کرتے اور سیکھتے تو یہ اعتراض نہ کرتے اور چاہیئے تھا کہ صفحہ و اصلی عبارت کتب فقہ حنفیہ تحریر کرتے تاکہ ناظرین کو اسکے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہ ہوتا۔

چھوٹے موتی کیطرف کب دیکھتے ہیں جوہری ؎ بے صداقت آبروئے بدگماں ملتی نہیں

الغرض معترض صاحب آئیے اور اصلی عبارت کو دیکھئے جو کہ شرح وقایہ وغیرہ باب الحدث میں مذکور ہے وَلَوْ حَدَثَ عَمْداً بَعْدَ التَّشَهُّدِ اَوْ عَمِلَ مَا يُنَافِي الصَّلٰوةَ تَمَّتْ یعنی اگر کسی نے بعد تشہد پڑھنے کے عمداً حدث کیا یا کوئی اور عمل منافی نماز کیا تو نماز اسکی تمام ہو جاوے گی۔ یعنی اس نماز کا اعادہ کرنا امام صاحب کے نزدیک ضروری نہیں۔ کیونکہ حدث منافی نماز نہیں۔ اور خروج نماز بصیغہ اختیار خود فرض ہے۔ اور لفظ سلام سے باہر آنا واجب ہے۔ اور واجب کی ترک سے نماز ناقص ہوتی ہے۔ نہ فاسد اور اسکا اعادہ کرنا واجب[1] ہے۔ نہ فرض جیسا کہ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے الحدث توضأ واتم خلافاً للشافعی ولو بعد التشهد خلافاً لهما فانه اذا قعد قدر التشهد تمت صلوته وعند ابی حنيفة لا يتم لان الخروج بصنعه فرض عند الاستيناف افضل۔ یعنی صاحبین کے نزدیک بعد تشہد کے نماز ہو جاتی ہے اور امام صاحب کے نزدیک خروج بصنعہ بھی فرض ہے۔ اس لئے نماز کو بعد وضو تمام کرنا چاہیئے۔ معترض صاحب نے تو امام صاحب کے مذہب کو باطل

[1] امام صاحب کے نزدیک افضل ہے۔ بشرطیکہ بعد از تشہد کے عمداً حدث کیا ۱۲ ؛

کرنے کے لئے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے لیکن آخرالامر کچھ نہ بنا۔ ؎

یہ مذہب وہ نہیں کہ جسے تو بگاڑ سکے کس وہم میں ہے اتنی تیری مجال نہیں

الغرض امام صاحب کا مذہب تو عین موافق قرآن کریم وحدیث شریف کے ہے چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب سکھایا آپ نے ان کو تشہد۔ پس جب پہنچا عبدہٗ ورسولہٗ تک تو فرمایا آپ نے کہ تو نے ادا کرلیا اپنی نماز کو۔ اگر تو چاہے کہ کھڑا ہو۔ تو کھڑا ہو۔ اگر تو چاہے کہ بیٹھے تو بیٹھ۔ پس اس حدیث سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ عبدہٗ ورسولہٗ تک نماز ہے اور بفعل مصلی نماز سے باہر آنا فرض ہے۔ اوراسکی تائید میں یہ حدیث بھی وارد ہے عَنْ عَلْقَمَۃَ عن ابن مسعودؓ قال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین علمہ التشہد اذا قلت ھٰذا او فعلت ھٰذا فقد تمت صلوتک اخرجہ ابوداؤد یعنی روایت ہے علقمہ سے انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ فرمایا ان سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جبکہ سکھایا ان کو تشہد کہ جب کہا تو نے عبدہٗ ورسولہٗ یا کیا تو نے بیشک تمام ہوئی نماز تیری۔ روایت کیا اسکو ابوداؤد نے؛ وَعَنْ عمر رفعہ اذا قضی الامامُ الصلوٰۃ وقعد فاحدث قبل ان یتکلم فقد تمت صلوتہ ومن کان خلفہ ممن اتم الصلوٰۃ اخرجہ ابوداؤد والترمذی۔ یعنی ابن عمر سے روایت ہے اور پہنچایا پیغمبر تک یعنی پڑھ چکا امام نماز اور بیٹھا اور پھر حدث کیا پہلے اسکے کہ بولا ہو۔ پس بیشک تمام ہوئی نماز اسکی اور جو پیچھے ہو اسکے ان لوگوں سے تمام پایا نماز کو۔ اور بایں الفاظ سنن ابوداؤد نے جامع الترمذی وسنن وبیہقی ودار قطنی میں حدیث مذکور ہے اذا قعد الامام فی اٰخر صلوتہ ثم احدث قبل ان یتشہد فقد تمت صلوتہ (ترجمہ) یعنی جب بیٹھے امام آخر نماز میں اور حدث کرے قبل التحیات پڑھنے کے تو نماز اسکی تمام ہو جاوے گی۔ کیونکہ گوز مارنا منافی نماز نہیں۔ بخلاف مذہب شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بدلیل تحلیلہا وتسلیمہا اور یہ عبارت کتب فقہ حنفیہ سے معلوم نہیں ہوتی کہ نمازی نماز میں گوز مارا کرے اور نماز کو مخول اور لغو اور ذلیل سمجھا کرے ہملوگ تو ایسے ناشائستہ فعل کے مرتکب کو زندیق وملحد وبدکردار کا فرجانتے بلکہ مسجد میں گوز مارنے کو بھی ناجائز سمجھتے ہیں۔ اور یہ مسئلہ تو مبنی ایک بات پر تھا۔ کہ اگر کسی شخص سے یہ فعل ناشائستہ بعد از ادائے فرض وارکان کے ہوجائے تو نماز اسکی تمام ہو جائے گی۔ کما مر فافہم ؎

شیوۂ جور وستم سیکھو نہ ہرگز اے بتو دیکھو دیکھو ہر کسی کا دل دکھانا منع ہے

اعتراض ع۳ :۔ ازجانب مولوی عمرالدین غیر مقلد وزیرآبادی شاگرد محمد اسمٰعیل دلاوری: جو شخص طلوع الشمس سے سے پہلے ایک رکعت صبح کی پڑھ چکے پھر سورج نکل آوے تو نماز کا نہ ہونا :۔

جواب:۔ مثل رقیب جھوٹے کے ہم آشنا نہیں جو راست راست بات ہو کہدیں ہزار ہیں

معترض صاحب جو آپ نے حدیث بیان کی ہے اسکے معنے امام نووی نے شرح مسلم میں اسطرح ذکر کئے ہیں۔ اذا ادرک من لایجب علیہ الصلوٰۃ رکعۃ من وقتہا لزمتہ تلک الصلوٰۃ وذٰلک فی الصبی یبلغ والمجنون والمغمی علیہ یفیقان والحائض والنفساء وتطہران والکافر یسلم ومن ادرک من ھٰؤلاء رکعۃ قبل خروج الوقت لزمتہ تلک الصلوٰۃ یعنی اگر نابالغ بالغ ہوجائے اور مدہوش ہوش میں آجائے اور عورت حیض ونفاس سے پاک ہوجائے اور کافر مسلمان ہوجاوے دراں حالیکہ وقت نماز سے اسقدر پائیں کہ ایک رکعت پڑھ سکیں تو ان پر نماز کا اعادہ کرنا لازم ہوجاویگا۔ اور علاوہ اسکے یہ معنی ہیں اذا ادرک المسبوق مع الامام رکعۃ کان مدرکا لفضیلۃ الجماعۃ بلا خوف مسلم جلد اول صفحہ ۲۲۳۔ اور علاوہ اسکے اس حدیث کو امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے منسوخ بھی کیا ہے۔ جیساکہ در المختار جلد اول میں مذکور ہے اِنَّ الامام الطحاوی قال ان الحدیث منسوخ بالنصوص الناہیۃ وادعی ان العصر یبطل ایضا کالفجر اور اگر معترض اعتراض کرے کہ بوقت طلوع آفتاب نماز کو پڑھ لیا جاوے تو میں کہوں گا کہ یہ حدیث مخالف حدیث مسلم کے ہوجائے گی۔ ووقت الصلوٰۃ الصبح من طلوع الفجر مالم تطلع الشمس فاذا طلعت الشمس فامسک من الصلوٰۃ فانہا تطلع بین قرنی الشیطن۔ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقت نماز صبح کا طلوع آفتاب تک رہتا ہے۔ اور طلوع آفتاب کے مابین نماز کو نہ پڑھنا چاہیئے۔ کیونکہ آفتاب طلوع کرتا ہے۔ مابین دو قرن شیطان کے۔ اور حدیث مسلم عقبہ بن عامر سے مروی ہے۔ کہ آپ نے تین وقت میں نماز پڑھنے سے سخت منع کیا ہے۔ یعنی بوقتِ طلوع آفتاب وبوقتِ زوال وبوقتِ غروب آفتاب یہاں تک کہ غروب ہوجاوے۔ پس ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ تین وقتوں میں نماز کا پڑھنا جائز نہیں ہوسکتا۔ اور اگر کہو کہ یہ حدیث منسوخ نہیں تو میں کہتا ہوں اگر بالفرض تسلیم کرلیا جاوے تو تعارض سے خالی نہیں ہوگی۔ کیونکہ بعض حدیثوں میں پڑھ لینے کا حکم آیا ہے۔ اور بعض میں ممانعت کا حکم ملتا ہے۔ پس بوقت تعارض دونوں حدیثوں پر عمل کرنا محال ہوگا۔ تو اسوقت جس حدیث کو قیاس ترجیح دے گا اس پر عمل کیا جاوے گا۔ چنانچہ لمعات میں تنقیح مذکور ہے وحکم التعارض لحدیثین الرجوع الی القیاس والقیاس رجح حکم ھٰذا الحدیث فی الصلوٰۃ العصر وحکم نہی فی الصلوٰۃ الفجر کما ذکرنا اگر معترض یہ اعتراض کرے کہ حدیث شریف سے تین وقت میں نماز پڑھنے کی جب ممانعت پائی جاتی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ صبح کی ایک رکعت ادا کرنے کے بعد سورج نکلنے پر پڑھے تو اسکی نماز نزدیک امام صاحب کے نہیں ہوسکتی اور عصر کی نماز اسی صورت پر ہو

جاتی ہے۔ جواب اسکا یہ ہے کہ بنا کامل کی ناقص پر نہیں ہو سکتی اور بنا ناقص کی ناقص پر ہو جاتی ہے۔
کیونکہ بوقت نماز عصر کا مائل بغروب ہونے سورج کے مکروہ تحریمہ ہوتا ہے۔ اور وقت صبح کا طلوع ہونے تک کامل رہ جاتا ہے۔ پس اسلئے وہ نماز صبح کا سورج نکلنے پر عدم جواز کا حکم دیا گیا۔ اور عصر کی نماز آغاز بوقت تحریمہ نماز بعد ادائے غروب آفتاب کے مع کراہت تحریمی کے حکم جواز کا دیا گیا ہے۔ فافہم ؛

اعتراض ۴ :۔ از جانب میاں عمرالدین غیر مقلد وزیر آبادی شاگرد محمد اسمٰعیل دلاوری : امام صاحب کا مذہب ہے اگر عورت دعویٰ کرے کہ فلاں مرد نے میرے ساتھ نکاح کیا ہوا ہے اور گواہ قائم کر دے۔ اور قاضی فیصلہ کر دے کہ یہ اسکی عورت ہے تو اسکو جائز ہے کہ اس عورت کے ساتھ صحبت کرے۔ اگرچہ حقیقت میں نکاح نہیں کیا ہوا ؛

بقلم میاں عمرالدین وزیر آبادی مسجد بر نیوالی مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۱۶ء ؛

جواب :۔ معترض صاحب! معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کبھی استاد فقیہ سے علم فقہ کا کوئی سبق نہیں پڑھا۔ اور نہ کبھی اہل اللہ کی مجلس اختیار کی ہے۔ اور محض سنی سنائی باتوں کو دل میں جما لیا ہے۔ اور اعتراض مذہب حنفیہ پر بے دھڑک کر دیا ہے۔ ؎

اگر ہوتا زمانے میں حصول علم بے محنت تو بس ساری کتابوں کو اک جاہل دھو کے پی جاتا

سبحان اللہ معترض کی عبارت آرائی اور معنے فہمی و استعداد علمی کا اچھی طرح حال کھل گیا۔ ؎

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنہ پاکاں برد

اور اسجگہ بھی معترض صاحب نے اصلی عبارت کو ترک کر دیا۔ اور عبارت اول و آخر سے دور کر دی۔ اور اپنے خیال کے موافق معنے کر لئے۔ اور ناظرین خود اصلی عبارت کو دیکھ کر انصاف فرما سکتے ہیں۔ وہو ہذا : وان شهدا على امرأة بالنكاح بمقدار مهر مثلها ثم رجع فلا ضمان عليهما وكذلك ان اشهدا باقل من مهر مثلها۔ یعنی جب کوئی شخص کسی عورت پر دعویٰ کرے۔ کہ میں نے اس سے مہر مثل یا مہر مثل سے کم پر نکاح کیا۔ اور گواہ اس امر کی شہادت دیدیں۔ اور ان کی شہادت کے موافق فیصلہ کیا جاوے۔ پھر وہ دونوں شہادت سے رجوع کریں۔ تو ان کے رجوع کرنے سے نکاح فسخ نہ کیا جائیگا۔ اور ان دونوں پر کوئی ضمان نہ ہو گی۔ الخ معترض صاحب سے پہلے بھی یہی اعتراض امام طحاوی صاحب نے بلفظ لبعض الناس کہہ کر امام صاحب پر کیا تھا اور اسکا جواب فی دفع الوسواس سے لے کر زیر زمین سکوت کا سبق ملائکہ سے پڑھ کر خواب استراحت میں سو گئے۔ اگر شک ہو تو صحیح بخاری کتاب الحیل باب فی النکاح میں مطالعہ کریں۔ اور لبعض الناس فی دفع الوسواس صفحہ ۱۲ کو غور سے دیکھ کر راہ راست پر

نوٹ :۔ اعتراض یوں ہونا چاہیئے تھا کہ مرد نے ایک عورت پر یوں دعویٰ کیا کہ فلاں عورت نے میرے ساتھ نکاح کیا ہوا ہے اور اس پر دو شاہد جھوٹے قاضی کے پیش کر دئے الخ ؛

آجاویں اور بخاری[1] کے بخار سے نجات پاویں۔ معترض صاحب آپکو معلوم ہوگا کہ نزدیک علمائے احناف عقود و فسوخ میں حکم قاضی کا ظاہراً و باطناً نافذ ہوا کرتا ہے۔ جسکی دلیل امام طحاوی معانی الآثار جلد دوم کتاب القضاء در حق نہی عجلان اور بیوی اسکی کے فیصلہ کر دیا تھا۔ اور چنداں اس عبارت کے تحریر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس مسئلہ کو مولوی نور بخش صاحب نے اپنی تصنیف میں اقوال الصحیح میں بصیغہ بسیط ذکر کر دیا ہے۔ لیکن بطور مشتے نمونہ از خروارے اسجگہ بھی چند الفاظ درج کئے دیتا ہوں۔ ھذہ المسئلۃ المبنیۃ علی شئی آخر وھو ان قضاء القاضی بالعقود والفسوخ کالنکاح والطلاق والعتاق بشہادۃ الزور ینفذ ظاھرا و باطنا عند الامام واحتج فی ذلک کما قال شمس الائمۃ فی المبسوط بما روی ان رجلا ادعی علی امرأۃ نکاحا بین یدی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ واقام شاھدین فقضی علی بالنکاح بینھما فقالت المرأۃ لم یکن بد یا امیر المومنین فزوجنی منہ فانہ لا نکاح بیننا فقال علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاھداک زوجاک فقد طلبت منہ الخ

یعنی یہ مسئلہ ایک قاعدہ پر مبنی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ قاضی کا حکم عقود و فسوخ میں مثل نکاح و طلاق و عتاق کے جھوٹی شہادت سے امام صاحب کے نزدیک ظاہر و باطن میں نافذ ہو جاتا ہے۔ جیساکہ شمس الائمہ نے مبسوط میں فرمایا ہے اور اسی روایت سے حجت پکڑی ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک عورت نے نکاح کا دعویٰ کیا اور دو شاہد قائم کئے پس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں کے درمیان نکاح کے ثبوت کا حکم دیا۔ اس پر اس عورت نے عرض کیا یا امیر المومنین اگر کوئی اور چارہ نہ ہو تو اس سے میرا نکاح کر دیں کیونکہ ہمارے درمیان نکاح نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تیرے دو گواہوں نے تیرا نکاح کر دیا۔ پس عورت نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی کہ اس زناہ سے بچاویں بدینطور کہ ان دونوں میں عقد نکاح کر دیں۔ مگر آپنے وہ درخواست منظور نہ فرمائی پس اس صورت میں اگر کوئی شخص کسی عورت پر نکاح کا دعویٰ کرے۔ یا عورت نکاح بائین طلاق کا جھوٹا دعویٰ کر دے۔ اور وہ گواہ پیش قاضی قائم کر دے اور قاضی نکاح و طلاق کا حکم کر دے تو یہ حکم اسکا ظاہر و باطن ان دونوں کے حق میں بعد ثبوت گواہاں نافذ ہوگا۔ اور اسی طرح ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ اور اگر معترض نے زیادہ تفصیل اس مسئلہ کی دیکھنی ہو تو اقوال الصحیح فی جواب جرح علی ابی حنیفہ صفحہ ۱۲۹ و رسالہ بعض الناس فی دفع الوسواس کو مطالعہ کرے۔

نوٹ:۔ اگر میاں عمر الدین اسکے بعد اور کوئی اعتراض کرے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم اسکا جواب باصواب دوسری

[1] بخاری علیہ الرحمتہ کے اس بخار غضبی سے نجات پائیں۔

جلدوں میں دیں گے۔ اور اسے اور اسکے ہم مذہبوں کو ذرا اپنی کتابوں کو بھی ٹٹولنا چاہیئے کہ ان میں کیا کچھ تحریر ہے آیئے معترضین ذرا بگوش ہوش اپنے مذہب کی کتابوں سے بھی کچھ سن لیجئے اور پھر انصاف سے جواب دیجئے۔ وہو ہذا۔ صحیح ہو چکا ہے علی مرتضیٰ سے اور عمر فاروق سے کہ انہوں نے فتویٰ دیا کہ اگر لڑکی گود میں نہ ہو تو اس سے نکاح کرنا درست ہے۔ بعینہ عبارت نقل از فیض الباری شرح صحیح بخاری سیپارہ ۲۱ صفحہ ۱۱۵ سطر ۱۶۔ فرمائیے کہ کیا اس بات کو عقل بھی تسلیم کرتی ہے کہ اگر عورت منکوحہ موطوعہ مر جاوے تو اسکے بعد اسکی لڑکی پچھلے خاوند کی بہنی ہوئی اسے نکاح کرنا درست اور صحیح ہو سکتا ہے ہرگز نہیں اور رسالہ تحفۃ المومنین مطبوعہ نولکشور لکھنو صفحہ ۱۷ سے حضرت مولانا العلامہ الحاج احمد رضا خان صاحب مجدد مائۃ حاضرہ بریلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے بایں طور فتویٰ غیر مقلدین مثل مولوی نذیر حسن صاحب آنجہانی مرحوم وقربان علی بانسوی و حیدر علی و عبدالحی و قنوجی وغیرہ کا نقل اپنے رسالہ النیر الشہابی علی تدلیس الوہابی صفحہ ۳۵ میں تحریر فرمایا ہے وہو ہذا: پھوپھی کے ساتھ نکاح درست ہے۔ جامع الشواہد میں میں ایک دوسرے غیر مقلد کا فتویٰ منقول ہے کہ سوتیلی خالہ سے نکاح حلال ہے۔ خود جناب نذیر حسین صاحب دہلوی نے ایک وقت میں فتویٰ دیا تھا کہ دودھ کے چچا کے بھتیجی روا ہے۔ کلکتہ سندریا پٹی سے ۱۳۱۷ھ میں سوال آیا تھا کہ ایک غیر مقلد نے اپنے ایک عالم کے فتویٰ کی رو سے اپنے سگے بھانجے کی بیٹی سے نکاح کر لیا۔ اور واقعی ؎

گر ببیں مفتیاں وایں فتویٰ دختر و مادر حلال خواہد شد

اب فرض کیجئے کہ انہی فتووں پر عمل کر کے ایک غیر مقلدہ عورت وہابیہ تحلت نے صبح کے وقت اپنے سگے بھتیجے یا سوتیلے بھانجے یا دودھ کے چچا یا باپ کے ماموں صاحب سے نکاح کیا اور وہ حضرت بھی اسی کیطرح غیر مقلد وہابی تھے جنہوں نے اسے حلال و شیر مادر سمجھ لیا۔ یا جانے دیجئے یہ فتوی نئے ہیں تو غیر مقلدوں کے پرانے پیشوا داؤد ظاہری کے نزدیک جدہ کی بیٹی حلال ہے۔ جبکہ اپنی گود میں نہ پلی ہو یوں غیر مقلدہ نے اپنے سوتیلے باپ غیر مقلد سے نکاح کر لیا پھر دن چڑھے ایک دوسرے غیر مقلد صاحب تشریف لائے اور اس نوجوان آفتاب جان سے فرمایا یہ نکاح باجماع آئمہ اربعہ باطل محض ہوا تو ہنوز بے شوہر ہے اب مجھ سے نکاح کر لے۔ غیر مقلدہ بولی کہ ہمارے مذہب کے تو مطابق ہوا ہے۔ اسپر وہابی مولوی نے بکمال شفقت فرمایا کہ بیٹی ایک مذہب پر جمنا نہیں چاہیئے۔ اس میں شریعت پر عمل ناقص رہتا ہے۔ بلکہ وقتاً فوقتاً ہر مذہب پر عمل ہو کر ساری شریعت پر عمل حاصل ہو۔ غیر مقلدہ بولی کہ اچھا مگر نکاح کو تو گواہ درکار ہیں۔ وہ اسوقت کہاں کہا ارے ناداں لڑکی مذہب امام مالک میں گواہوں کی حاجت نہیں۔ میں اور تو اسپر عمل کر کے نکاح کر لیں۔ پھر بعد کو اعلان کر دیں گے۔ چنانچہ دوسرا نکاح ہو گیا۔ دوپہر کو تیسرے غیر مقلد تشریف لائے کہ لڑکی تو اب بھی بے نکاحی ہے آئمہ ثلاثہ کے

نزدیک اور خود حدیث کے حکم سے بے گواہوں کے نہیں ہوتا۔ حدیث میں البغایا اللاتی ینکحن انفسہن بغیر بینۃ کو زانیہ فرمایا ہے۔ میں دو گواہوں کو لے کر آیا ہوں مجھ سے نکاح کرے اس نے کہا اس وقت میرا ولی موجود نہیں۔ وہابی مولوی صاحب نے فرمایا بیٹی تو نہیں جانتی کہ حنفی مذہب میں جوان عورت کو ولی کی حاجت نہیں ہم اس وقت مذہب حنفی کی اتباع کرتے ہیں۔ اسپاد سما کو تو ساری شریعت پر عمل کرنا پڑا لہذا یہ تیسرا نکاح کر لیا۔ تیسرے پہر کو چوتھے غیر مقلد صاحب آدھمکے کہ بیٹی تو اب بھی بے شوہر ہے۔ حدیث فرماتی ہے کہ بے ولی کے نکاح نہیں ہوتا اور یہی مذہب امام شافعی وغیرہ بہت آئمہ کا ہے۔ میں تیرے ولی کو لیتا آیا ہوں کہ اب شرعی نکاح مجھ سے ہو جائے۔ اس نے کہا کہ تم میری کفو نہیں۔ نسب میں بہت گھٹکر ہے کیا تیرا ولی راضی ہے تو بھی راضی ہو جا تو پھر غیر کفو سے نکاح اکثر آئمہ کے نزدیک جائز ہے اسے تو پوری شریعت پر چلنا پڑا۔ غرضیکہ چوتھا نکاح ان سے کیا۔ نچوڑ کے وقت دو گھڑی دن رہے پانچویں غیر مقلد صاحب بڑی نزاکت سے جھکے کہ بیٹی تو اب بھی کنواری ہے۔ ہمارے بڑے گورو ابن عبدالوہاب نجدی و ابن القیم و ابن تیمیہ صاحبان حنبلی تھے حنبلی مذہب میں غیر کفو سے نکاح صحیح نہیں اگرچہ عورت و ولی دونوں راضی ہوں یہ چوتھا تیرا کفو نہ تھا اب مجھ سے نکاح کر غیر مقلدہ سجدہ شکر میں گری کہ خدا نے چار ہی پہر میں پانچوں ہی مذہبوں کی پیروی دے کر ساری شریعت پر عمل کرایا یہ کہہ کر پانچویں بار ان سے نکاح کر لیا۔ اب وہابی صاحب فرمائیں کہ وہ وہابیہ ایک کی جورو ہے یا پانچوں کی۔ اگر ایک کی ہے تو باقیوں کو اس ایک ہی مذہب کی پابندی پر کس آیت یا صحیح حدیث نے مجبور کیا وہ کیوں نہیں مذاہب مختلفہ پر عمل کر کے اسے دوسروں کے لئے غیر محصنہ اور ہر ایک اپنی جورو نہیں سمجھ سکتے اور وہ بیچاری وہابیت کی ماری کیوں پوری شریعت پر عمل سے روکی جا رہی ہے۔ اور اگر وہاں اجازت ہے کہ لامذہبی کی بدولت پانچوں صاحب اپنی اپنی جورو جانیں اور وہ پارسا نازنین پوری شریعت پر عمل کرنے کو ہر شوہر کی باری میں ظاہری۔ مالکی۔ حنفی۔ شافعی۔ حنبلی پانچوں مذاہب پر عمل کرتی کراتی رہے تو ہم کیا عرض کریں مگر اپنے سچے ہم مذہب کی بنائی ہوئی کتھا کا وہ مستزاد یاد کر لیجئے کہ

شعر:۔ دریدی رانی مہا بھوانی ارجن کی ناری؛ پانچوں پنڈے تن کو بھوگیں اپنی اپنی باری۔ کہو یہ کون دھرم ہے؛ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ ۔ بعینہٖ نقطہ۔ اب مہربانی فرما کر میاں عمر الدین غیر مقلد وزیر آبادی و مولوی ثناء اللہ امرتسری و مولوی عبدالجلیل و علم الدین ساکن بنی و فرقہ غیر مقلدین کے علماء ان مسئلوں کا جواب با صواب بسند صحیح دیں ورنہ تقلید شخصی پر عمل کریں اور علاوہ انکے ایک غیر مقلد کے فتویٰ کی نقل میرے پاس موجود ہے۔ جس میں لکھا ہوا ہے کہ دو بہنوں سے ایک وقت نکاح درست ہے:۔

سوال:۔ از جانب مولوی محمد ابراہیم وغیرہ از حافظ آباد:۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری وغیرہ کہتے ہیں کہ بالکل ہمارے مذہب

اہلحدیث کی کسی کتاب میں یہ نہیں لکھا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑے بھائی جیسی تعظیم کرنی چاہیئے اور انکو بڑا بھائی جاننا چاہیئے یہ محض حنفیوں کا افتراء ہے اور تعصب ہے۔ جناب اسلئے گذارش ہے کہ آپ مہربانی فرماکر اسکا جواب تحریر کریں تاکہ تسلّی ہو۔

جواب: بیشک ان کی کتاب تقویۃ الایمان صفحہ ۶۰ میں مولوی اسمٰعیل نے باینطور حدیث[1] اکرموا اخاکم کے ذیل میں لکھ مارا ہے۔ اور یہ ان کے مطالعہ نہ کرنے کا قصور ہے۔ یا خود جان بوجھ کر اپنے خیالات فاسدہ کو چھپاتے ہیں۔ لیکن ہم کب چھپنے دیتے ہیں۔ وھوہذا۔ ف یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں۔ جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے ہے۔ سو اسکی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔ اور مالک سب کا اللہ ہے۔ بندگی اسکو چاہیئے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء انبیاء امام و امام زادہ پیر شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں۔ وہ سب انسان ہی ہیں۔ اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی۔ مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہمکو ان کی فرمانبرداری کا حکم کیا ہے ہم ان کے چھوٹے بھائی ہیں۔ سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہیئے الخ من جلسہ۔ اب ناظرین ذرا انصاف فرمائیے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے بھائی جیسی شان رکھتے ہیں۔ کیا تمہارا ایمان اور عقل یہ اجازت دیتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بڑے بھائی جیسا سمجھنا چاہیئے اور انکی ایک بڑے بھائی جیسی ہی تعظیم کرنی چاہیئے۔ خدا کی پناہ ایسے اہل حدیثوں سے اور علاوہ اسکے ابن عبدالوہاب نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مزار اقدس اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مزار وغیرہ کو ایسا سمجھنا چاہیئے جیسے بت لات وعزیٰ کفاروں کے تھے۔ اور عبارت عربی بعینہٖ جلد سوم میں مع ترجمہ تحریر ہو چکی ہے۔ جس صاحب کا جی چاہے دیکھ لے اور ان کے اعتقاد اور ایمان کو سمجھ کر ان کی دانست سے اجتناب کرے۔

بحث شیعہ

سوال: شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ اصحاب ثلاثہ نے حضرت مولیٰ علی مشکلکشا سے خلافت جبراً چھین لی تھی۔ اور نیز خاتون جنت سے باغ فدک کو بھی غصب کر لیا۔ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اہل بیت کے ساتھ منافقانہ برتاؤ رکھا نعوذ باللہ منہم۔ کیا یہ باتیں سچ ہیں۔ قرآن مجید اور معتبر کتب شیعہ سے جواب دو۔

الراقم فقیر اللہ بخش از منتے ہٹی۔ علاقہ ملتان

[1] یہ عبارت تقویۃ الایمان مطبوعہ افتی دہلی صفحہ ۶۰ پر ہے۔ ۱۲

جواب: یہ محض ان لوگوں کی بناوٹی باتیں ہیں اور بالکل بے حقیقت جو کچھ دل میں آیا فوراً بے سوچے سمجھے بزرگوں کے حق میں کہدیا ؎

ان بزرگوں کو برا کہنے سے کیا پھل پائینگے   دیکھ لیں گے آج اسکی کیا سزا کل پائیں گے

دراصل بات یہ ہے کہ خلافت حقہ اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کو بحکم خداوند لایزل و کمیٹی صحابہ مہاجرین و انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ملی اور با ایمان و عدل و انصاف شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پورا پورا عمل کیا اور صراط مستقیم پر ہر ایک نے یکے بعد دیگرے شربت شہادت پی کر روضۃ الجنت میں دائیں و بائیں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام فرمایا۔ اور یہ مسئلہ قرآن مجید و کتب فریقین سے بالکل ظاہر اور واضح ہے۔ اور اسکا ذکر جلد اول میں بھی کتب شیعہ سے تحریر کر دیا گیا ہے۔ اور اس مقام پر بھی چند آیات بینات و معتبر کتب شیعہ سے فقیر عبارتیں بطور سند تحریر کر دیتا ہے۔ تاکہ ناظرین کو یہ یقین آجائے کہ ان کی کیا شان ہے۔ اور اس مسئلہ کا فیصلہ خداوند کریم نے کسطرح کیا ہے۔ اور معترضین بھی عند و عناد کی پٹی چشم دل سے کھولکر بنظر غور دیکھ کر انصاف فرمائیں کہ یہ آیات بینات کن لوگوں کے حق میں نازل ہوئیں۔ قال اللہ تعالےٰ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ سورۃ شوریٰ پ ۲۵ (ترجمہ) اور جو کچھ نزدیک اللہ کے ہے بہتر ہے اور باقی رہنے والا واسطے ان لوگوں کے کہ ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو بچتے ہیں بڑے گناہوں سے اور بے حیائیوں سے اور جس وقت کہ غصے میں ہوتے ہیں بخش دیتے ہیں۔ اور وہ لوگ کہ قبول کیا انہوں نے واسطے رب اپنے کے اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور کام ان کا مشورت سے ہے درمیان انکے اور اس چیز سے کہ دی ہے ہمنے انکو خرچ کرتے ہیں۔ لقولہ تعالیٰ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ سورۃ توبہ پ ۱۱ (ترجمہ) یعنی آگے بڑھ جانے والے ایمان لانے سے پہلے ہجرت کرنے والوں سے) اور مدد دینے والوں سے اور وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں ان کی ساتھ نیکی کے راضی ہوا اللہ ان سے اور راضی ہوئے وہ اس سے اور تیار کئے واسطے ان کے باغات بہشت کہ چلتی ہیں نیچے ان کے نہریں۔ ہمیشہ رہنے والی ہیں بیچ ان کے یہ مراد پانا ہے بڑا۔ قولہ تعالےٰ۔ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ پارہ چہارم (ترجمہ) اور مشورہ کر ان سے

فٹ نوٹ: آیت اس آخری سے صاف ظاہر ہے کہ مہاجرین و انصار اور ان کی اتباع کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے جنتی اور [illegible] کا اعلان فرمایا ہے۔ اور اس سے صاف [illegible] صحابہ کرام [illegible] پس فقط [illegible]

بیچ کام کے پس جب تو قصد کرے پس بھروسہ کر اوپر اللہ کے۔ قولہ تعالیٰ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمْ ۝ (ترجمہ) وعدہ کیا اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم سے اور کام کئے اچھے البتہ خلیفہ کرے گا۔ انکو بیچ زمین کے جیسا خلیفہ کیا تھا ان لوگوں کو جو پہلے ان سے تھے اور البتہ ثابت کردیگا واسطے ان کے دین ان کا۔ قولہ تعالیٰ۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ؕ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۛ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۝ سورۃ فتح پ۲۶ (ترجمہ) وہ اللہ جس نے بھیجا پیغمبر اپنا ساتھ ہدایت کے اور دین حق کے تاکہ غالب کرے اسکو اوپر تمام دینوں کے اور کافی ہے اللہ گواہی دینیوالا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول ہے اللہ کا اور جو لوگ کہ ساتھ اسکے ہیں سخت اوپر کفار کے۔ رحمدل ہیں درمیان اپنے۔ دیکھتا ہے تو انکو رکوع کرنے والے اور سجدہ کرنے والے چاہتے ہیں فضل خدا کا۔ اور رضامندی اسکی اور انکے چہروں پر سجدوں کے نشان ہیں یہ صفت ان کی بیچ توریت کے اور صفت ہے ان کی بیچ انجیل کے۔ قولہ تعالیٰ:۔ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا ۝ پ۵۔ (ترجمہ) اور جو کوئی فرمانبرداری کرے اللہ کی اور اسکے رسول کی پس یہ لوگ ساتھ ان لوگوں کے ہیں کہ نعمت کی اللہ نے اوپر ان کے پیغمبروں سے اور صدیقوں سے اور شہیدوں سے اور صالحین سے اور اچھے ہیں یہ لوگ رفیق۔ ان آیات بینات سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ حکومت وخلافت کی بنا شوریٰ یعنی مشورہ اجماع اصحاب مہاجرین و انصار مسلمین پر منحصر تھی سو یہ بات کسی فرد اہل علم پر مخفی نہیں کہ تمام اصحاب مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کی باہمی ظہور ظاہر ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ان کے افعال حسنہ صادر ہونے پر راضی ہوگیا۔ اور وہ اللہ سے خوش ہوکر جنت میں جابسے اور جو شخص اجماع صحابہ سے منکر ہوا اسکا مقام دوزخ ہوا اور ان آیات کی تفسیر حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے اپنے خطہ میں بھی اسی طرح بیان فرمائی ہے اور معتبر کتاب شیعہ اخبار ماتم جلد اول مطبوعہ حسینی رامپوری صفحہ ۲۶۰ میں ہے

ؕ: علاوہ اسکے کتاب حیات القلوب جلد سوم صفحہ ۱۳۳ مطبوعہ نولکشور سند معتبر شیعہ میں لکھا ہے کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہ ہزار بار دعا میں اللہ تعالیٰ نے میری قبول فرمائی ہیں لیکن تیری خلافت کو اللہ تعالیٰ اس مقام پر قبول نہیں فرماتا چونکہ بعد میرے یہ تیرا حق نہیں فقط: اب شیعہ صاحبان جواب دیں: خادم شریعت عفا اللہ عنہ د۔

:۔ کے اتفاق سے اصحاب ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوئے اور فضیلت اصحاب مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہ

فَلَمَّا خَرَجُوا مِنْ عِنْدَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِی مَرَضِہٖ وبقی عندہ العباس والفضل وعلی اھل بیتہ خاصۃ فقال العباس یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یکون ھٰذا الامر فینا مستقر امن بعد فسرنا وانکنت تعلم انا لغلب علیہ فاوص بنا فقال انتم المستضعفون من بعدی اور علاوہ اسکے یہ طعن جو شیعہ کا ہے کہ اصحاب ثلاثہ منافق ہو کر مرے نعوذ باللہ یہ خیال بالکل باطل ہے اور فاسد ہے کیونکہ قرآن مجید سورہ احزاب میں اللہ تعالےٰ نے صاف صاف فیصلہ کر دیا ہے اور فرمادیا ہے کہ اے حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تیرے شہر میں ہم کوئی منافق نہ رہنے دینگے اور نا ہی کوئی تیرا ہمسایہ منافق ہوگا۔ اور یہ بھی فرمادیا ہے کہ اگر کوئی شخص برخلاف شریعت یعنی حکم تیرے کے کام کرے گا تو ہم اسکو تیرے شہر سے جلدی نکال دیں گے۔ اور ملعون بنا کر قتل کرا دیں گے۔ سبحان اللہ اصحاب ثلاثہ تو ان کی عنوان نبوت وحیاتی مبارک سے لیکر ابتک آپ کے روضۂ طیبہ اور شہر میں دائیں اور بائیں رونق افروز ہیں اور وہ آیت یہ ہے لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ الْمُنَافِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِہِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَۃِ لَنُغْرِیَنَّکَ بِہِمْ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَکَ فِیْہَآ اِلَّا قَلِیْلًا مَّلْعُوْنِیْنَ ج اَیْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا ہ (ترجمہ) البتہ اگر نہ باز رہیں گے منافق اپنی شرارت سے اور وہ لوگ جن بیچ دل ان کے کے بیماری ہو۔ اور بدخبر اڑانے والے بیچ شہر یعنی مدینہ کے البتہ پیچھے لگادیں گے تجھ کو ان کے پھر نہ ہمسایہ رہیں گے بیچ اسکے مگر تھوڑے دن لعنت مارے۔ جہاں پائے جاویں پکڑے جاویں۔ اور قتل کئے جاویں خوب قتل کرنا۔ اور وہ خط حضرت علی علیہ السلام کا جو کہ بنام امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لکھا گیا تھا وہ یہ ہے ومن کتاب لہ علیہ السلام الی معاویۃ انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر وعمر وعثمان وعلی ما بایعوھم علیہ فلم یکن للشاھد ان یختار ولا للغائب ان یرد انما الشوریٰ للمھاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموہ اماما کان ذلک اللہ رضی فان خرج من امرھم خارج بطعن او بدعۃ ردوہ الی ما خرج منہ فان ابی قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المؤمنین ولاہ اللہ ما تولی ولعمری یامعاویۃ لئن انظرت بعقلک دون ھواک لتجدنی ابرء الناس من دم عثمان ولتعلمن انی کنت فی عزلۃ عنہ الا ان تتجنی فتجن ما بدا لک والسلام کتاب نہج البلاغۃ صفحہ ۱۸۹ مطبوعہ ایران ومصری صفحہ ۹ جلد دوم (ترجمہ) بیشک اس قوم نے مجھ سے بیعت کی ہے جس نے ابابکر وعمر وعثمان کی بیعت کی تھی۔ اسی امر خلافت پر کی ہے اب نہیں کسی شخص حاضر اور غائب کو یہ اختیار کہ اس امر کو رد کرے اور علیحدہ کوئی رستہ اختیار کرے۔ کیونکہ یہ کام اجماع مہاجرین

دانصار سے محکم ہو چکا ہے پس جس شخص کو انہوں نے اجتماع یعنی کمیٹی سے نامزد کر دیا ہو وہ اللہ کے ہاں پسند ہے۔ پس اگر نکلا کوئی شخص اس معاملہ سے طعن یا جدائی کر کے پھر لاؤ اسکو طرف اسکی جس سے وہ بھاگا ہے۔ پس اگر انکار کیا اسنے تو مار ڈالو اور بہ پیروی کرنے راستے مومنوں کے پھر پہنچا دیگا اللہ اسکو پسندیدہ بات پر اور قسم مجھے عمر بخشنے والے میرے کی اے معاویہ اگر تو نظر غور سے خیال کرے تو پائے گا تو بری تمام آدمیوں سے خون عثمان سے اور ضرور جانتا کہ تھا میں اسوقت گوشہ میں اس سے اگر تو بدلہ لیتا ہے تو اس سے لے جس پر تو ثبوت پاوے اور اسلام اور دوسرا خط حضرت امیر المومنین کا یہ ہے جو کہ بنام امیر معاویہ اسکے جواب میں لکھا ہے۔ واما ذکرت منازل الخلفاء وفضائلهم فنقول نحن وجدنا افضلهم فی دین اللہ ابابکر العتیق والصدیق ثم عمر فاروق الذی لا یخاف فی اللہ لومة لائم ثم ذی النورین عثمان الذی یستحی منه الملائکة ولعمری ان مکانهم فی الاسلام لعظیم فرحمهم اللہ وجزاهم احسن ما عملوا ۱ھ (ترجمہ) یعنی اے معاویہ تو مجھ کو خلفاء کے فضائل یاد دلاتا ہے۔ ہم نے ان کو یعنی مراتب سب خلفاء سے ابو بکر صدیق کو اللہ کے دین میں افضل پایا پھر فاروق جاری کرنے احکام دین میں کہ کسی ملامت کنندہ سے نہیں ڈرتے تھے۔ اور پھر ذی النورین کہ انسے فرشتے مقرب بھی حیا کرتے تھے مجھے اپنی عمر کی قسم ہے کہ اسلام میں خلفاء مذکورہ کا بڑا مرتبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمت ہو اور اچھے اجر ان کو ملیں اور قاتل عثمان رضی اللہ عنہ کے قنبرہ اور سودان ہیں جو اسوقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں ہی قتل کئے گئے یعنی محاصرہ میں اور وہ مصریوں میں سے تھے اور باقی محاصرین وغیرہ نے توبہ کر لی اور تو حامل کے ہاتھ پر بیعت کرلے۔ نقل از شرح نہج البلاغۃ اور کتاب احقاق الحق امام جعفر علیہ السلام سے شیخین کی بایں طور تعریف ہے۔ هما امامان عادلان قاسطان کانا علی الحق (وماتا علی الحق) رحمهما اللہ تعالیٰ الی یوم القیامة (ترجمہ) وہ دونو امام عادل تھے یعنی ابو بکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہما صاحب انصاف تھے اور دونوں حق پر تھے۔ اور دونوں حق پر گذرے۔ اللہ تعالیٰ انکو اپنی مہربانی سے رحمت کرے قیامت کے دن۔ اور کتاب معتبر شیعہ تحفۃ الاشعریۃ مطبوعہ یوسفی مقصد اول صفحہ ۳۷ بروایت کشف الغمہ میں ہے سئل امام ابو جعفر علیہ السلام عن حلیة السیف هل یجوز فقال نعم الصدیق نعم الصدیق قد حلی ابو بکر الصدیق سیفه فقال الراوی اتقول هکذا فوثب الامام عن مکانه فقال نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یکن له الصدیق فلا صدق اللہ فی الدنیا والاخرة (ترجمہ) کسی نے امام جعفر محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ تلوار کے قبضہ پر چاندی سونے سے نقش و نگار کرنا جائز ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں درست ہے۔ بلبشک ابو بکر

لہ: یہ خطبہ شرح نہج البلاغت اصفہانی مولوی سلطان محمود شیعہ نے جزو ۱۴ میں لکھا ہے۔ ۱۲ خادم شریعت۔

صدیق نے اپنی تلوار پر چاندی کا زیور لگایا تھا۔ راوی نے کہا کیا وہ صدیق تھے جو آپ کہتے ہو۔ پس آپ غصہ میں آکر مکان سے اچھلے اور فرمایا ہاں صدیق ہاں صدیق ہاں صدیق جو ان کو صدیق نہ جانے اللہ تعالیٰ اسکے قول کو دنیا اور آخرت میں سچا نہ جانے اور جواب دربارۂ باغ فدک جو کہ موضع خیبر کے نزدیک تین منزل مدینہ طیبہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملا تھا اور آپ اسکو مال فئی کے طور پر سال بسال بوجہ مال غیر منقولہ ہونے کے اقرباء و مساکین مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم میں تقسیم کردیا کرتے تھے۔ اور آپ کی ذات بابرکات کو تین وجہ سے مال حاصل ہوا کرتا تھا یا تو مال غنیمت جو کہ جنگ وجدل و بسبیل قہر و غلبہ سے یا مال فئی جو صلح و بغیر فوج کشی کے۔ پس اگر یہ باغ فدک مال غنیمت میں تصور کریں یا مال فئی میں تو ہر دو صورت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقرباہی اسکے حقدار نہ ہوں گے۔ بلکہ جملہ اصحاب مہاجرین وانصار و یتیم و مسکین بھی قیامت تک حقدار رہیں گے۔ چنانچہ قرآن مجید ان ہر دو صورت میں صورت میں مال کی تقسیم اور مستحقین کے لئے مفصل بیان کرتا ہے۔ وہو ہذا۔ قال اللہ تعالیٰ: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ پ۱۰ (ترجمہ) فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور جانوں تم یہ جو کچھ کہ لوٹ لو کسی چیز سے پس واسطے اللہ کے ہے پانچواں حصہ اور واسطے رسول کے اور واسطے قرابتیوں رسول کے اور واسطے یتیموں کے اور فقیروں کے اور مسافروں کے اگر ہو تم ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور مال فئی کی تعریف و تقسیم بایں طور اللہ نے فرمائی ہے وَمَآ اَفَاۤءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَاۤءُ الخ مَآ اَفَاۤءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ الاٰيه پ۲۸ (ترجمہ) اور جو کچھ پھر لایا اللہ اوپر رسول اپنے کے انمیں اور نہیں دوڑائے تمنے اوپر اسکے گھوڑے نہ اونٹ ولیکن اللہ مسلط کرتا ہے۔ رسولوں اپنے کو اوپر اسکے جسے چاہتا ہے الخ جو کچھ پھر لایا اللہ اوپر رسول اپنے کے اور بستیوں والوں سے واسطے خدا کے اور واسطے رسول کے اور واسطے قرابت والے اور یتیموں کے اور مسکینوں کے اور مسافروں کے اور اسکے آگے یوں فرمادیا ہے لِلْفُقَرَاۤءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰۤئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ (ترجمہ) یہ مال واسطے فقیروں وطن چھوڑنے والوں کے ہے جو نکالے گئے اپنے گھروں سے۔ اور مال اپنے سے چاہتے ہیں۔ فضل خدا کے سے اور رضا مندی اور مدد دیتے ہیں خدا کو اور اسکے رسول کو یہ لوگ وہی ہیں سچے۔ اور علاوہ اسکے خود کتب شیعہ معتبرہ سے ثابت ہے۔ کہ مال گروہ انبیاء کا صدقہ کا حکم رکھتا ہے۔ اور خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باغ فدک دیدیا تھا۔ اور خاتون جنت رضی اللہ عنہا حضرت امیر المومنین خلیفہ پر راضی ہوگئی تھیں
چنانچہ کافی کلینی کتاب شیعہ العقل والجہل باب صفت العلم بروایت امام جعفر صادق اور اسکی شرح شافی میں ہے
اِنَّ الانبیاء لم یرثوا درھمًا ولا دینارًا وانما یرثوا من احادیثھم فمن اخذ بشیٔ منھا فقد اخذ
حظًا وافرًا۔ از انبیاء ہرچہ باقی ماندہ اگرچہ ترک است دراں حکم ترکہ نیست۔ اور کتاب فریقین میں یہ بات بھی ظاہر ہے
کہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے خلیفہ اول کیطرف ایک قاصد بھیجا اور اپنے دروازے پر بلاکر باغ فدک کے بارہ میں
گفتگو روبرو اپنے خاوند و ابن عباس کے خلیفہ اول سے کہی اور ابوبکر صدیق نے یہ حدیث انکے جواب میں بیان کی قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا نُوْرَثُ وَلَا نَرِثُ وَلَا نُوْرِثُ مَا تَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ اور حاضرین کو کہا کہ تم نے
یہ حدیث حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے کبھی سنی ہے یا نہیں تو مولا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بیشک ہم نے سنی ہے تب
خاتون جنت نے سکوت اختیار کیا۔ آخر الامر خلیفہ اول نے یہ باغ فدک خاتون جنت کو لکھدیا دیکھو کتاب شیعہ
معتبرہ نہج الکرامت شیخ ابن مطہر علی۔ لما وعظت فاطمۃ ابابکر فی فدک کتب لھا کتابًا یعنی جب کہ
خاتون جنت نے صدیق اکبر کو وعظ فدک کے معاملہ میں کیا تو صدیق اکبر نے لکھ کر باغ فدک انکو واپس کردیا اور کتاب
نہج البلاغت جلد اول جزو ۲ میں لکھا ہے کہ بڑی خوشی سے مولا علی نے بعد انتقال خاتون جنت کے بیعت صدیق اکبر
کی اور اتنی مدت ناراض اسلئے رہے کہ مہاجرین و انصار نے بوقت مقرر کرنے خلیفہ اول کے ان سے مشورہ نہیں لیا
تھا۔ اور وہ عبارت یہ ہے معتبر شرح نہج البلاغۃ جلد اول جزو ۲ وغضب علی علیہ السلام فی بیعۃ ابی بکر رضی
اللہ وقال ما غضبت الا فی المشورۃ وانا لنری ابابکر احق الناس بھا کصاحب الغار وانا لنعرف
لہ سنۃ ولقد امرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالصلوۃ فی الناس وھو حیٌ الخ یعنی حضرت علی نے
رنجیدگی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت میں ظاہر فرمائی اور کہا کہ میں صرف مشورہ میں نہ بلائے جانیکی وجہ سے ناراض ہوں اور
البتہ ہم ابوبکر کو سب لوگوں سے دربارۂ خلافت زیادہ حقدار سمجھتے ہیں بوجہ صاحب ہونے غار کے اور بسبب بڑی عمر کا
ہونے کے بعد اور بیشک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی حین حیات میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لوگوں میں نماز پڑھانے
کا ارشاد فرمایا تھا۔ اور کتاب شرح نہج البلاغہ میں مولوی سلطان محمود نے جزو دوم ۲ میں نیز بایں طور لکھا ہے۔ ودوی انہ
کانت وجوہ الناس الی علی علیہ السلام فلما ماتت فاطمۃ علیھا السلام انصرفت وجوہ الناس عنہ
وخرج من بیتہ فبایع ابابکر رضی اللہ عنہ وکانت مدۃ بقائھا بعد ابیھا علیہ السلام ستۃ اشھر
مروی ہے کہ آدمیوں کے خیالات بوجہ تعجب کے علی علیہ السلام کیطرف دربارۂ بیعت کے ہو گئے تھے پس جب

مائی فاطمہ رضی اللہ تعالے عنہا نے انتقال فرمایا لوگونکے وہ خیال رفع ہوگئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے خانہ سے نکل کر حضرت ابوبکر کی خدمت میں تشریف لاکر پھر بڑی خوشی سے بیعت کر لی۔ اور خاتون جنت رضی اللہ عنہا اپنے باپ کے بعد چھ ماہ زندہ رہ کر فوت ہوگئیں ؛

مزیدار مناظرہ شیعہ باسُنّی ۱۹۱۷ء

فضائل خلفاء الراشدین میں گفتگو شروع ہوئی تو پہلے شیعہ صاحب نے کہا کہ آپکو معلوم نہیں کہ حضرت مولا مشکلکشا کے بارہ میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اسد اللہ الغالب رفیق حنفی نے کہا کہ میں تو نہیں جانتا لیکن اسد اللہ المغلوب کو تو جانتا ہوں شیعہ صاحب سنکر متعجب ہوگئے اور کہا مولوی صاحب یہ کیا بات آپ نے کہی رفیق حنفی نے جواب دیا۔ کہ جناب دیکھو اور سنو بقول آپ کے خلیفہ اول نے خلافت مولا علی رضی اللہ عنہ سے چھین لی وہاں بھی مغلوب ہی رہے۔ اور جب خلیفہ اول کا انتقال ہوا تو پھر بقول آپ کے خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی خلافت چھین لی۔ وہاں بھی ان کی مغلوبیت ظاہر ہوئی۔ پھر انکے انتقال کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ سوم نے بھی بقول آپ کے خلافت چھین لی وہاں بھی مغلوب ہی رہے۔ پھر بعد ان کے جب آپ خلیفہ ہوئے تو پھر آپ سے بھی امیر معاویہ نے بقول آپ کے ملک چھین لیا۔ اور پھر اسکے بعد بقول آپ کے اسکے بیٹے یزید عنید نے بھی مولا مشکلکشاء کے فرزندوں سے ملک وغیرہ چھین کر ان کو بھی شہید کر ڈالا۔ جنکا اب تک شیعہ صاحبان سال بسال تعزیہ نکالتے ہیں۔ کیا پھر بھی اسد اللہ الغالب ہیں کہ جو ہر بات اور ہر امر میں غالب ہوتا ہے پھر بھی وہ کبھی اپنا حق تلف اور غصب ہونے دیتا ہے اور تقیہ کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ شیعہ صاحب لاجواب ہوکر خاموش ہوگئے۔ فقط پھر تھوڑی دیر کے بعد رفیق حنفی نے کہا بیشک حضرت مولا علی کے حق میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ حدیث فرمائی لیکن اسکا معنی اور مطلب اور ہے۔ اور اگر شیعہ صاحبان کہیں کہ یہ بات غلط ہے ایسا معاملہ نہیں ہوا تو پھر ہم کہتے ہیں کہ اصحاب ثلاثہ پر اعتراض کیا اور کس لئے شب و روز خلافت کے بارہ میں جھگڑا کرتے رہتے ہو۔ اور طرح طرح کے طعن و تشنیع بزرگان خدا پر کرتے ہو ؛

سوال :- شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ بوقت انتقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قلم دوات طلب کی اور منشاء یہ تھا کہ حق خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تحریر کر دی جائے لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا اور حکم آپ کی ذات کا نہ مانا اور عاصی

نوٹ :- یہ مولانا مولوی نور الدین حکیم صاحب ٹھنڈیانوی حالوارد چک نمبر ۴۴ ڈاکخانہ سمندری کا ہے۔ فقط۔

ہوا (نعوذ باللہ من ذلک)، اب مہربانی کرکے اسکا جواب کتب شیعہ سے تحریر فرمایا جاوے۔

جواب:۔ یہ محض ان لوگوں کی غلطی اور کوتاہ فہمی کی بات ہے اور اپنی کتابوں کا مطالعہ نہ کرنے کا سبب ہے دیکھو انہی کی کتاب معتبر اخبار ماتم مطبوعہ حسینی رامپوری میں مجلس اول صفحہ ۶۰ پر مذکور ہے۔ فَلَمَّا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ مَرَضِہٖ وَلَقِیَ عِنْدَہُ الْعَبَّاسُ وَالْفَضْلُ وَعَلِیٌّ وَاَہْلُ بَیْتِہٖ خَاصَّۃً فَقَالَ لَہُ الْعَبَّاسُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنْ یَّکُوْنَ ہٰذَا الْاَمْرُ فِیْنَا مُسْتَقِرًّا مِنْ بَعْدِکَ فَبَشِّرْنَا وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّا نُغْلَبُ عَلَیْہِ فَاَوْصِ بِنَا فَقَالَ اَنْتُمُ الْمُسْتَضْعَفُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ:۔ اسکا ترجمہ مجمع نے اسطرح پر لکھا ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الموت میں جب سب حاضرین بعد پوچھنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے نکلے اور باقی رہے عباس وفضل وعلی علیہم السلام تو عباس بولے کہ اے رسول خدا اگر امر خلافت بعد آپ کے ہمکو ملے تو آپ اسکی بشارت دیں اور اگر آپ جانتے ہیں کہ ہم باز رہیں گے تو ہمیں وصیت کردیں جواب دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم عاجز ہو اٹھانے بوجھ امارت سے بعد میرے الخ اور تفسیر مجمع البیان جلد دوم آیت سورت تحریمہ کے ذیل میں لکھا ہے۔ وہو ہذا۔ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ۔ الآیۃ) روی عن النبی اَنَّہٗ خلا یوما العائشۃ مع جاریۃ القبطیۃ فوقفت حفصۃ رضی اللہ عنہا علی ذٰلک فقال لہا رسول اللہ لا تعلمی عائشۃ بذٰلک وحرم ماریۃ علی نفسہ ولما حرم ماریۃ اخبر حفصۃ انہ یملک من بعدہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما الخ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عائشہ کے دن اپنی لونڈی قبطیہ سے خلوت کی اور مائی حفصہ اسپر واقف ہوگئی اور فرمایا آپ نے اے حفصہ عائشہ کو اس بات کی خبر نہ کرنا اور جب کہ حرام فرمادیا اپنے پر ماریہ قبطیہ کو اور خبر دی حفصہ نے عائشہ کو راز مذکورہ کی اور پوشیدہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور خبر کردی اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کو اس بات کے ساتھ اس آیت کے واذ اسر النبی الخ اور جب حرام کیا آپ نے ماریہ کو تو خبر دی کہ بعد میرے ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہما میرے خلیفہ ہونگے اور ایسا ہی تفسیر عمدۃ البیان معتبر شیعہ مطبوعہ مطبع یوسفی جلد ۲ صفحہ ۵۸۲ میں صاحب مجمع نے بایں طور عبارت نقل کی ہے۔ کہ رسول خدا نے ماریہ قبطیہ کو اپنے پر حرام کیا اور حضرت حفصہ کو اس راز کے پوشیدہ رکھنے کی بہت تاکید کی اور فرمایا ایک راز میرا اور ہے تیرے روبرو اسکو بھی بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ میرے پیچھے ابوبکر اور عمر باپ تیرا رضی اللہ عنہما مالک اس امت کے ہونگے اور بادشاہی کریں گے اور ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حکومت کریں گے

نوٹ:۔ شیعہ نے ایک مسئلہ میں سخت غلطی کھائی ہے۔ کیونکہ نہج البلاغت میں صاف لکھا ہے کہ خلافت حق اصحاب ثلاثہ ہے اور اسمیں دخل دینا اور دعویٰ کرنا فساد اور فتنہ ڈالنا زمین میں ہے اور پھل خام کھانے والے کی مانند ہوتا ہے ۱۲

حفصہ یہ بات سن کر بہت خوش ہوئی اور دونوں راز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جاکر کہدیئے اور خداتعالےٰ نے یہ آیت نازل کی۔ اذا اسر النبی الیٰ بعض ازواجہ الآیۃ: پس ان ہر دو روایت کتب شیعہ سے صاف صاف ثابت ہوا کہ خلافت بلافصل حق اصحاب ثلاثہ کے ہو چکی تھی۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت علی وفضل وعباس رضی اللہ عنہم نے خود اس بارہ میں سوال کیا تو آپ نے صاف صاف زبان فیض ترجمان سے فرمادیا کہ تم یہ بوجھ نہیں اٹھا سکتے تم ضعیف وناتوان ہو۔ تو پھر فرمایئے کہ شیعہ صاحبان نے یہ کہاں سے نکال لیا کہ آپ کی ذات کا منشاء حق خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لکھدینے کا تھا۔ ذرا وہ کوئی دلیل صحیح تو پیش کریں اور علاوہ اسکے کتاب اہلسنت والجماعت ترمذی شریف جلد دوم میں بایں طور لکھا ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْخِلَافَۃُ ثَلَاثُوْنَ سَنَۃً ثُمَّ یَکُوْنُ مُلْکًا ثُمَّ یَقُوْلُ سَفِیْنَۃُ اَمْسِکْ خِلَافَۃَ اَبِیْ بَکْرٍ سَنَتَیْنِ وَخِلَافَۃَ عُمَرَ عَشَرَۃً وَعُثْمَانَ سَنَتَیْ عَشَرَۃً وَعَلِیٍّ سِتَّۃً نقل از مشکوٰۃ کتاب الفتن۔ یعنی میری امت میں سلسلۂ خلافت موافق سنت میری کے تیس برس تک رہیگا بعد اسکے بادشاہ بہت آئیں گے۔ پھر سفینہ واسطے سمجھانے کے کہتا ہے اس بات کو یاد رکھ کہ خلافت ابوبکر کی پھر عمر کی پھر عثمان کی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم پس اس بناء پر اس حدیث شریف سے انکی خلافت بایں طور پر ہی ثابت ہوئی۔ اور نقشۂ مدت خلافت مفصلہ ذیل ہے :۔

نقشۂ خلافت خلفاء الراشدین بمع مدت خلافت[1]

خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ	خلافت عمر رضی اللہ عنہ	خلافت عثمان رضی اللہ عنہ	خلافت علی رضی اللہ عنہ
۲برس چہار ماہ	۱۰برس چھ ماہ	۱۲برس چند یوم کم	۴برس ۹ماہ یا ۵ماہ

ما در جو شیعہ صاحبان نے یہ کہا ہے کہ آپکا منشاء خلافت مولا علی کو لکھدینے کا تھا سو یہ بات انکی ان دلائل قاطع سے قطع ہوگئی۔ کیونکہ جب آپ پہلے ہی یہ حکم بحالت صحت وتندرستی ترتیب وار حق خلفاء الراشدین فرما چکے تھے تو پھر یہ لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور درا صل سچ بات یہ ہے کہ باعث طلب کاغذ قلم دوات کوئی آدمی نہیں جانتا کہ آپ کی ذات بابرکات کا مافی الضمیر کیا لکھنے کا تھا یہ محض مذہب فریقین کی اپنی اپنی رائیں ہیں۔ کیونکہ جب آپ اسکا فیصلہ پہلے ہی فرما چکے تھے جیساکہ کتب شیعہ سے بھی ثابت ہو چکا ہے اور ایسا ہی کتب اہل سنت والجماعت میں مذکور ہے چنانچہ کتاب مناقب العشرہ فصل ثانی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپکی ذات امارت دینیہ سے سوال کئے گئے ہیں تو آپ نے فرمایا ان تؤمروا ابابکر تجدوہ امینًا زاہدًا فی الدنیا راغبًا فی الاٰخرۃ وان تؤمروا

نوٹ[1]:۔ یہ حساب تقریبی ہے جس سے ماہ کی تعداد حذف معلوم ہوتی ہے۔ دیکھو نقشہ جامع الاصول میں فقط:۔ [1] مظاہر حق جلد چہارم صفحہ ۳۲۳ ۱۲

عُمَرَ تَجِدُوْہُ قَوِیًّا اَمِیْنًا لَایَخَافُ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ الحدیث (ترجمہ) یعنی اگر تم ابابکر کو امیر دین میں بناؤ گے تو اسکو پاؤ گے تم امانت دار اور پرہیزگار دنیا میں اور قیامت میں راغب اور اگر بناؤ گے عمر فاروق کو امیر تو پاؤ گے اسکو قوی امین اور نہ ڈرے گا کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے احکام کجاری کرنے میں۔ اور علاوہ اسکے یہ بھی فرمادیا فَاقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرَ نقل از ترمذی جلد دوم۔ یعنی حذیفہ سے ہے کہ ہم آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ فرمایا آپ نے کہ میری تمہارے درمیان کتنی حیاتی باقی ہے پس تم پیروی کرو تم پیچھے میرے ابوبکر اور عمر کی (یعنی ان کو امیر بناؤ) اور یہ بھی فرمایا کہ ھٰذَانِ السَّمْعُ الْبَصَرُ یعنی ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما یہ دونوں بمنزلہ چشم وگوش کے ہیں نقل از تفسیر حسن عسکری اور علاوہ اسکے جو شیعہ صاحبان کا خیال ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سامان لکھنے کا نہ آنے دیا بلکہ اور کو بھی منع کر دیا۔ اور آپ نے ضرور لکھنا تھا۔ کیونکہ آیت وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اسپر شاہد ہے۔ سو اسکا جواب فقیر چند وجہ پر تحریر کرتا ہے۔ اول تو یہ ہے کہ واقعہ بروز پنجشنبہ ہوا اور آپ کا وصال بروز دوشنبہ ہوا تو پھر آپ کی ذات بابرکات نے چار پانچ روز میں باوجودیکہ نمازیں بھی مسجد میں آکر ادا کیں تو پھر اگر لکھنا ضروری تھا تو کیوں نہ لکھایا کیوں نہ اسوقت آپ نے اقرباء کو فرمادیا کہ تم سامان لکھنے کا لاؤ بلکہ بجائے اسکے اہلبیت کے سوال پر آپنے فرمایا تمہارا یہ کام نہیں۔ تم اس سے عاجز ہو کما مرّ اور دوسری بات یہ ہے کہ اسوقت آپ کی ذات مبارک کو شدت مرض میں نہایت تکلیف ہو رہی تھی اور عمر فاروق آپ کے نہایت عاشق تھے اور اگر آپ کو کوئی کسی وجہ سے تکلیف ہوا کرتی تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ برداشت نہ کر سکتے تھے۔ چنانچہ کتاب شیعہ زبدۃ المصاحب مطبوعہ نولکشور مجلس ۱۶ صفحہ ۹۱ میں مذکور ہے کہ ایک دن ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کچھ کلمات ناشائستہ کہے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسکو گرفتار کرنے کے لئے غصہ میں کھڑے ہو گئے۔ فہو ہذا: فَوَثَبَ لَہٗ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ لِیَبْطِشَ بِہٖ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِجْلِسْ یَا اَبَا الْحَفْصِ فَقَدْ کَادَ الْحَکِیْمُ　　یعنی عمر ابن خطاب اسکے گرفتار کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے تو آپنے فرمایا بیٹھ جاؤ اے ابو حفص اور ایسا ہی یہ واقعہ ہوا کہ آپ کو اس روز بیماری کی وجہ سے سخت تکلیف ہو رہی۔ اور لوگ طرح طرح کے خیال اور آراء ظاہر کر رہے تھے اس لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا اے لوگو تم شور مت کرو چونکہ آپ کی

نوٹ:- ۲؎ وما ینطق عن الھوی سے مراد منطوقات خصوصا قرآن ہیں نہ تمام منطوقات آپکی ذات والاصفات کے۔ اور اگر تمام منطوقات مراد ہوتے تو پھر خداوند کریم آپ کے بعض افعال پر اعتراض نہ کرتا دیکھو جب کہ آپنے نفس کے لئے شہد حرام کر دیا تو آیت لا تحرم ما احل اللہ لک نازل ہوئی۔ علی ہذا القیاس فافہم فلا تعجل: خادم شریعت عفا اللہ عنہ۔

ذات کو سخت تکلیف ہورہی ہے۔ اور تمہارے پاس قرآن مجید موجود ہے۔ اور اسمیں کوئی ایسا مسئلہ نہیں جو ظاہر نہ ہوچکا ہو۔ لَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ اور مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ وعلی ہذا القیاس، بھی شاہد ہے غرضیکہ قرآن مجید میں ہر طرح کے مسائل عبادات واشارۃً وکنایۃً ودلالۃً واقتضاءً وصراحۃً موجود ہیں۔ اور قرآن مجید ہر طرح سے مکمل ہوچکا ہے۔ اور فرمایا قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْاٰنُ حَسْبُكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ الحدیث: یعنی آپ کی ذات پر بیماری کا غلبہ سخت ہے۔ اور تمہارے پاس قرآن مجید ہے۔ کافی وافی ہے تمکو قرآن اب شیعہ صاحبان ذرا سوچیں اور انصاف کریں اور اسکا جواب دیں۔ اور دوسرا جو شیعہ صاحبان نے آیت پیش کی ہے کہ آپ نے بحکم وحی قلم دوات طلب کی تھی یہ بالکل غلط ہے کیونکہ اگر یہ حکم ایسا ہی ہوتا تو آپ ضرور لکھتے، کیونکہ یہ نبی کا کام نہیں کہ تبلیغ احکام سے رکیں یا چھپائیں۔ اور پورا نہ کریں۔ چنانچہ کتاب شیعہ امارۃ البصائر جلد دوم مطبوعہ نولکشور صفحہ ۲۷ میں لکھا ہے۔ جناب سید المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ پیغمبر کو جائز نہیں ہے کہ جسکے ساتھ مرسل ہوا ہے چھپائے گو خوف قتل کا کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اس سے یقین حاصل ہے ساتھ اس بات کے حق تعالیٰ نے اسی پیغمبری پر انکو مبعوث فرمایا۔ اور وہ اسکو بچانیوالا ہے قتل سے اسوقت تک کہ رسالت ادا کی جاوے اور دعوت سنائی جاوے ورنہ غرض بعثت ناقص ہوجائیگی الخ پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ آپ نے بحکم وحی یہ حکم صحابہ کو نہیں فرمایا تھا۔ ورنہ کیوں اتنی مدت میں تحریر نہ کرتے۔ اور تیسرا جواب یہ ہے کہ بقول شیعہ عمر فاروق نے نافرمانی کی اور دائرہ اسلام سے خارج ہوئے۔ معاذ اللہ۔ تو پھر حضرت مولا علی مشکلکشا ءنے اپنی دختر ام کلثوم کا کیوں نکاح عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کردیا جواب دیا جائے۔ فقط۔

سوال: شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید چالیس سیپارے تھے۔ عثمان نے دس سیپارے نکال کر جلا دئے جنمیں فضائل اہلبیت ومسئلہ خلافت حق علی علیہ السلام مذکور تھا اور اسکو بے ترتیب جمع کیا کیا یہ بات سچ ہے کتب معتبرہ سے جواب دو:

جواب: یہ محض اہل تشیع کا تعصب ہے اور بے ثبات خیال ہے۔ شعر۔

نیش عقرب نہ از پئے کیں است ، مقتضائے طبیعتش ایں است

اور اب ہم اس مقاصد پر مختصراً قرآن مجید اور کتب معتبرہ شیعہ سے بانصاف تحریر کرتے ہیں۔ وہو ہذا: اعتقادنا فی القرآن ان القرآن الذی انزل اللّٰہ تعالیٰ علی نبیہ ما ھو ما بین الدفتین وھو ما فی ایدی الناس لیس اکثر من ذٰلک ومبلغ سورۃ عند الناس مائۃ واربعۃ وعشر سورۃ وعندنا والضحی والم نشرح

سہ نوٹ: اگر نبی دختر بعثمان داد دولی دختر بعمر فرستاد۔ دیکھو کتاب مجالس المومنین وفروع کافی کتاب النکاح ۱۲ فقط:

واحدۃ ولئلاف الم ترکیف سورۃ واحدۃ ومن نسب الینا انا نقول انہ اکثر من ذٰلک فھو کاذب یعنی شیخ صادق ابوجعفر محمد ابن علی بابویہ نے جو اس فرقہ کا بڑا عالم ہے یعنی اعتقاد ہمارا قرآن میں یہ ہے۔ کہ بیشک یہ قرآن جسکو خداوند کریم نے اپنے پیغمبر پر نازل کیا ہے جو دو دفتیں میں موجود ہے جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے زیادہ اس سے نہیں ہے اور لوگوں کے نزدیک سورتیں اسکی ایک سوچودہ ہیں۔ اور ہمارے نزدیک سورۃ الضحیٰ والم نشرح ایک سورت ہے۔ اور لائلاف والم ترکیف ایک سورت ہے۔ اور جو کوئی اسبات کو نسبت کرتا ہے۔ کہ ہم کہتے ہیں کہ قرآن اس سے زیادہ تھا وہ بڑا جھوٹا آدمی ہے۔ اور ایسا ہی صاحب بدر الضحیٰ صفحہ ۴۶ میں کتاب مجمع البیان سے تحریر فرماتا ہے اور علاوہ اسکے خود حافظ لوح محفوظ اسکی حفاظت کیواسطے وعدہ ہے۔ وہو ہذا: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ (ترجمہ) بیشک ہم نے اتارا اس قرآن مجید کو اور بیشک ہم ہی اسکے نگہبان ہیں۔ ولقولہ تعالےٰ وَاِنَّہٗ لَکِتَابٌ عَزِیْزٌ لَّا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ ۝ اور اسکا ترجمہ معتبر شیعہ ملا فتح اللہ کاشانی نے خلاصۃ المنہج میں بایں طور لکھا ہے۔ بدرستیکہ قرآن ہر آئینہ کتابے است ارجمند وگرامی تر وگویند قرآن بجہت آں عزیز است کہ کلام رب العزت است ونامۂ دوستاں عزیز می باشد یا عزیز است زیراکہ ہیچکس قادر نیست کہ مثل آں بیارد ویا باعتبار آنکہ محفوظ است از تغیر وتبدل وتحریف یا بآں اعتبار کہ براتم صفات واحکام است ویا اینکہ واجب است کہ اوامر ونواحی آنرا عزیز دانند وازاں تجاوز نکنند پس ان دلائل قاطع کتب شیعہ معتبر سے ثابت ہوا کہ یہ قرآن مجید وہی ہے جو آپ کی ذات پر نازل ہوا تھا اور اسمیں رائی برابر بھی کسی نے کمی بیشی نہیں کی اور جو اس بات کا قائل ہے کہ قرآن مجید میں تحریف[1] اور کمی بیشی ہو چکی ہے وہ کاذب اور مفتری ہے اور ان کی نمازیں اور جو اس قرآن کو پڑھ کر مُردوں کو بخشتے ہیں وہ بھی عبث ہے کیونکہ ان کے نزدیک جب یہ قرآن مجید وہ نہیں اور تحریف شدہ ہے تو پھر ان کے یہ افعال کسطرح قبول ہونگے۔ افسوس ایسے لوگوں پر۔ اور شیعہ صاحبان کو لازم ہے کہ وہ قرآن مجید ہمکو بھی دکھلائیں جو کہ حضرت مولا علی مشکلکشاء نے جمع کرکے آپ کو دیدیا ہے تاکہ ہم اہلسنت بھی اسکو یاد کر لیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں اور اسکی قدر ومنزلت کریں اور اسپر عمل کریں۔ ہاں اگر کوئی گانی گلوچ والا مجموعہ آپ کے پاس ہو تو پھر ہمیں اسکی ضرورت نہیں بلکہ اس سے پناہ بخدا ہے۔ اور علاوہ اسکے یہ بہتان عظیم جو شیعہ صاحبان نے حضرت ذوالنورین پر لگا دیا ہے کہ فضائل امیر المومنین واہلبیت کے بارہ میں جو اس قرآن مجید میں آیتیں تھیں وہ نکال دی ہیں

---

[1] نوٹ:۔ متقدمین شیعان کے نزدیک واقعی یہ قرآن مجید محرف ہو چکا ہے لیکن متاخرین اس سے انکار کرتے ہیں باقی مفصل ذکر اسکا حقیقت مذہب میں ملاحظہ کریں۔ ۱۲۔ از خادم شریعت عفا اللہ عنہ ؎

تو یہ بات بھی بالکل غلط ہے کیونکہ یہ کتاب لاریب فیہ ہے۔ جسکی حفاظت کا وعدہ خود خداوند کریم نے فرمایا ہے اور علاوہ اسکے آیت مباہلہ و آیات بینات جو شان مولا علی مشکلکشاء و اہلبیت و خلافت کے بارہ میں نازل ہوئی تھیں موجود ہیں چنانچہ کتب تفاسیر فریقین سے بخوبی واضح ہیں اور جو شیعہ صاحبان نے کہا ہے کہ حضرت عثمان نے قرآنوں کو جلوا دیا تھا۔ اور بے ادبی کی معاذ اللہ یہ بات بھی بالکل غلط ہے کیونکہ کسی معتبر مفسر شیعہ و اہلسنت جماعت نے نہیں لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآنوں کو جلوا دیا تھا بلکہ یہ لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے دعا قنوت وغیرہ دعائیں عربی بطور تفسیر بنا کر قرآن میں تصور کر لیں۔ اور ان کو قرآن مجید سمجھ بیٹھے۔ تو پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بمشورہ امیر المومنین حضرت علی و دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآن مجید کو بڑی کوشش سے جمع کیا اور ما سوا قرآن مجید کے ان عبارتوں کو محو کر دیا۔ اور خاص قرآن مجید صحیح الترتیب کو لکھوا کر ملکوں میں تقسیم کرایا اور اس قرآن مجید کو حضرت علی اپنی خلافت میں تلاوت فرماتے رہے اور اپنی اولاد کو بھی یہی قرآن مجید پڑھایا۔ پس بقول شیعہ اگر یہ قرآن مجید بے ترتیب اور مشکوک اور تحریف شدہ ہوتا تو ضروری آپ اس بارہ میں کچھ فرماتے اور اپنے فرزند کو اسکی تعلیم نہ دیتے۔ اور نہ ہی مجتہد مفسر شیعہ صاحبان اسکی تفسیریں لکھتے اور نہ ہی اسپر عمل کرنے کا حکم دیتے۔ اور علاوہ اسکے صاحب بدر الضحیٰ نے صفحہ ۱۹۰ میں کتاب شیعہ مجمع البیان طبرسی سے عبارت عربی نقل کی ہے جسکا ترجمہ بعینہ یہ ہے۔ ذکر علی بن الحسین الموسلوی نے کہ قرآن تھا حضرت پیغمبر صلعم کے وقت جمع اور ترتیب کیساتھ اسطور پر جیسا کہ اب موجود ہے اور وہ دلیل لایا اسبات پر اسطرح سے کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت قرآن پڑھا جاتا تھا تمام و کمال اور ایک جماعت صحابہ کی اسکے حفظ کرنے پر معین تھی۔ اور حضرت کے ساتھ پڑھا جاتا تھا اور ایک جماعت صحابہ نے مثل ابن مسعود و ابن کعب وغیرہ نے ختم کئے بہت ختم روبرو حضرت کے اور ادنیٰ تامل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سب باتیں دلالت کرتی کہ قرآن مرتب تھا پراگندہ نہ تھا اور ذکر کیا اسنے کہ جن امامیہ اور حشویہ نے کچھ اس قرآن موجودہ میں اختلاف کیا اسکا اعتبار نہیں اسواسطے کہ وہ خلاف ان لوگوں کا ہے جنہوں نے اخبار ضعیفہ نقل کئے ہیں اور ان کو صحیح سمجھا ہے پس معلوم ہوا کہ یقینی کو چھوڑ کر ان کا قول معتبر نہ ہوگا۔ اور جو شیعہ صاحبان نے یہ کہا ہے کہ حضرت عثمان نے قرآن کو جلا دیا اور بے ادبی کی۔ معاذ اللہ۔ ہم کہتے ہیں کہ حضرت عثمان ذوالنورین نے نہ قرآن کو جلایا اور نہ بے ادبی کی بلکہ جو کچھ ما سوا قرآن کے تھا تلف کر دیا۔ اور اسمیں کسی قسم کی بے ادبی نہیں پائی جا سکتی۔ اگر بفرض محال یہ بے ادبی ہے۔ تو کتب شیعہ سے بکثرت ایسی بے ادبیاں آئمہ دین سے مذکور ہیں۔ چنانچہ صاحب بدر الضحیٰ صفحہ ۱۸۹ معتبر کتاب شیعہ کلینی سے بایں طور ذکر کرتا ہے۔ وھو ہذا۔

نوٹ :۔ ان تمام اعتراضات کا جواب حقیقت مذہب شیعہ میں مفصل ملاحظہ کریں ؛ فقط ؛

انہ قرأ ولا تکونوا کالتی نقضت غزلہا من بعد قوۃ انکاثا تتخذون ایمانکم دخلا بینکم ان تکونوا ائمۃ ھی ازکی من ائمتکم فقلت جعلت فداک ائمۃ قال ای و اللہ قلت انما یقرأ اربی قال و ما اربی و اومی بیدہ فطرحہا اھانۃ الخ یعنی زید بن جہم ہلالی نے امام جعفر صادق سے یہ روایت کی ہے اور مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ جب اس آیت میں حضرت امام جعفر نے امۃ کی جگہ ائمۃ پڑھا تو زید مذکور نے عرض کی کہ اے حضرت کیا یہاں ائمۃ ہے فرمایا ہاں۔ زید کہتا ہے پھر میں نے عرض کی کہ لوگ تو اربی پڑھتے ہیں اور آپنے ازکی پڑھا فرمایا اربی کیا چیز ہے پھر قرآن کو اہانت سے ہاتھ میں لے کر زمین پر پٹک دیا۔ الخ پس واضح ہوا کہ شیعہ صاحبان نے تو اپنے مطلب کے مطابق تکونوا کی جگہ یکون نوا۔ اور امت کی جگہ ائمہ اور اربی کی جگہ ازکی بنالیا اور پڑھ لیا۔ حالانکہ قرآن مجید میں اسطرح نہیں ہے۔ اور علاوہ اسکے کتاب استبصار شیعہ میں بایں طور مذکور ہے۔ کہ مرد و عورت ناپاک قرآن مجید کی تلاوت کریں تو جائز ہے۔ وہو ہذا۔ لا باس ان یتلو الحائض والجنب القرآن اور کتاب من لایحضرہ الفقیہ میں لکھا ہے کہ بقدر آیت الکرسی پاخانہ میں پڑھنا درست ہے نقل از کتاب بدر الضحیٰ صفحہ ۱۸ پس شیعہ صاحبان کو لازم ہے کہ اس قرآن مجید کو سچا سمجھیں اور اسکی بے ادبی نہ کریں۔ اور ان باتوں کا جواب دیں اور خداوند کریم کے غضب سے ڈر کر توبہ کریں اور دائرہ اسلام سے خارج نہ ہوویں۔ فافہم فقط۔

سوال:۔ مذہب شیعہ کا بانی کون شخص تھا۔ کتب شیعہ سے جواب دو۔

جواب:۔ اس مذہب شیعہ کا بانی مبانی و مقتدا عبداللہ بن سبا یہودی یمنی صنعانی ہے۔ اور جب ملک مصر و شام و روم فتح اسلام ہوا اور ان کے اہل و عیال وغیرہ کو صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین مدینہ منورہ میں گرفتار کر کے لے آئے تو پھر بعد ان کے یہ بھی مغلوب الحال ہو کر بطور تقیہ ایمان لایا اور صحابہ کی تلوار سے اپنی جان کو بچایا لیکن تعلیم عقائد باطلہ و فاسدہ کی دیتا رہا۔ چنانچہ کتاب تاریخ طبری مترجم جلد اول باب اول کتاب نہج البلاغت در باب شکایت شرارت و شکاوت خطبہ جناب امیر المومنین در کتاب اطواق الحمائث تالیف ابن حمزہ زیدی شیعہ و کتاب نہج المقال فی تحقیق الرجال مجتہد شیعہ المذہب سے صاحب بدر الضحیٰ صفحہ ۱۵۳ نے بایں طور نقل کیا ہے فانظروا الی عبارۃ الکشی ذکر بعض اہل العلم ان عبد اللہ بن سبا کان یہودیا فاسلم والی علیا و کان یقول و ہو علی یہودیتہ فی یوشع وصی موسیٰ بالغلو فقال فی اسلامہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فی علی مثل ذلک فکان اول من اشہر بالقول بفرض امامۃ علی علیہ السلام واظہر البراء من من اعدائہ وکاشف مخالفیہ اکفرہم فمن ہھنا قال من خلف الشیعۃ اہل التشیع والرفض

ماخوذ من الیہود (ترجمہ) پس دیکھو تم اس عبارت کیطرف کسی نے ذکر کیا بعض علماء معتبر شیعہ سے کہ تحقیق عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ پس اسلام لایا۔ اور دوستی اختیار کی علی کی اور کہتا تھا یعنی آپ کو دوست حضرت علی کا بتاتا تھا، اور حال یہ ہے کہ وہ اوپر دین یہودیت کے تھا یعنی جسطرح سے کہ زمانہ یہودیت میں غلو کے ساتھ حضرت یوشع بنی کو وصی حضرت موسیٰ کا جانتا تھا۔ ویسا ہی حالت اسلام میں بعد وفات حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ بہ نسبت حضرت علی کے مثل اسکے اعتقاد رکھتا تھا۔ پس تھا پہلا شخص کہ مشہور کیا ساتھ قول کے بسبب فرض کے امامت بلافصل علی علیہ السلام اور ظاہر کی بیزاری ان کے دشمنوں سے اور ظاہر کیا ان کے مخالف یعنی سوا چار یا چھ اصحاب کے معاذ اللہ جملہ اصحاب رسالت مآب، کا فر و منافق تھے۔ پس اسوقت سے کہا اس شخص نے کہ پیچھے آیا شیعوں کے کہ اصل مذہب تشیع بلکہ رفض کے ماخوذ ہے طریقت یہودیت سے الخ اور کتاب شیعہ نہج البلاغت و کتاب اطواق الحمایت آخر بحث امامت میں سوید بن غفلہ سے بایں طور مذکور ہے قال مررت بقوم ینتقصون ابا بکر و عمر فاخبرت علیاً وقلت لولا انہم یرون انک تضمر ما اعلنوا ما اجتروا علی ذلک عبداللہ بن سبا ھو کان الاول من اظہر ذلک فقال علی اعوذ باللہ رحمہما اللہ ثم نہض واخذ بیدی وادخلنی المسجد فصعد المنبر ثم قبض علی لحیتہ وھی بیضاء فجعلت دموعہ یتحادر علی لحیتہ وجعل ینظر للبقاع حتی اجتمع الناس ثم خطب فقال مابال قوم یذکرون اخوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ووزیریہ وسیدی قریش وابوی المسلمین وانا بری مما یذکرون وعلیہ اعاقب صحبا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالجد والوفاء والجد فی امر اللہ یأمران وینہیان ویقضیان ویعاقبان لایری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرأیہما رأیا لایحب کحبہما حبا لما یری عزمہما فی امر اللہ فقبض وھو عنہما راض المسلمون راضون فی تجاوز فی امرھما وسیرتہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وامرہ فی حیاتہ وبعد موتہ فقبضا علی ذلک رحمہما اللہ فوالذی خلق الحبۃ وبرأ النسمۃ لایحبہما الا مومن فاضل ولا یبغضہما الا شقی مارق وحبہما قربۃ و بغضہما مروق الخ اور اسکا ترجمہ صاحب تکملہ بدرالضحٰی نے بایں طور لکھا ہے۔ روایت ہے سوید بن غفلہ سے کہ کہا گذرا میں تحقیق اس قوم پر کہ حقارت کرتی تھی ابوبکر و عمر کی پس خبر دی میں نے علی کو اور کہا میں نے اگر نہ وہ ہے کہ یہ لوگ گمان رکھتے ہیں کہ تو چھپاتا ہے جو کچھ کہ ظاہر کرتے ہیں البتہ جرأت نہ کرتے اوپر اسکے ان سب کا سرغنہ عبداللہ بن سبا ہے اور وہ پہلا اس شخص کا ہے کہ ظاہر کیا اس بات کو پس کہا علی نے پناہ مانگتا ہوں میں ساتھ خدا کے

رحمت کرے خدا ان دونوں پر کھڑے ہوگئے اور پکڑا ہاتھ میرا اور داخل کیا مجھ کو مسجد میں. پس چڑھے ممبر پر پکڑی اپنی داڑھی مٹھی میں اور وہ سفید تھی پس شروع ہوئے آنسو بہنے اونکے داڑھی پر اور نگاہ کی طرف مکانات مسجد کی یہانتک کہ جمع ہوئے آدمی پھر خطبہ پڑھا۔ پس کہا کیا حال ہے اس قوم کا کہ ذکر کرتے دو گواہ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور دو وزیر انکے کا اور دو رفیق انکے کا اور دو سردار قریش کا اور دو باپوں مسلمانوں کا میں بیزار ہوں اس چیز سے کہ کرتے ہیں۔ اور اس ذکر پر میں ان کو عذاب کروں گا وہ دونوں اصحاب تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کوشش اور وفاداری اور سعی کے حکم رانی کرتے تھے اور جھگڑتے تھے اور فیصلے خصومات کے کرتے تھے اور سزا دیتے تھے. نہیں دیکھتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مثل رائے ان کی رائے کسی کی اور دوست نہ رکھتے تھے مثل دوستی ان کی کے کسی کو بسبب اسکے کہ دیکھے تھے انکو کار خدا میں مستعد پس وفات پائی حالانکہ دونوں سے راضی تھے اور تمام مسلمان راضی تھے .پس فرق نہ کیا دونوں نے اپنے کام میں اور دستور میں مصلحت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ان کے کام سے یعنی جمیع افعال حضرت شیخین کے مطابق افعال رسول اللہ کے تھے حالات حیات صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اور لبعد وفات پس دونوں نے وفات پائی اسی حال پر رحمت بھیجے دونوں پر خدا .پس قسم اس شخص کی کہ چیر کر دانہ کو پیدا کیا جانکو دوست ان کا نہیں مگر مومن بلند درجہ اور دشمن ان کا نہیں مگر بے نصیب خارج دین سے اور اسی کتاب میں روایت دوم یہ ہے۔ لعن اللّٰہ من اضمر بھما الا الحسن الجمیل وسیری ذٰلک انشاء تعالیٰ ثم ارسل ابن سبا فسیرہ الی المدائن وقال لا تساکنی فی بلدۃ ابداً۔ یعنی لعنت کرے خدا اس شخص کو جو اپنے جی میں رکھے ان دونوں کے حق میں سوائے نیکی اور خوبی کے اور عنقریب تو دیکھے گا یہ انشاء اللہ تعالیٰ پھر بھیجا ابن سبا کیطرف کسی کو پس نکال دیا اسکو مدائن کیطرف اور کہا نہ ٹھہر تو ہمیشہ شہر میں فقط۔ پس ان دلائل قاطعہ شیعہ سے یہ ثابت ہوا کہ ان تبرائیوں شیعوں کا استاد و بانی مذہب عبداللہ بن سبا تھا۔ اور علاوہ ان کے یہ باتیں بھی ثابت ہوئیں کہ حضرت امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عادل اور صادق اور صاحب جنت اور برادر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ذات کا ہمیشہ ان پر راضی رہنا اور ان کی رائے کو ہر امر میں پسند سمجھنا اور ان کا خاتمہ بالخیر ہونا اور ان کے لئے دعائے رحمت طلب کرنا اور ان کے دشمنوں کو سزا دینا اور ان سے بیزار ہونا۔ اور ان کے ساتھ دشمنی رکھنے والے کو ناپاک کافر اور بے دین سمجھنا۔ اور ان پر تبرا بولنے والے پر لعنت خدا کہنا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ آپکی داڑھی مبارک باسقدر دراز تھی کہ بخوبی طور پر اسپر ہاتھ پھر سکتے تھے۔ اور افسوس ان شیعوں پر کہ وہ داڑھی کو صاف چٹ کرا کے مونچھوں کو تاؤ دیتے ہیں اور اپنے آپ کو پھر محب علی

واہلبیت تصور کرتے ہیں اور اپنے مذہب پاک کو چھپاتے ہیں۔

نزدیک شدکہ عشق نہاں بر بلا شود ، چشم نیاز وناز بہم آشنا شود

اِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَاۤءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

سوال: امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھنے والے کون لوگ تھے۔ جواب دو اجر ملیگا۔

جواب: شیعہ لوگ تھے چنانچہ کتاب سعادت الکونین صفحہ ۸۷ پر بایں طور مذکور ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ للحسین بن علی من شیعتہ وشیعتہ ابیہ علی امیر المؤمنین سلام علیک اما بعد فان الناس ینتظرونک ولا رای لھم فی غیرک فالعجل العجل یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجمعنا علی الحق ویؤید الاسلام یعنی ہم متفق ہو کر سچے دل سے عرض کرتے ہیں کہ یہاں بہت لوگ آپکی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔ اور اس خیال کے سوا ہمارا کوئی خیال اور وہم نہیں پس اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلد تشریف لائیں۔ اور صاحب بدر الضحیٰ صفحہ ۱۲۱ نہج البلاغہ کتاب شیعہ سے بایں طور لکھا ہے کہ نہج البلاغت میں چند خطبے ہیں ان سے ثابت ہے کہ حضرات شیعان خاص نے جناب امیر سے ہمیشہ بے وفائی کی یہاں تک کہ صبح بیعت کرتے تو شام کو توڑ دیتے اور جلاء العیون میں ہے کہ شیعان پاک نے حضرت امام حسن کو الیسا زخمی کیا کہ آنجناب مظلوم ومعصوم مدت دراز تک مدائن میں علاج کراتے رہے اور ایسے حرکات سے حضرت امام کو انکی بیوفائی پر کمال درجہ کی آگاہی ہوتی اور باقی مفصل ذکر شہادت وغیرہ انشاء اللہ آئندہ جلدوں میں بیان ہوگا۔

سوال: شیعہ کہتے ہیں کہ زینب ورقیہ وام کلثوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے نہ تھیں کیا یہ سچ ہے۔

جواب: بیشک آپکی ذات بابرکات کی یہ چار بیٹیاں پشت مبارک اور مائی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ہوئیں جسکا مفصل ذکر بحوالہ کتب شیعہ وعبارت اصلی عربی معہ ترجمہ جلد اول میں تحریر ہو چکی ہے اور علاوہ اسکے کتاب تہذیب الاحکام ابوجعفر طوسی امام جعفر صادق سے بایں مضمون روایت کرتے ہیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى رُقَيَّةَ بِنْتِ نَبِيِّكَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اُمِّ كَلْثُوْمَ بِنْتِ نَبِيِّكَ ۱۶ یعنی امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰے عنہ اپنی دعا میں یوں کہا کرتے تھے کہ اے خداوند عالم رحمت کر رقیہ اور ام کلثوم پر جو کہ تیرے نبی کی لڑکیاں ہیں اور صاحب تکملہ صفحہ ۲۱۴

نوٹ: جمہ قاتلان امام حسین رضی اللہ تعالٰے عنہ تمام شیعہ کوفی تھے چنانچہ ناسخ التواریخ شیعہ جلد ۶ صفحہ ۱۷۱ کتاب دوئم میں بایں طور لکھا ہے۔ لشکر ابن زیاد ہشتاد ہزار سوار نگاشت وگوید ہمگاں کوفی بودند وحجازی وشامی بایشاں نبود۔ شیعہ تھے۔ دیکھو جلاء العیون واخبار ماتم شیعان ۱۲ خادم شریعت عفا اللہ عنہ۔

بحوالہ کلینی شرح نہج البلاغت میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔ فقط۔

سوال:- شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ عمر نے اہلبیت کے دروازہ پر لکڑیاں جمع کرا کر آگ لگادی ابوبکر نے خانہ خاتون جنت کے جلادینے کا ارادہ کیا۔ اور مولا مشکلکشاء کے گلے میں رسی ڈالی اور خاتون جنت کے سر پر عمر نے تازیانہ مارا جسکے صدمہ پر شکم خاتون جنت سے حضرت محسن ساقط ہوئے۔ حق الیقین ۳ طعن میں بھی یہ باتیں تحریر ہیں۔ کیا یہ باتیں سچ ہیں جواب دو؟

جواب:- یہ تمام باتیں از روئے عقل و نقل غلط بالکل بے اصل ہیں اور انکا ثبوت کسی معتبر متقدمین شیعہ کی کتابوں میں سے نہیں پایا گیا۔ پس یہ محض بعض متاخرین شیعہ متعصبین کی گھڑی بنی بنائی باتیں ہیں جو جی میں آیا لکھ مارا۔ دیکھو معتبر شیعہ صاحب نہج البلاغۃ میں کسطرح تحریر کرتے ہیں۔ وہو ہذا:- قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنِّیْ وَاللّٰہِ لَوْ لَقِیْتُھُمْ واحدا وھم ملاء الارض کلھا ما بالیت ولا استوحشت مافی من ضلالتھم التی ھم فیھا وَ الھدی الذی انا علیہ لعلی بصیرۃ من نفسی ویقین من ربی وانی الی لقاء اللّٰہِ وحُسنِ الثواب المنتظر راجح الخ اور صاحب بدر الفنجیٰ نے صفحہ ۱۷۲ میں اسکا ترجمہ یوں کیا ہے۔ ترجمہ۔ امیرالمومنین نے فرمایا تحقیق مجھکو قسم ہے خدا کی اگر ملاقات کروں میں لوگوں کی تنہا اور وہ لوگ تمام روئے زمین میں پر ہوں۔ کچھ پرواہ نہ کروں میں اور دہشت نہ کھاؤں میں اور تحقیق گمراہی سے ان لوگوں کی کہ ہیں اس میں اور وہ ہدایت کہ میں اسپر ہوں۔ باخبر اپنی جان سے اور یقین رکھتا ہوں میں اپنے پروردگار سے ملنے کا اور اسکے ثواب کا منتظر اور امیدوار ہوں الخ پس اسی روایت سے صاف صاف معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ جبکہ تمام جہاں آدمیوں پر غالب اور بے خوف تھے۔ تو پھر یہ باتیں کیونکر صرف اصحاب ثلاثہ انکے ساتھ کر سکتے تھے باوجودیکہ اسوقت تمام اصحاب مہاجرین و انصار رضوان اللہ علیہم بھی موجود تھے۔ اور اسوقت ان کی ایسی شوکت تھی اگر کوہ قاف کیطرف نظر کرتے تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ اور اہلبیت لشکر ابن جعفر اگر غضب کی نظر فرماتے تو جبل بھی ہیبت آتش کے خاک ہو جاتا۔ اور کتب تاریخ سے یہ بات بھی ثابت ہے۔ کہ حضرت محسن خاتون جنت کے شکم مبارک سے زندہ پیدا ہوئے اور چند یوم زندہ رہکر فوت ہوئے اور علاوہ اس بات کے پھر کیوں حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ اصحاب ثلاثہ کی اپنے خطبات میں تعریفیں کرتے اور انکے دشمنوں کو گالی گلوچ دینے والوں کو سزائیں دیتے۔ اور اگر ہم بفرض محال چند لمحہ کے واسطے اسکو تسلیم بھی کرلیں تو پھر کیوں حضرت مقداد و حضرت سلمان فارسی و عمار یاسر و ابوذر غفاری وغیرہم محبان رضوان اللہ علیہم و شیعان پاک نے مدد مولا مشکلکشاء و حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو نہ دی مہربانی فرما کر ذرا انصاف کی نظر سے کسی متقدمین کی کتاب معتبرہ شیعہ سے ہی ان ناگفتہ باتوں کا جواب دیں تاکہ پھر ہم انکا جواب دینے کے لئے تیار ہو جائیں۔ فقط۔

سوال :- حضرت مولا مشکلکشا ء کے زمانہ میں کتنی قسم کے گروہ شیعہ کے پیدا ہوئے جواب دو :

جواب :- صاحب تکملہ صفحہ ۱۴۹ وغیرہ کتب تواریخ میں لکھا ہے کہ چار قسم کے گروہ شیعہ حضرت موصوف کی خلافت میں ظاہر ہوئے۔ شیعہ مخلصین یعنی اولی جو کہ شیعہ اہلسنت والجماعت ہیں اور وہ تمام صحابہ وازواج مطہرات و کرامات بزرگان دین کو برحق مانتے ہیں۔ اور ان کا ادب کرتے ہیں اور اپنے ظاہر و باطن کو ان کا تابعدار اور فرمانبردار بناتے ہیں۔ دوم فرقہ تفضیلیہ ہے۔ یہ تمام صحابہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیتا ہے۔ سوم فرقہ سبیہ یہ تمام اصحابہ کو ظالم وغاصب ومنافق جانتا ہے چہارم فرقہ شیعہ غلاتیہ یہ فرقہ شیعہ حضرت علی کی الوہیت کا قائل ہے۔ اور باقی ان کی شاخیں ہیں۔ فقط :

سوال :- کوئی خطبہ حضرت علی کا دربارہ فضیلت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کتب شیعہ سے تحریر کریں۔ خدا سے اجر ملیگا :

جواب :- میرے صاحبان کتاب نہج البلاغت میں دو خطبے اس مضمون کے لکھے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق نے ارادہ جہاد کا طرف روم کے کیا اور حضرت مولا مشکلکشا ء سے اس بارہ میں مشورہ لیا تو حضرت علی نے یہ خطبہ بڑی نرم دلی سے بیان کیا۔ وہو ہذا : قد شاوره عمر بن خطاب فی الخروج الی غزو الروم بنفسه وقد توکّل الله له هل هذ الدین باعزاز الحُوزَةِ وَسَترِ العَورَة والذی نَصَرَهُم وَهُم قلیل لَایَنتَصِرُونَ ومَنَعَهُم وَهُم قلیل لایمتنعون حی لایموت انك متی تسر الی هٰذ العدو بنفسك فتلقهم فتنكب لاتكن للمسلمین كانفقة دون اقصی بلادهم ولیس بعدك مرجع یرجعون الیه فابعث علیهم رجلا مجربا واحضر معه اهل البلاد والنصیحة فان اظهر الله فذالك ماتحب وان تكن الاخری كنت رداء الناس ومثابة للمسلمین الخ (ترجمہ) یعنی مشورہ کیا حضرت امیر سے حضرت عمر بن الخطاب نے بنفس نفیس کوچ فرمانے واسطے جہاد طرف غزوہ ملک روم کے حضرت وزارت دستگاہ نے بنظر مصلحت یہ جواب باصواب دیا کہ تحقیق اللہ تعالےٰ کفیل ہوا ہے واسطے متبعان اس دین پاک کے اور غالب اور قوی کرنے اہل اسلام کے اطراف کے اور انکی مستورات کی عزت اور نگہبانی کا اور جس خدا نے ان کی مدد کی۔ اس حال میں کہ وہ کم تھے۔ دشمن مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اور ان کو دشمنوں سے روکا اس حال میں کہ وہ کم تھے

---

[1] جلد اول صفحہ ۳۱۰ : ۱۲۔

نوٹ : کتب حق الیقین شیعہ صفحہ ۳۵۵ اردو میں لکھا کہ اسکے بعد اثنی فرقہ شیعہ کے ہوں گے ۱۲ خادم شریعت عفا اللہ عنہ :۔

ان کے آگے نہیں ٹھہر سکتے تھے۔ وہ زندہ ہرگز فناہ نہ ہوگا۔ اگر آپ بذات اس دشمن کیطرف جاوٴگے اور مقابل ہوگے تو تکلیف ہوگی۔ اور بڑی دشواریاں پیش آئیں گی بایں ہمہ مسلمان کا کوئی نگہبان وپناہ نہ ہوگا۔ ان کے دو شہروں اور تمہارے بعد ان کے کوئی بازگشت نہ ہوگی کہ جسطرف وہ رجوع کریں۔ پس بھیجئے اہل روم کی جانب ایک مرد آزمودہ کار اور روانہ کیجئے کہ اسکے ہمراہ جنگ دیدہ خیر خواہ لوگوں کا اگر اسکو خدا تعالیٰ نے کفار پر غالب کیا تو یہ عین تمہاری مراد ہے۔ اور اگر معاملہ برعکس ہوا تو تم آدمیوں کے مددگار اور مسلمانوں کے بازگشت رہو گے فقط پس اس خطبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت درجہ کی شفقت اور محبت درحق حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پائی جاتی ہے۔ جسکا اندازہ خود صاحب انصاف کر سکتا ہے۔ اور خطبہ دوم حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مضمون بایں طور مسطور ہے۔ کہ جب خلیفہ ثانی نے مشورہ لیا حضرت مولا مشکلکشاء سے دربارۂ جنگ، اہل فارس کے تو فرمایا امیر المومنین نے کہ اے بھائی تو اگر وہاں چلا جائے گا۔ تو اہل عرب آپ کی طرف ٹوٹ پڑیں گے اور وہاں سخت خونریزیاں آدمیوں کی ہوں گی اور یہ ملک عرب و ایران ہو جائیگا۔ اور لوگ اہل عجم آپ کو جملہ عرب سے بہادر اور پیشوا سمجھ کر آپ پر حملہ کرینگے اور یہ بات اہل عرب کی مستورات اور یتیموں مسکینوں کے لئے اور ہمارے لئے سخت دشوار ہوگی اور اس دین حق کا حافظ جو اللہ تبارک وتعالیٰ ہے اور اسنے خود وعدہ مسلمانوں سے بایں طور کیا ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ یعنی اسکا وعدہ کہ ہم تم مسلمانوں سے خلیفہ زمین کریں گے۔ جیسے کہ پہلے خلیفہ ہوئے۔ غرضیکہ آپکو یہاں رہنا اور دین اسلام اہل عرب کو سکھانا نہایت بہتر بات ہے اور یہ دین ہر گوشہ زمین طلوع آفتاب پر آپ کی تعلیم سے روشن ہو رہا ہے۔ اور ہوتا رہیگا اے بھائی تو مجھ سے جدا نہ ہو۔ نقل از تکملہ اظہار الہدیٰ صفحہ ۶۵ انشاء اللہ تعالیٰ اس خطبہ کی اصلی عبارت عربی آئندہ جلد میں مع ترجمہ تحریر کی جائے گی۔[1]

سوال:۔ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ خاتون جنت سے ابوبکر نے باغ فدک جبراً غصب کر لیا اور پھر خاتون جنت تادم زیست ابوبکر سے کوئی بات نہ کی اور ناراض رہے اور آپ کی ذات کا فرمان ہے کہ جس نے میری بیٹی فاطمہ کو ناراض کیا اسنے مجھے ناراض کیا کیونکہ وہ میرے جگر کا گوشت ہے پس آپ کی ذات جسپر ناراض ہو وہ ناری ہوا اب اسکا جواب دو۔

جواب:۔ یہ بات شیعہ صاحبان کی بالکل غلط ہے۔ کیونکہ انہی کی کتابوں میں لکھا ہے کہ خاتون جنت نے جب باغ فدک طلب کیا تو حضرت ابابکر صدیق نے بایں مضمون حدیث بیان کی کہ پیغمبروں کا مال حکم صدقہ کا رکھتا ہے

[1] حقیقت مذہب شیعہ میں اصل عبارتیں درج ہیں وہاں سے ملاحظہ کریں۔ ۱۲:-

اور ان کے مال کا وارث کوئی نہیں ہوتا۔ اور اسکی حضرت علی و حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بھی تائید و تصدیق کی تو مائی صاحبہ نے سکوت اختیار کیا۔ لیکن پھر بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بڑی نرم دلی سے بایں طور سمجھایا اور عرض کی کہ اے بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھا کرتا تھا کہ حضور پر نور آپ کے والد ماجد اسکو بایں طور تقسیم فرماتے تھے کہ اہل بیت کو ان کا قوت دیتے تھے اور باقی مساکین وغیرہ تقسیم کر دیتے اور میں بھی ایسا ہی کیا کروں گا۔ تو مائی صاحبہ اس بات پر وعدہ لے کر ابوبکر صدیق سے راضی ہو گئیں۔ چنانچہ کتاب شیعہ منہاج السالکین سے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے ہدایۃ الشیعہ صفحہ ۲۸ پر بایں طور لکھا ہے ان ابا بکر لما رای فاطمۃ انقبضت عنہ واھجرت ولم تتکلم بعد ذٰلک فی امر فدک کبر ذٰلک عندہ فاراد استرضاھا فقال لھا صدقت یا ابنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فیما ادعیت ولکنی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ولکنی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقسمھا فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان یوتی منھا قوتکم والصانعین بھا فقالت افعل کما کان ابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعل فیھا فقال ذٰلک اللہ علی ان افعل فیھا ما کان یفعل ابوک فقالت واللہ لتفعلن فقال واللہ لافعلن ذٰلک فقالت اللّھم اشھد فرضیت بذٰلک واخذت العھد علیہ فکان ابوبکر یعطیھم قوتھم ویقسم الباقی فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل الخ اور اسکا ترجمہ صاحب مجمع الاوصاف صفحہ ۹۰ نے یوں کیا ہے یعنی ابوبکر صدیق نے جب دیکھا کہ فاطمہ ناراض ہو گئیں ان سے اور ترک کر دیا اور نہ کلام کیا اسوقت کے بعد امر فدک میں تو بھاری گذری ابوبکر پر یہ بات پس ارادہ کیا راضی کرنے فاطمہ کا پس آئے ابوبکر فاطمہ کے پاس اور کہا سچ آپ نے فرمایا ہے اے دختر رسول پاک اپنے دعویٰ میں۔ مگر میں نے آنحضرت کو دیکھا ہے کہ اسکو تقسیم فرماتے یعنی تمہاری قوت کے بعد فقراء و مساکین اور مسافروں کو دیتے تھے اور قوت کار گذار انکی نکالتے تھے۔ پس حضرت سیدہ نے فرمایا کہ آپ بھی ایسا کیا کریں جیسا میرے باپ کرتے تھے حضرت ابوبکر نے کہا کہ آپ کے لئے اللہ شاہد ہے کیا میں اسمیں وہی عمل کروں جو آپ باپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ حضرت فاطمہ نے فرمایا کہ آپ واللہ یونہی کیا کریں۔ پھر ابوبکر نے کہا واللہ یونہی کروں گا پھر حضرت فاطمہ نے کہا الٰہی تو گواہ رہ اس بات کا پس راضی ہو گئیں اسپر فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اس بات کا عہد ابوبکر سے لے لیا اسکے بعد حضرت ابوبکر ان کا قوت دیکر باقی ماندہ کو فقراء و مساکین وابن السبیل پر صرف فرماتے تھے۔ الخ پس اس عبارت سے صاف صاف معلوم ہوا کہ مائی صاحبہ نے جو اپنے اجتہاد سے فدک وغیرہ مال جو وارث ہونے پر ابوبکر صدیق

سے طلب کیا تھا۔ اور بوجہ نہ ملنے وراثت کے ناراض ہوئیں اور بعد تحقیق کرنے کے راضی ہوگئیں اور اپنے اجتہاد کو خطا جان کر حکم شارع کیطرف رجوع کرلیا اور خلیفہ اول کے ساتھ تادم زیست خوشی سے گفتگو کرتی رہیں۔ چنانچہ بیہقی وماثبت من السنۃ میں شعبی سے مروی ہے ان ابابکر عاد فاطمۃ فقال لہا علی ھذا ابوبکر یستاذن علیک قال اتحب ان اذن لہ قال نعم فاذنت لہ فدخل علیھا و ھذا حدیث صحیح (ترجمہ حدیث) یعنی ابوبکر نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حالت بیماری میں پوچھا۔ پس حضرت علی نے فرمایا کہ ابوبکر صدیق اندر آنے کے لئے اذن طلب کرتے ہیں۔ حضرت سیدہ نے حضرت علی سے دریافت فرمایا۔ کہ آپ کی خواہش ہے کہ میں ابوبکر صاحب اندر آنے کی اجازت دوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔ پس حضرت ابوبکر صدیق اندر آئے پس دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑی خوشی سے باتیں کیں الخ۔ اور صاحب مجمع نے عضبہا کے یہ معنی کئے ہیں کہ حضرت سیدہ کو کوئی شخص محض ہوائے نفسانی کی غرض سے اگر ناراض کرے تو وعید کے محل میں داخل ہوگا نہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے اور احکام شرعی جاری کرنے میں جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا غضبناک ہوجائیں تو یہ بھی وعید میں داخل ہوجائے۔ معاذ اللہ اگر ایسا ہو تو لازم آئے گا کہ نعوذ باللہ من ذٰلک حضرت علی بھی وعید میں داخل ہوجائیں۔ کیونکہ حضرت علی اور جناب فاطمہ کے درمیان بھی کئی بار غیظ و غضب کے معاملے پیش آئے تھے۔ منجملہ ان کے ایک وہ ہے جو حضرت نے ابوجہل بن ہشام کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہا جسکے سبب سے حدیث مشہورہ اغضب وارد ہے۔ چنانچہ ترمذی جلد ثانی ان یطلق ابن ابی طالب ابنتی و ینکح ابنتہ فانہا بضعۃ منی الخ مطلب اس حدیث صحیح کا یہ ہے کہ جب آپ کی ذات کو یہ خبر پہنچی کہ علی بنت ابوجہل سے نکاح کا قصد کیا ہے تو آپ نے ممبر پر آکر جوش سے فرمایا کہ اے لوگو علی ابن ابی طالب میری بیٹی سیدۃ النساء پر دختر ابوجہل کو نکاح کرنا چاہتا ہے۔ تو میں اسکو اذن ہرگز نہ دوں گا اسوقت تک یا تو علی ابن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دیدیوے اور دختر ابوجہل کو نکاح کرلیوے۔ کیونکہ فاطمہ پارہ گوشت میرے سے ہے۔ تہمت دی مجھکو جس نے تہمت دی اسکو اور ایذا دیا مجھے جس نے ایذا دی اسکو اور کتاب روضۃ الشہداء باب پنجم و علل الشرائع میں بھی بایں طور مذکور ہے۔ کہ روزے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخانہ فاطمہ آمد علی آنجا ندید از فاطمہ پرسید کہ پسر عم تو کجا است گفت یا رسول اللہ میان من و وے چیزے واقع شد خشم کردہ بیرون رفت و نزد من قیلولہ نفرمود گفت یا رسول اللہ کسے را فرمود کہ ببیں کہ وے در کجا است آنکس آمد و گفت یا رسول اللہ در مسجد در خواب است۔ رسول اللہ آنجا رفت وے را دید خفتہ و روئے او از دوش افتادہ

نوٹ: کتاب شیعہ احتجاج طبرسی صفحہ ۵۹ و حق الیقین میں لکھا ہے کہ خاتون جنت نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اسقدر سامنے ہوکر غیظ

(باقی اگلے صفحہ پر دیکھیں)

ودوش مبارکش خاک آلودہ شد رسول آں خاک را بدست مبارک خود از دوش او دور میکرد و میگفت قم یا ابا تراب وقم یا ابا تراب الخ اور کتاب ہدایات الرشید مطبوعہ مطبع قدوسی دہلوی صفحہ ۸۶۵ میں لکھا ہے کہ ایک کنیزک حضرت جعفر طیار نے بھیجی۔ اور جنابہ سیدہ نے جناب امیر کا سر مبارک اسکی کنار میں دیکھ کر کسقدر غیض وغضب فرمایا کہ جناب امیر کی قسموں کو کہ کوئی امر واقع نہیں ہوا سچا نہ جانا اور حضرت کے پاس جاکر شکایت فرمائی الخ۔ اور کتاب شیعہ قران السعدین جوکہ ترجمہ بحار الانوار علامہ مجلسی کے صفحہ ۷۹ و ۸۰ میں بھی بعینہٖ اسی طرح مفصل مسطور ہے۔ اگر کسی صاحب کو شک ہو تو فقیر کے پاس خود آکر دیکھلے۔ اور علاوہ ان باتوں کے جو شیعہ صاحبان کا خیال ہے وَوَرِثَ سلیمان وداؤد ویرثنی من آل یعقوب۔ یعنی جبکہ ان تمام نبیوں نے ورثہ اپنے بزرگوں سے پایا تو حضور علیہ السلام کی اولاد کو کیوں محروم رکھا گیا ہے۔ میرے صاحبان اس ورثہ سے ورثہ مراد علم و درجہ نبوت علمائے دین ومفسرین نے مراد لیا۔ چنانچہ معتبر کتاب اصول کافی مطبوعہ مطبع نولکشور کتاب العلم وباب صفت العلم سے صاحب مجمع نے بایں طور لکھا ہے ان العلماء ورثۃ الانبیاء وذٰلک ان الانبیاء لم یورثوا درھما ولا دینارا وانما ورثوا احادیثھم من اخذ بشئ منھا فقد اخذ بشئ منھا فقد اخذ حظا وافرا الخ۔ یعنی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے باسناد صحیح مروی ہے کہ علماء وارث انبیاء کے ہیں۔ اور یہ اس لئے ہے کہ انبیاء نے کسی کو درہم ودینار کا وارث نہیں کیا اور جزیں نیست کہ وارث کیا ہے انہوں نے احادیث کا اپنی حدیثوں سے پس جس نے کیا کچھ اس سے البتہ لیا اس نے بہت حصہ کامل الخ پس اس عبارت سے صاف صاف مطلب ظاہر ہوا کہ انبیاء کا ورثہ بدوں علم دین کے اور کچھ نہیں ہوتا۔

بحث مذہب نصاریٰ

سوال:۔ بعض عیسائی لوگ مسیح کو خدا کا اقنوم ثانی اور اسکا بیٹا مانتے ہیں اور مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ تمہارے نبی کی کہیں آسمانی کتابوں میں صفت نہیں پائی جاتی۔ مہربانی فرماکر اس بات کا بھی جواب آسمانی کتابوں سے ہی

(نوٹ پچھلے صفحہ سے آگے) وغضب میں بھرے ودرشت الفاظ کہے کہ کوئی مہذب بھی سن نہیں سکتا وہ الفاظ یہ ہیں یا ابن ابی طالب اشتملت شملۃ الجنین وقعدت حجرۃ الظنین یعنی اے ابیطالب کے بیٹے اے بچہ شکم کیطرح تو چھپ کر بیٹھا ہے اور تہمت زدہ کیطرح گوشہ نشین ہوگیا ہے اور میری اسقدر رسوائی ہوئی ہے اور افسوس کہ میں اس سے پہلے مرجاتی اور تو باہر نہیں نکلتا الخ اب شیعہ صاحب فرمائیں کہ مطابق حدیث غضب فاطمہ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کیا حال حشر میں تمہارے نزدیک ہوگا ۱۲ فقط۔

تحریر فرماویں۔ السائل علی محمد :۔

جواب :۔ یہ محض ان لوگوں کی غلطی اور ناسمجھی کی بات ہے۔ دیکھو کتاب تورات جلد دوم خروج باب ۲۰ آیت ہمارے مکرم نصیر الدین ڈاکٹر صاحب نے یوں لکھا ہے۔ آیت پہلا حکم میرے حضور تیرے لئے دوسرا خدا نہ ہو الخ آیت دوم موسیٰ کی کتاب ۶/۴ میں اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا اکیلا خداوند ہے اور کتاب زبور ۸۱/۶۹ دیکھو میرے لوگو سنو کہ میں تجھ پر گواہی دونگا اے اسرائیل سن اگر تو میری سنے گا تو تیرے درمیان کوئی دوسرا معبود نہ ہووے۔ تو کسی اجنبی معبود کو سجدہ نہ کرنا۔ خداوند تیرا خدا میں ہی ہوں الخ اور مرقس کی انجیل ۱۲/۲۹ کہ دیکھو کہ یسوع نے ایک سائل کے جواب میں کہا آیت یہ ہے سب حکموں میں اول حکم یہ ہے کہ اے اسرائیل سن وہ خداوند جو ہمارا خدا ہے ایک ہی خداوند ہے تو خداوند کو جو تیرا خدا ہے۔ اپنے سارے دل سے اور اپنی ساری جان سے اور اپنی ساری عقل سے اور اپنے سارے زور سے پیار کر۔ اول حکم یہی ہے الخ اور متی کی انجیل ۳۶ سے ۲۲/ ۳۷ میں یوں لکھا ہے۔ آیت۔ استاد شروع میں بڑا حکم کون ہے۔ یسوع نے اس سے کہا خداوند کو جو تیرا خدا ہے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری سمجھ سے پیار کر پہلا اور بڑا حکم یہی ہے الخ اور لوقا کی انجیل ۶/۱۲ میں بایں طور آیت تحریر ہے۔ ان دونوں میں ایسا ہوا کہ پہاڑ پر دعا مانگنے کو گیا۔ اور خدا ئے دعا سے دعا مانگنے میں رات بتائی الخ اور عبرانیوں کے خط ۵/۷ میں مسیح نے رو رو اور آنسو بہا بہا کے اس سے جو اسکو موت سے بچا سکتا تھا۔ دعائیں۔ اور منتیں کیں الخ اور مسیح کی آخری دعا یہ ہے اے خدا تیری مرضی ہو تو یہ پیالہ یعنی موت کا پیالہ مجھ سے دور کر سکتا ہے۔ اور رسولوں کے اعمال کی کتاب ۲/۲۲ بایں طور لکھا ہے۔ یسوع ناصری ایک مرد تھا جسکا خدا کیطرف سے ہونا تجھ پر ثابت ہوا۔ اور مرقس ۴/۶ میں لکھا ہے ایک خدا جو سب کا باپ کہ سب کے اوپر اور سب کے درمیان اور تم سب میں ہے الخ پس ان تمام آیات سے یہ ثابت ہوا کہ خداوند کریم ایک واحد لاشریک ہے۔ اور اسکا کوئی ہمسر نہیں اور نہ وہ کسی کا محتاج ہے۔ اور نہ اسکا کوئی حقیقت میں فرزند ہے اور نہ وہ کسی سے مدد طلب کرتا ہے نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے اور اسکے لئے موت نہیں وہ ہمیشہ حیّ قیوم ہے۔ وہ جسطرح چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور ہر ایک چیز پر وہ غالب ہے۔ اسکو کسی کا خوف نہیں اور اسی زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا۔ برعکس حضرت مسیح علیہ السلام کے کیونکہ وہ ایک بشر تھا جو مائی مریم علیہا السلام کے شکم مبارک سے بلا باپ پیدا ہوا اور پہاڑوں پر جا جا کر روتا اور دعائیں مانگتا اور موت سے ڈرتا۔ اور ہماری طرح کھاتا پیتا اور لوگوں کو تعلیم توحید کی دیتا۔ اور وہ اللہ کیطرف سے نبوت کا تاج سے کر ظاہر ہوا اور وہ سچا نبی تھا اور اگر عیسائی صاحبان ان آیات میں کچھ تاویل کریں تو لو ہم ایک اور آیت مفصل تحریر کر دیتے ہیں تاکہ ناظرین

کو یقین آجائے۔ متی کی انجیل ۴ؒ ا سے ۹ تک ملاحظہ فرمائیں۔ وہو ہذا۔ یسوع روح کے وسیلے بیابان میں لایا گیا تاکہ شیطان اس سے آزمائے اور جب دن اور چالیس رات کا روزہ رکھ چکا اخیر بھوکا ہوا تب آزمائش کرنے والے نے اسکے پاس آکر کہا کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو کہہ یہ پتھر روٹی بن جائے اس نے جواب میں کہا کہ ادمی صرف روٹی سے نہیں بلکہ ہر بات سے جو خدا کے منہ سے نکلتی ہے جیتا ہے۔ اب شیطان اسکو مقدس شہر میں لے گیا اور ہیکل کے کنگورے پر کھڑا کر کے اس سے کہا اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو اپنے تئیں نیچے گرا دے کیونکہ لکھا ہے وہ تیرے لئے اپنے فرشتوں کو حکم کرے گا اور وہ تجھ کو ہاتھوں ہاتھ اٹھالیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ تیرے پاؤں کو پتھر سے ٹھیس لگے۔ یسوع نے اسے کہا یہ بھی لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو مت آزما۔ پھر شیطان اسکو ایک اونچے پہاڑ پر لے گیا اور دنیا کی ساری بادشاہتیں اور انکی ساری شان و شوکتیں اسے دکھائیں اور اسے کہا اگر تو مجھ کو سجدہ تو یہ سب کچھ تجھے دوں گا۔ یسوع نے اسے کہا کہ اے شیطان دور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خدا کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ نہ کرنا الخ۔ ناظرین ذرا انصاف فرمائیں کہ کون شخص بیابان میں آزمایا گیا اور کون شخص شیطان کا کہا مان کر اسکے ساتھ شہر مقدس اور پہاڑوں میں پھرتا رہا۔ کیا یہ خدا کے بیٹے کا کام ہے؟ کہ شیطان کے ساتھ ہمراہ ہو کر بیابان اور پہاڑوں پر سیر کرتا۔ ہرگز نہیں پس معلوم ہوا کہ وہ ایک اللہ تعالٰے کا بندہ تھا جو کہ آزمائش کے لئے بیابان میں بھیجا گیا تھا اور اگر کوئی عیسائی صاحبان کے پاس اس بات کا ثبوت ہے تو جواب دیں۔

اور جو عیسائی صاحبان نے یہ کہا ہے کہ تمہارے پیغمبر یعنی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کتابوں میں کہیں نام و نشان نہیں تو میں کہتا ہوں کہ یہ ان کا کہنا بالکل غلط ہے دیکھو استثنا موسٰی کی کتاب توریت جلد ۵ ۱۸ؒ ۱۵ سے ۱۸ تک۔ میرے مکرم ڈاکٹر ناصر الدین صاحب نے اپنے رسالہ لاجواب میں دندان شکن جواب اس بات کا دیدیا ہے اور فقیر بھی اس مقام پر چند سطور بحوالہ تحریر کر دیتا ہے۔ وہو ہذا: وَيَظُنُّ كُلُّ شَخْصٍ اِنِّيْ صُلِبْتُ لٰكِنَّ هٰذِهِ الْاِهَانَةَ وَالْاِسْتِهْزَاءَ تبكيان الى ان يجئ محمد رسول اللّٰه فاذا جاء فى الدنيا ينبئه كل من هو على هذه الغلط وترفع هذه الشبهة من قلوب الناس الخ یعنی نقل کیا ہے صاحب توضیح نے انجیل برناس ترجمہ قرآن سیل پادری مطبوعہ ۱۸۵۰ء مقدمہ سے ترجمہ، گمان کرے گا ہر شخص کہ میں سولی دیا گیا ہوں یہ اہانت اور مسخرہ پن باقی رہیگا یہاں تک کہ آئیگا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس جب آئیگا دنیا میں خبردار کرے گا اسی کو جو کوئی غلطی پر ہوگا اور اٹھا دیگا یہ شبہ لوگوں کے دلوں سے الخ اور یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۶ مطبوعہ ۱۶۷۱ء میں بایں طور مذکور ہے انا اطلب من الاب فيوتيكم فارقليط[1] (ترجمہ) میں مانگوں گا اپنے باپ سے پس دے تمکو فارقلیط۔ اور کتاب

ع[1] یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

استشنا کی کتاب یعنی کتاب موسیٰ جلد ۵ صفحہ مذکورہ پر بایں طور ہے۔ خداوند تیرا خداوند تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں سے تیری مانند ایک نبی آپا کرے گا تم اسکی طرف کان دھریو میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اسکے منہ میں ڈالوں گا الخ۔ پس اب عیسائی صاحبان اس آیۃ شریفہ سے ذرا غور فرمائیں کہ یہ جو فرمایا ہے کہ تیری مانند یعنی موسیٰ کی مانند اب وہ کون شخص موسیٰ کی مانند ہوا حضرت مسیح ہے یا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی بعد چالیس سال کے نبوت ملی اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بعد چالیس کے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بیوی اور بچے تھے اور آپکے بھی اہل وعیال تھے اور موسیٰ علیہ السلام نے بھی پاسبانی کی اور آپنے بھی کی اور موسیٰ علیہ السلام کو نبوت اور بادشاہی ملی اور آپ کی ذات با برکات کو بھی نبوت اور بادشاہی ملی۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے والدین تھے اور آپ کی ذات کے بھی والدین تھے۔ اور علاوہ اسکے یہ جو فرمایا کہ تیرے بھائیوں میں سے۔ تو اسوقت بنی اسرائیل کے بھائی کون تھے بنی اسماعیل علیہ السلام تھے یا کوئی اور جواب دو۔ غرضیکہ اس آیت شریفہ سے تمام مشابہت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے من کل وجوہ پائی جاتی ہے نہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی کیونکہ نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بادشاہی ملی اور نہ اولاد اور نہ بیوی اور نہ کوئی معین مکان اور نہ چالیس سال کے بعد نبوت ملی اور نہ بھیڑوں کی پاسبانی کی اور نہ ہی ان کا کوئی باپ تھا اگر ہے تو ذرا عیسائی صاحبان ان کا باپ ہی تو دکھائیں۔ اور موسیٰ کی مانند ہونا مسیح علیہ السلام کا من کل وجوہ ثابت کریں۔ اگر نہ کر سکیں تو ان عقائد باطلہ سے توبہ کریں اور سچے دل سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کریں اور تمام نبیوں کو برحق مانیں۔ فقط والسلام علی من اتبع الہدیٰ ؛

بحث فرقہ میرزائی

سوال:۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے پر اجماع امت کا ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا؟

جواب:۔ بیشک حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید واحادیث صحیحہ واجماع مفسرین اسپر شاہد ہے۔ وہو ہذا۔ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ یعنی نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا گیا ہے اور نہ سولی دیا گیا ہے۔ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ۔ بلکہ اسمیں یقین ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اسکو اپنی طرف زندہ ہی اٹھا لیا ہے پس اس آیت سے اظہر من الشمس ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ ہی اٹھایا گیا ہے۔ کیونکہ فعل قتل اور صلیب کا جسم عنصری پر ہوا کرتا ہے۔ نہ روح پر پس جسکو قتل اور صلیب سے بچایا گیا ہے۔ اسکو اٹھایا گیا ہے۔

اور صاحب فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۳۴۴ اور علامہ سیوطی کتاب الاعلام میں لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نزول فرما کر ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کے مطابق عمل کریں گے۔ اور اسی پر اجماع امت کا ہے۔ انہ یحکم بشرعنا وورد ت بہ الاحادیث والعقد علیہ الاجماع وقد تواتر الاحادیث بنزول عیسیٰ جسما الخ فتح البیان اور تفسیر بیضاوی پ ۲/۸۳ میں لکھا ہے۔ روی عن عیسیٰ ینزل من السماء بخروج الدجال فیھلکہ۔ اور تفسیر معالم میں نیز بایں طور وارد ہے بل رفع اللہ عیسیٰ الی السماء اور نیز تفسیر زاہدی ورق ۴۶ صفحہ ۳ پر رفع اللہ عیسیٰ حیا الی السماء ہے۔ اور ایسا ہی تفسیر حسینی اور تفسیر اکسیر اعظم پ ۲/۴ و تفسیر غرائب القرآن پ ۶/۱۹ و تفسیر رؤفی و تفسیر قادری و خلاصۃ التفاسیر پ ۱/۴۳ و تفسیر جلالین وغیرہ ہیں۔ اور ان کے علاوہ تمام علمائے دین و فقہائے کرام حنفیہ و شافعیہ و حنبلیہ و مالکیہ کا بھی اس بات پر اتفاق ہے۔ اور تمام نے یہی لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ اور ایسا ہی تمام محدثین نے لکھا ہے۔ چنانچہ امام بخاری و مسلم و نسائی و طبرانی وغیرہ اور ایسا ہی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ جلد ۲ باب ۷۳، صفحہ ۴ میں بایں طور لکھا ہے ان عیسی ابن مریم نبی و رسول، انہ لا خلاف انہ ینزل فی آخر الزمان حکماً مقسطا عدلا الخ (ترجمہ) یعنی بیشک عیسیٰ ابن مریم نبی و رسول ہے اور اسمیں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ آخر زمان میں عدل و انصاف آکر کرے گا۔ اور باقی بزرگان خدا کا بھی اسی پر اتفاق ہے۔ جیساکہ امام شعرانی و حضرت پیر محی الدین و علامہ ابو طاہر و امام قرطبی و علامہ نووی و شیخ احمد بن حنبل و علامہ تفتازانی شرح عقائد نسفی و حضرت داتا گنج بخش کتاب کشف المحجوب و خواجہ معین الدین اجمیری کتاب انیس الارواح و علامہ قاضی عیاض صحیح مسلم و شاہ رفیع الدین علامات قیامت اور مولانا خرم علی جونپوری تحفۃ الاخیار ترجمہ مشارق الانوار میں بایں طور مذکور ہے۔ امام مہدی کے وقت میں حضرت عیسیٰ آسمان سے اتریں گے اور نصرانی دین کو ہٹا دیں گے۔ اور ایسا ہی مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ کے حاشیہ پر ہے۔ اور کتاب عون الودود شرح ابو داؤد پ ۴/۲۰۲ میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ تواتر الاخبار عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی نزول عیسیٰ من السماء بجسد العنصری الی الارض عند قرب الساعۃ ان عیسی حی فی السماء ینزل فی آخر الزمان اور صاحب درمنثور پ ۲/۴۴۳ میں بایں طور لکھا ہے اخرج ابن ابی شیبۃ واحمد والطبرانی والحاکم عن عثمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عیسیٰ عند صلوۃ الفجر الخ اور ایسا ہی حضرت مجدد الف ثانی مکتوبات دفتر سوم صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ از آسمان نزول خواہد فرمود و متابعت شریعت شریعت خاتم الرسل خواہد نمود اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مترجم رموز قصص الانبیاء صفحہ ۶۰ مطبع احمدی

میں لکھا ہے واجمعوا علیٰ قتل عیسیٰ ومکروا ومکراللہ واللہ خیر الماکرین فجعل له فیه مشابهة ورفعه الی السماء اور ایسا ہی انجیل برنباس ۲۱۱ آیت ۱۳ میں ہے اور خود مرزا صاحب بھی اپنی کتاب براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸ و ۴۹۹ پر یوں حروف تحریر کئے ہیں۔ اور جب حضرت مسیح دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا۔ اور حاشیہ در حاشیہ صفحہ ۳۶۱ نمبر ۲۴ میں لکھا ہے۔ حضرت عیسیٰ تو انجیل کو ناقص کی ناقص چھوڑ کر آسمان پر جا بیٹھے۔ اور تقویۃ الایمان میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے صفحہ ۲۹ میں لکھا ہے اور ایسا ہی غنیۃ الطالبین میں ہے۔ (والتاسع) رفع اللہ عزوجل عیسی ابن مریم الی السماء غرضیکہ تمام کتب احادیث واصول فقہ وکتب تفاسیر وتواریخ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے اور دوبارہ ان کے آنے پر پکار پکار کر آوازیں دے رہی ہیں اور اگر کسی صاحب کو شک ہو تو جلد سوم سلطان الفقہ کا مطالعہ کرے اگر کوئی اعتراض ہو تو مطلع کرے۔ فقط۔

سوال:۔ رفع کے کیا معنی ہیں؟

جواب:۔ رفع کے معنی از روئے علم لغت اونچا کرنے اور اٹھانے کے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید واحادیث شریف وکتب فقہ بھی انہی معنوں پر شاہد ہیں۔ دیکھو سورت یوسف ورفع ابویه علی العرش اونچا بٹھایا اپنے والدین کو تخت پر۔ اور سورت بقر ورفعنا فوقکم الطور اونچا کیا ہم نے تم پر پہاڑ اور حدیث رفع حجرا عن الطریق کتب له حسنة جو شخص واسطے رفع تکلیف آدمیوں کے راستہ سے پتھر اٹھائے تو اس کے لئے نیکی لکھی جاتی ہے۔ اور دوسری حدیث میں اسطرح ہے رفع یدیه فی الرکوع فلا صلوٰۃ له یعنی جو رکوع میں ہاتھ اٹھائے اسکی نماز نہیں ہوتی۔ اور کتب فقہ میں اسطرح لکھا ہے واذا اراد لدخول فی الصلوٰۃ کبر رفع یدیه حذا اذنیه یعنی جب ارادہ کرے داخل ہونے نماز میں تو اللہ اکبر کہے اور دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے علاوہ ان دلائل کے خود مرزا صاحب اپنی کتاب براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۹ وسطر ۴ میں بھی اسطرح تحریر کرتے ہیں رفعت وجعلت مبارکا یعنی تو اونچا کیا گیا۔ اور مبارک بنایا گیا۔ پس ان تمام دلائل سے یہ معلوم ہوا کہ رفع بمعنی اونچا کرنا ہے اور اٹھانا ہے۔ فقط۔

سوال:۔ مرزائی لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کسی حدیث صحیح سے زندہ ہونا ثابت نہیں ہوتا اور خود امام بخاری کا یہی مذہب ہے۔ کیا ان کی یہ بات سچی ہے؟ جواب دو اجر ملے گا۔ السائل حافظ خدا بخش از فرخپور

جواب:۔ یہ محض ان لوگوں کی کم فہمی وکم علمی کا سبب ہے۔ دیکھو مشکوٰۃ شریف جلد دوم باب نزول عیسیٰ علیہ السلام۔ عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویفیض المال حتی لا یقبله احد حتی تکون السجدة الواحدة خیر

من الدنیا ومافیھا ثم یقول ابوھریرۃ فاقرؤا ان شئتم وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ الخ نقل از بخاری ومسلم (ترجمہ) کہا ابوہریرہ نے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قسم ہے اس خدا کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے ضرور اتریں گے حضرت عیسیٰ بیٹے مریم کے آسمان سے بیچ تمہارے درآنحالیکہ وہ صاحب عدل وانصاف ہونگے۔ پس توڑ دیں گے سولی نصرانیوں کی اور قتل کردیں گے خنزیروں کو اور رکھدینگے جزیہ اور ان کے زمانہ میں بہت ہوگا مال۔ یہاں تک کہ کوئی قبول نہ کریگا اسکو یہاں تک کہ ہو جائے گا ایک سجدہ بہتر دینار سے اور ہر چیز سے کہ دنیا میں ہے۔ اور پھر سمجھانے کیخاطر کہا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ اگر تم کو شک ہو اس امر میں تو پڑھو اس آیت شریفہ کو۔ اگر چاہو۔ کہ نہیں ہے کوئی اہل کتاب میں سے مگر کہ ایمان لائیگا عیسیٰ پر پہلے مرنے ان کے کے اور مسلم وبخاری کی نیز ایک روایت میں بایں طور مذکور ہے۔ قال کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم (ترجمہ) یعنی فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے لوگو کیا ہوگا حال تمہارا جبوقت کہ اترے گا عیسیٰ بیٹا مریم درمیان تمہارے اور ہوگا تم سے امام تمہارا۔ الخ یعنی قریب ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کے وقت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمادیں گے اور نصرانی دین کو مٹادیں گے اور محمدی دین پر عمل کریں گے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نیز بایں طور حدیث مذکور ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عیسی ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ ویمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسیٰ ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر نقل از مشکوٰۃ (ترجمہ) یعنی فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اتریں گے عیسیٰ بیٹے مریم کے زمین کیطرف پس پھر نکاح کریں گے اور پیدا کی جائے گی اولاد ان کے لئے اور ٹھہریں گے زمین پر پینتالیس برس پھر مریں گے۔ پھر دفن کئے جائیں گے بیچ مقبرے میرے کے۔ پس اٹھوں گا۔ میں اور عیسیٰ ابن مریم ایک مقبرہ سے درمیان ابوبکر اور عمر کے الخ اور حدیث مسلم ومشکوٰۃ باب العلامات میں نیز حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ قبل قیامت کے دس نشانیاں ظاہر ہونگی وہ یہ ہیں الدخان والدجال والدابۃ وطلوع الشمس من مغربھا ونزول عیسیٰ بن مریم ویاجوج وماجوج وثلثۃ خسوف خسف بالمشرق وخسف بالمغرب بجزیرۃ العرب واخر نار تخرج من عدن تسوق الناس الی المحشر وفی روایۃ فی العاشرۃ ریح تلقی الخ (ترجمہ) یعنی فرمایا۔ دھواں نکلنا اور دجال ودابۃ الارض کا ظاہر ہونا اور آفتاب کا نکلنا مغرب کیطرف سے اور اترنا عیسیٰ ابن مریم کا۔ اور ظاہر ہونا یاجوج وماجوج کا اور تین خسفوں کا ایک خسف مشرق سے اور ایک خسف مغرب سے زمین عرب میں اور واقع ہوگی ایک آگ یمن کیطرف سے ہانکے گی لوگوں کو طرف

محشر کے۔ اور ایک آگ نکلے گی کنارے عدن سے ہانکے گی لوگوں کو طرف محشر کے اور ایک روایت میں ذکر ہوا کہ آ[illegible]
ہے الخ [illegible] سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم اب تک زندہ آسمانوں پر ہیں۔ اور قریب
زمانہ امام مہدی علیہ السلام کے نزول فرمائیں گے۔ اور ان کے زمانہ میں نہایت درجہ کا عدل و انصاف ہو گا۔ اور مال
سے لوگ نہایت درجہ غنی ہونگے۔ اور کوئی مال دنیا کی پرواہ نہ کرے گا۔ اور تمام لوگ عابد و زاہد ہوں گے۔ اور بت پرستی
اور بدعت رسومات کا نام و نشان بھی دنیا پر نہ رہے گا اور امام مہدی علیہ السلام اسوقت امام ہونگے اور نصرانیوں کی
عملداری نہ رہے گی۔ بلکہ ان کی صلیب اور بے غیرتی اور سود خوری کی بیخ کنی کی جائے گی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
نکاح کریں گے اور ان سے اولاد بھی ہو گی۔ اور ۴۵ سال دنیا میں تبلیغ فرمائیں گے۔ . . . . اور مدینہ
طیبہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقبرہ شریف میں دفن ہونگے۔ پس جائے انصاف ہے کہ مرزا صاحب میں
یہ باتیں کہاں پائی جاتی ہیں۔

سوال: میرزائی کہتے ہیں کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم نبی نہ تھے۔ نبوت کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا
اور جو خاتم النبیین قرآن میں وارد ہے اسکے معنی مہر کے ہیں۔ یعنی جو ان کے پیچھے آئیں گے وہ آپ کی تصدیق کریں
گے۔ کیا ان کی یہ بات سچ ہے؟ جواب دو اجر ملیگا۔

جواب: یہ معنی ان کے بالکل غلط اور خلاف احادیث صحیحہ و ائمہ مفسرین ہیں۔ اور اصل میں ختم بمعنی بند اور تمام
کرنے کے ہیں۔ چنانچہ ختم اللہ علیٰ قلوبہم اور حدیث بخاری و مشکوٰۃ جلد چہارم فضائل سید المرسلین میں نیز اسی
معنی پر وارد ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثلی ومثل الانبیاء کمثل قصر من بنیانہ
ترك منہ موضع لبنۃ فطاف بہ النظار ویتعجبون من حسن بنیانہ الا موضع تلك اللبنۃ
فکنت انا سددت موضع اللبنۃ ختم بی البنیان وختم بی الرسل وفی روایۃ انا اللبنۃ وانا
خاتم النبیین متفق علیہ (ترجمہ) یعنی کہا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ فرمایا حضور نے مثل
میری اور مثل انبیاء کے جیسے ایک محل ہے کہ اچھی بنائی گئی دیوار اسکی گرد کی چھوڑ دی گئی اس محل سے ایک اینٹ
کی جگہ پھر گرد پھرنے لگے اسکے دیکھنے والے اور حالانکہ تعجب کرتے تھے اس دیوار کی خوبی سے مگر ایک اینٹ کی جگہ
سو میں ہوا کہ بند کی میں نے اینٹ کی جگہ جو خالی کی گئی۔ ساتھ میرے وہ دیوار ختم کئے گئے ساتھ میرے تمام رسول
اور ایک روایت میں ہے۔ پس میں ہوں مثال اس اینٹ کی اور میں ہو ختم کرنے والا سب نبیوں کا۔ اور
ترمذی میں ہے لو کان بعدی نبی لکان عمر ابن الخطاب اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو ضرور عمر ہوتا۔

ترمذی و ابوداؤد و مشکوٰۃ میں بایں معنی شاہد ہے وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلھم یزعم انہ نبی اللّٰہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی الخ اور بخاری و مسلم میں ہے کہ فرمایا آپ نے حضرت علی رضی اللّٰہ عنہ سے انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا لا نبی بعدی الخ یعنی تو لے علی مجھ کو بمنزلہ ہارون کے موسیٰ کی ہے مگر فرق یہ ہے کہ کوئی نبی نہیں میرے بعد۔ پس ان تمام دلائل قاطعہ سے یہ ثابت ہوا کہ بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اگر آئیں گے تو کاذب اور مفتری تیس [۳۰] یا اس سے زیادہ جو کہ جھوٹا دعوی کریں گے۔ اور علاوہ اسکے خود مرزا صاحب اپنی کتاب حمامۃ البشریٰ صفحہ ۲۶ وازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۷۶۱ میں ختم کے معنی اختتام اور بند ہونے کے لکھے ہیں۔ وھو ہذا۔ قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو۔ کیونکہ رسول کو علم دین بواسطہ جبریل ملتا ہے اور باب نزول جبرائیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو ؎

ہست او خیر الرسل خیر الانام　　ہر نبوت را بروشد اختتام

فقط۔ واللّٰہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم ۵ ومن یتولّ فان اللّٰہ ھو الغنی الحمید ۵ ومن کفر فان اللّٰہ غنی العالمین ۵ نسئل اللّٰہ العفو والعافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم ۔:۔ تمام شد

چند ابیات بطور تقریظ از مرزا ظہور الدین خاں صاحب محلہ لکڑ منڈی وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ	
رہیں خوش مولوی صاحب نظام الدین ملتانی!	جنہوں نے کر دیا تصنیف ہے تحفہ یہ لاثانی
مخالف کرتے ہیں احناف پر جن اعتراضوں کو	جواب ان کا دیا ہے آپ نے اسمیں بآسانی
لکھا ہے متن جواب ہر ایک کا ہے ساتھ خوبی کے	دلائل قاطع سے اور بہ برکت فقہ نعمانی
نکھرا حق و باطل کا ہوا ہے اسمیں اب سارا	چمک اٹھیں گے حق والے ز فضل رب یزدانی
مضامین اسکے ہیں برجستہ اور مشحون حجت فصاحت سے	کریں گے اہل حق اسکی دل و جاں سے قدر دانی
نقارہ اب بجیگا دین حق کا ساری دنیا میں	پڑے اب سر کی کھائیں گے جو ہیں گمراہ و ہذیانی
فدا ہیں ہم کروڑوں بار ملتانی کی ہمت پر	چلائی ہے مخالف پر جنہوں نے تیغ برہانی
ظہور الدین دعا مانگو اب حق میں مولوی جی کے	رہے ہے مہر و ماہ کی جب تلک دنیا میں رخشانی
خدا رکھے سلامت انکو اپنے فضل و رحمت سے	ببرکت سرور حق اور ببرکت پیر جیلانی

حصہ ہشتم از فتاویٰ مناظر اسلام حضرت مولانا نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور اللہ تعالےٰ سے ہے یا نہیں۔ اور حدیث اوّل مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ اور حدیث دوم لَوْلَاکَ الخ صحیح ہے یا ضعیف۔ کیونکہ غیر مقلد وہابی لوگ ان دونوں حدیثوں کو بناوٹی کہتے ہیں۔ جواب دو اجر ملیگا ؎

الجواب :۔ بیشک یہ دونوں حدیثیں کتب احادیث باسناد صحیح مسطور ہیں۔ لیکن یہ محض فرقہ ظاہریہ باطلہ کی جہالت وکم علمی کا سبب ہے۔ دیکھو کتاب مواہب الدنیہ امام احمد قسطلانی وسنن الہٰریہ فی شرح خیر البریہ وعبد الرزاق نے حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بایں طور باسناد صحیح حدیث بیان کی کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کیا مَنْ اَوَّلُ شَیْءٍ خَلَقَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی قَبْلَ الْاَشْیَاءِ قَالَ یَاجَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ (ترجمہ) یعنی کہا جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے خبر دیجئے کہ اللہ تعالےٰ نے سب چیزوں سے اول کس چیز کو پیدا فرمایا۔ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب اشیاء سے اول اپنے نور سے تیرے نبی کا نور۔ نقل از شرح مولود علامہ برزنجی صفحہ ۲۔ اور صاحب تجلی الیقین صفحہ ۳۲ بحوالہ مواہب لدنیہ بایں طور حدیث نقل فرمائی۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ رب العالمین میری کنیت ابی محمد کس لئے ہوئی حکم ہوا کہ اپنا سر اٹھا اور دیکھ اور آدم علیہ السلام نے سر اٹھایا اور دیکھا سرا پردہ عرش پر نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نظر آیا اور عرض کی یارب العالمین یہ نور کیسا ہے۔ حکم ہوا ھٰذَا نُوْرُنَبِیٍّ مِنْ ذُرِّیَّتِکَ اِسْمُہٗ فِی السَّمَاءِ اَحْمَدُ وَفِی الْاَرْضِ مُحَمَّدٌ لَوْلَاہُ مَا خَلَقْتُکَ وَلَا خَلَقْتُ السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ الخ (ترجمہ) یعنی یہ نور ایک نبی کا ہے جو تیری اولاد سے ہے اس کا نام آسمان میں احمد اور زمین میں محمد ہے۔ اگر وہ نہ ہوتا تو میں تجھکو نہ بناتا نہ آسمان اور نہ زمین کو پیدا کرتا اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۵ میں حامی سنّت ماحی بدعت مجدد مائۃ حاضرہ حضرت مولانا العلامہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا یا مُحَمَّدُ اَنْتَ نُوْرُ نُوْرِیْ وَسِرُّ سِرِّیْ وَکُنُوْزُ ھِدَایَتِیْ وَخَزَائِنُ مَعْرِفَتِیْ

جَعَلْتُ فِدَالَكَ مُلْكِیْ مِنَ الْعَرْشِ اِلٰی مَاتَحْتَ الْاَرْضِیْنَ كُلُّهُمْ يَطْلُبُوْنَ رِضَاءِیْ وَاَنَا اَطْلُبُ رِضَائَكَ يَامُحَمَّدُ (ترجمہ) یعنی اے محمد تو میرے نور کا نور ہے۔ اور میرے راز کا راز اور میرے راز کی کان اور میری معرفت کا خزانہ ہیں نے تو اپنے عرش فلک سے لے کر تحت الثریٰ تک سب کچھ قربان کر دیا۔ اور عالم میں ہے جو کوئی ہے میری رضامندی چاہتا ہے اور میں تیری رضامندی چاہتا ہوں۔ اور امام قسطلانی و مواہب الدنیہ نے لکھا کہ امام عبدالرزاق نے اپنے مسند میں حدیث جابر بن عبداللہ کو صحیح اسناد کے ساتھ بایں طور نقل کیا ہے۔ کہ کہا جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہ میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری جان اور میرے ماں باپ کی جان آپ پر قربان ہو۔ مجھے خبر دیجئے کہ سب چیز سے اول کونسی چیز ہے جسکو خداوند کریم نے پیدا کیا۔ فرمایا آپ نے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے بنایا پھر وہ نور قدرت الٰہی سے پھرنے لگا۔ جس جگہ اللہ نے چاہا اور اسوقت نہ قلم تھی نہ تختی نہ باغ نہ کوئی فرشتہ نہ آسمان نہ زمین نہ سورج نہ چاند نہ کوئی جن نہ انسان غرضیکہ کوئی شئے نہ تھی پھر خداوند کریم نے چاہا کہ خلق کو پیدا کروں تو پھر اس نور کے چار حصے کر دئے۔ پہلے حصہ سے قلم کو بنایا۔ دوسرے سے تختی کو تیسرے سے عرش کو۔ پھر چوتھے حصے کو چار کر دیا پہلے سے حاملین عرش۔ دوسرے سے کرسی اور تیسرے سے باقی فرشتے۔ پھر چوتھے کے چار حصے کئے پہلے سے آسمان بنائے دوسرے سے زمین تیسرے سے باغ اور آگ پھر چوتھے حصے کے چار حصے کے چار حصے کئے پہلے سے ایمانداروں کی نظریں۔ دوسرے سے ان کے دلوں کا نور اور تیسرے سے ان زبانوں کا نور جس کے سبب سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر یقین رکھا کرتے ہیں۔ اور قول سعدی علیہ الرحمۃ کا بھی اسی پر شاہد ہے۔

کلیمے کہ چرخ فلک طور اوست ہمہ نورہا پرتو نور اوست

اور کتاب ترمذی و مشکوٰۃ باب اسماء النبی میں حضرت جابر بن سمرہ سے نیز بایں طور حدیث مذکور ہے۔ کہا جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے رَاَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ لَيْلَةٍ اِضْحِيَانٍ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِلَی الْقَمَرِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ وَاِذَا هُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ رواہ الترمذی والدارمی (ترجمہ) یعنی دیکھا میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چاندنی رات میں پس میں رسول اللہ کی طرف اور چاند کیطرف دیکھنے لگا۔ اور آپ پر حُلہ احمر تھا پس ناگاہ آپ میرے نزدیک چاند کی روشنی سے زیادہ خوبصورت تھے۔ علاوہ ان دلائل کے خود قرآن مجید بھی شاہد ہے۔ وہو ہذا۔ قال اللہ تعالےٰ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ (ترجمہ) فرمایا اللہ تعالےٰ نے آیا پاس تمہارے اللہ کیطرف سے نور و کتاب روشن اور اسکی تائید پر یہ آیت مسطور ہے۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ

کَمِصْبَاحٍ فِی الزُّجَاجَۃِ الخ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَاءُ (ترجمہ) اور نور آسمانوں کا اور زمینوں کا ہے صفت اس نور کی منسوب طرف اسکے ہے۔ مانند طاق کے ہے اور بیچ اسکے چراغ ہے روشن وہ چراغ روشن بیچ شیشے کی قندیل کے ہے روشنی اوپر روشنی کے اللہ تعالےٰ نے جسکو چاہتا ہے اسکو یہ نور بخشدیتا ہے۔ اور صاحب تفسیر رؤفی نے اسکے تحت میں یوں بیان کیا ہے۔ کہ نور حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ خلعت خلیل نورٌ علیٰ نور پدر نور وہ پسر ہے نور مشہو یہ ہے رافت سمجھ نورٌ علیٰ نور۔ ؎

سب اشیاء نور سے اسکے ہیں پیدا　　کہاں ہووے دو عالم سے ہویدا
بن اسکے درک ہو کب درک اشیاء　　نہیں بس درک ہیں ہر درک کی جا
کرے ادراک اسے کیا منہ سے ادراک　　کہ وہ ہے درک سے ادراک سے پاک

اور اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب کو سراج منیر سے بھی یاد فرمایا ہے وہو ہذا۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔ یعنی بیشک بھیجا ہم نے گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور اسکے حکم سے ڈرانے والا اور چراغ روشن اور دارمی صفحہ ۲۳ میں مذکور ہے کہ کسی شخص نے حضرت براء سے پوچھا کہ آپ کی ذات کا چہرہ تلوار کی طرح تھا۔ کہا نہیں چاند کیطرح چمکتا ہے۔ اور ایک روایت میں یوں بھی مذکور ہے۔ کہ ایک شخص نے اپنے بیٹے کو کہا کہ اگر تو دیکھتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا سورج نکلا ہوا اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اپنی تصنیف سرور المخزون ترجمہ قرۃ العیون میں لکھا ہے کہ جب آپکی ذات پیدا ہوئے تو خوشی میں آپ کے دادا عبد المطلب نے یہ شعر آپ کی صفت نوری میں کہے۔ ؎

وَانت لما ولدت اشرقت الارض　　واضاءت بنورک الافق
ونحن فی ذٰلک الضیاء وفی النور　　وسبیل الرشاد نخترق

اور جب تو پیدا ہوا زمین روشن ہوگئی اور تیرے نور سے افق چمک گئے اور ہم اس روشنی اور نور میں ہدایت کے رستے چلتے۔ اور بحث قضیہ مرضیہ کے جواب میں کسی عاشق منطقی نے کیا خوب کہا ہے۔

رُباعی

مثالے راکہ در شرطیہ گفتہ　　بگو با منطقی کاں مست مردود!
رخ و زلفیں یار مرا نظر کن　　کہ شمس طالع است دلیل موجود

اور کسی صاحب حال نے کیا خوب کہا ہے۔

شعر

زنور مصطفےٰ ہر سو کہ بینی تجلی گاہِ یزداں است امشب

اور صاحب حدیث اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں بڑے زور شور سے بیان فرمایا ہے اگر کوئی وہابی چکڑالوی نیچری کو درپردہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان و عظمت اور ان دلائل قاطع کا منکر ہے تو بیشک وہ ملحد ہے۔

شعر

پہلے تمام شے کے خدا کے ظہور سے پیدا نبی کا نور کیا اپنے نور سے

سوال ۲ کا جواب: حدیث لولاک کا مطلب و معنی مطابق احادیث صحیحہ کے ہیں، اور اصول محدثین کے نزدیک جو حدیث وضعی یا ضعیف ہو اور اسکے معنے اور مضمون حدیث صحیح سے ملتا جلتا ہو، تو اسکو حکم حدیث صحیح کا لگا دیتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ حدیث کئی طرح سے کتب احادیث میں آئی ہے۔ وھو ھذا۔ لما اقترف اٰدم الخطیئۃ قال رب اسئلک بحق محمد اغفرلی قال وکیف عرفت محمدًا قال لانک لما خلقتنی بیدک ونفخت فی من روحک رفعت راسی فرایت علی قوائم العرش مکتوبًا لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ فعلمت انک لم تضف الی اسمک الا احب الخلق الیک قال صدقت یا اٰدم انہ لاحب الخلق الی اذا سالتنی بحقہ فقد غفرت لک ولولا محمد ما غفرت وما خلقتک ذکر کیا اس حدیث کو امام بیہقی و طبرانی و ابن عساکر نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے (ترجمہ) جبکہ آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ یا رب العٰلمین صدقہ محمد رسول اللہ کے میری مغفرت فرما۔ تو فرمایا اللہ تعالٰی نے کہ تو نے میرے حبیب کو کسطرح سے پہچانا۔ آدم نے عرض کی کہ جب تو نے مجھے اپنی قدرت کے ہاتھ سے بنایا۔ اور میرے وجود میں روح ڈالی تو میں نے سر اٹھایا اور دیکھا کہ عرش کے پایوں پر لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ لکھا ہوا تھا میں نے جانا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام مخلوقات سے زیادہ پیارا ہے۔ فرمایا اللہ تعالٰی نے اے آدم تو نے سچ کہا۔ وہ مجھے تمام جہان سے زیادہ پیارا ہے۔ اب تو اسکا وسیلہ لایا میں نے تجھے اسکی خاطر مغفرت کی اگر وہ نہ ہوتا تیری مغفرت نہ کرتا اور نہ ہی تجھے پیدا کرتا۔ اور طبرانی و بیہقی کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں رَاَیْتُ فِیْ کُلِّ مَوْضِعٍ مِنَ الْجَنَّۃِ مَکْتُوْبًا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ فَعَلِمْتُ اَنَّہٗ اَکْرَمُ خَلْقِکَ اور حاکم نے بافادہ تصحیح عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کو اسطرح پر ذکر کیا ہے

وھو ھذا ۔ یعیسیٰ اٰن اٰمن بمحمد ومن ادرکہٗ من امتک ان یؤمنوا بہٖ فلولاہ ما خلقت اٰدم ولا الجنۃ ولا النار ط (ترجمہ) وحی کی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کہ ایمان لا میرے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور جو تیری امت سے اسکا زمانہ پائیں ۔ ان کو بھی یہ حکم کر دے ۔ کہ اس پر ایمان لائیں ۔ اگر میرا حبیب محمد رسول اللہ نہ ہوتا ۔ تو نہ پیدا کرتا آدم علیہ السلام کو اور نہ جنت و دوزخ کو اور ایسا ہی صاحب دیلمی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ذکر کیا ۔ کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اَتَانِیْ جِبْرَائِیْلَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ لَوْلَاکَ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّۃَ لَوْلَاکَ مَا خَلَقْتُ النَّارَ (ترجمہ) جبرائیل میرے پاس آیا اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم نہ ہوتے تو جنت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا ۔ (نقل از تجلی الیقین صفحہ ۲۷ مؤلفہ حضرت مولانا مجدد صاحب مائۃ حاضرہ ۔

مقصود ذاتِ اوست دیگر جملگی طفیل　　　منظور نور اوست دیگر جملگی ظلام

اور صاحب تفسیر رؤفی مجددی ابتدا تفسیر کا اسی مضمون سے شروع کرتے ہیں ۔ وھو ھذا :

نظم

محمد شفیع ایوان نبوت　　　محمد مشعل بزم فتوحات

محمد آفتاب مشرق نور　　　محمد ماہتاب مطلع سور

محمد مظہر سر الٰہی　　　محمد کان نور لاتناہی

محمد باعث تخلیق عالم　　　محمد مفخر حواؑ و آدم

محمد رحمۃ العالمیں ہیں　　　بروز دین شفیع المذنبیں ہیں

نہ ہوتے وہ تو کل عالم نہ ہوتا　　　کبھی تخم ظہور اللہ نہ ہوتا

غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے اس نور کو ان لوگوں کے کہنے سے اور پھونک مارنے سے کبھی نہیں مٹائیگا ۔ اگرچہ یہ لوگ شب و روز صاحب نور کی شان مبارک و تعظیم کو بڑے بھائی جیسے یا انکے غیب اور علم کو پاگلوں اور دیوانوں اور بہائم جیسا جانیں یا اپنی قلم سے اسکی بے ادبی میں ہزار ہا اوراق سیاہ کر ماریں تو پھر بھی شان محمدی میں رائی کے کروڑویں حصے کے برابر بھی خداوند کریم کمی نہیں کرے گا ۔ چنانچہ قرآن مجید اس بات کا شاہد ہے ۔ قال اللہ تعالیٰ ۔

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَیَاْبَى اللّٰہُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ ط

(ترجمہ) ارادہ کرتے ہیں مخالف لوگ یہ کہ بجھا دیں منہ اپنے سے نور اللہ کا اور نہیں قبول رکھتا اللہ مگر یہ کہ پورا کرے نور اپنے کو اور اگرچہ ناپسند رکھیں کافر اور وہ اللہ جس نے بھیجا رسول اپنے کو ساتھ حق کے تاکہ غالب کرے اسکو اوپر دین سب کے اگرچہ ناخوش رکھیں اس امر کو مشرک لوگ۔ اور ناظرین کو معلوم ہوگا کہ یہ فرقہ وہابیہ جکڑالویہ رسولِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کیسے بے ادبانہ وگستاخانہ الفاظ اپنی اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں۔ کہ دیکھنے سے ایماندار انسان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور الاماں الاماں بے ساختہ زبان سے شروع ہوجاتا ہے اگر کسی صاحب کو شک ہو تو جلد اوّل وسوم وچہارم سلطان الفقہ میں مطالعہ کرے۔ اور ان کی مجالست ومؤانست سے بچے اور وہ حدیث جس میں فضائل واوصاف ستودہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق ہوں اسکو بسروچشم بلاحیل وحجت تسلیم کر لیا جائے اگرچہ وہ حدیث کسی اسناد میں ضعیف بھی کیوں نہ ہو۔ ؎

طفیل سرورِ عالم ہوا سارا جہاں پیدا　　　زمین وآسماں پیدا مکین ولامکاں پیدا
نہ ہوتا گر فروغ نورِ پاک رحمت عالم　　　نہ ہوتی خلقتِ آدم نہ گلزار جناں پیدا
شہ لولاک کے باعث حبیب پاک کے باعث　　　جناب حق تعالٰے نے کیا کون ومکاں پیدا

فتدبر ولا تعجل

سوال: اسماء الٰہی واسمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مساوات قرآن مجید سے ثابت ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو ثبوت کرو۔ اور باقی گیارہ سوالات جو مرزائی کے ہیں انکا جواب دوا جز ملے گا۔

جواب: بیشک مساوات اسمائے خداوند کریم واسمائے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر ناموں میں قرآن مجید سے پائی جاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالٰے نے اپنا نام حمید رکھا یعنی صفت کیا ہوا اور اپنے حبیب کا نام محمد الرسول اللہ رکھدیا یعنی بہت صفت کیا ہوا۔ اور اگر اپنا نام رؤف الرحیم رکھا تو اپنے حبیب کا نام بالمومنین رؤف الرحیم رکھدیا اور اگر اپنا نام حق مبین رکھا تو اپنے حبیب کو بایں طور کہدیا قُلْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ وَقُلْ اِنِّیْٓ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ اور اگر اللہ تعالٰے نے اپنا نام نور رکھا تو اپنے حبیب کو بھی نور سے خطاب کیا۔ اور وہ یہ ہیں۔ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِیْنٌ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔ اور اگر اپنا نام شہید رکھا تو اپنے پیارے کو بھی اسی معنی سے یاد فرمایا۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا الخ وَیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا۔ اور اگر اپنا نام کریم رکھا تو اپنے حبیب کو بھی اسی نام سے یاد فرمایا۔ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ اور اگر اپنا نام عظیم رکھا تو اپنے حبیب کا نام بھی اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ سے مشہور کردیا۔ اور اگر اپنا نام فتاح فرمایا تو اپنے پیارے نبی کو بھی تمام لوگوں میں اسی نام سے مستفید ومستفیض

کردیا۔ تَسْتَفْتِحُوْنَ فَقَدْ جَآءَ كُمُ الْفَتْحُ اور اگر اپنا نام شکور رکھا تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا سے زیور پہنایا اور اگر اللہ تعالے نے اپنا نام علیم و علام و عالم الغیب رکھا تو اپنے حبیب کو بھی عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ سے شاد فرمایا۔ اور اگر اپنا نام اول آخر رکھا تو اپنے پیارے کو بھی وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّيْنَ مِيْثَاقَهُمْ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ کے عہدہ سے سرفراز کیا اور اگر اپنا نام قوی وذی القوۃ المتین فرمایا تو رسول علیہ السلام کو بھی ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ الْعَرْشِ الْمَكِيْنِ کا تاج عطا فرمایا۔ اگر اپنا نام صادق رکھا تو اپنے حبیب کو بھی صادق و مصدوق فرمایا اگر اپنا نام ولی و مولی رکھا تو اپنے حبیب کو بھی اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ فرمادیا۔ اگر اپنے آپ کو عفو سے یاد کیا تو اپنے پیارے کو بھی حکم فرمایا خُذِ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنْهُمْ اور اگر اپنا نام ہادی رکھا تو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اِنَّكَ لَتَهْدِيْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ فرمادیا اور اگر اللہ تعالے نے اپنا نام مومن ومہیمن سے یاد کیا تو اپنے حبیب کو بھی مُطَاعٍ اَمِيْنٍ وَيُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ فرمادیا اور اگر اپنا نام قدوس فرمایا تو اپنے حبیب کو بھی وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ کے صیغہ سے ارشاد فرمایا۔ اور اگر اپنا نام عزیز فرمایا تو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ سے سرفراز فرمایا اور اگر اپنے آپ کو بصیر فرمایا تو اپنے حبیب کو بھی ناسمیں اپنے ساتھ شریک فرمایا وَمَا نَقَمُوْا اِلَّا اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ اور علاوہ ان اسماء کے اللہ تعالے نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یٰسین وطٰہٰ ومدثر ورحمۃ اللعالمین وَاسْمُهٗ اَحْمَدُ سے پکارا اور اسکے بعد اسکی عمر کی قسم فرمائی لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۔ یعنی تیری زندگی کی قسم ہے وہ قوم لوط کی اپنی مستی میں سرگرداں ہیں۔ اور فرمایا لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ اور میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی یعنی مکہ معظمہ کی کہ تو اس میں حلال ہونے والا ہے۔ پس اب ناظرین انصاف فرمائیں کہ جس شخص کی عمر اور جسکے شہر کی قسم خود اللہ تعالے اٹھائے اور اپنے اسماء کے ساتھ اسکے اسماء حسنٰی کی تعریف فرمائے تو پھر ہم لوگوں کی زبانوں کو کیا جرأت ہے اور ہماری قلموں کو کیا طاقت ہے کہ اسکی صفت اور تعریف بیان کریں اور لکھیں گے۔ ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

پس اب فرقہ مرزائیہ وفرقہ نجدیہ ووہابیہ وچکڑالویہ جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شان مبارک کی کسرِ شان بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم (معاذ اللہ) پاگلوں اور مجنونوں جیسا تھا۔ اور کسی چیز کے مختار نہ تھے اور اللہ کی شان کے سامنے چمار سے ذلیل تر تھے۔ اور بڑے بھائی جیسا شان رکھتے تھے اور ان کا خیال نماز میں آنا گدھے اور زناہ کنجری اور بیل سے بدتر ہے (نقل از تقویۃ الایمان وصراط مستقیم مصنفہ اسمٰعیل

(حاشیہ: وسیری اللہ عملکم ورسولہ سے عمل میں شریک کیا اور اگر اپنا نام غنی اور فضل سے اغناہم اپنے حبیب کو)

شہید) اور ان کو اپنی موت کی خبر بھی نہ تھی۔ وہ ایک چیڑ اسی کی طرح ہے۔ پس اپنے پروانے دے کر چلے گئے نعوذ باللہِ مِنْ ذٰلِكَ وَمِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ اب ناظرین ذرا غور سے ملاحظہ کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر کسی نبی کی شان بھی تسلیم کی جا سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ باقی مرزائی کے سوالوں کے جواب میرے مکرم پوسٹ ماسٹر پیر بخش لاہوری پنشنر نے دیدیئے ہیں۔ اسلئے بندہ نے اسکے دو سوالوں کا جواب دیکھ کر قلمبند کر لیا اور مرزائی کے سوالات مع جوابات اخیر جلد میں ملاحظہ کریں۔ فقط۔

سوال: ہمارے سردار جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم کس قدر تھا۔ اور آپ کو علم غیب کا بھی تھا یا نہیں۔ کیونکہ فرقہ وہابیہ۔ دیوبندیہ و فرقہ نجدیہ اس سے سخت منکر ہیں۔ اور کہتے ہیں آپ کی ذات کو ہرگز علم غیب نہ تھا۔ اور دوسرا آپ کی ذات کا علم شیطان سے کم ہے کیونکہ اسکا علم نص سے ثابت ہے اور آپ کی ذات کا علم نص سے ثابت نہیں۔ اور مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اپنے رسالہ اہلحدیث میں لکھا ہے کہ آپ کی ذات کو نہ علم غیب ذاتی اور نہ وہبی اور نہ کسبی تھا اور میاں عبدالعزیز پسر روشن دین مصنف شمع محمدی چراغ محمدی نے اپنی کتاب اصول زندگی صفحہ ۲۹ و ۳۰ میں لکھا ہے کہ اگر آپ کی ذات کو علم غیب ہوتا تو اپنا دندان مبارک کیوں شہید کراتے اور کیوں عبداللہ بن مکتوم کے بارے میں عتاب پاتے اور کیوں عائشہ صدیقہ کے متہم ہونے پر ۳۰ دن تک غمناک رہتے اور کیوں فرماتے مجھ کو کل کی خبر نہیں کہ کیا ہوگا اور کب مرنا ہے اور کب قیامت ہوگی۔ اسکا مفصل جواب باسند بیان کرو۔

الجواب: علم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ جمیع اشیاء کا اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا چنانچہ قرآن مجید و احادیث صحیحہ اس پر شاہد ہیں۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ (ترجمہ) یعنی میرے حبیب میں نے وہ علم آپ کو عطا کیا جسکی آپکو کچھ خبر نہ تھی اور یہی تیرے رب کا آپ پر بڑا فضل ہے اس آیت کے تحت ملا کاشفی تفسیر حسینی میں لکھتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ علم عطا کیا کہ کوئی شے مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مجھ پر پوشیدہ نہ رہی۔ اور طبرانی نے بایں طور حدیث نقل کی ہے اِنَّ اللّٰهَ قَدْ رَفَعَ لِیْ دُنْیَا وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْهَا وَاِلٰی مَا هُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ هٰذِہٖ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کو میرے سامنے کیا اور میں اسمیں دیکھتا ہوں جو کچھ ہے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اور تمام اطراف و جوانب اسکے میرے سامنے ایسے ہیں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی اور صاحب ترمذی نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں طور حدیث نقل فرمائی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رَاَیْتُهٗ عَزَّوَجَلَّ وَضَعَ کَفَّهٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَ اَنَامِلِهٖ یعنی میں نے عزوجل کو اس حال میں دیکھا کہ اس نے اپنی قدرت

کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا پس اسکے پوروں کی ٹھنڈک میری دونوں چھاتیوں کے درمیان محسوس ہوئی اور مجھ پر ہر شے روشن ہو گئی۔ اور بخاری کی روایت میں ہے عَلِمْتُ وَعَرَفْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وارد ہے۔ اور امام بخاری نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بایں طور حدیث بیان کی ہے۔ قَامَ فِيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ ہمارے درمیان ایک دن آپ کی ذات کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ابتدا سے جسقدر مخلوقات پیدا ہوئی سب کی خبر مجھ کو ہے یہاں تک کہ مقامات اہل جنت و اہل النار کے ہیں اور صحیحین میں صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے قَالَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُوْنُ فِيْ مَقَامِهٖ ذٰلِكَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں ایک مقام پر کھڑے ہو کر جو کچھ قیامت تک ہونیوالا تھا سب کچھ بیان کر دیا تھا کوئی چیز نہ چھوڑی۔ اور امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک دن فرمایا کہ جس قدر میرے ساتھ لوگ ایمان لائیں گے اور جو نہ لائیں گے سب خبر مجھکو ہے۔ اور منافق لوگ مثل فرقہ نجدیہ کے استہزاء کے طور کہنے لگے کہ اب ہمارے ساتھ اور ہماری طرح ہو کر خبریں غیب کی بھی بتانے لگے ہیں۔ تب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی بات سن کر کھڑے ہو گئے اور حمد و ثناء کی اور فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہوا کہ میرے علم پر طعنہ زنی کرتے ہیں اور فرمایا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ شَيْءٍ فِيْمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ السَّاعَةِ اِلَّا اَنْبَأْتُكُمْ بِهٖ یعنی نہ سوال کرو تم مجھ سے کسی شے کا اور درمیان تمہارے اور درمیان قیامت کے ہے مگر میں تمکو اس کی خبر دوں گا۔ اور آیت دوم وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ یعنی نہیں ہے اللہ تعالیٰ یہ کہ خبر کرے تمکو اوپر غیب کے مگر اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے پیغمبروں اپنے کے لئے جسکو چاہتا ہے۔ اور آیت سوم بھی اسکی تائید پر شاہد ہے عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (سورۃ جن) یعنی وہی ہے جاننے والا غیب کا پس نہیں خبردار کرتا اوپر غیب اپنے کے کسی کو مگر جسکو پسند کرتا ہے پیغمبروں سے۔ اور ایک آیت کے شان نزول میں یہ ذکر ہے کہ جو شخص آپ کی ذات بابرکات کے علم غیب پر ہنسی یا استہزاء کرے وہ کافر اور منافق ہے۔ وہ آیت یہ ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ (پ ۱۰ سورۃ توبہ) (ترجمہ) اور اگر تم ان سے پوچھو تو بیشک ضرور کہیں گے ہم تو یونہی ہنسی کھیل کرتے جاتے تھے۔ اے رسول آپ ان کو کہدیجئے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ اور اسکی آیتوں اور اسکے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے۔ پس بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر یعنی

مرتد ہو چکے۔ اس آیت کی تفسیر حضرت ابن ابی شیبہ و ابن جریر و ابن منذر و ابن ابی حاتم و امام مجاہد و عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے بایں طور تفسیر در منثور جلد سوم صفحہ ۲۵۴ و تفسیر ابن جریر مطبوعہ مصر جلد دس صفحہ ۱۰۵ میں مسطور ہے قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُنَافِقِيْنَ يُحَدِّثُنَا مُحَمَّدٌ اَنَّ نَاقَةَ فُلَانٍ ۔ اور اسکا ترجمہ قاضی فضل احمد صاحب نے اپنی تقریروں میں یوں کیا ہے۔ یعنی کسی شخص کی اونٹنی گم ہوگئی اور اسکی تلاش تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹنی فلاں شخص کی فلاں جنگل میں فلاں جگہ پر ہے۔ اس پر ایک منافق بولا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں فلاں جگہ جنگل میں ہے۔ وہ غیب کی بات کیا جانے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت شریف نازل فرمائی کہ اللہ اور اسکے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہیں۔ منافق لوگ بہانے مت بناؤ۔ تم مسلمان کہلا کر اس لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی بات کیا جانے کے کہنے سے کافر ہوگئے۔ اور کتاب عینی شرح بخاری جلد ۸ صفحہ ۶۸ و قسطلانی جلد ۶ صفحہ ۵۱۸ میں لکھا ہے کہ ایک صحابی نے آپ کے سامنے یہ قصیدہ بنا کر پڑھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسے سن کر نہایت خوش ہوئے اور دعا فرمائی۔ اور وہ یہ ہے ؎

اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ لَا رَبَّ غَيْرُهٗ وَاَنَّكَ مَاْمُوْنٌ عَلٰى كُلِّ غَائِبٍ

یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ خداوند کریم اکیلا رب ہے سوا اسکے۔ اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ یا رسول اللہ آپ تمام غیبوں پر مامون ہیں۔ پس ان تمام دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ آپ کی ذات بابرکات کو علم جمیع اشیاء ماکان و مایکون و علم غیب اضافی بھی تھا۔ اس سے انکار کرنا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کا انکار کرنا ہے۔ جسکے انکار کرنے سے کفر لازم آتا ہے۔ اور ابو نعیم دلائل میں حضرت ام الفضل عبد اللہ بن عباس سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ کہا ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے در انحالیکہ میں حاملہ تھی اور آپ کے ساتھ چلی جارہی تھی اور کہا مَرَرْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّكِ حَامِلَةٌ بِغُلَامٍ فَاِذَا وَلَدْتِهٖ فَاْتِيْنِيْ (ترجمہ) یعنی گذری میں ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ نے فرمایا تیرے حمل میں لڑکا ہے۔ پس جب وہ پیدا ہو تو میرے پاس لائیو اور آگے فرماتی ہیں فَلَمَّا وَلَدْتُهٗ اَتَيْتُهٗ فَاَذَّنَ فِيْ اُذُنِهِ الْيُمْنٰى وَاَقَامَ فِي الْيُسْرٰى پس میں نے جبکہ اسکو جنا تو پھر میں اسکو آپکی خدمت اقدس میں لائی آپ نے اسکے داہنے کان میں اذان کہی اور بائیں میں اقامت۔ اور میدان بدر میں آپ کی ذات نے تمام صحابہ کو جمع فرما کر کہا کہ یہاں فلاں شخص قتل ہوگا اور زمین پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ اسجگہ فلاں فلاں شخص کی قبر ہوگی۔ سو ایسا ہوا۔ وَمَا تَجَاوَزَ اَحَدُهُمْ عَنْ مَّوْضِعِ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور آپ نے ام المومنین کو فرمایا تیری موت شرقی

زمین مقام وفات میں ہوگی اور نعمان بن بشیر اور حضرت علی اور عمار یاسر رضی اللہ عنہم کی تمام کیفیت موت کی پہلے ہی بیان فرمادی پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ آپ کی ذات پاک کو علم مَافِی الْاَرْحَامِ وَبِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ کا بھی پورا پورا تھا۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی خصائص کبرٰے میں اور شاہ عبد العزیز ابریز میں تحریر فرماتے ہیں ذَهَبَ بَعْضُهُمْ اِلٰی اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُوْتِیَ عِلْمَ الْخَمْسِ اَیْضًا وَعِلْمَ وَقْتِ السَّاعَةِ وَالرُّوْحِ لَا یَخْفٰی عَلَیْهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَیْءٌ مِّنَ الْخَمْسَةِ الْمَذْکُوْرَةِ فِی الْاٰیَةِ الشَّرِیْفَةِ یعنی آپ کی ذات پر علوم خمسہ جو آیہ شریف میں مذکور ہے پوشیدہ نہیں اور تفسیر خازن تحت آیت قُلْ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ الخ کے لکھا ہے کہ آپ کی ذات کو علم غیب کا تھا اور جہاں کہیں آپ نے غیب کی نفی فرمائی ہے وہاں مقصود کسر نفسی و تواضع اور اپنی عبودیت کا اقرار کرنا ہے نہ یہ کہ آپ کی ذات کو علم غیب اضافی کی کیونکہ خاصہ علم غیب اللہ تعالےٰ کو ہی ہے اور جو فرقہ وہابیہ نے بے ادبانہ الفاظ سے آپ کے علم غیب کی نفی پر دلائل پیش کئے ہیں اسکا جواب بھی یہی ہے اور آپ کی ذات کی ابتداء میں ایک حالت تھی اور آپ نے رضا و قضا ربانی کا سبق یاد کیا ہوا تھا اسپر پوری تعمیل کی۔ فافہم واللہ اعلم بالصواب۔ باقی اعتراضات کے جوابات (القول المقبول فی علم غیب رسول) میں ملاحظہ کریں جو کہ حال ہی میں خادم شریعت نے تالیف کی ہے۔

سوال:۔ فرقہ وہابیہ نجدیہ کہتے ہیں کہ حنفی لوگ بڑے مشرک ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ خداوند کریم کی ذات کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شریک بنا لیتے ہیں اور ہر ایک صفت خداوند کریم کے مساوات کرتے ہیں حالانکہ وہ ایک ہماری طرح بشر تھا اور کسی چیز کا مختار نہ تھا۔ دیکھو مظہر البدعت و تقویتہ الایمان۔ کیا ان کی یہ بات حق ہے جواب دو اجر ملے گا۔

جواب:۔ یہ اس فرقہ کی ناسمجھی اور جہالت اور تعصب کی بات ہے۔ ہملوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز خدا نہیں مانتے اور نہ ہی ہم آپ کو ہمسر اور ثانی خدا سمجھتے ہیں۔ اور مساوات تو تب آتی ہے کہ اگر ہم علم آپ کی یعنی آپ کی ذات کا خداوند کریم جیسا مانتے۔ ہم تو اس میں اسطرح فرق کرتے ہیں خداوند کریم کا علم ذاتی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم عطائی۔ اللہ تعالےٰ کا علم حقیقی حضور علیہ السلام کا علم اضافی۔ خدا کا علم قدیم حضور کا علم حادث خدا کا علم ممتنع التغیر۔ حضور کا علم ممکن التغیر۔ خدا کا علم تفصیلی ہر فرد کو محیط ہے۔ حضور علیہ السلام کا اجمالی۔ ہاں اصل بات یہ ہے کہ ہملوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و ذوق میں بذریعہ پیشوایان و راہ نمایاں کے تجلیات و انوار محمدی قلب پہ پاتے ہیں اور محو ہوکر اس پیارے حبیب کے گیت گاتے ہیں اور مدائحیں پڑھتے ہیں اور درد کی اس

طرح پر صدائیں کرتے ہیں :-

نسیما جانب کوئش گذر کن		بگو آں نازنین شمشاد مارا
بہ تشریف قدوم مواز نامے		مشرف کن خراب آباد مارا
کہ بے پابوس تو اسباب شادی		نشاند خاطر ما شاد مارا

اور فقیر کو یہ بات تجربہ و مشاہدہ اور اس فرقہ ظاہر پرست کے بیچ چند سال رہنے سے معلوم ہو چکی ہے کہ بوجہ نا پکڑنے مرشد کامل کے اس ذوق و نعمت عظمیٰ سے محروم و محجوب رہ جاتے ہیں اور ہم محبان خدا و رسول پر فتویٰ کفر و نفاق کے بوجہ حسد و عداوت کے لگانے لگ جاتے ہیں۔ ؎

ایکہ در عشقم ملامت میکنی معذور دار		گر ترا انصاف باشد عذر م آری لا کرم

اور خدا فرقہ ظاہریہ کو اس آیت کریمہ کی طرف جو مشت نمونہ خروار تحریر کی جاتی ہے ملاحظہ کریں وَمَا نَقَمُوْا اِلَّا اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ اور بتلائیں کہ دولت مند بنانا اور فضل کرنا کس کا کام ہوتا ہے۔

اور محققین نے شرک کے معنے یہ کئے ہیں کہ الوہیت باری میں کسی کو شریک قرار دیا جائے جیسے کہ مجوسی کا عقیدہ ہے یا کسی کو مستحق عبادت قرار دیا جائے جیسے کہ بت پرست بتوں کو قرار دیتے ہیں۔ پس اس عبارت سے واضح ہوا کہ شرک کا مدار صرف گنتی و تعداد پر ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ توحید صرف وحدانیت پر محدود و منحصر ہے۔ اور علاوہ اسکے یہ کہنا ان کا کہ وہ ہمارے جیسا بشر تھا نعوذ باللہ ہرگز ہرگز نہیں۔ ؎ چہ نسبت خاک را بعالم پاک

حدیث لَسْتُ كَاَحَدِكُمْ یعنی فرمایا آپ نے کہ میں تم سے کسی ایک کی طرح نہیں ہوں۔ اور فرمایا اَیُّكُمْ مِثْلِیْ تم سے کون مجھ سا ہے۔ اور فرمایا اِنِّیْ اَبِیْتُ رَبِّیْ۔ یعنی میں اپنے خداوند کریم کے پاس رات کاٹتا ہوں۔ اور فرمایا یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ۔ یعنی مجھے میرا پروردگار کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اور فرمایا آپ نے لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْهِ۔ ملک مقرب یعنی واسطے میرے اللہ کے ساتھ ایک وقت ہے کہ نہیں گنجائش کرتا اسمیں فرشتہ مقرب۔ نقل از بحر الاسرار صفحہ ۹۱ و مشکوٰۃ اور علاوہ ان دلائل کے قرآن مجید میں کہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو مَا زَاغَ الْبَصَرُ فرمایا اور کہیں فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا یعنی میری آنکھوں میں ہے۔ اور کہیں قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کا قرب فرمایا اور یہ باتیں ہم لوگوں کے لئے کہاں۔

سوال :- نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بوقت درود شریف یا تشہد پڑھنے کے حاضر سمجھنا جائز ہے یا نہیں۔ اور آپ کی ذات ان اوقات میں حاضر ہوتے ہیں یا نہیں۔ مولوی محمد مستقیم غیر مقلد ساکن میرانوالی علاقہ لائلپور وغیرہ فرقہ نجدیہ بھی اسکو شرک و کفر سمجھتے ہیں۔ یہ کیونکر ہے۔ جواب و واجر ملیگا :-		(السائل چوہدری پیر اندتا ساکن زیوال)

جواب :- ہر وقت اور ہر لحظہ خداوند کریم کی ذات کو حاضر ناظر سمجھنا چاہیئے۔ لیکن ان اوقات مخصوصہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاضر ناظر سمجھنا یا اپنے اقوال و افعال کے اوپر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مطلع ہونے کا اعتقاد رکھنا جائز ہے۔ اسمیں کوئی قباحت نہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں بایں طور مذکور ہے وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا اور تین جگہ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا اور دوسری جگہ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا یعنی ہوگا رسول اوپر تمہارے قیامت میں گواہ۔ پس ان آیات بینات سے واضح ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں پر گواہ ہوں گے اور اللہ تعالےٰ نے اپنے پیارے کو شاہد بنایا۔ اور شاہد کے واسطے مشاہدہ ہونا ضروری ہے اور جو شخص بلا دیکھے گواہی دے تو اسکی گواہی عند الشرع نامنظور و نامقبول ہوتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر ایک افعال و اقوال امت مرحومہ کے مشاہدہ کر رہے ہیں۔ جیساکہ خود طبری نے حدیث بیان کی ہے کہ آیت سوم نازل ہوئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ یارب العٰلمین تو نے خود مجھے حکم دیا ہے کہ جو شخص بلا دیکھے اور مشاہدہ کے گواہی دے تو اسکی گواہی مردود و نامقبول عند الشرع ہوگی۔ اور ادھر تو نے مجھے تمام لوگوں کی شاہدی کا حکم دیا ہے اور بلا دیکھے شہادت میری کیونکر قبول ہوگی۔ اور کسطرح گواہی دے سکوں گا۔ فَأَوْحَى اللّٰهُ تَعَالَىٰ إِلَيْهِ يَا أَيُّهَا السَّيِّدُ نَحْنُ أَسْرَىٰ بِكَ إِلَيْنَا نُشَاهِدُ مَلَكُوتَ الْأَعْلَىٰ الخ پس اس پر اللہ تعالےٰ نے وحی بھیجی کہ اے سردار ہم آپ اپنی طرف بلائیں گے تاکہ تمام ملکوت اعلیٰ کا مشاہدہ کرادیں اور اسکی تائید پر حدیث دلائل الخیرات شریف میں بایں طور مسطور ہے قِيلَ أَرَأَيْتَ صَلوٰةَ الْمُصَلِّينَ عَلَيْكَ مِمَّنْ غَابَ عَنْكَ وَمَنْ يَأْتِي بَعْدَكَ مَا حَالُهُمَا عِنْدَكَ فَقَالَ أَسْمَعُ صَلوٰةَ أَهْلِ مَحَبَّتِي وَأَعْرِفُهُمْ وَتُعْرَضُ عَلَيَّ صَلوٰةُ غَيْرِهِمْ عَرْضًا (ترجمہ) حضور کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ جو لوگ آپکو مخاطب کرکے آپ پر درود شریف پڑھیں یا بعد آپ کے تو ان کا درود پڑھنا آپ کو کسطرح معلوم ہوگا تو فرمایا آپ نے کہ میں اپنی محبت و عشق والوں کا درود خود حاضر ہو کر سنوں گا اور دوسروں کا فرشتہ موکل پہنچا دیا کرے گا۔ اور ابوداؤد واحمد و بیہقی و مشکوٰۃ میں نیز ابوہریرہ سے اس امر پر حدیث شاہد ہے مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّىٰ أَرُدَّ عَلَيْهِ یعنی فرمایا آپ نے کوئی شخص نہیں کہ درود بھیجے مجھ پر مگر اللہ تعالےٰ پھیرتا ہے مجھے روح میرے کو یہاں تک میں درود پڑھنے والے پر سلام کا جواب دیتا ہوں اور تحفہ احمدیہ میں و عین العلم و ملا علی قاری مرقات میں بھی اسطرح معنے کئے ہیں اور نجوم الشہابیہ صفحہ ۹۶ میں بین السطور معنے تحریر کئے ہیں۔ اور ابیات۔

اشعار

این چنیں تصریح در مرقات کردہ کہ جواب　　آن خطاب میکند نے غائبانہ آنجناب

کرد در شرح شفاء آں فاضل قاری بیاں　　ظاہراً اطلاق شامل ہر مکاں ہر زماں

یعنی آں سرور بگفتا ہر کہ میگوید سلام　　رد کنم بروئے نکردہ قید از زمان و مقام

یعنی کہ در زمانے در عجم یا در عرب　　میکنند تسلیم گویم جواب اورا باب

اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً حدیث طبرانی و حرز الثمین و اذکار امام نووی و حصن الحصین میں بایں الفاظ مسطور ہے فَقُلْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ وَقَدْ جُرِّبَ ذٰلِکَ یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جب کسی شخص کی کوئی چیز گم ہو جائے تو سہ بار یہ الفاظ کہے۔ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہاں مراد آپ کی ذات مع ابدال کے وہ فرشتے ہیں وہ حاضر ہو کر اسکی چیز گم ہو گئی ہوئی کو پیش کر دیتے ہیں چنانچہ تحفہ احمدیہ میں ہے۔

بیت

حضرت قاری محقق اندراں حرز ثمیں　　از عباد اللہ مراد رحمت اللعالمین

اور میرے مخدومی قبلہ عالم مفسر تفسیر سورہ مزمل نور مکمل کے صفحہ ۱۲ میں لکھتے ہیں ؎

تاں جو دیاں جواب، سلام اس سرور نے فرمایا　　تے روح میرا اس پاس آوے جس ہوگ سلام پہنچایا

تے روح نبی سرور دا آوے حاضر پاس جنہاں دے　　رحمت ربدی نازل ہووے ہر دم اوپر تنہاں دے

اور کتاب انوار الانتباہ صفحہ ۱۱ بحوالہ ابن الحاج مکی مدخل وامام قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں لکھا ہے قَدْ قَالَ عُلَمَاءُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهٖ وَحَيَاتِهٖ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مُشَاهَدَتِهٖ لِاُمَّتِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ بِاَحْوَالِهِمْ وَنِيَّاتِهِمْ وَعَزَائِمِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ وَذٰلِكَ جَلِیٌّ عِنْدَهٗ لَا خَفَاءَ (ترجمہ) یعنی بیشک ہمارے علمائے دین رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت حیات دنیوی اور اسوقت کی حالت میں کچھ فرق نہیں ہے۔ وہ اپنی امت کو دیکھتے اور پہچانتے ہیں۔ احوال ان کے اور نیتیں ان کی اور ان کے دلوں کے خطرات اور ارادے ان کے اور آپ کی ذات پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں سب روشن ہیں۔ اور کتاب شرح برزخ صفحہ ۱۶۰ وغیرہ کتب صحاح میں لکھا ہے کہ فرشتے ہمراہ حضور علیہ السلام کے مومنین کی قبر میں تشریف لاتے ہیں اور مومنین پہچانتے ہیں کہ یہ ہمارے سردار صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور فرشتے کہتے ہیں هٰذَا الرَّجُلُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی فرشتوں

کا مقولہ ہے ہذا اسم اشارہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مشار الیہ اور بقاعدہ نحوی اگر مشار الیہ موجود نہ ہو تو اشارہ مشار الیہ کیطرف کرنا لغو اور بے فائدہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی وہابی اعتراض کرے کہ آپ کی ذات کا حاضر ہونا ہر جگہ غیر ممکن ہے تو میں کہتا ہوں عزرائیل علیہ السلام ایک فرشتہ ہے جو کہ مشرق تا مغرب و شمال تا جنوب تک ایک آن میں جانیں قبض کر لیتا ہے۔ تو حضور علیہ السلام جن کے وجود سے ہژدہ ہزار ایسے وجود پیدا ہوں اور عزرائیل کے رتبہ سے بھی کئی کروڑ بار جو زیادہ رکھتے ہوں تو پھر ان کا ہر جگہ حاضر ہونا غیر ممکن کسطرح ہو سکتا ہے۔ جواب دو اجر ملیگا ؛

اور کتاب مراقی الفلاح و معراج الداریہ و کتاب شامی و نہر الفائق شرح کنز الدقائق میں لکھا ہے کہ بوقت اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ پڑھنے کے آپ کو دل میں حاضر سمجھے اور اس کلمہ طیبہ کو حکایت و اخبار کے طور نہ پڑھے۔ وھو ہذا۔ وَیُبْتَدَاُنْ یَقْصِدَ فِی الْاَلْفَاظِ التَّشَهُّدِ مَعْنَاهَا الَّتِیْ وُضِعَتْ لَهٗ كَاَنَّهٗ یُحْیِی اللّٰهُ تَعَالٰی وَیُسَلِّمُ عَلٰی نَبِیِّهٖ وَعَلٰی نَفْسِهٖ وَعَلٰی اَوْلِیَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰی اَیْ اَنَّهٗ یَقْصُدُ الْاِنْشَاءَ بِهٰذِهِ الْاَلْفَاظِ لَا الْاَخْبَارِ۔ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب احیاء العلوم فصل مَا یَنْبَغِیْ اَنْ یَحْضُرَ الْقَلْبُ میں نیز بایں طور لکھتے ہیں وَاحْضُرْ فِیْ قَلْبِكَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَشَخْصَهُ الْكَرِیْمَ وَقُلْ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ اور علامہ شامی کی یہ عبارت ہے وَالْحِكَایَةُ عَمَّا وَقَعَ فِی الْمِعْرَاجِ یعنی نمازی نہ ارادہ کرے کہ میں خبر دیتا ہوں یا حکایت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں اپنے حبیب کو فرمایا تھا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ اور صاحب معیار ۲۹ میں لکھا ہے جو شخص اسطرح پڑھیگا اسکی نماز نہ ہوگی اسکو اعادہ کرنا پڑے گا اور کتاب انہار الانوار مجدد مائۃ حاضرہ صفحہ ۲۴ بحوالہ فتاویٰ عالمگیر و اختیار شرح در مختار سے لکھتے ہیں یَتَوَجَّهُ اِلٰی قَبْرِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَیَقِفُ كَمَا یَقِفُ فِی الصَّلٰوةِ وَیُمَثِّلُ صُوْرَتَهُ الْكَرِیْمَةَ الْبَهِیَّةَ مُلْتَقِیًا۔ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ مقدس کی طرف متوجہ ہو کر کھڑا ہووے جیسے کہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور آپ کی ذات کا تصور باندھے اور امام ابراہیم تجیبی رحمۃ اللہ علیہ یوں لکھتے ہیں۔ وَاجِبٌ عَلٰی كُلِّ مُؤْمِنٍ مَتٰی ذَكَرَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْ ذُكِرَ عِنْدَهٗ اَنْ یَخْضَعَ وَیَخْشَعَ وَیَتَوَقَّرَ وَیَسْكُنَ مِنْ حَرَكَتِهٖ اَوْ یَاْخُذَ فِیْ هَیْبَتِهٖ وَاِجْلَالِهٖ بِمَا كَانَ یَاْخُذُ بِهٖ نَفْسَهٗ الخ (ترجمہ) ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جب آپ کی ذات اقدس کی یاد کرے اور اسکے سامنے ذکر آوے تو خضوع و خشوع بجالائے اور باوقار ہو جاوے اور اعضاء کو حرکت دینے سے باز رکھے اور اپنے اوپر ہیبت و تعظیم کی حالت لاوے اور ادب کرے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو ادب سکھایا اور قصیدہ ہمزیہ میں شاہ ولی اللہ بایں طور لکھتے ہیں۔ سہ

یُنادی صارعا بخضوع قلب و ذل وابتھال والتجاء!

رسول اللہ یا خیر البرایا نوالک ابتغی یوم القضاء

یعنی جبکہ آپ سے حضوری حاجت طلب کرنی ہو تو تضرع و خضوع و تذلل و زاری قلب سے سب کچھ بجالاوے پس ان تمام دلائل قاطع سے ثابت ہوا کہ آپ کی ذات کو حاضر و ناظر سمجھنا کفر و شرک نہیں اور آپ کی ذات ہر جگہ حاضر و ناظر ہو سکتے ہیں۔ اور ان پر کوئی قید نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب ۞

سوال :۔ وہابی و مرزائی و شیعہ و چکڑالوی کا وعظ سننا جائز ہے یا نہیں۔ قرآن مجید و احادیث شریف و آثار صحابہ سے جواب دو۔

جواب :۔ بیشک فرقہ وہابیہ و شیعہ و چکڑالوی و نیچری وغیرہ مذاہب باطلہ کا وعظ سننا اور ان کو مسند اہل اللہ پر بیٹھانا نزدیک مذہب حقہ یعنی اہلسنت و جماعت کے جائز نہیں اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ہدایت کرنا اسی شخص کا کام ہوتا ہے جو خود راہ ہدایت پر ہو اور حدیث کا مصداق ہو نہ ہو وہ شخص کہ گڑھے گمراہی و ضلالت میں مستغرق ہو کر سرگرداں و پریشان حال رہتا ہو اور قرآن مجید و احادیث شریف و آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہو چکا ہے کہ ظالموں اور فاسقوں اور اہل بدعت و اہل ہوا کے ساتھ مجالست و موانست و مواکلت و مشاربت کرنا منع ہے۔ وہو ہذا : لاتقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین اور اسکی تفسیر تفسیر احمدی میں اسطرح مذکور ہے اِنَّ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ھُمُ الْمُبْتَدِعُ وَالْفَاسِقُ وَالْکَافِرُ وَالْقُعُوْدُ مَعَ کُلِّھِمْ یعنی ظالم لوگ بدمذہب و فاسق و کافر ہیں ان سب کے ساتھ بیٹھنا منع ہے۔ اور دوسری جگہ یوں ارشاد ہوتا ہے وَلَا تَرْکَنُوْا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ ظالم لوگوں کیطرف میل مت کرو کہ تم کو ان کے سبب سے دوزخ کی آگ چھوئے۔

اور علاوہ اسکے قرآن مجید کا یہ بھی حکم ہے کہ اگر تمہارے پاس فاسق خبریں لے کر آئیں تو ان پر اعتماد نہ کرنا تا وقتیکہ اسکو اچھی طرح جانچ نہ لو۔ وہو ہذا : یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَاءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا یعنی اے ایماندارو اگر تمہارے پاس فاسق خبر لائے تو اسکو تحقیق کر و یعنی فاسق کے کہنے پر اعتماد نہ کرو تا وقتیکہ اسکی پڑتال نہ کر لو تفترقوا وتفضحوا نقل از خازن و کبیر اور طبرانی و غنیۃ الطالبین صفحہ ۱۷۹ میں معاذ بن جبل و حضرت انس رضی اللہ عنہما سے بایں طور منقول ہے۔ وَاَنَّہٗ یَجِیْ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ یَنْقُصُوْنَھُمْ اَلَا فَلَا تُجَالِسُوْھُمْ وَلَا تُشَارِبُوْھُمْ وَلَا تُوَاکِلُوْھُمْ وَلَا تُنَاکِحُوْھُمْ وَلَا تُصَلُّوْا عَلَیْھِمْ مَعَھُمْ (ترجمہ) یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فرقہ ہوائیہ

مبتدع کے ساتھ نہ بیٹھو اور نہ ان کے ساتھ پیو اور نہ ان کے ساتھ کھاؤ اور نہ ان کے ساتھ رشتہ بندی کرو۔ اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو اور نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھو۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب تم بدمذہب کو دیکھو تو اس سے ترش روئی کے ساتھ دیکھو اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نیز مذکور ہے۔ فرمایا آپ نے رُبَّ عَابِدٍ جَاهِلٌ وَعَالِمٌ فَاجِرٌ فَاحْذَرُوْا یعنی بہت عابد جاہل ہو جائیں گے اور بہت عالم تباہ کار اور تم جاہل عابدوں اور تباہ کار عالموں سے بچو۔ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص کہ قابل اس امر کے نہ ہو تو اسکو اس امر پر مقرر نہ کیا جاوے اور کسی شخص نے ایسا کر بھی دیا تو اس نے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی خیانت کی اور ایک روایت میں نیز اسطرح مذکور ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص نے آکر کہا کہ یا حضرت فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے تو فرمایا آپ نے مجھے معلوم ہے کہ اس نے کوئی بد مذہبی کا طریق ایجاد کیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو اسکو میرا سلام نہ کہنا اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بد مذہب کو سلام کہنا گویا اسکو دوست بنانا ہے۔ وہو ہذا۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ جَاءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ فُلَانًا يَقْرَءُ عَلَيْكَ السَّلَامَ فَقَالَ بَلَغَنِيْ اَنَّهٗ قَدْ اَحْدَثَ فَاِنْ كَانَ قَدْ اَحْدَثَ فَلَا تَقْرَأْهُ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَاَمَّا مِنَّا اِمَامُ اَحْمَدُ ابْنِ حَنْبَلٍ قَالَ مَنْ سَلَّمَ عَلٰى صَاحِبِ بِدْعَةٍ فَقَدْ حُبَّهٗ۔ اور ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک دن ایک بد مذہب نے امام ابن سیرین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ابو بکر آپ کی خدمت میں ایک حدیث بیان کرنی چاہتے ہیں۔ فرمایا نہ۔ اور انہوں نے کہا کہ ایک آیت قرآن مجید کی۔ تو فرمایا تم چلے جاؤ یا میں خود چلا جاؤں گا۔ اور آخر وہ دونوں چلے گئے۔ اور بعد میں ان سے کسی نے کہا کہ یا حضرت اگر وہ کوئی آیت قرآن مجید کی آپ کے آگے پڑھتے تو کیا حرج تھا۔ فرمایا کہ میں ڈرا کہ وہ آیت پڑھ کر کچھ معنے میں تحریف کرتے اور میرے جی میں جگہ کرتی۔ اور حضرت حسن بصری و محمد بن سیرین نے کہا کہ بد مذہبوں کے ساتھ نہ بیٹھو اور سلف صالحین کا یہ طریق تھا کہ جب کسی بد مذہب کو دیکھتے تو اس راستہ سے کنارہ کشی کر جاتے تھے۔ کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ بد مذہبوں کے ساتھ نہ بیٹھو کہ بلا کھجلی کیطرح اڑ کر لگتی ہے۔ اور امام غزالی کتاب احیاء العلوم باب منکرات مساجد میں تحریر کرتے ہیں فَالْوَاعِظُ الْمُبْتَدِعُ يَجِبُ مَنْعُهٗ وَلَا يَجُوْزُ حُضُوْرُ مَجْلِسِهٖ اِلَّا عَلٰى قَصْدِ اِظْهَارِ الرَّدِّ عَلَيْهِ یعنی مبتدع واعظ کا روکنا واجب ہے۔ اور اسکے وعظ میں جانا ناجائز ہے مگر جبکہ اسکے رد کرنے کا قصد ہو۔ اور علامہ طحاوی نے لکھا ہے اَمَّا الْفَاسِقُ الْعَالِمُ فَلَا يُقَدَّمُ لِاَنَّ فِيْ تَقْدِيْمِهٖ تَعْظِيْمَهٗ وَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِمْ اِهَانَتُهٗ شَرْعًا۔ یعنی اگر فاسق عالم سب سے زیادہ صاحب علم تو اسکو امام بنانا جائز نہیں

کیونکہ اسکو آگے کرنا اسکی تعظیم لازم آتی ہے حالانکہ اسکی اہانت کرنا شرعًا واجب ہے اور ایسا ہی صاحب حلبی نے شرح منیہ میں لکھا ہے اَلْمُبْتَدِعُ فَاسِقٌ مِنْ حَيْثُ الْاِعْتِقَادِ وَهُوَ اَشَدُّ مِنَ الْفِسْقِ مِنْ حَيْثُ الْعَمَلِ یعنی بدمذہب عقیدہ کا فاسق ہے اور وہ عمل کے فسق سے بدتر ہے۔ اور کتاب مسلم بروایت ابوہریرہ سے اسطرح مذکور ہے يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ يَاْتُوْنَكُمْ مِنَ الْاَحَادِيْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَاٰبَاءُكُمْ وَاِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يَفْتِنُوْنَكُمْ (ترجمہ) یعنی فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ آخر زمانہ میں فریبی اور مکار اور جھوٹے لوگ آئیں گے اور لائیں گے تمہارے پاس ایسی حدیثیں کہ نہ سنی ہونگی تم نے اور نہ تمہارے باپ دادوں نے اور تم اپنے آپکو ان سے بچاؤ اور ان کو اپنے سے ایسا نہ ہو کہ تمکو کہیں گمراہ نہ کر دیں۔ اور فتنہ فساد میں نہ ڈالدیں۔ اور ایک روایت بخاری و مسلم میں اسطرح سے منقول ہے کہ آخر زمانہ میں ایک قوم کم سن کم عقل اور سوا حدیث و قرآن کے انکی گفتگو نہ ہوگی اور قرآن پڑھے گی لیکن ان کے گلے سے قرآن نیچے نہ اتریگا۔ یعنی دین سے خارج ہونگے۔ جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ اور اس حدیث کے اخیر الفاظ یہ ہیں۔ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ الحديث مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ اور صاحب ترمذی نے لکھا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلْسِنَتُهُمْ اَحْلٰى مِنَ السُّكَّرِ وَقُلُوْبُ الذِّئَابِ یعنی فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ ان کی زبانیں شکر سے زیادہ شیریں ہونگی اور دل ان کے بھیڑیوں سے زیادہ سخت ہونگے۔ اور شاہ عبدالعزیز صاحب اپنی تفسیر میں ذیل اس آیت کریمہ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ کے لکھا ہے کہ ایماندار آدمی کو ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا وغیرہ نہ چاہیئے۔ وہو ہٰذا: فَاِنَّهٗ لَا يُوَانِسُ الْمُبْتَدِعَ وَلَا يُجَالِسُهٗ وَلَا يُوَاكِلُهٗ وَلَا يُشَارِبُهٗ مطلب یہ ہے کہ ایماندار کو جائز نہیں کہ وہ بدمذہب کے ساتھ محبت کرے یا اسکے ساتھ بیٹھے یا اسکے ساتھ کھائے یا پیئے۔ اگر ایسا کرے گا تو اس کے ایمان میں نقصان پہنچے گا۔ پس ان تمام دلائل قاطع سے یہ ثابت ہوا کہ اہلسنت و جماعت کو ہرگز ہرگز نہیں چاہیئے کہ فرقہ ہوائیہ مثل شیعہ ووہابی و مرزائی و چکڑالوی و نیچری وغیرہ کو اپنے مسند اہل اللہ پر جگہ دیں اور ان کا وعظ سنیں اور ان کی بات پر اعتماد کریں وبقول شخصے۔ تعجب ہے کہ ہنر مند اہل ہمیرند و بے ہنراں جائے ایشاں گیرند: شعر

کس نیاید بزیر سایۂ بوم　　　　در ہما از جہاں شود معدوم

لہٰذا برادرانِ اہلسنت و جماعت کو چاہیئے کہ فرقہ عدو اللہ کو مسند اہل اللہ پر ہرگز نہ بیٹھنے دیں ورنہ نتیجہ اسکا اچھا نہ ہوگا۔

منشیں بابداں کہ صحبت بد　　گرچہ پاکی ترا پلید کند

باقی ذکر مفصل اسکا طرد المبتدعین عن مجالس المسلمین اور قہر کبریائی بر قلعہ ثنائی میں جو فقیر کی تصنیف میں سے ہے ملاحظہ کریں: وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ط

سوال:- مبتدع فرقہ یعنے ضالہ فرقہ اور اہلسنت والجماعت فرقہ کون ہے؟

جواب:- اسکا مفصل ذکر جلد اول و دوئم و سوم و چہارم میں گذر چکا ہے اور مختصر بات یہ ہے کہ اہلسنت و جماعت وہ فرقہ ہے جو آئمہ اربعہ سے کسی ایک کا پیرو ہوکر چلے۔ اور اسی فرقہ کو ناجی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ صاحب طحطاوی نے کتاب الذبائح میں ذکر کیا ہے۔ وہو ہذا۔ وَھُوَ ھٰذِہِ الطَّائِفَۃُ النَّاجِیَۃُ قَدِ اجْتَمَعَتِ الْیَوْمَ فِیْ مَذَاھِبِ الْاَرْبَعَۃِ وَھُمُ الْحَنَفِیُّوْنَ وَالْمَالِکِیُّوْنَ وَالشَّافِعِیُّوْنَ وَالْحَنْبَلِیُّوْنَ وَمَنْ کَانَ خَارِجًا مِّنْ ھٰذِہِ الْمَذَاھِبِ الْاَرْبَعَۃِ فِیْ ذٰلِکَ الزَّمَانِ فَھُوَ مِنْ اَھْلِ الْبِدْعَۃِ وَالنَّارِ یعنی نجات پانے والا گروہ آج کے دن جمع ہے چار مذاہب میں وہ حنفی اور مالکی شافعی اور حنبلی ہیں۔ جو ان ہر چہار مذاہب سے خارج ہے وہ بدمذہب جہنمی ہے اور مجموعی طور پر ان ہر چہار مذاہب کو اہلسنت وجماعت کہا گیا ہے۔ کیونکہ بجہت عقاید اصولیہ یہ ایک ہی ہیں اور بحیثیت اختلاف مسائل فروعیہ میں ان کو الگ الگ گنا گیا ہے ورنہ دراصل یہ چاروں ناجی ہیں۔ اور اسکی تائید پر خود قرآن مجید شاہد ہے۔ وہو ہذا۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ اِلَّا قَلِیْلًا۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے۔ یعنی اے امت مرحومہ اگر تم پر اللہ کا فضل نہ ہوتا تو تم سب شیطان کے تابع ہو جاتے مگر تھوڑے۔ پس اس آیت شریفہ سے ثابت ہوا کہ جو بڑی جماعت مسلمانوں کی ہے ان پر ہی اللہ کریم کا فضل اور رحمت ہوئی اور وہی اپنے آپ کو ناجی فرقہ کہلانے کا حق رکھتی ہے۔ اور حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نیز اس بات پر شاہد ہے اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّہٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ پیروی کرو تم بڑی جماعت کی۔ پس جو بڑی جماعت سے نکلا وہ جہنم میں ڈالا گیا۔ اور ایک حدیث میں ہے لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ یعنی میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ پس ان تمام دلائل قاطع سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جماعت کثیر مسلمانوں کی حق پر ہوگی اور وہی خلود جنت کا حق رکھتی ہے۔ پس اب ذرا فرقہ وہابیہ و چکڑالویہ و مرزائیہ و شیعہ کو انصاف اور غور کرنا چاہیئے۔ کہ گروہ مسلمانوں سے کونسا گروہ گروہ کثیر ہے۔ اور جواب دیں اور میں کہتا ہوں کہ اگر تمام گروہ بھی جمع کریں تو پھر بھی اہلسنت وجماعت کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔

واللہ اعلم بالصواب

سوال: فرقہ وہابیہ کہتا ہے کہ اہل قبور ہماری آوازیں نہیں سن سکتے اور اپنے دعوے پر یہ دلائل پیش کرتا ہے اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ یعنی فرمایا اللہ تعالے نے کہ اے میرے حبیب مردے نہیں سنتے۔ اور مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی اسی طرح فرماتی ہیں۔ اور صاحب فتح القدیر وغیرہ کتب معتبرہ حنفیہ باب الیمین میں بھی اسی طرح لکھتے ہیں۔ پس جب کہ یہ بات ثابت ہوئی تو پھر صاحب قبور کیا امداد دینگے۔

(السائل حاجی اللہ بخش چک نمبر ۲۵)

جواب:۔ یہ محض ان لوگوں کی ناسمجھی ہے۔ قرآن مجید و احادیث شریف میں تو یہ کہیں نہیں ثابت ہوتا کہ اہل قبور نہیں سن سکتے اور نہ ہی ان ہر دو آیتوں کے یہ معنی ہیں جو کہ اس فرقہ ضالہ نے کئے ہیں۔ اور نہ ہی ان سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ فی الحقیقت اہل قبور نہیں سن سکتے دیکھو تفسیر حسینی ورؤفی جلد دوم سورہ فاطر و ہو ہذا: اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ (ترجمہ) تحقیق اللہ سنا دیتا ہے اور سمجھا دیتا ہے جیسا چاہتا ہے ساتھ توفیق اور ہدایت کے اور نہیں تو سنانے والا ان شخصوں کو جو بیچ قبروں کے ہیں یعنی کفاروں کو نہیں تو مگر ڈرانے والا تجھ پر یہی ہے کہ پیغام پہنچاوے اور ڈراوے کہ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ اور آیت دوم سورہ روم کے معنی اسطرح پر ہیں فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ پس تحقیق تو نہیں سنا سکتا مردوں کو اور نہیں سنا سکتا بہروں کو پکارہ جس وقت کہ پھر جاتے ہیں پیٹھ موڑ کر سمجھیئے کہ قید پر جانے کی اور پیٹھ پھرانے کے واسطے تاکید کی ہے کہ بہرا جو روبرو ہو اگرچہ کلام نہ سنے لیکن حرکات لب و دہان سے کچھ سمجھ جاتا ہے۔ اور جب پیٹھ پھیرے تو کچھ بھی نہیں سن سکتا۔ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ (ترجمہ) نہیں تو راہ دکھانے والا اندھوں کو گمراہی ان کی سے یعنی تجھے قدرت نہیں کہ توفیق ایمان کی دے مشرکوں کو نہیں سناتا تو پند اور نصیحت قرآن کی مگر اس شخص کو کہ ایمان لاتا ہے ساتھ کتاب ہماری کے۔ الخ

ناظرین ذرا انصاف فرمائیں کیا ان ہر دو آیتوں پیش کردہ سے یہ کہیں ثابت ہو سکتا ہے کہ اہل قبور ولی اللہ اور عام مومنین ہماری زندوں کی آوازیں نہیں سن سکتے۔ ہرگز نہیں بلکہ ان کا مطلب یہ ہوا کہ فرمایا اللہ تعالے نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ اے حبیب یہ لوگ کفار مُردے ہیں تو ان کو نہیں سنا سکتا نہ تیرے وعظ کو غور و تفکر سے سن سکتے ہیں اور نہ ہی تو ان کو ہدایت پر لا سکتا ہے۔ صرف کام تیرا میرے احکام پہنچا دینا اور ڈرا دینا اور تو گھبرا مت کیونکہ سمجھانا اور ہدایت پر لانا انکو طاقت بخشنا یہ حقیقت میں میرا کام ہے۔ جیسا کہ ان ہر دو آیتوں کی تفسیر سے ظاہر ہے

لقولہ تعالےٰ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ ۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللہَ رَمٰی یعنی حقیقت میں کسی کو ہدایت پر لانا یا مارنا خداوند کریم کا کام ہے۔ اسی طرح توفیق حقیقی سماعت کی بخشنا بھی اسی کا کام ہے۔ اور علاوہ اسکے یہاں نفی اسماع کی ہے نہ سماع کی اور نفی اسماع کی مستلزم نفی سماع کو نہیں ہوا کرتی جیسا کہ خود ظاہر ہے۔ اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلٰکِنَّ اللہَ یُسْمِعُ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ۔ الاٰیۃ۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللہَ رَمٰی وَ لَا تُسْمِعُ الدُّعَاءَ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَھُمْ مُّسْلِمُوْنَ پس ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ نفی اسماع وغیرہ امور کی مجازاً مخاطب کو کیگئی ہے نہ حقیقۃً ۔

اور یہ بھی قرآن کریم سے ظاہر ہوا ہے کہ کفار لوگ ظاہر میں دیکھتے ہیں اور سنتے ہیں ۔ اور حقیقت میں ان امور سے بعید ہیں۔ چنانچہ سورہ اعراف پارہ ۹ میں ہے وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَھَنَّمَ کَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَھُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَھُوْنَ بِھَا وَلَھُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِھَا وَلَھُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِھَا اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْغٰفِلُوْنَ مطلب یہ ہے یعنی بہت آدمی اور جن پیدا کئے ہیں۔ ان کے دل تو ہیں لیکن حقیقت میں بات کو نہیں سمجھتے اور ان کی آنکھیں تو ہیں۔ لیکن ان سے حق کو نہیں دیکھتے اور ان کے کان ہیں لیکن ان سے حق سخن نہیں سنتے یہ لوگ مانند چارپاؤں کے ہیں۔ بلکہ ان سے بدتر گمراہی ہیں اور غفلت میں ہیں اور پارہ دوم میں ان کی مثال فرما کر کہدیا ہے صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۔ اور پارہ اول میں اسکا سبب بھی بیان کر دیا ہے۔ وہو ہذا: خَتَمَ اللہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَعَلٰی سَمْعِھِمْ وَعَلٰٓی اَبْصَارِھِمْ غِشَاوَۃٌ یعنی اللہ تعالےٰ نے بسبب اصرار و سرکشی و غفلت وایذا دینے ان کے فرمایا کہ مہر لگادی اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔ اور جو میرے حبیب کو ایذا دیتے ہیں۔ اور ان کی سزا وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ہے۔ سچ ہے ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اور صاحب تحفہ احمدیہ صفحہ ۳۲ میں ذیل میں ان ہر دو آیت کا یوں مطلب لکھتے ہیں۔

کافراں را خواند موتے در نبی رب الجلیل — وآں منافق را مریض القلب وذوی رای علیل

مومناں را خواند حی قیوم ذوالمنن — بل ہم احیاء بخواں آیہ لاتحسبن!

نشنوی مردگاں کافراں را اے رسول — آں سماع منتفع بہ سمع فہم است قبول

گوش کن از بہر آں توضیح و تحقیق مقام — گفتہ در شرح مثائل ابن قیم ایں کلام

اور علاوہ اسکے سماع بھی تین قسم پر ہوتا ہے سماع ادراک[1] ۔ سماع فہم[2] ۔ سمع وہم[3] ۔ یہاں سے نفی سمع فہم کی ہے

اور اعتراض نمبر ۲ کہ ام المؤمنین سماع موتے سے بالکل منکر ہے سو اسکا جواب یہ ہے کہ شیخ عبدالحق شرح مشکوٰۃ و امام قسطلانی مواہب لدنیہ و شرح بخاری میں لکھا ہے کہ ام المومنین نے رجوع کر لیا تھا اور کتاب شرح برزخ صفحہ ۲۲۲ میں حضرت امیر المومنین سے بایں طور حدیث مذکور ہے عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَزُوْرُ قَبْرَ اَخِيْهِ وَيَجْلِسُ عَلَيْهِ اِلَّا اسْتَانَسَ وَرَدَّ عَلَيْهِ حَتّٰى يَقُوْمَ (ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہیں کوئی شخص جو اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرے اور اسکی قبر کے نزدیک بیٹھے مگر مردہ خوشحال ہوتا ہے اور اُنس کرتا ہے۔ سلام کا جواب دیتا ہے۔ اور اسی کتاب و صفحہ میں ابوہریرہ سے روایت بایں طور مسطور ہے۔ کہ کہا ابوہریرہ نے کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی مسلمان کی قبر کی زیارت کے لئے جاتا ہے اور سلام کرتا ہے۔ تو وہ صاحب قبر اسکے سلام کا جواب دیتا ہے۔ اور زندہ کے لئے دعاء خیر کرتا ہے۔ اور ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے ہے اَلْمَيِّتُ يُؤْذِيْهِ فِيْ قَبْرِهٖ مَا يُؤْذِيْهِ فِيْ بَيْتِهٖ فرمایا مائی صاحبہ نے کہ جس بات سے میّت کو گھر میں ایذاء ہوتی ہے۔ قبر میں بھی اس سے پاتا ہے اور ترمذی میں تحریر ہے کہ خود مائی صاحبہ نے اپنے بھائی کی قبر پر جا کر باتیں کیں۔ اور حاکم و طبرانی نے حضرت خرم سے حدیث نقل کی ہے۔ کہ کہا خرم نے کہ مجھے ایک نے قبر پر بیٹھا دیکھا تو فرمایا صاحب القبر انزل من القبر لا تؤذی صاحب القبر ولا یؤذیک (ترجمہ) صاحب قبر والے قبر سے اُتر صاحب قبر کو ایذا نہ دے اور وہ تجھے ایذا نہ دے۔ اور نجار صاحب مائیۃ حاضرہ نے اپنی تصنیف میں لکھا ہے کہ ابو قلابہ بصری فرماتے ہیں کہ میں ملک شام سے بصرہ کو جاتا تھا۔ رات کو خندق میں اترا اور وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی پھر ایک قبر پر سر رکھ کے سو گیا۔ جب جاگا تو صاحب قبر کو دیکھا مجھ سے گلہ کرتا تھا۔ لَقَدْ اٰذَيْتَنِيْ مُنْذُ اللَّيْلَةِ یعنی اے شخص تو نے مجھے رات بھر ایذا دی اور مسند امام احمد رحمۃ اللہ میں حضرت ام المومنین سے بایں طور حدیث مذکور ہے عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَدْخُلُ بَيْتِيَ الَّذِيْ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ وَاَضَعُ ثَوْبِيْ وَاَقُوْلُ اِنَّمَا هُوَ زَوْجِيْ وَاَبِيْ فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَاللّٰهِ مَا دَخَلْتُ اِلَّا وَاَنَا مَشْدُوْدَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِيْ حَيَاءً مِنْ عُمَرَ (ترجمہ) کہا میں اپنے حجرہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق دونوں ہیں میں اسمیں کھلی پھرا کرتی بایں خیال کہ ہر چند یہ مجھے ننگے سر دیکھتے ہیں۔ پھر کچھ حرج نہیں۔ کیونکہ حضرت تو میرے شوہر ہیں۔ ابوبکر تو میرے باپ ہیں۔ جب حضرت عمر وہاں دفن ہوئے تو پھر میں کبھی ایسی کھلی نہیں رہتی ہوں کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ میرے غیر محرم ہیں مجھے ان سے شرم آتی ہے۔ ہکذا فی رحمۃ الرضوان صفحہ ۹ اور ایک روایت میں یوں بھی وارد ہے کہ جب تم گورستان میں جاؤ تو کہو اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ

پس ان تمام دلائل قاطع سے صاف صاف معلوم ہوا کہ مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا بھی یہی مذہب تھا کہ مردے سنتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں اور پہچان لیتے ہیں۔ اور سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔ اور ان کو زندوں کی طرف سے ایذا بھی پہنچتی ہے۔ فقط :۔

تیسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ واقعی مذہب امام صاحب کا صحیح یہی ہے کہ مردے سنتے ہیں اور اگر ان کا مذہب یہ نہ ہوتا تو ضرور کوئی شاگرد ان کا بیان کر دیتا اور کسی نہ کسی کتاب معتبرہ میں اسکا ذکر ہوتا اور جو بعض کتب فقہ معتبرہ باب الیمین میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ میں فلاں شخص سے بات چیت نہ کروں گا اور پھر اسکے مرنے کے بعد اسکی قبر یا اسکی میت سے بات چیت کی تو حانث نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ نہیں سن سکتا تو اسکا جواب یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے یہاں عرف کو اختیار فرمایا ہے نہ حقیقت کو چنانچہ تحفہ احمدیہ صفحہ ۳۸

نظم

آں تکلم با فریق مردگاں در عرف عام — نشمرند آنرا سماع از مردہ از زندہ کلام
لاجرم حانث نگردد صاحب سوگند ازاں — چونکہ بعرف آمدہ مبنائے ایماں ایجواں
پس منافی با سماع کہ حقیقی ہست نیست — زانکہ نفی اں آں حقیقی لازم ایں نفی نیست
گر خورد سوگند بخورم لحم را من بعد زاں! — لحم ہائے خورد او حانث نمیگردد ازاں!
باوجود آنکہ گفت خالق انس و پری — سمک مائی را دراں تنزویل خود لحم طری

غرضیکہ جہاں کہیں کسی کتب فقہ معتبرہ میں نفی سماع موتٰی کی آئی ہے وہاں عرف ہی مراد ہوگی نہ حقیقتاً اور شریعت عرف کو اکثر جگہ پکڑتی ہے اور اسکا ثبوت قرآن مجید و احادیث شریف سے ظاہر ہے۔ جسکا مفصل ذکر انشاء اللہ تعالےٰ جلد ششم میں آئے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب :۔

سوال :۔ بزرگان خدا کے آگے سجدہ تعظیمی کرنا یا ان کے آگے جھکنا یا ان کے پاؤں کو بوسہ دینا جائز ہے یا حرام۔ کیونکہ بنا و ٹی اہلحدیث کہتے ہیں کہ یہ سب امور شرک اور کفر ہیں چنانچہ مؤلفہ اصول زندگی نے لکھا ہے۔ جواب دو اجر ملے گا :۔

الجواب :۔ سجدہ عبودیت کا اللہ تعالےٰ کے لئے ہے غیروں کے لئے ہرگز جائز نہیں۔ اور سجدہ تعظیمی و تحیتی میں علمائے دین کا نہایت درجہ کا اختلاف ہے۔ بعض نے جائز کہا ہے اور بعض نے ناجائز کہا ہے اور صاحب محیط و فتاویٰ جواہر قلمی صفحہ ۲۲۷ میں بایں طور لکھا ہے۔ اَلسُّجُوْدُ لِلسُّلْطَانِ اِذَا کَانَ بِقَصْدِ التَّعْظِیْمِ وَالتَّحِیَّۃِ دُوْنَ الْعِبَادَۃِ لَا یَکُوْنُ کُفْرًا لِاَنَّ الْمَلٰئِکَۃَ اُمِرُوْا بِالسُّجُوْدِ لِاٰدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَاُمِرَ اِخْوَۃُ یُوْسُفَ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِالسُّجُوْدِ لِیُوْسُ

عبارت سے معلوم ہوا سجدہ تعظیمی و تکریمی کے کرنے سے انسان کافر نہیں ہو سکتا ورنہ فرشتوں اور اخوان یوسف علیہ السلام کو خداوند کریم سجدہ کا حکم نہ دیتا۔ کیونکہ یہ شان خداوند لایزل کی نہیں کہ ان کو شرک کی تعلیم دے اور علاوہ اسکے قرآن کریم واحادیث صحیح سے سجدہ تعظیمی کی نفی اشرف المخلوقات کی خاطر کہیں بھی نہیں دیکھی گئی۔ اگر ہے تو وہاں مراد اباحت ہوگی نہ حرمت اور تفسیر رؤفی ذیل اس آیت کریمہ کے وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ کے لکھا ہے اور یاد کر اے حبیب یہ بھی کہ جب کہا ہم نے واسطے فرشتوں کے یکبار سجدہ کرو تم آدم کو تعظیم کا پس کیا تمام ملائکہ نے مگر ابلیس نے انکار کیا۔ اور صاحب بیضاوی نے اس سجدہ کے یہ معنے کئے ہیں وَاَمَّا الْمَعْنَى اللُّغَوِي هُوَ التَّوَاضُعُ اور صحیح تر یہ معنی ہیں کہ فرشتوں نے سر زمین پر بر صیغہ تواضع رکھا تھا۔ اور وہی سجدہ ہوا لہٰذا اپنے سر کو اپنے بڑے بزرگوں کی خاطر جھکا دینا جائز ہوا۔ چنانچہ ان دلائل سے ظاہر ہوتا ہے۔ بقولہ تعالٰے وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ الخ اور وَاخْفِضْ جَنَاحَ الذُّلِّ الخ (ترجمہ) جھکا لیجئے اپنے پروں کو مومنوں کے لئے اور الذل کے معنے تذلل و تواضع و فروتنی کے ہیں۔ اور صحیح ترمذی میں مذکور ہے کہ آپ نے یہودیوں کے گروہ کو چند باتوں کی نصیحت فرمائی تو انہوں نے آپ کے پاؤں اور ہاتھوں کو بوسہ دیا اور آپ کی نبوت پر تصدیق کی فَقَبَّلُوْا يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ وَقَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ نَبِيٌّ اور تنبیہ الغافلین میں ہے کہ ایک اعرابی نے اذن مانگا کہ آپکے پاؤں اور سر مبارک کو بوسہ دوں تو آپ نے اسکو اجازت فرمائی۔ وہو ہٰذا: قَالَ اَعْرَابِيٌّ اِئْذَنْ لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُقَبِّلُ رَأْسَكَ وَرِجْلَيْكَ فَاَذِنَ لَهٗ فَقَبَّلَ رَأْسَهٗ وَرِجْلَيْهِ۔ اور تواضع بھی کئی قسم پر ہوتی ہے۔ تواضع واسطے نبی کے تواضع واسطے مومنوں کے۔ تواضع واسطے والدین کے۔ اور بڑوں کے غرضیکہ جیساکہ کسی صاحب کا مرتبہ ہو ویسے ہی اسکی تواضع کرنی چاہیئے۔ چنانچہ حدیث میں ہے اَنْزِلِ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ اور بخاری شریف میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے عبادہ بن اسامہ کی تعظیم کے لئے سر کو جھکا لیا اور دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارا اور کہا کاش کہ اگر دیکھا ہوتا اسکو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو البتہ درست رکھتے اسکو۔ اور یہ حدیث شفا شریف میں قاضی عیاض سے بایں الفاظ مسطور ہے۔ وَرُئِيَ ابْنُ عُمَرَ مُحَمَّدَ بْنَ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ فَقِيْلَ لَهٗ هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ اُسَامَةَ فَطَاطَأَ ابْنُ عُمَرَ وَنَقَرَ بِيَدَيْهِ الْاَرْضَ وَقَالَ لَوْ رَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَحَبَّهٗ الخ اور صاحب فتاویٰ جواہر نے لکھا ہے اَنَّهٗ لَوْ قَبَّلَ وَجْهَهٗ السُّلْطَانِ الْعَادِلِ اَوْ

(حاشیہ) عرض خادم شریعت کی اسمیں یہ ہے کہ سجدہ تعظیمی کرنے سے انسان کافر نہیں ہوتا اور صحیح بات یہی ہے اور اسکے جواز اور عدم میں اختلاف ہے۔ فقط :۔

عَالِمٍ اَوْزَاهِدٍ اَعِزَّ اللِّدِيْنِ فَلَا بَأْسَ بِهٖ ۔ پس ان تمام دلائل قاطع سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ بغرض ثواب و محبت پیدا کرنے کے تواضع و فروتنی اسقدر رتک کرنی بھی مسنون ٹھہری نہ شرک و نہ بدعت اور اگر شرک فروشوں کے پاس ان دلائل قاطع کے قطع کرنے کے لئے ہتھیار ہے تو دکھائیں اور فقیر انشاء اللہ تعالےٰ ان کے ہتھیاروں کو بے دھار کر دے گا۔ ؎

جھک جانا تواضع سے چومنے دست و پا　　خدمتیں بزرگوں کی یوں جائے تو جاتا جاءِ

سوال :۔ غلام نبی و عبدالنبی و غلام محی الدین و پیر بخش و پیر اندتا یہ نام رکھنے جائز ہیں یا نہیں۔ فرقہ غیر مقلدین ان اسماء کو شرک و کفر سمجھتا ہے۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب :۔ بیشک ان اسماء کے رکھنے میں کوئی شرک و کفر نہیں کیونکہ دارو مدار عملوں کی نیت پر ہوتی ہے اور نیت والدین کی معتبر ہوتی ہے نہ نیت کفر و شرک یہ نیت نہیں ہوتی کہ لڑکا مجھ سے محمد و پیر نے بخشا ہے خدا نے نہیں بخشا۔ معاذ اللہ۔ ایسا تو کوئی نادان آدمی بھی نہیں کہہ سکتا اور علاوہ اسکے یہ نام اکثر ملکوں کے رواج پر رکھے جاتے ہیں۔ چنانچہ عبدالمطلب، عبدالشمس، عبدالحارث، عبدالمناف، عبدالدینار، حنظل، عمر، عثمان وغیرہ حدیثوں میں مذکور ہیں۔ اور آپ کی ذات یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان اسماء کو اپنی حیات میں بالکل تبدیل نہیں کیا۔ دیکھو مشکوٰۃ، بخاری، اور بلحاظ قاعدہ نحو کے بھی یہ نام رکھنے میں کسی قسم کا شرک نہیں آتا کیونکہ جب امر و اسم مل جائیں تو معنی اسم فاعل و مفعول و اسم ظرف و اسم آلہ و مصدر وہاں سے کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ جلد ساز جلد بنانے والا۔ خطابخش گناہ بخشنے والا۔ پیر کے بخشنے والا۔ پس پیر کے بخشنے والا اور نبی کے بخشنے والا خدا تعالےٰ ہوا۔ اور علاوہ ازیں مجازاً ابن مریم کو بزبان ہندی جبریل بخش بھی کہا گیا ہے۔ قرآن شاہد ہے۔ یعنی جبرائیل نے کہا میں تجھے لڑکا بخشتا ہوں اور ایسا ہی نام جیونا چنانچہ اسمہٗ یحیٰ۔ یعنی نام اسکا جیونا ہوگا۔ اور علاوہ اسکے ناموں کا اثر مولود پر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ مولود نبی بخش یا عبدالنبی یا پیر بخش کہنے سے کافر ہو جائے۔ چنانچہ کسی شخص کا نام عبدالجبار یا عبداللہ یا عبدالمنان یا عبدالجلیل ہو اور اسکے افعال شرک و کفر و بدعت کے ہوں تو اسکے وجود پر ان ناموں کا کیا اثر پڑے گا۔ ہاں مواہب و نسیم الریاض میں لکھا ہے کہ جن ناموں میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ہو گا۔ ان ناموں کی خاطر اللہ تعالےٰ ان اسماء والوں کو بخشدیگا۔

اور کتاب سیوف البارقہ علیٰ رؤس فاسقہ مؤلفہ علامہ محمد عبداللہ خراسانی صاحب نے لکھا ہے کہ عبدالمصطفیٰ

غلام محمد، غلام محی الدین، غلام حسین وغیرہ نام رکھنے تبرکاً و تیمناً ثواب ہے۔ اور ایسے ناموں کی تعظیم کیجاوے۔ ہکذا فی فتاویٰ ذوالفقار حیدریہ سندیہ صفحہ ۱۷۲۔ غرضیکہ ایسے نام رکھنے جائز ہیں اور ایسے نام والے مسلمانوں کو اس وجہ سے کافر و مشرک کہنے والا خود کافر ہوتا ہے۔ جیساکہ حدیث میں ظاہر ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہے اور اسمیں وہ کفر کی بات نہ ہو تو کہنے والا خود کافر ہوتا ہے۔ فقط۔ واللہ اعلم بالصواب ؛

سوال :۔ فجر کی سنتیں اگر کسی وجہ سے فوت ہو جائیں تو ان کو پہلے سورج نکلنے کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ اور اقامت ہوتے سنتیں پڑھنے کا کیا حکم ہے۔ جواب دو اجر ملیگا :۔

السائل محمد وارث و محمد شریف از چنیوٹ ضلع جھنگ

مورخہ ۲۰ اگست سنہ ۱۹۱۹ء

الجواب :۔ پہلے سورج نکلنے سے سنتیں فوت شدہ کا پڑھنا کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی صحابی کو حکم صراحتاً دیا ہے کہ تم طلوع آفتاب سے پہلے سنتیں فوت شدہ پڑھ لیا کرو۔ بلکہ آپ نے سورج نکلنے سے پہلے سنتیں فوت شدہ کے ادا کرنے کو سخت منع کیا ہے۔ چنانچہ اس پر حدیثیں صحیح اور آثار صحابہ شاہد ہیں۔ وہو ہذا :

حدیث نمبر۱: بخاری و مسلم و ابن ماجہ و ابوداؤد و ترمذی شریف و دارقطنی میں بایں طور مذکور ہے۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ رواہ ابوداؤد رحمہ اللہ (ترجمہ) فرمایا آپ نے نہیں سورج نکلنے سے پہلے کوئی نماز درست اور نماز بعد عصر کے جہاں تک کہ غروب ہو شمس۔ کوئی نماز نہیں بعد صبح کے۔

حدیث نمبر۲: صحیح ترمذی و دارقطنی باسناد صحیح ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بایں طور حدیث مسطور ہے عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيُصَلِّهِمَا بَعْدَ مَا تَطْلُعَ الشَّمْسُ (ترجمہ) فرمایا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جس شخص نے نہ پڑھی ہوں سنتیں فجر کی پس چاہیئے کہ ادا کرے انکو بعد نکلنے سورج کے اور کہا حاکم نے اپنے مستدرک میں یہ حدیث باسناد صحیحاً مرفوع ہے :۔

حدیث نمبر۳:۔ اَنَّ بَلَغَهٗ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فَاتَتْهُ رَكْعَتَا الْفَجْرِ فَقَضَاهُمَا بَعْدَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ رواہ موطا امام مالک۔ امام مالک کو اس بات کی خبر پہنچی کہ حضرت عبداللہ بن عمر سے دو رکعت سنتیں فجر

کی فوت ہوئیں تو ان کو انہوں نے ادا کیا بعد سورج نکلنے کے:۔

حدیث نمبر۴ :۔ عَنْ اَبِیْ مجلزم قَالَ دخلت المسجد مع ابن عمرؓ بن عباسؓ الامام یُصَلِّیْ فاما ابن عمر فدخل فی الصَّفِ واما ابن عباس فصلّی رکعتین ثم دخل مع الامام فلما سلم الامام قعد ابن عمر مکانه حتی طلعت الشمس فقام فرکع رکعتین ہذا نقل از معانی الآثار (ترجمہ) کہا مجلزم نے کہ داخل ہوا میں ساتھ عبداللہ بن عباس کے مسجد میں درحالیکہ امام نماز پڑھا رہا تھا۔ پس عبداللہ بن عمر صف اول میں امام کے ساتھ نماز میں شریک ہوگئے۔ لیکن عبداللہ بن عباس دو رکعت پڑھ کر شریک نماز جماعت میں ہوئے پس جبکہ امام نے سلام پھیرا تو عبداللہ بن عمر اسی مقام پر بیٹھے رہے۔ اور سورج نکلنے کے بعد دو رکعت سنتیں فوت شدہ کو ادا کیا پس اس حدیث سے دو تین باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک تو جماعت قائم ہونے پر سنتوں کا پڑھنا دوسرا سنتیں فوت شدہ کو بعد از طلوع آفتاب پڑھنے کا حکم ظاہر نہ ہوتا۔ تیسری یہ بات کہ ہر دو فعل جماعت صحابہ کے سامنے ہوئے تو کسی نے ان ہر دو صحابہ رضی اللہ عنہما کو نہ روکا :۔

حدیث نمبر۵ :۔ اخرج ابن ابی شیبة عن ابن عمر انه رکعتی الفجر بعد ما الضحیٰ (ترجمہ) یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے دو رکعت فجر پڑھی بعد سورج نکلنے کے الخ

اور فرقہ غیر مقلدین جو حدیث قیس و ابن عروانی پیش کرتے ہیں، ان کو صاحب ترمذی و ابوداؤد و امام نووی ضعیف و منقطع وغیرہ الفاظ سے بیان کرتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ قیس ایک واقعہ اپنا ایک وقت کا بیان کرتا ہے جس سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا اور آپ کا چُپ کرنا ایک مصلحت کے لئے تھا۔ اور وہ یہ تھی کہ جب پھر جماعت کثیر جمع ہوگی تو اسکا فیصلہ دیا جاوے گا۔ سو آپ نے موقعہ پاکر بآواز بلند کہدیا کہ سنتیں فجر کی جس کی فوت ہوجاویں تو وہ سورج نکلنے سے پہلے ہرگز نہ پڑھے۔ چنانچہ بخاری، مسلم و ترمذی کی حدیث سے ظاہر ہوچکا ہے :۔

اور عند المحدثین یہ بات مسلم الثبوت ہے کہ جب حدیث قولی اور فعلی جمع ہوجائیں تو قولی کو ترجیح ہوتی ہے اور اسی پر عمل کیا جاتا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ کی ذات اور صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کے پہلے پڑھنے کی یہاں تک کیوں کوشش کرتے کہ اقامت ہونے پر بھی ان کو ادا کرلیتے۔ اگر سورج نکلنے سے پہلے ان کا پڑھنا جائز تھا۔ جواب دو اور وہ حدیثیں یہ ہیں۔ عن ابی اسحاق عن الحارث عَنْ علیؓ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یصلّی رکعتی الفجر عند الاقامة نقل از مسند امام احمد؛ یعنی کہا حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہ وقت اقامت کے دو رکعت پڑھتے تھے۔ اور ایسا ہی سنن ابن ماجہ میں ہے۔ کان النبیؐ

صلی اللہ علیہ وسلم یصلی رکعتین عند الاقامۃ۔ اگر کسی صاحب کو اس سے زیادہ تحقیق اس مسئلہ کی کرنی منظور ہو تو معانی الآثار وستہ ضروریہ محدث فیض پور کو مطالعہ کرے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال :۔ مرتد شخص ورثہ مسلمان بھائی کا یا والدین کا ورثہ پاسکتا ہے یا نہیں۔ اگر وہ توبہ کرے تو پھر کیا حکم ہے؟
(السائل مبارک شاہ سلانوالی ڈاکخانہ بکھر)

الجواب :۔ مرتد شخص کو ہرگز ورثہ مسلمان بھائی و والدین کا نہیں ملسکتا۔ چنانچہ کتب ذیل میں درج ہے المرتد لایرث من مسلم ولا من مرتد مثلہ کذا فی المحیط و فتاویٰ عالمگیر جلد ۲ صفحہ ۴۵۸ اور خزانۃ المفتین میں ہے۔ المرتد لایرث من احد لا من المسلم ولا من الذمی ولا من مرتد مثلہ اور درمختار صفحہ ۲۸۳ میں ہے موانعۃ الرق والقتل واختلاف الدین اسلاماً وکفراً یعنے وارث کے مانع غلام ہونا اور مورث کو قتل کرنا اور دونوں میں کفر و اسلام کا اختلاف ہونا۔

اور فتاوٰے جامع الفوائد میں ہے ومن انکر شرائع الاسلام فقد ابطل قولہ لا الہ الا اللہ ھکذا فی فتاویٰ غرائب اگر مرتد ان کی زندگانی میں توبہ کرے تو توبہ اسکی صحیح مذہب اہلسنت وجماعت میں قبول ہوگی پھر اسکو ورثہ مل سکتا ہے۔ چنانچہ تنویر الابصار مطبع ہاشمی صفحہ ۳۱۹ میں مذکور ہے۔ کل مسلم مرتد فتوبتہ مقبولۃ الا الکافر بسبب نبی او الشیخین او احدھما اور ایسا ہی فتاوٰے خیریہ مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۹۴ و ۹۵ اور البصائر صفحہ ۱۸۶ میں لکھا ہے کل کافر تاب فتوبتہ مقبولۃ فی الدنیا والآخرۃ الخ یعنی ہر ایک مرتد کی توبہ قبول ہو جاتی ہے۔ لیکن جو سبب شیخین یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے اسکی توبہ قبول نہیں ہوتی اور ایسا ہی در مختار صفحہ ۳۲۰ میں ہے اور فتاویٰ غرائب میں ہے یومر بالتوبۃ والرجوع عن ذٰلک وتجدید النکاح مع امراتہ پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ مرتد شخص اپنے مسلمان بھائی کا ورثہ نہیں پاسکتا ہاں اگر توبہ تجدید اسلام وتجدید نکاح ان کی زندگانی میں کرے تو پھر اسکو ورثہ پہنچ سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

المجیب خادم شریعت نظام الدین ۱۵؍ جون سنہ ۱۹۲۰ء۔

سوال :۔ وہابی و نیچری و مرزائی وغیرہ مذہب باطلہ اپنے بھائی اہلسنت وجماعت یا والدین کے مال متروکہ سے وارث ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب :۔ اگر ان کی نوبت کفر تک پہنچ چکی ہو تو پھر یہ لوگ بیشک اپنے بھائی و والدین مسلمان اہلسنت وجماعت کے مال متروکہ کے وارث نہیں ہو سکتے چنانچہ در مختار صفحہ ۶۶۸ و فتاویٰ عالمگیری جلد ۶ صفحہ ۱۳۲

سے حضرت مولانا العلامہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی مجدد مائۃ حاضرہ نے اپنے رسالہ روافض میں لکھا ہے صاحب الھویٰ ان کان یکفر فھو بمنزلۃ المرتد یعنی اگر بدمذہب عقیدہ کفر رکھتا ہے تو وہ بمنزل مرتد کے ہے اور ایسا ہی ملتقی البحر و فتاویٰ ہندیہ و فتاوی ظہیریہ وغیرہ میں لکھا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

خادم شریعت نظام الدین ملتانی عفی عنہ

استفتاء

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں اگر کسی عورت بیوہ ذات چندر زمیندار نے بلا اجازت ولیوں کے اپنا نکاح کسی دھوبی سے کر لیا ہو۔ اور وہ دھوبی خوف کی وجہ سے کہیں چلا گیا ہو اور وہ زمیندارنی زمین داروں کے ہاتھ آگئی ہو اور وہ زمیندار اسکے نکاح کو فسخ کرانا چاہتے ہیں کیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔

(فقط السائل حکیم نذر محمد از چکیرہ کلاں ڈاکخانہ ساہیوال مورخہ ۱۲ را اگست ۱۹۱۹ء)

الجواب:۔ یہ نکاح ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ زمیندار قوم اعلیٰ ہے اور دھوبی قوم حقیف خسیس۔ اور دھوبی زمیندار عورت کی کفو نہیں اور شریعت نے کفو کا بہت لحاظ رکھا ہے۔ کیونکہ زمینداری کی عزت میں اسمیں نہایت بٹہ لگتا ہے۔ لہذا یہ نکاح بوجہ ناراض ہونے ولیوں کے فسخ ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر ولی اقرب اس نکاح کو جائز رکھے تو نکاح مذکور صحیح رہے گا۔ چنانچہ کتب فقہ معتبرہ میں مذکور ہے نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا ولی عند ابی حنیفۃ و ابی یوسف فی ظاھر الروایۃ وقال محمد ینعقد موقوفا سواء کان الزوج کفوا اولا، نقل از چلپی۔ اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۹۳ میں لکھا ہے روی عن ابی حنیفۃ و ابی یوسف رح لایجوز فی غیر الکفو۔ اور فتاویٰ حمادیہ و خزانۃ المفتین و فتاویٰ قاضی خاں میں لکھا ہے وروی الحسن عن ابی حنیفۃ عدم جوازہ وعلیہ الفتویٰ اور وقایۃ الروایات میں ہے لا ینعقد ای یجوز النکاح ان کان کفوا والا لا یجوز اصلا وھو المختار للفتویٰ اور برجندی جلد دوم صفحہ ۹ میں لکھا ہے الاعتراض ھھنا ای اذا زوجت المرأۃ نفسھا عن غیر کفو فللولی اعتراض ای یفسخ النکاح وذلک بان یرفع الامر الی القاضی لیفسخ النکاح بینھما الخ اور ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۵ میں لکھا ہے واذا تزوجت المرأۃ نفسھا من غیر کفو فللاولیاء ان یفرقوا بینھما دفعا لتضرر العار عن انفسھم الخ اور صاحب ہدایہ نے لکھا ہے الکفاءۃ فی النکاح معتبرۃ اور درمختار میں ہے والمعتبرۃ الکفاءۃ لزوم النکاح خلاف المالک اور فتاویٰ حمادیہ میں ہے انہ یعتبرۃ الکفاءۃ فی الحرفۃ وھو المختار الخ اور نور الہدایہ جلد ۲ صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے عورت فراش ہے مرد کی اور عمدہ فراش مرد خسیس کو لائق نہیں الخ پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ اس نکاح کو بحکم قاضی وقت فسخ کرا دینا

چاہیئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ؛

سوال :۔ اگر کسی عورت باکرہ یا ثیبہ اعلیٰ خاندان کی نے کسی عالم نیک بخت کے ساتھ بلا اجازت ولی نکاح کر لیا۔ اور عالم کا بدوں شغل علم دین کے اور کوئی کام نہیں۔ کیا اس صورت میں یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں اور فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ جواب دو اجر ملیگا ؛

الجواب :۔ بیشک یہ نکاح صحیح اور درست ہے اور یہ نکاح فسخ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ علم کو فضیلت ہر ایک نسب پر اظہر من الشمس ہے۔ چنانچہ قرآن مجید و احادیث شریف و کتب فقہ میں ہے۔ لِاَنَّ شَرفَ الْعِلم فَوْقَ شَرفِ النَّسَبِ کذا فی در مختار و برجندی و خزانۃ المفتیین و نادر الجواہر و مختا الفتاوےٰ و محیط و خزانہ میں اَلْکِفَاءۃُ اِنَّمَا هِیَ فِی حقِ النِّسَاءِ خَاصَّۃً حَتّٰی اَنَّ الزَّوْجَ الشَّرِیْفِ اِذَا تَزَوَّجَ بِالْاَرْذَلِ مِنَ النِّسَاءِ لَیْسَ لِلْاَوْلِیَاءِ اِعْتَرَاضٌ فَاِنْ لَمْ یَکُنْ کُفُوًّا ط اور اسکی شرافت پر آیت شاہد ہے۔ اُوْتُوا الْعِلْمَ۔ درجہ فقط المجیب خادم شریعت نظام الدین ملتانی حنفی قادری عفی عنہ ؛

سوال :۔ سیّدہ صحیح النسب کے ساتھ عالم یا بعلم شخص زلیندا ہے نے نکاح کر لیا تو یہ نکاح صحیح ہو گیا یا نہیں۔ اور ان سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں۔ مولوی کوٹو تارڑاں والہ اور ثناء اللہ امرتسری اسکو جائز قرار دیتے ہیں۔

(السائل امام شاہ از کوٹو تارڑاں)

الجواب :۔ نکاح سیدہ سے عامی شخص صاحب خاندان یا عالم فاضل ہو۔ نزدیک محققین اہلسنت و جماعت کے صحیح مذہب میں ہرگز جائز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان کے برابر کوئی خاندان نہیں۔ چنانچہ ترمذی میں ہے کہ فرمایا آپ نے انا خیرھم نفسًا و خیرھم بیتًا یعنی تمام آدمیوں سے بہتر ہوں اور میرا خاندان تمام خاندانوں سے اعلیٰ ہے۔ اور میرے خاندان کو اللہ تعالےٰ نے تمام خاندانوں سے چن لیا ہے اور غایۃ الاوطار میں لکھا ہے کہ عجمی مرد کفو عربیہ کا نہیں ہو سکتا۔ وہو ہذا :۔ یکون کفوًا للعربیہ ولو کان العجمی عالمًا او سلطانًا وھو الاصح۔ اور در مختار میں ہے و تعتبر الکفاءۃ لزوم النکاح یعنی معتبر ہے کفایت واسطے لزوم نکاح کے اور ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۲۵ میں ہے۔ الکفاءۃ فی النکاح معتبرۃ قال علیہ السلام الا لا یزوج النساء الا الاولیاء و لا یزوجن الا من الکفاءۃ یعنی کفاءت معتبرہ ہے نکاح میں جیساکہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ نکاح کریں عورتوں کا مگر ولی اور نہ نکاح کی جاویں مگر ان مردوں سے جو کفو ہیں۔ یہ حدیث دار قطنی و بیہقی کی ہے اور یہی ہدایہ میں ہے الکفاءۃ تعتبر فی النسب لانہ یقع بہ التفاخر فقریش بعضہم اکفاء لبعض والعرب اکفاء بعضہم لبعض والاصل فیہ قولہ علیہ السلام قریش اکفاء بعضہم لبعض بطن ببطن والعرب بعضہم اکفاء

لبعض قبیلۃ بقبیلۃ الخ اور در مختار میں ہے المراد بالعجم من لم ینسب باحدی قبائل العرب ویسمون الوالی ھکذا فی فتاویٰ عبد الحی جلد ۲ صفحہ ۱۵۸۔ اور برجندی میں ہے ان فی العجم لا یعتبر النسب لانھم ضیعوا انسابھم ھکذا فی چلپی اور صاحب برجندی نے جلد ۲ صفحہ ۱۲ میں خود بایں طور بعض مجوزین کا قول نقل کر کے یہ فیصلہ کر دیا ہے۔ وہو ہذا۔ ان الفقیہ کفو للعلوی ان شرف الحسب فوق شرف النسب و ھکذا ذکر فی المحیط وقال فی المضمرات الاصح انہ لا یکون زوجا لہا کالسلطان والعالم اور فتاویٰ ابراہیم شاہی وفتاویٰ نادر الجواہر قلمی صفحہ ۲۲ میں لکھا ہے مجہول النسب لا یکون کفو اللمعروف النسب الصحیح عند ابی حنیفۃ یعنی مجہول نسب والا معروف نسب والے کے واسطے کفو نہیں ہوتا امام صاحب کے نزدیک یہی صحیح ہے۔ الخ

پس اس عبارت سے صاف صاف معلوم ہوا کہ سیدہ علویہ کے ساتھ نکاح کسی عالم و سلطان وغیرہ کا ہرگز جائز نہیں ہو سکتا کیونکہ نہ تو ہم ان کے کفو ہیں اور نہ ہم لوگ اہل عرب ہیں۔ اور نہ ہی ہمارے انساب صحیح اور درست ہیں۔ اور نہ ہی ہمارا شجرہ نسب ان سے کہیں مل سکتا ہے۔ پس جبکہ ہماری نسبتیں بھی ذائع ہو چکی ہیں تو پھر نکاح ان سے کرنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ اور جو بعض لوگ بے دھڑک کہدیتے ہیں کہ سیدہ کے ساتھ نکاح جائز ہے کیونکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور حضور علیہ السلام نے آپس میں رشتہ داری کی ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ وہ تمام قریشی قبیلہ واحد اور اہل عرب اور صحیح النسب اور دور و نزدیک میں برادری اور اہل تقویٰ اور ایک دوسرے کے جانثار تھے لہٰذا ان کے نکاح آپس میں جائز ہوئے اور ہم مومنین بیچارے کہاں اور مولوی ثناء اللہ وغیرہ کس کھیت کی مولی ہیں۔

؎ چہ نسبت خاک را بعالم پاک

(فقط واللہ اعلم بالصواب المجیب فقیر نظام الدین ملتانی حنفی عفی عنہ)

سوال: اگر لڑکی عاقلہ بالغہ باکرہ یا ثیبہ اپنی کفو میں بلا اجازت ولی کے نکاح پڑھائے تو جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: بیشک یہ نکاح صحیح اور درست ہے کیونکہ لڑکی عاقلہ بالغہ بنسبت ولی کے بہت حقدار ہے اپنے نفس کی نکاح کرنے اپنی کفو میں۔ چنانچہ حدیث مسلم و ابو داؤد و ترمذی و نسائی و موطا امام مالک میں بایں طور مسطور ہے اَلْاَیِّمُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَّلِیِّهَا یعنی بیوہ بہت حقدار ہے اپنے ولی سے اپنے نفس پر نکاح کرنے میں اور قرآن مجید بھی اس پر شاہد ہے لَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ یَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ ط ان کو منع نہ کرو نکاح کرنے ازواج اپنے سے اور ایسے ہی کتب فقہ مثل ہدایہ وغیرہ میں ہے اور جو غیر مقلدین حدیثیں عدم جواز کی اس امر میں پیش کرتے ہیں وہ سب

کی سب ضعیف و منسوخ ہیں۔ دیکھو نور الہدایہ شرح غواشی اصول الشاشی فقط بحوالشی ⁂

سوال :۔ عدت میں نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر کسی نے عدت میں نکاح کر دیا تو اس نکاح خواں اور دیگر گواہوں پر کیا تعزیر ہونی چاہیئے۔ جواب دو اجر ملیگا ⁂

الجواب :۔ عدت میں نکاح کرنا حرام ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَهٗ یعنی عدت میں نکاح کرنے کا قصد مت کرو یہاں تک کہ اسکی میعاد پوری نہ ہو جاوے اور کتب فقہ میں ہے لَا يَجُوْزُ نِكَاحُ مَنْكُوْحَةِ الْغَيْرِ معتدۃ الغیر عند الکل اور فتاویٰ حمادیہ میں ہے لَا يَجُوْزُ النِّكَاحُ وَلَا فِىْ عِدَّةِ الْغَيْرِ وَمَنْ نَكَحَ مَنْكُوْحَةَ الغیر او فی عدۃ الغیر یجب علے الشہود والنکاح التشہیر اے تعزیر الخ یعنی نہیں جائز ہے نکاح پر نکاح کرنا اور عدت میں نکاح کرنا اگر ایسا کریں گے تو ان پر تعذیر واجب ہوگی اور اس مسئلہ پر ہر ایک کا اتفاق ہے۔ پس نکاح خواں و حاضرین مجلس و گواہاں کو توبہ کرنی چاہیئے اور حسب الطاقت مسکینوں کو کھانا کھلانا چاہیئے۔ لِاَنَّ الصَّدَقَةَ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ⁂

سوال :۔ عدت حاملہ اور بیوہ اور مطلقہ کی کتنی ہے قرآن مجید سے جواب دو ⁂

الجواب :۔ عدت عورت حاملہ کی وضع حمل ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ یعنی جو عورتیں حاملہ ہیں تو ان کی عدت یہ ہے کہ وضع حمل کریں اور عدت بیوہ کی چار مہینے دس یوم ہے چنانچہ اس آیت شریف سے ثابت ہے يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ط یعنی خاوند جن کے تم سے مر جاتے ہیں اور چھوڑ جاتے ہیں بیویاں۔ روک رکھیں وہ بیویاں اپنے نفسوں کو چار مہینے اور دس دن تک اور عورت مطلقہ جسکو حیض آتا ہو اسکی عدت تین حیض ہیں۔ لقولہ تعالےٰ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ یعنی مطلقہ روک رکھیں اپنے نفسوں کو تین حیضوں تک۔ اور حدیث میں ہے اَلرَّجُلُ اَحَقُّ بِاِمْرَاَتِهٖ حَتّٰى تَغْتَسِلَ مِنْ حَيْضَةِ الثَّالِثَةِ ط نقل از موطا امام محمد اور جن عورتوں کو حیض نہیں آتا بوجہ کم سن یا بڑی عمر ہونے کے اور بشرطیکہ مطلقہ ہوں تو ان کی عدت تین ماہ تک ہے۔ فقط ⁂

سوال :۔ حاملہ بالزنا کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں۔ جواب دو اجر ملیگا ⁂

(بقلم خود نادر شاہ از سٹیشن جھمرہ)

الجواب :۔ یہ نکاح صحیح اور درست ہوگا چاہے جسکا اسکو حمل ہوا اس سے نکاح کرے چاہے اس کے غیر سے ہر دو صورت نکاح صحیح ہوگا۔ چنانچہ رد المختار و برجندی۔ شرح وقایہ و در مختار میں مذکور ہے وَصَحَّ نِكَاحُ

حُبْلیٰ مِنَ الزِّنَا عِنْدَ هُمَا وَقَالَ اَبُوْ یُوسُفَ رَدِیصتح وَالفتویٰ عَلٰی قَوْلِهِمَا۔ یعنی نکاح حاملہ زنا سے امام صاحب و امام محمد کے نزدیک صحیح اور درست ہے۔ اور انہیں کے قول پر فتوٰی ہے۔ اور امام ابی یوسف کے نزدیک صحیح نہیں۔ لیکن ان کا قول قابل عمل نہیں۔ لَوْ نَكَحَهَا الزَّانِي حل وطیها اتفاقاً نقل از درالمختار و فتاویٰ عبدالحی جلد اول صفحہ ۳۰۴ اور برجندی جلد ۲ صفحہ ۷ میں لکھا ہے یہ نکاح اجماعاً صحیح ہے۔ لیکن وطی کرنی اس سے غیر زانی کو جائز نہیں تاوقتیکہ وضع حمل نہ ہو جائے۔ لَا تُوطَأُ الْحُبْلیٰ مِنَ الزِّنَا بَعْدَ نِكَاحِهَا حَتّٰى تَضَعَ حَمْلَهَا لَوْ كَانَ هُوَ الزَّانِي يَجُوْزُ لَهُ الوطی پس اس عبارت سے ثابت ہوا کہ نکاح زانی اور غیر زانی کو حبلے بالزنا سے صحیح ہے۔ اور وطی غیر زانی کو جائز نہیں تاوقتیکہ اسکا وضع حمل نہ ہولے۔ فقط۔

سوال:۔ ایک شخص موضع بہرمٹ علاقہ میرپور میں ہے۔ اس نے ایک عورت کے ساتھ ناجائز طریق نشست و برخاست رکھے۔ چند عرصہ کے بعد اس شخص کے باپ نے ہمراہ عورت مذکورہ بالا کے نکاح کر لیا۔ اب اس عورت کے ہمراہ دونوں باپ بیٹا مجامعت کرتے ہیں اور عورت کا بھی یہی بیان ہے۔ اب وہ عورت ان دونوں میں کس پر حلال ہوگی جواب دو۔

الراقم حافظ عبدالکریم از بیر ڈاک خانہ ہیڈ بنگلہ علاقہ میرپور مورخہ ۱۹ر اگست ۱۹۲۰ء

الجواب:۔ عورت مذکورہ باپ بیٹے دونوں پر حرام ہوئی۔ اب اسکو کوئی نہیں رکھ سکتا چنانچہ بحرالرائق سے مولوی عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے۔ آرادہ بحرمة المصاهرة الحرمات الاربع حرمة المرأة علی اصول الزانی وفروعه نسبا ورضاعا وحرمة اصولها وفروعها علی الزانی نسبا ورضاعا کما فی وطی الحلال الخ صفحہ ۲۲۷ جلد ا۔ مطلب یہ ہے کہ جس عورت سے اس نے زنا کیا ہے وہ عورت زانی کے اصل و فرع پر حرام ہے۔ اور مرد زانی پر اس عورت کی اصل و فرع حرام ہے۔ یعنی اس عورت کے ساتھ زانی کا باپ دادا وغیرہ نکاح نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی زانی کے بیٹے اور پوتے وغیرہ اس سے نکاح کر سکتے ہیں۔ اور نہ ہی زانی مرد اس زانیہ کی ماں بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے۔ اس مسئلہ کی صورت ایسی ہے جیسی رضاعی و نسبی و حلت وطی سے فروع و اصول کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ اور آثار امام محمد صفحہ ۷۸ میں لکھا ہے کہ مطلق نظر سے حرمت مصاہرت کی ثابت نہیں ہوتی مگر شہوت کے دیکھنے سے۔ اِلَّا اَنْ یَّنْظُرَ اِلَی الْفَرْجِ بِشَهْوَةٍ حُرِّمَتْ عَلٰی اَبِیْهِ وَابْنِهٖ وَحُرِّمَتْ عَلَيْهِ اُمُّهَا وَابْنَتُهَا وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ

سوال:۔ ایک شخص نے اپنی منہ ٹی والدہ سے زنا کیا ہے۔ اب وہ عورت اس کے باپ پر کسی صورت حلال ہو سکتی ہے یا نہیں۔ جواب دواجر ملیگا۔

(السائل لہانہ پنڈی بھٹیاں)

نوٹ:۔ مسئلہ حرمت مصاہرہ فرقہ نجدیہ وہابیہ کے نزدیک اسکی کچھ اصل نہیں۔ مدخولہ باپ کی بیٹے پر حلال ہوتی ہے۔ اور ایسے ہی مدخولہ بیٹے کی باپ پر وغیرہ۔ نقل از کتاب کنزالحقائق تصنیف وحید الزمان۔

الجواب:۔ یہ عورت کسی صورت میں اس کے باپ پر حلال نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہی اسکو کوئی اور شخص نکاح میں لا سکتا ہے تاوقتیکہ خاوند اسکو طلاق نہ دے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری و امینیہ وخزانۃ المفتین سے صاحب فتاوی جامع الفوائد نے لکھا ہے بتحریم المصاهرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لھا التزوج بزوج آخر والّا مضی علیھا ستون الا بعد المتارکۃ ولو وطی الا ان یکون زنا فلا یجب علیہ الحد ھکذا فی فصول عمادی وفتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۸۸ و ۸۹ پس ایسی عورت سے جدا رہنا چاہیئے۔ باقی ذکر مفصل اسکا سلطان الفقہ جلد نہم ودہم میں مطالعہ کرو۔

سوال:۔ اگر کسی شخص نے اپنی ساس سے زناہ کیا یا بوسہ لیا تو اس صورت میں وہ زوجہ کو اپنے خانہ میں آباد کر سکتا ہے یا نہیں۔ جواب دو اجر ملیگا:۔

الجواب:۔ ساس سے زناہ کرنے پر عورت اسکی اس پر حرام ہوگی۔ اب ہرگز وہ اسکو اپنے پاس نہیں رکھ سکتا۔ چنانچہ آثار امام محمد صفحہ ۸، میں مسطور ہے۔ محمد قال اَخْبَرَنَا ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم قال اذا قَبَّلَ الرَّجُلُ اُمَّ امْرَاَتِہٖ اولمسھا من شھوۃ حُرِّمت علیہ امراتہٗ قال محمد وبہٖ ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ (ترجمہ) جب کہ کسی شخص نے زوجہ کی والدہ کا بوسہ لیا یا ہاتھ شہوت سے لگایا تو اسکی زوجہ اس پر حرام ہو جائے گی۔ کہا امام محمد نے ہم نے اس کو لیا ہے اور یہی قول امام صاحب کا اور درالمختار میں ہے۔ قبّل امّ امرتہٗ حرمت علیہ امراتہ مالم یظھر عدم الشھوۃ وفی المس لاتحرم مالم تعلم الشھوۃ اور اسی میں ہے لافرق بین المس والنظر لشھوۃ بین عمد ونسیان وخطاء واکراہ انتھی۔ نقل از فتاویٰ عبدالحی جلد اول صفحہ ۲۲۸ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال:۔ عورت بیوہ یا کنواری عاقلہ بالغہ کا جبراً نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ کنواری اور بیوہ کا نکاح جبراً نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ کتب فقہ معتبرہ میں مسطور ہے۔ وَلَا یجوز للمولیٰ اجبار البِکرِ عَلَی النکاحِ خِلَافًا للشافِعِیِّ نقل از ہدایہ جلد ۲ وبرجندی جلد ۲ صفحہ ۸ چلپی۔ یعنی ولی کو جائز نہیں کہ لڑکی عاقلہ بالغہ باکرہ پر دربارہ نکاح کے اجبار کرنا۔ جبر واکراہ تنزوتج کند عقد جائز نباشد واللہ اعلم بالصواب:۔

سوال:۔ اگر لڑکی نابالغہ کا نکاح باپ یا دادا نے کر دیا اور جبکہ وہ بالغہ ہوگئی اور اسنے اس نکاح کو ناپسند کیا۔ اور ایک شخص کے ساتھ مل کر مقدمہ کر دیا اور کہدیا کہ میرا کوئی نکاح نہیں ہوا۔ اور اگر ہوا ہے تو پھر بھی میں اسے پسند نہیں اور گواہاں اور نکاح خواں نے بھی گواہی دے دی ہے لیکن لڑکی کو سرکاری عدالت کی جانب سے اجازت مل گئی تو جہاں چاہے نکاح کرے۔ اب یہ نکاح ثانی جائز ہوا یا نہیں۔ جواب دو اجر ملیگا:۔

(السائل حافظ بدرالدین از چھوکر خورد)

الجواب: نکاح ثانی جائز نہیں کیونکہ باپ اور دادا کا نکاح نابالغہ کا کیا ہوا فسخ نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے فَاِنْ زَوَّجَهُمَا الْاَبُ اَوِ الْجَدُّ یعنی الصَّغِیْرُ وَالصَّغِیْرَةُ فَلَا خِیَارَ لَهُمَا بعد بلوغهما وان زوجهما غیر الاب والجد فلکل واحد منهما الخیار اذا بلغ ان شاء اقام علی النکاح وان شاء فسخ یعنی اگر لڑکا اور لڑکی نابالغہ کا باپ دادا نے نکاح کیا تو بعد بلوغ کے ان کو اختیار فسخ کا نہیں اور اگر ان کے ماسوا کسی اور ولی نے پڑھا دیا تو ان کو اختیار فسخ وقت وقت بلوغت کے ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

سوال: جو شخص کبھی نماز پڑھتا ہے اور کبھی نہیں پڑھتا کیا ایسے شخص کا جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: بیشک ایسے شخص کا نماز جنازہ ادا کرنا جائز ہے کیونکہ نماز کے ترک کرنے سے انسان گناہ گار ہوتا ہے نہ کافر اور حدیث شریف میں ہے اَلصَّلٰوةُ وَاجِبَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا کَانَ اَوْ فَاجِرًا وان عمل الکبائر رواہ ابو داؤد یعنی ہر مسلمان نیک وبد پر نماز پڑھنا واجب ہے اگرچہ اسکے گناہ بڑے ہوں۔ اور حدیث مشکوٰۃ میں ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ مومن گناہ کرنے سے کافر نہیں ہوتا اور نہ ہی دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے۔ وھو ہٰذا: مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا تُکَفِّرُوْهُ بِذَنْبٍ وَلَا تُخْرِجُوْهُ مِنَ الْاِسْلَامِ اور ہدایہ شریف میں ہے اَلْمُؤْمِنُ لَا یَخْرُجُ عَنِ الْاِیْمَانِ بِارْتِکَابِ کَبِیْرَةٍ اور اگر کوئی شخص پرہیزگار سیاستہ نہ پڑھے تو اس پر کوئی جرم نہیں۔ بلکہ بہتر ہے کہ ایسے شخص کے جنازہ میں شریک نہ ہو۔ انتہیٰ واللہ اعلم بالصواب:۔

سوال: اگر کوئی شخص وتروں میں امام کے ساتھ شریک ہو جاوے اور تراویح کی کچھ رکعتیں رہ جائیں تو وہ شخص پھر وتروں کے بعد ادا کرے یا نہ۔

الجواب: بیشک باقی ماندہ نماز تراویح کو ادا کرنا چاہیئے۔ چنانچہ کتاب ماثبت بالسنہ صفحہ ۲۳۰ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ اذا فاتتہ ترویحۃ او ترویحتان وقام الامام فی الوتر اختلف فیہ فقیل یوتر مع الامام ثُمَّ یقضی ما فاتہ وقیل یقدم القضاء یعنی جسکو فوت ہو جاوے تراویح کا ایک شفعہ یا دو شفعہ اور امام وتروں میں کھڑا ہو گیا۔ تو اس صورت میں کہا بعض نے فوتہ کو مقدم ادا کرے حتی لو صلیا بعد الوتر جاز انتھیٰ واللہ اعلم بالصواب:۔

استفتاء

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس گاؤں جمعہ اور عیدین نماز با جماعت اور اذان ہوتی ہو وہاں عید

سے پہلے قربانی کرنی جائز ہے یا نہیں۔ اگر کسی شخص نے عید پڑھنے سے پہلے قربانی کر دی تو اسکی قربانی ہوگی یا نہ جواب دو اجر ملے گا۔ (السائل غلام نبی و محمد حسین از میترانوالی)

الجواب:۔ نماز عید کے ادا کرنے سے پہلے جہاں کہیں عید و جمعہ پڑھا جاتا ہو وہاں قربانی کرنی ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ ایسی بستی کو حکم قصبہ کا لگایا گیا ہے۔ اور قصبہ حکم شہر کا رکھتا ہے۔ جیسا کہ جلد اول بحث جمعہ میں گذرا ہے۔ اور مصر کی شرائط سے یہ بھی شرطیں ہیں کہ ہر پیشہ اور آدمی کا اس میں ہونا اور حوائج ضروریہ کا وہاں حاصل ہونا اور مسجد اکبر جامع کا ہونا پس بہرحال ایسے گاؤں میں جہاں یہ شرائط پائے جاتے ہوں وہاں پہلے عید نماز کے قربانی کرنی جائز نہ ہوگی۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ فقال صلی اللہ علیہ وسلم من ذبح قبل الصلوٰۃ فلیعد وفی بعض الاخبار من ذبح قبل ان یصلی فلیعد اخریٰ (ترجمہ) یعنی ابن قیس نے روایت کی ہے کہ دیکھا نبی علیہ السلام کو قربانی کے دن ایک قوم کی طرف گذرے جنہوں نے قبل نماز قربانی کی تھی۔ پس آپ نے ارشاد فرمایا جس نے پہلے نماز پڑھنے کے قربانی کی ہے وہ پھر قربانی کرے صفۃ ختم اس از غنیۃ الطالبین صفحہ ۴۷۱ مطبوعہ نولکشور تقطیع کلاں۔ اور اسی میں ہے کہ کہا حضرت ابن عازب نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہماری طرح قربانی کی پس وہ گویا ہمارے اصحاب قربانی کرنے والوں میں شریک ہوا۔ اور جس شخص نے پہلے نماز پڑھنے کے قربانی کی وہ بکری کا گوشت ہے۔ ومن قبل الصلوٰۃ فتلک شاۃ اللحم۔ اور حدیث بخاری و مسلم و مشکوٰۃ صلوٰۃ العیدین حضرت براء سے روایت ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نسکہ واصاب سنۃ المسلمین۔ جس شخص نے ذبح کیا پہلے نماز کے پس گویا کہ اس نے اپنے نفس کے لئے کیا اور جس شخص نے پیچھے نماز کے ذبح کیا پس اسکی قربانی پوری ہو گئی اور پہنچا سنت مسلمانوں کی۔

سوال:۔ عید نماز کے پہلے یا پیچھے نماز نفلوں کی پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ قبل از نماز عید اور بعد اسکے ہرگز نفل پڑھنے جائز نہیں۔ چنانچہ کتب فقہ و احادیث میں مذکور ہے۔ عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الفطر رکعتین لم یصل قبلھا ولا بعدھا متفق علیہ (ترجمہ) ابن عباس سے مروی ہے کہ تحقیق تھے نبی علیہ السلام دو رکعت عید فطر میں پڑھتے پہلے اور پیچھے اسکے کچھ نہ پڑھتے۔ یہ حدیث مسلم و بخاری کی ہے۔

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ جب عورت بچہ جننے لگے اور اسوقت نماز ادا کرنا چاہے تو کسطرح پر ادا کرے اور جو کتاب نجات المومنین میں اسکی ترکیب لکھی ہے وہ ٹھیک ہے یا نہیں اور کہیں اسکا ثبوت ہے۔ جواب دو اجر ملیگا۔ (السائل محمد وارث سیٹھ از شہر چنیوٹ ۲۷ جون ۱۹۲۰ء)

الجواب:۔ اہل شریعت نے اس حالت میں ایسی عورت کیلئے نماز پڑھنے کی ترکیب یہ لکھی ہے وفی ذخیرۃ امرأۃ خرج رأس ولدھا وخافت فوت الوقت توضأن قدرت والا تیممت وجعلت رأس ولدھا فی قدر او حفرۃ و صلت قاعدۃ برکوع وسجود فان لم تستطعھما تومی ایماءً نقل از مینہ افغانی صفحہ ۱۶۲ اور کتاب نفع المفتی والسائل صفحہ ۹۷ مؤلفہ مولوی عبدالحی میں لکھا ہے تصلی قاعدًا ان قدرت علیٰ ذلک وجعلت راس ولدھا فی خرقۃ او حفاۃ فان لم تستطع تومی ایماء (ترجمہ) ایک عورت ہے اسکے بچے کا سر کا کچھ حصہ باہر نکلا ہوا ہو۔ اور نماز کے فوت ہو جانیکا بھی ڈر ہو۔ اگر اسکو طاقت وضو کی ہے۔ تو وضو کرے ورنہ تیمم کرے اور سر بچہ کا پارچہ میں لپیٹ دے یا انگیٹھی یا خندق میں دیدے۔ نماز کو بیٹھ کر رکوع وسجود سے ادا کرے۔ اگر اسکو یہ طاقت نہیں تو اشارہ سے نماز کو ادا کرے اور کتاب کبیری وصغیری شرح منیہ صفحہ ۱۴۱۔ ۲ میں لکھا ہے کہ عورت کو جو خون قبل از ولادت سے ظاہر ہوتا ہے وہ نماز کو مانع نہیں کیونکہ وہ خون استحاضہ کا کہلاتا ہے۔ قبل الولادۃ خروج الولد استحاضۃ لا تمنع الصلوٰۃ اور اس پر دلائل ہیں۔ کہ نماز ہر حال مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ صرف عورت کو حیض ونفاس نماز سے مانع ہے ورنہ کسی حالت میں نماز ساقط نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے الذین یذکرون اللہ قیامًا وقعودًا وعلیٰ جنوبھم یعنی وہ لوگ اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر اور لیٹ کر اور کہا حضرت عبداللہ بن عمر وعبداللہ بن عباس وحضرت جابر رضی اللہ عنہم نے کہ یہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی اور علاوہ اسکے صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم نے میدان جنگ وجدال دشمنان دین کے مقابلہ میں بھی جہاں کو جانوں کا سخت خوف تھا نمازیں بحکم خداوند کریم ادا کیں اور ترمذی شریف میں ہے کہ آپ نے ابن حصین کو کہا۔ وصل قائمًا فان لم یستطع فقاعدًا فان لم تستطع فعلی الجنب تومی ایماء الخ کہ نماز پڑھو کھڑے ہو کر پس اگر تجھے طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پس اگر یہ طاقت بھی نہ ہو تو کروٹوں پر لیٹ کر اشارہ سے ادا کر لیں اس مختصر دلائل سے صاف صاف ثابت ہوا کہ نماز کو کسی طرح قضاء کرنا درست نہیں اور اگر کسی صاحب کے پاس اس کے عدم جواز کی دلیل ہے تو پیش کرے اور جہال کی باتوں پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے۔ اَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ ۔

سوال:۔ اگر بچہ ماں کے شکم سے خارج ہونے ہی مر جائے تو اسکا جنازہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ اسکی دو صورتیں ہیں اگر بچہ نے آواز اور سانس لیا ہے تو جنازہ اسکا جائز اگر اس نے کوئی سانس اور آواز نہیں لیا تو جنازہ اسکا نہ جائز ہے چنانچہ آثار محمد ومعانی الآثار وہدایہ جلد اول صفحہ ۱۶۳ میں مذکور ہے وَمَنِ اسْتَهَلَّ بَعْدَ الْوِلَادَةِ سُمِّيَ وَغُسِّلَ وَصُلِّيَ عَلَيْهِ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِذَا اسْتَهَلَّ الْمَوْلُوْدُ صُلِّيَ عَلَيْهِ وَاِنْ لَّمْ يَسْتَهِلَّ لَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ الخ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَهِلَّ اُدْرِجَ فِيْ خِرْقَةٍ الخ واللہ اعلم بالصواب ھ

سوال :- کیا وجہ ہے کہ امام بخاری نے امام صاحب کی توہین اپنی کتاب تاریخ و کتاب بخاری میں کی ہے اور فرقہ وہابیہ نجدیہ شب و روز امام صاحب اور ان کے متبعین کی توہین کرتے رہتے ہیں۔ اور کتب فقہ متداولہ کے پڑھنے والے کو کافر جانتے ہیں۔ چنانچہ بوئے غسلین صفحہ ۷، ۸ میں لکھا ہے کہ ان کتابوں کو جلا دینا چاہیئے کیونکہ ان کے پڑھنے سے ایمان خارج ہو جاتا ہے۔ جواب دو اجر ملے گا ؟

الجواب :- امام بخاری کی عداوت اس لئے امام صاحب کے ساتھ ہوئی اور ۲۴ جگہ بخاری میں حقارت سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بعض الناس سے یاد کیا کہ امام ابو حفص کبیر بخاری شاگرد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ انہوں نے امام بخاری کو فتویٰ دینے سے منع کیا۔ اور کہا کہ تم فتویٰ دینے کے قابل نہیں چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ امام بخاری نے لوگوں سے مسئلہ دریافت کیا کہ اگر لڑکی اور لڑکا مل کر ایک بکری یا گائے کا دودھ پی لیں تو ان میں حرمت رضاع ثابت ہو جائیگی یا نہ اسی وقت لوگوں نے اسکو ملک بخارا سے نکال دیا۔ اور اسی بناء پر بخاری کے دل میں ایک ذاتی قسم کی عداوت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اور ان کے متبعین کے ساتھ ہوگئی چنانچہ نمونہ خروارے وہ کلمات درج کئے جاتے ہیں جو کہ امام صاحب اور ان کے شاگردوں کے حق میں انہوں نے لکھے ہیں۔ زندیق۔ مرجیہ رائی المذہب۔ بعض الناس۔ فسادی۔ شرارتی۔ باغی۔ نقل از تاریخ صغیر للبخاری دہنارسی و اعتناف اور اس لئے اس مقام پر علامہ عینی عمدۃ القاری جزو رابع صفحہ ۵۴۴ میں لکھا ہے ان ابن التین لما وقف علیٰ ما قالہ البخاری فی تاریخہ فی حق ابی حنیفۃ مما لا ینبغی ان یذکر فی حق من اطراف الناس فضلا ان یقال فی حق امام ھو احد ارکان الدین۔ یعنی بخاری نے اپنی تاریخ میں امام ابوحنیفہ کے حق میں جو کلمات لکھے ہیں وہ ایسے ہیں جو کسی ادنیٰ آدمی کے حق میں بھی لکھے جانے کے لائق نہیں چہ جائیکہ ایک ایسے امام کی نسبت لکھے جائیں جو ایک رکن ہوارکان دین میں سے اور مولانا مولوی عبدالکریم صاحب علیٰ جرح البخاری صفحہ ۶۰ میں لکھا ہے کہ یہ کوئی بڑی تعجب کی بات نہیں ہے بلکہ امام بخاری نے تو صحابہ کرام رسول علیہ السلام کی سخت توہین کی ہے و ہو ہذا باب قول الرجل للرجل اخسا ء بخاری مطبوعہ احمدی صفحہ ۹۱۱ یعنی یہ باب ہے قول رجل کا واسطے رجل کے اخساء پس یہاں پر رجل اول سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور رجل دوم سے مراد ابن صیاد ہے باب قول الرجل مرحبا یعنی یہ باب قول الرجل مرحبا یعنی یہ باب ہے قول رجل کا مرحبا بخاری مطبوعہ ایضاً صفحہ ۹۱۲ اس جگہ بھی رجل سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سوم باب ماجاء فی قول الرجل ویلک یعنی یہ باب ہے قول میں رجل کے ویلک بخاری مطبوعہ صفحہ ۹۱۰ یہاں بھی رجل سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ؟

باب قول الرجل لشی لیس بشئٍ بخاری مطبوعہ صفحہ ۹۱۷ اس مقام پر بھی رجل سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پس اب دیکھئے کہ بخاری کی متعدد جگہوں میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ کہا بلکہ بجائے اس کے لفظ رجل کا جو کہ عوام الناس کے حق میں بولا جاتا ہے کس کشادہ پیشانی سے بیدھڑک استعمال کیا گیا ہے کہ جو ہر حال میں سخت افسوس کے قابل ہے۔ بخاری پرست سب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مثل اپنے ایک آدمی جانتے ہیں اسکا ماخذ بھی کتاب بخاری ہو تو تعجب نہیں ہے الخ۔ اور یہ جو عبدالجلیل نے لکھا ہے کہ تمام کتب فقہ کو جلا دینا چاہیئے کیونکہ ان کے پڑھنے سے ایمان خارج ہو جاتا ہے۔ و کتب فقہ میں گندگی بھری ہوئی ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ فقہ کا ماخذ قرآن مجید و حدیث شریف ہے۔ فقہ اور حدیث میں صرف تغائر اسمی ہے مسمٰی ایک ہی ہے پس جو شخص کتب فقہ کا منکر ہے وہ فی الحقیقت قرآن مجید و حدیث شریف کا منکر ہے۔ اور جو قرآن و حدیث شریف و فقہ کا منکر ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اور حدیث مشکوٰۃ میں ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے و فریضہ عادلہ یعنی فقہ شریف اور علم فقہ کی خود حضور علیہ السلام نے بایں طور تعریف فرمائی ہے من یّرد اللہ بہٖ خیراً یفقّھہ فی الدّین و انّما انا قاسمٌ و اللہ یعطی۔ نقل از بخاری و مسلم کہ جس شخص کو اللہ تعالےٰ خیر دینے کا ارادہ کرتا ہے اسکو دین میں تفقہ دے دیتا ہے اور قرآن مجید بھی اس پر شاہد ہے۔ یُؤتِی الحِکمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا۔ اور خود امام بخاری نے فقہ حضرت حمید کے آگے دوزانو ہو کر سیکھی۔ اگر فقہ پڑھنی حرام ہوتی تو پھر امام بخاری وغیرہ محدثین کیوں پڑھتے۔ اور کتابیں فقہ کی کیوں تصنیف فرماتے اور اگر کتب فقہ میں بقول فرقہ نجدیہ وہابیہ نعوذ باللہ گندگی بھری ہوئی ہے تو ذرا مہربانی فرما کر بیان کریں کہ بعد کتاب اللہ کے کونسی کتاب علم حدیث میں ہے جس میں حدیثیں بناوٹی اور نامعقول باتیں درج نہیں اگر کہو کہ صحاح ستہ میں سے بخاری شراً علی کتاب بعد کتاب اللہ قابل عمل ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہ بات بالکل لغو اور بناوٹی ہے کیونکہ اس مجموعہ بخاری کی حدیثوں کی صحت پر کسی زمانہ میں کسی محدث کا اتفاق نہیں ہوا اور نہ ہی تمام حدیثیں جو اس میں ہیں اور علاوہ ازیں امام بخاری نے مرجیہ و شیعہ و جبریہ و قدریہ و جہمیہ و اہل بدعت و ہواتیہ فرقہ سے حدیثیں نقل کی ہیں جن کی باتوں پر اعتماد کرنا منع ہے۔ اور اسکا مجملاً ذکر جلد گذر چکا ہے۔ اور بوے غسلین کے رد میں جرعہ غسلین در حلق غیر مقلدین مع[1] اغلاط البخاری بھی تیار کر دی گئی ہے۔ اور یہاں صرف چند حدیثیں برائے تسکین خاطر ناظرین کے درج کر دیتا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ یہ بخاری مقبول فرقہ نجدیہ کے قابل ہیں وھو ھٰذا۔ حدّثنا نعیم بنُ حمّادٍ حدّثنا ھُشَیمٌ عَنْ حُصَینٍ عن عمرو بن

---

[1]: الجرح البخاری ۸؍ روپیہ سے مل سکتی ہے۔ اب اغلاط البخاری کی ضرورت نہیں رہی ⁂

میمون قال رأیت فی الجاھلیۃ قردۃً اجتمع علیھا قردۃ قد زنت فرجموھا فرجمتھا معھم سپارہ ۱۵ باب قسامۃ فی الجاھلیۃ۔ یں نے ایک بندر کو دیکھا اس نے زناہ کیا اور بندر سب جمع ہوئے اور سبھوں نے مل کر اس بندر کو رجم کیا۔ یعنی زمین میں ایک گڑھا کھود کر سینہ تک بندیا کو گاڑا اور پتھروں سے اسقدر مارا کہ وہ مرگئی اور ہم نے بھی سب بندروں کے ساتھ مل کر اس کو رجم کیا۔ الخ۔

ناظرین ذرا انصاف فرمائیں کہ یہ حدیث عقل ونقل کے مطابق ہے ہر گز نہیں کیونکہ درندے پرندے اور بہائم تو شریعت کے مکلف ہی نہیں اور نہ ہی ان میں کوئی نبی ہے۔ پس جب یہ بات نہیں تو پھر وہ کس طرح پورے طور پر حدود شرعیہ کو ادا کر سکتے تھے۔ اور اگر فرقہ وہابیہ کے پاس ان کے مکلف ہونے کی کوئی دلیل ہے تو بتلایئے ؛

حدیث نمبر ۲ ؛۔ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ صَلّٰی لَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ اٰخِرَ حَیَاتِہٖ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ فَقَالَ اَرَاَیْتَکُمْ لَیْلَتَکُمْ ھٰذِہٖ فَاِنَّ رَاْسَ مِائَۃِ سَنَۃٍ مِنْھَا لَا یَبْقٰی مِمَّنْ ھُوَ عَلٰی ظَھْرِ الْاَرْضِ اَحَدٌ۔ سپارہ اول صفحہ ۴۰ باب ہمہ بالعلم۔ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر حیات میں اپنے کہ سو برس میں روئے زمین پر کوئی باقی نہ رہے گا۔ پس یہ حدیث بالکل موضوع یعنی بناوٹی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا کہ زمین پر سو برس گذر چکے ہیں اور آپ کی پیشین گوئی بھی غلط نہیں ہو سکتی اور بدوں اس حدیث کے موضوع کہنے کے کوئی چارہ نہیں دیکھو فواتح الرحمت شرح مسلم الثبوت صفحہ ۲۱۲ و اخبار اہل فقہ ؛

حدیث نمبر ۳ ؛۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اِرْتَقَیْتُ عَنْ ظَھْرِ بَیْتٍ حَفْصَۃَ لِبَعْضِ حَاجَتِیْ فَرَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْضِیْ حَاجَتَہٗ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَۃِ مُسْتَقْبِلُ الشَّامَ۔ یعنی عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہا انہوں نے کہ ہم پشت مکان حضرت حفصہ سے بعض کام کو اپنے چڑھے۔ پس دیکھا میں نے آنحضرت کو قضائے حاجت کرتے ہوئے درانحالیکہ پشت آپ کی جانب قبلہ کے تھی اور منہ آپ کا جانب شام کے مطلب یہ ہے کہ آپ نے پشت جانب قبلہ کے فرماکر حاجت کی حالانکہ آپ کی شان سے یہ بات بعید ہے۔ کیونکہ آپ نے خود اس سے منع کیا ہے ؛

حدیث نمبر ۴ ؛۔ حَدَّثَنِیْ اَیُّوْبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ قَالَ یَاْتِیْھَا فِیْ رنی بحذف المجرور وھو الظرف ای فی الدبر مجازی۔ مطبوعہ احمدی باب قولہ تعالیٰ نِسَاءُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ وتسطلانی اسجگہ یہ مطلب ہے کہ قُبل و دُبر میں وطی جائز ہے اور اس حدیث کو خواہ مخواہ حضرت عبداللہ بن عمر کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ غلطی کیسی بخاری سے فاش ظاہر ہوئی دیکھو ترمذی وابوداؤد ونسائی میں کہ اس کے برعکس حدیثیں

مذکور ہیں جو کہ وطی فی الدبر کی حرمت پر شاہد ہیں ؛

حدیث نمبر ۵ :- اَنَّهٗ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ فَلَمْ يُنْزِلْ قَالَ يَغْسِلُ مَامَسَّ الْمَرْاَةَ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّيْ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ الْغُسْلُ اَحْوَطُ ۔ یعنی ابی ابن کعب سے مروی ہے کہ کہا اس نے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مرد اپنی عورت سے جماع کرے اور اسکو انزال نہ ہو تو کیا حکم ہے ۔ فرمایا اپنے سر کو دھوئے وضو کرے ۔ پھر نماز پڑھے الخ باب غسل مَا يُصِيْبُ مِنْ فَرْجِ الْمَرْاَةِ صفحہ ۴۱ پ ۲ ۔ ناظرین فرمایئے کہ یہ حدیث قابل عمل ہے اور اس پر اجماع صحابہ کا ہے ہرگز نہیں ہاں شاید غیر مقلد اسپر عمل کرتے ہوں گے اگر کرتے ہیں تو بتلائیں ؛

حدیث نمبر ۶ :- عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى فَقَدْ كَذَبَ (ترجمہ) ابوہریرہ سے ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں اس نے جھوٹ بولا بخاری باب ایضاً وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اور اسی باب میں ہے فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لَا تُفَضِّلُوْا بَيْنَ اَنْبِيَاءِ اللّٰهِ ۔ پس ان ہر دو حدیث کا یہ مطلب ہے کہ کسی نبی کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دی جائے ۔ اگر کوئی شخص کسی نبی کو یونس بن متی پر فضیلت دیگا وہ کاذب ہے کیا غیر مقلدین صاحب ایمان سے بیان کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یونس بن متی سے بہتر اور افضل ہیں یا نہیں ۔

حدیث نمبر ۷ :- بخاری باب البول قائماً وقاعداً ؛ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مذکور ہے اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ جِئْتُ بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ ۔ یعنی آئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قوم کے خاکروب پر پس پیشاب کیا آپ نے وہاں کھڑے ہو کر پھر پانی طلب فرمایا میں حضرت کی خدمت میں پانی لایا تو آپ نے وضو کیا ۔ پس یہ حدیث کئی وجہ سے خلاف عقل کے ہے کیونکہ یہ شان وامامت واخلاق نبوی کے بالکل خلاف ہے کہ ایک ایسے شان والا نبی لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر پیشاب کرے اور بعد پیشاب کرنے کے باتیں کرے اور اس بات کا خیال بھی نہ کرے کہ پاؤں پر قطرات پڑیں گے اور لوگ کیا کہیں گے اور ایک حدیث میں ہے کہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسجد نبوی میں ہمیشہ کتے آتے جاتے تھے ۔ تو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں پانی نہیں چھڑکتے تھے ۔ اور اس حدیث کی شرح میں علامہ عینی نے لکھا ہے احتج به البخاری علیٰ طہارۃ بول الکلاب ۔ یعنی حجت پکڑی ہے اس حدیث سے بخاری نے اوپر پاک ہونے پیشاب کتے کے بخاری جلد اول مطبوعہ احمدی صہ ۲۹ ؛

اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے پیالہ پانی منگوایا پس اسی پیالہ میں ہاتھ منہ دھویا اور کلی ڈالی بخاری

سپارہ اول صفحہ ۸۳ ۔

اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں دَعَا بِقَدَحٍ فِيهِ مَاءٌ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَجْهَهُ فِيهِ وَمَجَّ فِيهِ الخ ۔ کیا ناظرین انصاف فرماتے کہ اسی پیالہ میں منہ دھونا اور اسی میں کلی ڈالنا یہ امر عقل تسلیم کر سکتی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کریں اور لوگوں کو تعلیم دیں ہرگز نہیں ۔ اور علاوہ ان باتوں کے ایک اور عجیب قصہ ہے جو کہ فتح الباری شرح صحیح بخاری سے مؤلفہ جرح البخاری و اخبار اہل فقہ نے بندر کی کہانی کی تائید پر نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک روایت میں ہے ۔ ایک گھوڑے کو ایک گھوڑی سے جو اسکی ماں تھی ملانے کے لئے لے گئے تو گھوڑے نے توجہ نہ کی کیونکہ وہ گھوڑی اسکی ماں تھی پھر یہ تجویز کی گئی کہ گھوڑی پر پردہ ڈالا گیا تاکہ گھوڑا اسکو پہچان نہ سکے مگر جب گھوڑے نے اس پر جست کی تو سونگھنے سے اسکو معلوم ہو گیا کہ ماں ہے پس اس گھوڑے نے اپنے منہ سے اپنے عضو مخصوص کو کاٹ ڈالا ۔ اس کے بعد فرماتے ہیں ۔ کہ جب گھوڑے میں اتنی تمیز ہے کہ اپنی ماں پر جست نہیں کرتا تو بندر تو بہ نسبت گھوڑے کے زیادہ سمجھدار ہے اگر بندروں نے کسی بندر یا کو زناہ کی سزا میں رجم کر دیا تو کوئی تعجب نہیں الخ ۔

ناظرین یہاں بھی غور فرماویں اور وہابیوں سے دریافت کریں کہ کیا بندروں میں بھی کوئی قاضی ہے اور ان میں نکاح و طلاق کا قاعدہ مقرر ہے اور گھوڑے میں یہ تمیز ہے اور گھوڑے کا منہ عضو مخصوص تک بھی پہنچ سکتا ہے ہرگز نہیں (حل مشکلات بخاری صفحہ ۹۴ جلد اول) پس اب غیر مقلد متولف بوئی غسلین فرمائیں کیا یہ باتیں بخاری کی قابل تسلیم ولائق تعمیل و مطابق قرآن مجید و اقوال جمہور صحابہ رضوان اللہ علیہم کے ہیں ہرگز نہیں اگر ہیں تو جواب دیں ورنہ تم بخاری وغیرہ کتب حدیث صحاح ستہ کو ضائع کر دو تاکہ غیر مذاہب ان کو دیکھ کر حملہ نہ کریں اور فرقہ شیعہ چکڑالوی و نیچری و میرزائی وغیرہ اسلام پر ہنسی نہ اڑائیں فقط فافہم ولا تعجل ۔

سوال :۔ مولوی عبد الجبار صاحب امرتسری کے کیسے خیال تھے کیونکہ اکثر لوگ ان کو اچھا سمجھتے ہیں انصاف سے جواب دو ۔ (السائل مولوی جلال الدین موحی والا ضلع فیروزپور)

الجواب :۔ مولوی عبد الجبار کے اکثر خیالات دیگر غیر مقلدین کی طرح تھے لیکن اسکی تحریر و تصنیف سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کچھ مادہ انصاف و خدا ترسی کا بھی تھا اس لئے اکثر غیر مقلد و نام کے حنفی اسکو اچھا مانتے ہیں ۔ اور اس جگہ بطور مشتے نمونہ از خروارے اسکی علمیت و عقیدہ کا نقشہ تحریر کر دیتا ہوں دیکھو مولوی عبد الاحد خانپوری کی کتاب اقامۃ البرہان پر تصحیح و تصویب (اسکے دستخط) میں جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ خدا کی ذات حادث ہے ۔ نعوذ باللہ من ذٰلک اور اصل عبارت یہ ہے ورنہ لازم آئیگا ۔ کہ حدوث افلاک و ما فیہا اور ارضین و ما فیہا اور حدوث ملائکہ و جن و آدم و ابراہیم و موسیٰ و

عیسیٰ و محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حدوث جمیع انبیاء و صحابہ و اولیاء وغیرہم اور حدوث بارش رحمت اور جملہ صفات فعلیہ اللہ عزوجل کے مثل خلق و احسان و رزق و امانت و احیاء و رحم و عطاء و مغفرت و عذاب و غصہ و رضا و فرح و بغض وغیرہ تمام افعال لازمی و متعدی اللہ عزوجل کی صفات ناقصہ سے ہونگے اور اللہ کے ساتھ قائم نہ ہونگے۔ الخ نقل از اقامۃ البرہان صفحہ ۸۳ ۞

پس اس عبارت کا نتیجہ مختصر یہ نکلا ہے جب حدوث ہر شے کا قائم بذاتہ باری اسمہ ہوا تو اللہ تعالیٰ معاذ اللہ حادث ٹھہرا کیونکہ حادث اسی کو کہا جاتا ہے کہ جس کے ساتھ حدوث قائم ہو چنانچہ ضرب لمن قام بہ الضرب پس ناظرین اس آیت سے مفہوم سمجھ لیں وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ اور علاوہ اسکے ستہ ضروریہ کے صفحہ ۱۱ تا ۳۰ سوم چہلم و میلاد مبارک و نذر و نیاز بزرگان دین و آپ کی ذات کے علم غیب سے صاف انکار کر دیا ہے بلکہ یہ لکھدیا ہے جو ان کے قائل ہیں وہ جاہل مشرک ہیں پس ان کلمات پر مولوی عبدالجبار امرتسری کے دستخط ہیں فقط ۞

مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری کا اعتقاد

منقول از صفحہ ۲۷ کالم ۲ اخبار اہلحدیث امرتسر ۱۹۱۰ء مورخہ ۹ و ۱۶ ستمبر ۞

س ۲۵۱ ایک شخص نے اپنی جد کی زوجہ سے نکاح کیا۔ اور عورت منکوحہ سے ہمبستر ہو کر مجامعت کیا اور بعد چند روز کے اس منکوحہ کو حمل رہا اسی حمل سے لڑکا پیدا ہوا۔ اور علماء شریعت اس بارہ میں کیا حکم صادر فرماتے ہیں نکاح ہوا یا نہ لڑکا کس کی جانب قرار دیا جائیگا اس کے شوہر پر نان و نفقہ واجب ہوگا یا نہ فقط ۞

ج ۲۵۱ بحکم لَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ حقیقی والد کی منکوحہ سوتیلی والدہ سے نکاح کرنا تو منع ہے۔ مگر جد دادا کی منکوحہ کی حرمت منصوص نہیں اس لئے نکاح مذکور صحیح ہوگا بچہ بھی صحیح النسب فقط ۞

صاحبان یہ اعتقاد مولوی ثناء اللہ امرتسری کا اور دیگر اعتقادات غیر مقلدوں کے ہر چہار جلد سلطان الفقہ میں تحریر کئے گئے ہیں اور اسجگہ ان کے پیشوا ابن عبدالوہاب کا اعتقاد تحریر کرتا ہوں اور وہ یہ ہیں لو اقدرت علی حجرۃ رسول اللہ صلعم لهدمتها یعنی اگر میں طاقت پاؤں تو روضہ رسول اللہ کو توڑ ڈالوں۔ اور اپنے رسالہ کتاب التوحید میں لکھا ہے کہ جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علی رضی اللہ عنہ کا روضہ مثل لات و منات و عزیٰ کے ہے۔ اور ان کا دیکھنا ایسا ہے جیسے ان بتوں کا دیکھنا ہے اور تقویۃ الایمان صفحہ ۱۱ میں لکھا ہے کہ بزرگوں کے مکانوں کی تعظیم کرنی شرک ہے۔ اور کتاب اعتصام السنہ صفحہ ۷ و ۸ میں لکھا ہے کہ چار اماموں کے پیرو اور چار

خاندان مشرک اور کافر ہیں۔ اور مظہر البدعت میں لکھا ہے کہ خاندان چشتیہ کنجروں سے بدتر ہیں۔ الخ نعوذ باللہ من ذالک۔

سوال :۔ چاند دو ٹکڑے ہونے کا بھی کہیں ثبوت ہے اسکا جواب قرآن مجید و حدیث سے دو کیونکہ بعض لوگ اس معجزہ کے سخت منکر ہیں۔
(السائل غلام رسول مینجر کتب فروش بہاولپور)

الجواب :۔ اس معجزہ میں کسی قسم کا شک نہیں اور اسکا ثبوت قرآن مجید و احادیث شریف سے ظاہر ہے اور وہ یہ ہے قال اللہ تعالیٰ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ط نزدیک آئی قیامت اور پھٹ گیا چاند اور اگر دیکھے کوئی نشانی منہ پھیر لیویں۔ اور کہتے ہیں جادو ہے ہمیشہ کا قوی اور جھٹلایا انہوں نے اور پیروی کی خواہشوں اپنے کی اور ہر بات قرار پکڑنے والی ہے۔ اور کتب حدیث و تواریخ بھی اس پر شاہد ہیں کہ حج کے دنوں میں آدھی رات کو کافر جمع ہوئے تھے حضرت ان کو سمجھاتے تھے۔ اور انہوں نے ایسی نشانی طلب کی آپ نے فرمایا دیکھو آسمان کی طرف جب انہوں نے نظر کی تو چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اور ان میں سے ایک مشرق کو چلا دیا اور ایک مغرب کو اور جب انہوں نے خوب طرح دیکھ لیا تو پھر وہ آپس میں مل گیا اور کتاب بخاری سیپارہ ۱۴ باب سوال المشرکین میں حدیث صحیح تیر مسطور ہے عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْهَدُوْا یعنی کہا ابن مسعود نے کہ حضور کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے ہو کر پھٹ گیا پس فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کو دیکھو اور گواہ رہو اور ایسا ہی ابن عباس و انس بن مالک و علی و حذیفہ و ابن عمرو جبیر بن مطعم وغیرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم سے حدیثیں مذکور ہیں۔ اور جمہور علماء کا بھی یہی قول ہے کہ شق القمر آپ کا ایک بڑا معجزہ تھا جو کہ کسی نبی کو نہیں ملا اور اگرچہ اسکا واقعہ ہونا بر قرب قیامت کے تھا۔ لیکن اس معجزہ عظیم سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سرفراز کرنا اپنے علم میں رکھا ہوا تھا۔ اس لئے یہ معجزہ آپ کی ذات کو ہی ملا اور اس پر اجماع امت کا ہے اور اس سے انکار کرنا صریح کفر ہے :۔

سوال :۔ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق کو جب آپ نے چند آیتیں سورہ برات کی دیکر مدینہ سے مکہ کو روانہ کیا تو بعد ازیں وحی نازل ہوا اور حکم ہوا کہ یہ کام ابوبکر صدیق کا نہیں۔ یہ علی کے سپرد کرو۔ تو آپ نے ناقہ پر علی کو سوار کیا اور حکم دیا کہ اس سے چھین لیں پس معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابوبکر صدیق پر اعتبار نہ تھا ورنہ کیوں چھینتے :۔
(السائل حیات علی خاں نقشبندی ساکن موضع کھٹار تحصیل میرپور)

الجواب :۔ یہ محض بعض متعصب شیعہ کی ناسمجھی ہے دیکھو کتاب روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۲۶ میں صاف صاف

واضح ہے کہ حضرت ابو بکر کو حضور علیہ السلام نے پہلے ہی سے امیر حج مقرر فرما کر بھیجا تھا بعد ازاں سورہ برأت کا نزول ہوا تو آپ نے اسکی تبلیغ کے لئے حضرت علی المرتضیٰ کو روانہ فرمایا۔ اس صورت میں معترض کا اعتراض سرے سے ہی غلط ٹھہرتا ہے کہ جس کام کے لئے وہ کام، خیر تک انہوں نے ہی انجام دیا اور حضرت علی کو جس ڈیوٹی پر بعد میں روانہ کیا گیا آپ نے ادا کی۔ اس میں اعتراض ہی کیا ہو سکتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جب حضرت ابو بکر امیر حج مقرر کر کے روانہ کئے گئے تو یہ کام بھی آپ کے سپرد کیا گیا کہ سورہ برأت کے احکام کی تبلیغ کر دی جائے لیکن بعد میں حضرت علی کو دوسرے کام کی انجام دہی کے لئے حضرت ابو بکر کا ہاتھ بٹانے کے لئے روانہ کیا گیا جو انہوں نے بماتحتی حضرت ابو بکر انجام دیا۔ عادت عرب یہ تھی کہ جب کوئی معاہدہ کرنا یا اسکو توڑنا ہوتا اور صلح یا جنگ کا معاملہ درپیش ہوتا خواہ ایسے شخص کے ہاتھ سے سرانجام پذیر ہو سکتا تھا جو بادشاہ کی قوم میں سے اس کا فرزند یا داماد ہو دوسرا کوئی شخص خواہ کتنی بڑی شخصیت رکھتا ہو اس کام کے لئے منتخب نہیں ہو سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سورہ برأت میں اس امر کا اعلان مقصود تھا کہ سابقہ معاہدات ختم ہو چکے اب مشرکین کو مسجد نبوی اور حرم محترم میں داخلہ کی اجازت نہیں ہے۔ اس لئے یہ فرض بغیر حضرت علی کے جو آپ کے عمزاد بھائی اور داماد تھے۔ دوسرے سے ہوتا تو کفار کا حسب دستور اعتراض ہوتا کہ اگر ایسا اعلان مقصود تھا تو کسی شاہی خاندان کے خاص آدمی کے ذریعہ اسکا اعلان کیوں نہیں کیا گیا۔ کفار کے اس عذر کے دفع کرنے کے لئے حضرت علی کو اس ڈیوٹی کو انجام دہی کے لئے بھیجا گیا اس میں قابلیت یا عدم قابلیت کا کوئی سوال نہیں ہے اگر حضور علیہ السلام جناب ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں قابلیت نہ پاتے تو ابتداء میں آپ ان کو اس کام کے لئے کیوں انتخاب فرماتے۔ بلاشبہ ان سے بھی بڑے بڑے ذمہ داری کے کاموں کے لئے آپ صدیق اکبر ہی کا انتخاب پسند فرمایا کرتے تھے اور یہاں بھی جو کام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا گیا وہ بہت بڑا اہم اور ذمہ داری کا کام تھا کیونکہ حضرت ابو بکر لاکھوں نفوس کے سردار قرار دیئے جانے کے بعد احکام حج کی تبلیغ اور انتظام کے لئے بھیجے گئے تھے اور جسقدر واقعات وحوادث وہاں رونما ہونے والے تھے ان سب کا تصفیہ و فصل خصومات کا کام صدیق اکبر کے سپرد تھا۔ جسقدر شرعی مسائل پیش آنے والے تھے سب کا فتویٰ آپ نے صادر کرنا تھا۔ ایسے کام کے لئے ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جو بڑا مجتہد بڑا منتظم اور بڑا ہی مدبر اور سلیم العقل ہو بخلاف اس کے سورہ برأت کی چند آیات با آواز بلند پڑھ کر سنا دینا ایک معمولی کام تھا جو ہر ایک حافظ قرآن جہر الصوت اسکو پورا کر سکتا تھا اس لئے قیاس نہیں ہو سکتا کہ امارت حج کا عظیم الشان کام انجام دینے کی قابلیت جس شخص میں نہ تھی وہ ایک سورہ قرآن کے جا بجا سنا دینے کے قابل نہیں۔ غرض اس سے نہ تو حضرت صدیق اکبر پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے اور نہ اس سے حضرت علی المرتضیٰ کو آپ پر کوئی فضیلت ثابت ہو سکتی ہے۔ کتب حدیث و سیر سے ثابت ہے کہ اس موقعہ پر جناب امیر ایک امر میں حضرت ابو بکر کی اقتداء کرتے تھے

نمازان کے پیچھے ادا کرتے تھے۔ اور مناسک حج میں بھی ان کی متابعت فرماتے تھے۔ کتب حدیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ جناب امیر بسواری ناقہ قطع مسافت کرکے بعجلت تمام حضرت ابوبکر کے پاس جا پہنچے تو آپ نے پوچھا اَمِیْرًا جِئْتَ اَمْ مَاْمُوْرًا، کیا آپ امیر ہو کر آئے ہیں یا مامور ہو کر۔ آپ نے جواب میں فرمایا (جِئْتُ مَاْمُوْرًا) میں آپ کے ماتحت مامور ہو کر آیا ہوں۔ خلاصہ یہ کہ امیر الحج کے ذمہ جو چند لاکھ نفوس کے سردار تھے اتنا بڑا کام تھا کہ ان سے اعلان سورۂ براءت کا جابجا ہر خیمہ میں جاکر سنانا متعذر تھا اس لئے اس کام کے لئے علیحدہ شخص مقرر ہونا ضروری تھا چنانچہ جناب امیر نے یہ کام بوجہ احسن پورا کیا اور حضرت ابوبکر نے اپنا کام خوش اسلوبی سے انجام دیا اور یوں حضور علیہ السلام کی نیابت کا پورا پورا حق ادا کیا۔ پھر کتنی بڑی بے انصافی ہے کہ ان ہر دو اصحاب میں سے کسی ایک کی بے قدری کی جائے۔

سوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کو مسلمان سمجھنا چاہیئے یا اس کے برعکس؟

کیونکہ ایک مولوی نظام آباد میں مسمی فضل احمد کہتا ہے کہ وہ مسلمان نہ تھے اور نہ ہی ناجی ہیں۔ کیا اسکا یہ کہنا سچ ہے اور ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ جواب دو اجر ملے گا۔

السائل خاکسار فضل الٰہی نقشبندی۔ قوم آہنگر۔ یکم اکتوبر ۱۹۲۰ء

جواب:- بیشک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین ناجی اور مسلمان تھے۔ اور ملت حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید و احادیث صحیحہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین و علمائے متاخرین رحمہم اللہ کے اقوال سے ثابت ہے۔ وھو ہذا:- وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِيْنَ پ ۱۹ تفسیر درمنثور میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس کے تحت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بایں طور حدیث شریف نقل فرماتے ہیں مَازَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَلَّبُ فِيْ اَصْلَابِ الْاَنْبِيَاءِ حَتّٰى وَلَدَتْ اُمُّهٗ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اصلاب انبیاء میں پھرتے چلے آئے حتیٰ کہ آپ کو ان کی ماں نے جنا اور نسیم الریاض قاضی عیاض صفحہ ۱۶ سطر میں بایں طور حدیث مذکور ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مِنْ نَبِيٍّ اِلٰى نَبِيٍّ حَتّٰى اَخْرَجْتُكَ نَبِيًّا یعنی میں تم کو ایک نبی سے دوسرے نبی کی جانب منتقل کرتا رہا۔ اور بخاری شریف میں فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِيْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِيْ كُنْتُ مِنْهُ یعنی میں بنی آدم کے بہترین طبقات سے مبعوث ہوا ہوں۔ قرن بعد دوسرے قرن کے یہاں تک کہ میں اس قرن سے ہوا جس سے کہ ہوا۔ اور مسلم شریف میں ہے کہ فرمایا آپ نے کہ خداوند کریم نے اولاد اسمٰعیل علیہ السلام سے

کنانہ کو چن لیا اور اس سے قوم قریش کو اور ان سے بنی ہاشم کو اور ان سے مجھکو اور ترمذی میں ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے تمام قبیلوں سے اچھے قبیلہ سے پیدا کیا۔ پھر گھروں کو چنا تو مجھے سب سے اچھے گھر میں ظاہر فرمایا۔ اور تفسیر لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ کے ذیل میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نَسَبًا وَّصِهْرًا وَّحَسَبًا لَيْسَ فِيْ اٰبَائِيْ مِنْ لَّدُنْ اٰدَمَ سِفَاحٌ كُلُّنَا نِكَاحٌ یعنی میں نسب اور صہر اور حسب سب باتوں تم ہی میں کا ہوں۔ اور حضرت آدم سے لے کر اسو قت تک میرے باپ دادوں میں زنا نہیں ہے۔ سب کے سب نکاحی ہیں۔ اور کہا ابن کلبی نے کہ میں نے پانسو ماؤں آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کو قلم بند کیا۔ ان میں سے کسی پر عیب جاہلیت وزنا کا نہیں پایا۔ نقل از نسیم الریاض صفحہ ۱۶۔

اور حافظ ابو نعیم دلائل النبوۃ میں بسند متصل بایں طور حدیث نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نقل فرماتے ہیں لَمْ يَلْتَقِ اَبَوَايَ فِيْ سِفَاحٍ لَمْ يَزَلِ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ يَنْقُلُنِيْ مِنْ اَصْلَابٍ طَيِّبَةٍ اِلٰى اَرْحَامٍ طَاهِرَةٍ صَافِيًا مُهَذَّبًا الخ یعنی میرے والدین زنا میں نہیں ہوئے۔ اللہ عزوجل مجھے پاک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف صاف ومہذب نقل کرتا رہا۔ اور اس حدیث کی تائید میں خود قرآن مجید شاہد ہے۔ وہو ہذا۔ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ پ ۱۸ یعنی گندی عورتیں گندے مردوں کے واسطے ہیں۔ اور گندے مرد گندی عورتوں کے واسطے ہیں۔ الخ

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے۔ اما آبائے کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس ہمہ ایشاں از آدم عبداللہ طاہر ومطہر اند از دنس کفر ورجس وشرک الخ۔

اور کتاب ماثبت بالسنۃ صفحہ ۲۰۶ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے صاحب طبرانی نے یہ طور حدیث تحریر فرمائی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مدینہ سے مکہ کی طرف دوبارہ تشریف لائے تو راستہ میں مقام ابواء میں بحالت حزن وملال اتر کر والدہ کی تربت پر بیٹھ گئے۔ بعد ازاں بڑی خوشی سے تشریف لائے۔ اور میں نے بڑے ادب سے دریافت کیا تو فرمایا آپ نے سَاَلْتُ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ فَاَحْيَا لِيْ اُمِّيْ وَاٰمَنَتْ بِيْ ثُمَّ رَدَّهَا اور دوسری حدیث میں اَحْيَا اَبَوَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اٰمَنَا بِهٖ یعنی حضرت کے والدین زندہ ہوئے۔ یہاں تک کہ ایمان لائے تھے ساتھ آپ کے اس سے آپ کو نہایت خوشی پر خوشی ہوئی۔ اور بعض محدثین نے اس حدیث پر کلام کی ہے لیکن علمائے محققین نے فیصلہ دیا ہے۔ اِنَّ اَبَوَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاجِيَانِ وَلَيْسَا فِي النَّارِ وَالْكَلَامُ فِيْ اٰبَائِهِ الشَّرِيْفَةِ طَوِيْلٌ وَالسُّكُوْتُ فِيْ هٰذَا الْبَابِ اَحْوَطُ یعنی بیشک آپ کے والدین ناجی ہیں۔ دوزخی نہیں۔ اور اس میں بہت

گفتگو ہے۔ لیکن اس مسئلہ میں سکوت کرنا بہتر ہے۔ اور در مختار میں ہے لَا یُفْتٰی بِتَکْفِیْرِ مُسْلِمٍ کَانَ فِیْ کُفْرِہٖ خِلَافٌ وَلَوْ رِوَایَۃً ضَعِیْفَۃً یعنی فتویٰ نہ دیا جائے تکفیر پر اوس مسلمان کے حق میں کہ جس کے کفر میں اختلاف ہو۔ اگرچہ دلیل اس کی اسلام کی ضعیف ہو۔ الخ

نقل از سرور المحزون ترجمہ قرۃ العیون صفحہ ۲۳ جلد اول از تصنیف شاہ ولی اللہ اور کتاب ما ثبت بالسنۃ وقرۃ العیون صفحہ ۲۷ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وصاحب عیون علامہ حافظ شمس الدین دمشقی بن ناصر الدین کا فیصلہ اس بارہ میں یوں ہے۔ شعر

حَبَی اللّٰہُ النَّبِیَّ مَزِیْدَ فَضْلٍ عَلٰی فَضْلٍ وَکَانَ بِہٖ رَؤُفًا

فَاَحْیٰ اُمَّہٗ وَکَذَا اَبَاہُ لِاِیْمَانٍ بِہٖ فَضْلًا لَطِیْفًا

فَسَلِّمْ فَالْقَدِیْمُ بِذَا قَدِیْرٌ وَاِنْ کَانَ الْحَدِیْثُ بِہٖ ضَعِیْفًا

یعنی اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کو بڑی بزرگی پر بزرگی بخشی اور اللہ ان پر بڑا مہربان ہے۔ پس ان کی ماں اور ایسے ہی ان کے باپ کو زندہ کیا اپنے فضل لطیف سے ان پر ایمان لانے کے واسطے پس مان اس بات کو کہ خدائے قدیم کی ذات قادر ہے اگرچہ اس حدیث میں کلام ہے۔

اور کتاب قرۃ العیون صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی قاضی ابو بکر مالکی سے سوال کرتا۔ کہ اگر کوئی شخص کہدے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین دوزخ میں ہیں تو اسکے بارے میں کیا حکم ہے۔ تو فرماتے وہ شخص ملعون ہے بحکم آیت شریف اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ الخ یعنی جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو۔ لعنت کی ان پر اللہ تعالےٰ نے دنیا اور آخرت میں۔ اور حدیث شریف میں ہے لَا تُؤْذُوا الْاَحْیَاءَ بِسَبَبِ الْاَمْوَاتِ۔ یعنی ایذا مت دو تم زندوں کو ساتھ بدگوئی مُردوں کے۔ پس ان تمام دلائل قاطعہ سے ثابت ہوا کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباء واُمہات آدم علیہ السلام سے لیکر سب کے سب مسلمان موحد اور آلودگی شرک وکفر وبدکاری سے پاک صاف رہے۔ کیونکہ مشرک کے حق میں الفاظ طاہر ومختار وغیرہ کبھی استعمال نہیں کئے جاتے۔ بلکہ اس کے حق میں نجس کا کلمہ استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ قرآن شریف اس پر شاہد ہے اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ سورہ توبہ۔ اور یہ بھی ان دلائل سے ثابت ہوا کہ مطلق ایذا سبب لعنت کا ہوتا ہے۔

پس ناظرین انصاف فرمائیں کہ اس اذیت سے اور کونسی اذیت زیادہ ہوگی جو آپ کے والدین کہدے دھر کہ کافر اور مشرک اور دوزخی کہدے۔ اور یہ بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ فقہ اکبر میں امام صاحب نے فرمایا ہے کہ مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ

تو اسکا جواب صاحب عیون نے صفحہ ۱۳۱ میں یوں لکھا ہے فَدَسُّوسٌ عَلَى الْاِمَامِ وَیَدُلُّ عَلَیْهِ اَنَّ نُسْخَةَ الْمُعْتَمَدَةَ مِنْهُ لَیْسَ فِیْهَا شَیْءٌ مِّنْ ذٰلِكَ۔ یعنی جو کہ فقہ اکبر میں ہے۔ کہ والدین آپ کے فوت ہوئے کفر پر۔ یہ تہمت داخل کیا ہے امام پر اور دلالت کرتا ہے اس پر یہ کہ معتبر نسخوں میں فقہ اکبر کے اسکا کچھ نشان نہیں ہے۔ بلکہ یہ مقولہ ہے ابو حنیفہ بن یوسف بخاری کا نہ نعمان بن ثابت کوفی کا۔ ایسا ہی کہا ہے ابن حجر مکی نے اپنے فتاوی میں۔ اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جاوے تو اسکے یہ معنے ہوں گے کہ مرے وہ کفر کے زمانہ میں نہ کہ کفر پر۔ اور بعض علمائے دین نے کہا کہ ماتا کے قبل ما نافیہ تھا۔ کسی طرح سے ساقط ہو گیا ہے۔ اصلی عبارت یہ تھی۔ مَا مَاتَا عَلَى الْكُفْرِ۔ چنانچہ ارشاد الغبی صفحہ ۱۵ میں ہے۔ اور بعض علمائے دین کہتے ہیں کہ فقہ اکبر ماماتا صاحب کی تصنیف نہیں ہے۔ اور جو قائل ہیں اسکا جواب شاہ عبدالعزیز نے اپنے فتاوی میں دے دیا ہے۔ اور در مختار کا استدلال بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ اس میں سوء ادبی پائی جاتی ہے۔ اور جن حدیثوں سے کچھ عدم اسلام ظاہر ہوتا ہے وہ سب کی سب ضعیف اور متروک ہیں۔ قابل اعتقاد کے نہیں۔ غرضیکہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کو کافر مشرک و ناری کہنا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے اسلام و موحد ہونے پر بڑے بڑے علمائے دین کے فتوی موجود ہیں جن کے اسمائے مبارک یہاں پر مختصراً درج کئے جاتے ہیں۔ وہو ہذا۔

امام ربانی ابن حجر عسقلانی۔ اور امام ہادی کبیر اور امام قرطبی اور خطیب بغدادی اور امام ابن عساکر اور علامہ صلاح الدین صفدی اور حضرت شمس الدین دمشقی۔ اور حضرت محب الدین طبری اور حضرت ابن حجر مکی اور شیخ الہند عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ وغیرہ اور جو شخص آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کو مشرک اور ناری کہے اسکے پیچھے نماز ہرگز درست نہیں تاوقتیکہ وہ توبہ اور تجدید ایمان نہ کرے۔ فقط۔ واللہ اعلم بالصواب۔

المجیب

خادم شریعت فقیر نظام الدین ملتانی حنفی قادری عفی اللہ عنہ از خلفائے حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

سوال: عبدالمطلب و ہاشم و عبدالمناف کا اصلی نام کیا تھا۔ اور ان کی وجہ تسمیہ کیا تھی؟ جواب دوا دیجیئگا۔

نوٹ: حضرت شیخ کمال الدین شمسی علیہ الرحمت سے کسی شخص نے پوچھا کہ جو شخص نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کو برا کہے یہ کہ وہ دوزخی ہیں اس کے حق میں آپ کا کیا فیصلہ ہے۔ آپ نے فرمایا وہ ملعون ہے۔ بحکم آیت اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ اور کتاب اشعۃ اللمعات صفحہ ۷۴۳ جلد ۴ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالے کی رحمت ہو علامہ جلال الدین سیوطی پر کہ جس نے کئی رسالے اسی بارہ میں لکھے کہ حضور کے والدین مسلمان تھے۔ اور خوب رد کیا ملا علی قاری کے فتوی کا جس میں تکفیر والدین کا ذکر تھا۔ اور ملا علی قاری کی اس حرکت پر سخت افسوس ہے۔ ۱۲

خادم شریعت۔ محمد نظام الدین عفا اللہ عنہ ملتانی۔ خیر آباد

جواب :۔ عبدالمطلب کا نام شیبۃ الحمد اور شیبہ کہتے ہیں سر کے بالوں کی سفیدی کو۔ جب یہ پیدا ہوئے تو ان کے بال سفید تھے۔ اور سب سے پہلے کوہ حرا میں سال بسال ماہ رمضان میں جا کر گوشہ میں ذکر الٰہی کیا کرتے تھے۔ اس لئے ان ان کو سیبتہ الحمد سے پکارا جاتا تھا۔ اور بڑے سخی و پرہیزگار تھے۔ سیرت نبویہ احمد زینی۔

اور ہاشم کا اصلی اسم مبارک عمرو ہے۔ اور ہشیم بمعنی خشک روٹی کے ریزہ ریزہ کرنے کے عربی زبان میں آتے ہیں اور اسکی وجہ تسمیہ یہ ہوئی کہ ملک عرب میں ایک سال نہایت درجہ کا قحط پڑا۔ تو انہوں نے ملک شام میں جا کر میدہ و خشک روٹیاں خریدیں۔ اور موسم حج میں گوشت کے شوربہ میں روٹیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ثرید بنا کر لوگوں کو پیٹ بھر کر کھلاتے اور حاجیوں کی مہمانی کرتے۔ ان کی پیشانی میں نور محمدی اسقدر جھلک دیتا تھا کہ ان کو لوگ قمر البطحا بھی کہتے تھے۔ سیرت ابن حشام۔

اور عبد مناف کا نام مغیرہ چنانچہ سید جعفر بن حسن برزنجی مدنی اپنی کتاب مولود صفحہ ۲ میں لکھتے ہیں؛ فَاَقُوْلُ هُوَ سَيِّدُنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اسمهٗ شَيْبَةُ الْحَمْدِ بْنِ هَاشِمٍ وَاِسْمُهٗ عَمْرُو ابْنُ عَبْدِ مَنَافٍ وَاِسْمُهٗ الْمُغِيْرَةُ ابْنُ قُصِيٍّ وَاِسْمُهٗ مُجَمِّعٌ الخ یعنی میں کہتا ہوں کہ ہمارے آقا محمد بیٹے عبداللہ کے۔ وہ بیٹے عبدالمطلب کہ نام ان کا شیبۃ الحمد ہے۔ اور عبدالمطلب بیٹے ہاشم کے کہ اسم ان کا عمرو ہے۔ اور ہاشم بیٹے عبدالمناف کے ان کا اسم مغیرہ ہے۔ وہ بیٹے قصی نام مبارک ان کا مجمع ہے۔ یہ سب قریشی ہیں۔ اور کعب کی وفات سے لے کر آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان فاصلہ پانچسو ساٹھ سال کا ہوا ہے۔ اور کعب بیٹے لوی بیٹے غالب بن فہر اور قریشی ان کو اس لئے کہتے ہیں کہ سمندر میں ایک حیوان ہوتا ہے۔ جو کہ تمام بحری جانوروں پر غالب رہتا ہے۔ اور کشتیوں کو الٹ دیتا ہے۔ فہر کی ہیبت اور قوت کی مشابہت سے ان کو قریش کہا گیا ہے۔ اور فہر بیٹے مالک سے ہیں ان کے درمیان اور آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان فاصلہ بارہ (۱۲) پشتوں کا ہے۔ فقط واللہ المجیب

فقیر محمد نظام الدین ملتانی عفا اللہ عنہ

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قریشیان ہاشمی اولاد حضرت امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما و دیگر قریشیان اولاد ابا و یار کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک کفو اور ایک ہی قبیلہ و کنبہ سے ہیں؟

له: تفسیر مظہری صفحہ ۸۸ سورۃ توبہ زیر آیت کریمہ و ماکان للنبی کے لکھا ہے کہ نبی علیہ السلام کے والدین اور چچا ابی طالب و عبدالمطلب یہ پکے سچے مومن وموحد تھے۔ اور جو لوگ کہتے ہیں کہ وہ مشرک تھے وہ غلطی پر ہیں۔ تلنا لا نسلم ذلک بل کان مومنا موحدا قد ذکر ابن سعد فی الطبقات باسانیدہ اور تفسیر صاحب مظہری لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد تارخ بھی مسلمان تھا۔ اور آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا۔ فقط والعلم عند اللہ ۱۲ (خادم شریعت)

یا نہیں؟ اور باہم اولاد امامین و دیگر قریشیان مذکورۃ الصدر وغیرہ کا ایک دوسرے فریق سے ناطہ داری و نکاح دختران جائز ہے یا نہیں اور اصحاب اور ان کی اولاد امیوں میں داخل ہیں یا اہل قبیلہ اور سید شیعہ کا اہل سنت جماعت قریشی و سید کی لڑکی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور پیشتر اسکے بزمان حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں درمیان اس قوم قریش کے ناطہ داری و نکاح باہم ایک دوسرے کے کیا دستور تھا۔ اور اب کیا ہے۔ اگر سب ایک کفو ہیں اور باہم ایک دوسر کی دختر سے نکاح جائز ہے تو پھر پنجاب و ہندوستان میں کیا وجہ ہے کہ قریشیان ہاشمی و دیگر قریشیان کا باہم ناطہ نکاح بند ہے اور برا سمجھا جاتا ہے۔ آیا اس کے بند ہونے کی کوئی حدیث مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی یا کوئی آیت فرقان حمید کی ہے۔ مفصل جواب اس مسئلہ کا آیات و احادیث صحیح کے ساتھ بحوالہ کتب تحریر فرماویں۔ بینوا توجروا؟

سب کا خادم پیرزادہ نصرت حسین قریشی سائل از وزیرآباد $\frac{۲}{۲۰}$ ۱

جواب:۔ بیشک علویہ عورت کا اگر باپ قریشی شخص صحیح النسب سے نکاح کر دے تو باتفاق آئمہ دین شرع متین کے جائز ہے۔ کیونکہ جو علوی ہوتا ہے وہ قریش بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ سب ایک ہی قبیلہ گنا گیا ہے۔ چنانچہ ہدایہ جلد ۲، صفحہ ۲۵ میں مذکور ہے۔ فَقُرَيْشٌ بَعْضُهُمْ اَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ وَالْعَرَبُ بَعْضُهُمْ اَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ وَالْاَصْلُ فِيْهِ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقُرَيْشٌ بَعْضُهُمْ اَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ بَطْنٌ بِبَطْنٍ وَالْعَرَبُ بَعْضُهُمْ لَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ قَبِيْلَةٌ بِقَبِيْلَةٍ اور اسکے تحت میں یوں لکھا ہے۔ یعنی فضیلت نیست میان آنہا از ہاشمی و نوفلی و عدوی وغیرآں۔ اور شرح وقایہ صفحہ ۹۵ میں لکھا ہے وَيُعْتَبَرُ الْكَفَاءَةُ فِي النِّكَاحِ نَسَبًا فَقُرَيْشٌ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اَيِ الْعَرَبِ الَّذِيْ لَمْ يَكُوْنُوْا مِنْ قُرَيْشٍ بَعْضُهُمْ اَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ اِعْلَمْ اَنَّ كُلًّا مِنْ اَوْلَادِ نَضْرِ بْنِ كِنَانَةَ قُرَيْشٌ وَاَمَّا اَوْلَادُ مَنْ هُوَ فَوْقَ النَّضْرِ فَلَاالخ اور برجندی جلد ۲ صفحہ ۱۴ میں بایں طور مذکور ہے۔ فَقُرَيْشٌ كَقَوْلِ بَعْضِهِمْ لِبَعْضٍ اَيِ الْقُرَيْشِيِّ مَنْ كَانَ وَلَدِ نَضْرِ بْنِ كِنَانَةَ وَمَنْ لَمْ مِنْ وَلَدِهٖ فَلَيْسَ بِقُرَيْشِيٍّ الخ اور فتاویٰ جامع الرموز و جامع الفوائد صفحہ ۹۳ میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر فاروق سے کر دیا وہو ہذا۔ وَتَزَوَّجَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَهُوَ هَاشِمِيٌّ بِنْتَ فَاطِمَةَ اُمَّ كُلْثُوْمٍ بِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ عَدَوِيٌّ اور کتاب غایۃ الاوطار شرح

نوٹ ۱:۔ اگر کوئی عالم سید یا اسی کسی کتاب فقہ معتبرہ سے یہ ثابت کر دے کہ علوی اور قریشی ایک نہیں تو خادم شریعت بڑی خوشی سے اپنی غلطی کو تسلیم کرکے اس کی تصحیح کرے گا۔ اور اطلاع کنندہ کا ممنون ہوگا۔ ہاں اگر لڑکی علویہ نے خود نکاح بلا اجازت ولی کسی سے کر لیا تو وہ ناجائز ہوگا۔ فقط۔

نوٹ ۲:۔ قریشی علوی کا نکاح غیر قریشی علوی سے خادم شریعت کی تحقیق میں درست نہیں۔ چنانچہ اسکی بحث اسی جلد میں گذر چکی ہے۔

خادم شریعت محمد نظام الدین عفا اللہ عنہ، ملتانی؛

در مختار جلد دوم صفحہ ۲۷۷ میں نیز بایں طور مسطور ہے فَقُرَيْشٌ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءُ لِبَعْضٍ سو قریش آپس میں ایک دوسرے کے ہمسر اور برابر ہیں۔ قریشی ان کو کہتے ہیں جو اولاد نضر بن کنانہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارہویں پشت میں اور چاروں خلفائے راشدین قریشی ہیں۔ باعتبار نسب کے ایک دوسرے سے افضل نہیں۔ خواہ ہاشمی اور نوفلی اور تیمی اور عدوی سب برابر ہیں اور اسواسطے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا عمر فاروق سے نکاح کر دیا۔ حالانکہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہاشمی ہیں الخ اور ایسا ہی کتاب صحیح بخاری مطبوعہ مطبع احمدی کی جلد اول کتاب الجہاد و صفحہ ۴۰۳ بہ حاشیہ بحوالہ کرمانی کے لکھا ہے۔ اُمُّ كُلْثُومٍ بِضَمِّ الْكَافِ وَضَمِّ الْمُثَلَّثَةِ بِنْتُ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللّٰہِ علیہ وسلم ط وَلَدَتْ فِي حَيَاتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَطَبَهَا عُمَرُ إِلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ أَنَا أَبْعَثُهَا إِلَيْكَ فَإِنْ رَضِيتَهَا فَقَدْ تَزَوَّجْتُكَهَا فَبَعَثَهَا إِلَيْهِ بِبُرْدٍ الخ اور فتاویٰ قاضی خاں جلد اول صفحہ ۱۹۰ و فتاویٰ برہنہ جلد دوئم صفحہ ۵۴ معیار شرح کنز جلد اول صفحہ ۱۸۸ و خزانۃ المفتیین و فتاویٰ نادر الجواہر و نور الہدایہ جلد دوئم صفحہ ۱۷ وغیرہ کتب فقہ معتبرہ میں لکھا ہے کہ قریشی ایک دوسرے کی کفو ہیں۔ اور ان میں بھر اعتبار نقصان و فضل کا نہیں۔ پس اگر سید اور قریشی صحیح النسب ایک دوسرے کو نکاح کر دیں تو جائز ہے۔ کیونکہ یہ تو سب ایک ہی قبیلہ اور کفو ہیں۔ اور علاوہ ان دلائل کتب اہلسنت و جماعت کے کتب شیعہ میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا تھا۔ چنانچہ کتب شیعہ فروع کافی و تحیۃ الاخبار صفحہ ۳۶ اور کتاب حد تحقیق صفحہ ۸ میں لکھا ہے کہ شرف دامادی میں حضرت عثمان علی کے شریک ہیں۔ کیونکہ ان کو پیغمبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے دو بیٹیاں دیں کہ وہ دونوں خدیجۃ الکبریٰ کے پیٹ سے تھیں۔ اور ایسا ہی کتب شیعہ بحار الانوار کے ترجمہ قرآن السعدین و جنات الخلود صفحہ ۱۹ میں ہے اور اس سے انکار کرنا اور اسبابت کو برا جاننا محض جہالت اور ناسمجھی کی بات ہے۔ اور یہ بات اور ہے کہ وہ نکاح ایک دوسرے کو دیں یا نہ دیں۔ ان کی مرضی۔ باقی نکاح علویہ کا قریشی صحیح النسب سے درست ہے۔

سوال نمبر ۱ کا جواب:- اہلسنت و جماعت کی لڑکی کا نکاح سید شیعہ وغیرہ سے ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ اکثر اس زمانہ میں شیعہ لوگ اصحاب ثلاثہ کی خلافت سے انکار کرتے ہیں اور ان کو گالی دیتے ہیں۔ اور مائی عائشہ صدیقہ کے بارے میں برے الفاظ بولتے ہیں۔ اور کتب فقہ کو پوتھی کی مانند سمجھتے ہیں۔ اور قرآن مجید کو محرف سمجھتے ہیں اور متعہ جیسی بڑھانے کو حلال سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب امور کفر ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری و در مختار و تبیین الحقائق و حاشیہ طحاوی جلد اول صفحہ ۲۴۴ و خزانۃ المفتیین قلمی۔ کتاب الصلوٰۃ و ذخیرہ امام کرمانی مطبوعہ مصر جلد ۳ و واقعات المفتیین مطبوعہ مصر صفحہ ۱۳ و برجندی شرح وقایہ جلد ۴ صفحہ ۲۱ و فتاویٰ ظہیریہ و بحر الرائق مطبوعہ مصر جلد ۵ صفحہ ۱۳۱ و مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر جلد اول صفحہ ۱۰۵

عقود الدرایہ مطبع مصر جلد اول صفحہ ۹۲ و ۹۳ وغیرہ کتب فقہ میں بایں طور مذکور ہے۔ اَلرَّافِضِیُّ اِذَا کَانَ یَسُبُّ الشَّیْخَیْنِ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ فَھُوَ کَافِرٌ اِنْتَھٰی وَلَوْ قَذَفَ عَائِشَۃَ بِالزِّنَا فَقَدْ کَفَرَ اِنْتَھٰی وَمَنْ اَنْکَرَ خِلَافَۃَ اَبِیْ بَکْرٍ فَھُوَ کَافِرٌ اِنْتَھٰی وَکَذٰلِکَ مَنْ اَنْکَرَ خِلَافَۃَ عُمَرَ فِیْ اَصَحِّ الْاَقْوَالِ ھٰؤُلَاءِ الْقَوْمُ خَارِجُوْنَ عَنْ مِلَّۃِ الْاِسْلَامِ اَحْکَامُھُمْ اَحْکَامُ الْمُرْتَدِّیْنَ الخ پس اہلسنت وجماعت کو چاہیئے کہ ان کے ساتھ مواکلت ومشاربت وموانست ہرگز نہ کریں۔ اور نہ ہی ان کو رشتہ دیں کیونکہ ایسے لوگ شرعاً دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی شَرِّکُمْ (رواہ الترمذی) اور غنیۃ الطالبین مترجم صفحہ ۱۷۹ مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور میں بایں طور حدیث مذکور ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَمَنْ سَبَّھُمْ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی وارد ہیں وَسَیَاْتِیْ قَوْمٌ یَسُبُّوْنَھُمْ وَیَنْتَقِصُوْنَھُمْ وَلَا تُشَارِبُوْھُمْ وَلَا تُوَاکِلُوْھُمْ وَلَا تُنَاکِحُوْھُمْ الخ

پس ان تمام دلائل قاطعہ سے ثابت ہوا کہ ایسے رافضیوں تبرائیوں کو ہرگز نکاح دینا اہلسنت وجماعت کو جائز نہیں۔ کیونکہ ان کا کفر یقیناً اجماع سے ثابت ہو چکا ہے۔ اور ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے۔ اور ان کے ساتھ نکاح کر دینا حرام بلکہ خالص زنا ہے۔ مَعَاذَ اللّٰہِ وَاِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ فقط

فقیر محمد نظام الدین ملتانی حنفی قادری سہروردی از خلفاء سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

الجواب صحیح

۶ خاکسار قمر الدین عفی عنہ امام مسجد جامع وزیر آباد

۶ الجواب صحیح ثابت بالکتاب والسنۃ واجماع الامۃ حررہٗ فقیر جان محمد سکنہ قادر پوراں ضلع ملتان

لاشک فیہ

۶ خورشید احمد سکنہ کمال پور چک نمبر ۱۲۳

۶ صمصام خوشنویس ضلع لائلپور۔

۶ الجواب صحیح
خادم العلماء سید محمد نور شاہ سکنہ چک بانگا حال سانگلہ ہل

ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ

۶ احقر العباد امیر الدین از کلاسکے تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

۶ الجواب حق فقیر تاج الدین کالوی علاقہ قادر آباد گجرات پنجاب خلف عبد الکریم ولد فیض اللہ مرحوم

۶ غلام محی الدین سکنہ کوٹ ہسرت خاں خلف مولوی غلام محمد مرحوم بموجب کتب فقہ نکاح قریشی کا آپس میں درست ہے۔ اور جائز ہے۔ جو عبارات مجبت سے ظاہر ہے اور نکاح سنی اور شیعہ کا بوجہ کفر شیعہ جائز نہیں اور شیعہ کا کفران کے سبب سے ظاہر ہے۔

سید احمد علی پروفیسر اسلامیہ کالج وخطیب مسجد شاہی لاہور

؎ ھذا ھو الحق الذی لا محیص عنہ
فقیر عبدالرحمٰن امام مسجد ایبٹ آباد

؎ المجیب مصیب لا شک فیہ
فقیر میر عالم ساکن میر ضلع ہزارہ

؎ فی صحۃ ھذا الجواب اتفاق فلیس لاحد فیہ شقاق
محمد یار خطیب و مفتی مسجد طلائی لاہور

ھذا الجواب عین الصواب مطابق
سنت والکتاب
قاضی محمد عبدالقیوم عفی عنہ
مقیم ڈیلنڈہ بقلمہ

؎ ذٰلِکَ کَذٰلِکَ
عبدالحافظ غدا بخش فرخپوری بقلمہ

؎ الجواب صحیح
فقیر محمد عبدالسلام عفی عنہ سکندرپوری۔

؎ خاکسار محمد اسمٰعیل موضع ڈھیری

؎ محمد عالم امام گمٹی بازار لاہور

؎ میر عالم ضلع ہزارہ

؎ المجیب مصیب
فضل حق از قاضیاں۔

الجواب صحیح کما فی الشامی فی اسباب الکفو ولو تزوجت ھاشمی قریشیان غیرھاشمی لم یرد عقدہ وان تزوجت عربیا غیر قریشی لہم ردہ کتزوج فی العربیہ عجمیاً؎

سوال:۔ تقلید کے کیا معنے؟ کیونکہ مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری ہمیشہ ہر ایک میدان مناظرہ میں جہاں کہیں تقلید کی بابت بحث ہوتی ہے پہلے یہی سوال مناظر غیر مقلد کر دیتا ہے۔ لہٰذا عرض ہے کہ اس کے مزید معنی بیان کریں۔

السائل قطب الدین

جواب:۔ تقلید بمعنی اتباع یعنی ایسے شخص کا پیرو ہونا۔ کہ جسکو قوت اجتہاد و استنباط کی ہو۔ اور اسکے اتقاء و پرہیزگاری پہ پورا پورا اعتماد ہو۔ پس ایسے شخص کے قول کو بلادلیل مان لینے کا نام تقلید ہے۔ چنانچہ کتاب عقد الفرید و استبصار الحق

ملہ:۔ شرح مختصر منار حسامی مع نامی حاشیہ باب متابعہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ میں نیز باینطور لکھا ہے۔ کہ تقلید بمعنی اتباع کے ہیں وھو ہذا التقلید اتباع الرجل غیرہ فیما سمعہ یقول او فی فعلہ علی زعم انہ محقق بلا نظر فی الدلیل۔ اور ایسی تقلید سے انکار کرنے والا قابل قتل ہے۔ چنانچہ حدیث صحیح میں سے صاف ظاہر ہوتا ہے من قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من اتاکم وامر لہم جمیعٌ علی رجل واحد یرید ان یشق عصاکم او یفرق جمعتکم فاقتلوہ رواہ مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۸۔ اور کتاب صراط مستقیم تالیف اسمٰعیل پیشوا غیر مقلدین صفحہ ۷۸ میں لکھا ہے کہ در اعمال اتباع مذہب اربعہ کے رائج اور تمام اہل اسلام است بہتر و خوب است۔ ۲
خادم شریعت عفا عنہ

صفحہ ۱۰۰ میں بایں طور مذکور ہے۔ اَلتَّقْلِیْدُ قَبُوْلُ قَوْلِ الْغَیْرِ بِاَنْ یَّعْتَقِدَ مِنْ غَیْرِ مَعْرِفَةِ دَلِیْلِهٖ فَاَمَّا مَعَ مَعْرِفَةِ دَلِیْلِهٖ فَلَا یَکُوْنُ اِلَّا الْمُجْتَهِدَ لِتَوَقُّفِ مَعْرِفَةِ الدَّلِیْلِ عَلٰی مَعْرِفَةِ سَلَامَتِهٖ مِنَ الْمُتَعَارِضِ بِنَاءً عَلٰی وُجُوْبِ الْبَحْثِ وَیَجِبُ التَّقْلِیْدُ عَلٰی مَنْ لَّمْ یَبْلُغْ رُتْبَةَ الْاِجْتِهَادِ الْمُطْلَقِ عَامِیًا مَحْضًا اَوْ غَیْرَهٗ لِقَدْرِ الْحَاجَةِ۔ یعنی تقلید تسلیم کر لینا غیر کے قول کو اس طور پر کہ اسکے سچا ہونے کا اعتقاد کرنا بلا دلیل پہچاننے کے لیکن ساتھ دلیل کے اس مسئلہ کو پہچاننا سوائے مجتہد کے کسی اور کو حاصل نہیں کیونکہ دلیل کا معلوم کرنا اس بات پر موقوف ہے کہ وہ دلیل کسی متعارض سے سالم ہو اور بنا اسکی وجوب بحث متعارض پر ہے۔ اور جو شخص درجہ اجتہاد کو مطلق نہیں پہنچا اس پر تقلید واجب ہے۔ (محض جاہل ہو یا مولوی وغیرہ) اور شرح مسلم الثبوت صفحہ ۶۲۴ بایں طور تقلید کے معنے لکھے ہیں۔ اَلتَّقْلِیْدُ الْعَمَلُ بِقَوْلِ الْغَیْرِ مِنْ غَیْرِ حُجَّةٍ مُتَعَلِّقٍ بِالْعَمَلِ وَالْمُرَادُ بِالْحُجَّةِ حُجَّةٌ مِنَ الْحُجَجِ الْاَرْبَعِ وَاِلَّا فَقَوْلُ الْمُجْتَهِدِ دَلِیْلُهٗ وَحُجَّتُهٗ کَاَخْذِ الْعَامِیِّ مِنَ الْمُجْتَهِدِ وَاَخْذِ الْمُجْتَهِدِ عَنْ مِثْلِهٖ فَالرُّجُوْعُ اِلَی النَّبِیِّ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَوْ اِلَی الْاِجْمَاعِ لَیْسَ مِنْهُ اور اسکے معنے علمائے دین نے اسطرح پر کئے ہیں۔ یعنی تقلید کہتے ہیں عمل کرنا غیر کے قول پر (اور غیر سے مقصود مجتہد ہے) بغیر دلیل کے۔ (یعنی بغیر ثبوت کے دلیل پر) اور من غیر حجۃ متعلق عمل سے ہے۔ یعنی عمل اس قول پر بے معرفت دلیل ہو) اور حجت سے مقصود کوئی ادلہ اربعہ سے ہے۔ ورنہ مجتہد کا قول مقلد کے لئے دلیل و حجت ہے۔ جیسے پوچھ لینا عامی کا (یعنی غیر مجتہد کا) مجتہد سے اور مجتہد کا اپنے جیسے سے۔ رجوع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یا اجماع کی طرف تقلید نہیں ہے۔ کیونکہ وہ خود رجوع کی طرف دلیل کے ہے۔ پس ان ہر دو عبارات سے صاف معلوم ہوا کہ اتباع مجتہد کرنے کو تقلید کہتے ہیں۔ اور مجتہد سے دلیل طلب کرنی کچھ ضروری نہیں۔ اور مجتہد سے غیر مجتہد کو سوال کرنے کا حکم بنص قطعی ثابت ہوا ہے۔ دیکھو بذا۔ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اہل ذکر سے مراد مجتہد ہیں۔ اور مجتہد کو ضروری ہے کہ اپنے مقلد پر اس مسئلہ کی دلیل ظاہر کرے۔ اور مقلد کو یقین ہے کہ یہ مجتہد جس کی میں پیروی کر رہا ہوں اسکا ماخذ ادلہ اربعہ سے ہی ہے۔ اور جو کچھ اسنے نکالا ہے شرع سے نکالا ہے۔ اسلئے مقلد کا عمل بھی بلا دلیل نہ ہوا اور اسکے علاوہ شرح مسلم الثبوت مطبع نولکشور صفحہ ۳۶ میں لکھا ہے کہ غیر مجتہد کو اگرچہ عالم ہو ضروری تقلید کرنی چاہیئے۔ وہو ہذا غَیْرُ الْمُجْتَهِدِ الْمُطْلَقِ وَلَوْ کَانَ عَالِمًا یَلْزَمُهٗ تَقْلِیْدُ الْمُجْتَهِدِ۔ یعنی غیر مجتہد مطلق اگرچہ عالم ہو اسکو بھی کسی مجتہد کی تقلید ضروری ہے۔ اور شرح عین العلم صفحہ ۲۲۷ میں مقلد کو بایں طور حکم فرماتے ہیں۔ فَلَوِ الْتَزَمَ اَحَدٌ مَذْهَبًا کَاَبِیْ حَنِیْفَةَ اَوِ الشَّافِعِیِّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ یَلْزَمُ تَقْلِیْدُهٗ لَا غَیْرَهٗ فِیْ مَسْئَلَةٍ مِّنَ الْمَسَائِلِ الخ یعنی اگر لازم کر لیا کسی آدمی نے ایک مذہب کو امام ابو حنیفہ کا ہو یا شافعی کا تو پس لازم ہے اسکو ہمیشہ اسی مذہب پر جمے رہنا نہ تقلید کرے کسی اور مجتہد کی الخ اور باقی ذکر ان شاء اللہ تعالیٰ فرصت اور الٰہ خیر مقلد اور تیسری کے دو سامنے میں جو دو تقلید ہے اسکے جواب میں مفصل بحث کی جاوے گی۔ فقط المجیب فقیر محمد نظام الدین ملتانی عفا اللہ عنہ وزیرآبادی (جامع الفتاویٰ جلد ہشتم نمبر اشتہار)

فہرست جامع الفتاوٰی حصہ اول تا ہشتم

حصہ اول از فتاوٰی الشیخ الاسلام شاہ احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ عنہ

حصہ دوم از فتاویٰ حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

حصہ سوم از فتاویٰ صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

حصہ چہارم از فتاویٰ مناظر اسلام علامہ مولانا نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

حِصّۂ پنجم از فتاویٰ مناظر اسلام علّامہ مولانا حضرت نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

حصہ ہفتم از فتاویٰ مناظر اسلام علامہ مولانا حضرت نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

تمام شد

تصحیح کنندہ فقیر ابو المشہور محمد صادق قادری چشتی رضوی چک نمبر ۴۶۹ گ ب تحصیل سمندری ضلع لائلپور